حیات مالک رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

امام دارالہجرۃ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے

سوانح زندگی، اُن کی تصنیفات پر تبصرہ، تابعین مدینہ اور فقہائے حجاز کے حالات، علم حدیث کی ابتدائی تاریخ اور جمع حدیث کے لئے محدثین کرام کی کوششوں کا ذکر

از

سید سلیمان ندوی

مطبع معارف شہر اعظم گڈھ میں چھپی

طبع سوم

سنہ ۱۳۵۹ھ

فہرست مضامین

13582 9

حیات مالک

مضمون	صفحہ
دیباچہ	الف ب
نام ونسب وولادت ۱ - ۴	
خاندان کے دیگر ارکان،	۱
تعلیم وتربیت ۴ - ۲۸	
مدینہ،	۴
مدینہ کے فقہائے صحابہ،	۵
مدینہ کے فقہائے تابعین،	〃
تابعین مدینہ،	۶
مدینہ کے فقہائے سبعہ،	〃
شیوخِ مالک،	۶
امام کے اعزہ وشیوخ،	۷
ابوسہیل نافع	〃
قرآن مجید کی تعلیم،	۸
علم حدیث کی تعلیم	〃
حضرت نافع،	〃
امام زہری،	۱۰
امام جعفر صادق،	۱۱
محمد بن منکدر	۱۲
محمد بن یحییٰ،	۱۳
ابو حازم،	〃
یحییٰ بن سعید،	۱۴
شیوخ کی تعداد،	〃
شیوخ بہ ترتیب ہجا	۱۵
غیر مدنی شیوخ،	۱۹
علم فقہ کی تعلیم،	〃
شیخ الفقہ ربیعہ رائی	۲۰
شیوخ کا انتخاب،	۲۳
امام کے شیوخ کی خصوصیات،	۲۴
اہلِ عراق سے عدم روایت،	۲۵
اپنے دادا اور بعض فقہائے	۲۶
سبعہ سے عدم روایت کا سبب،	〃

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اساتذہ آپکے معترف تھے،	۲۷
افلاس میں تعلیم،	۲۸
مجلس درس	
۲۹ - ۳۶	
حضرت ابن عمر کی مجلسِ درس	۲۹
حضرت نافع کی مجلس	۳۰
امام کی مجلس،	〃
مجلس کی تہذیب،	〃
آداب درس	۳۲
طریقۂ درس،	۳۳
اس طریقہ کی خوبی،	۳۴
مجلسِ درس کی شہرت،	〃
حاضرین درس کی جغرافی وسعت،	۳۵
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی،	〃

مضمون	صفحہ
تلامذہ و مستفیدین	
۳۶ - ۴۲	
تلامذہ کی خصوصیات،	۳۷
کثرت تعداد،	〃
شہرت و معرفت،	〃
وسعت ارضی	〃
فضل و کمال،	۳۸
ہر طبقہ کے لوگ آپ کے شاگرد تھے،	۳۹
فقہ و فتویٰ	۴۲-۵۲
فقیہ و محدث کا فرق،	۴۲
عہدِ نبوی،	۴۳
اصحاب صفہ،	〃
طبقات فقہاے صحابہ	〃
طبقۂ اولیٰ،	〃
طبقۂ ثانیہ،	〃

مضمون	صفحہ
طبقۂ ثالثہ،	۴۴
صحابۂ مدینہ و غیر مدینہ،	〃
مدینہ کے فقہاے تابعین	〃
مدینہ کی مجلسِ فقہ،	〃
مدینہ کی فقہ،	〃
امام مالک کی فقہ،	۴۵
حکومت کا اعلان	۴۶
حکومت کے مقابلہ میں آزادی	〃
طلاق مکرہ کا مسئلہ،	〃
جواب میں لاادری،	۴۷
ممالک بعیدہ کے استفتا	۴۸
جواب سے احتراز،	
رائے پوچھنے پر زجر،	۴۹
رائے کا ظنی ہونا،	〃
جواب میں کاوش و فکر،	〃
انصاف پسندی،	۵۰

مضمون	صفحہ
اعتراف،	۵۰
عام حالات	
۵۲ - ۶۷	
خلافت امویہ کا اختتام،	۵۲
خلافت عباسیہ،	״
خلیفہ منصور اور امام،	۵۴
امام کی فقہ پر ملک کو مجبور کرنے کی تجویز،	״
امام کا انکار،	״
منصور کی شہادت،	۵۵
بنو ہاشم و بنو امیہ،	״
بنو عباس و بنو علی،	״
سادات علویین کی بغاوتین،	۵۶
امام کا فتویٰ کہ بیعت جبری غیر معتبر ہے،	۵۷
طلاق مکرہ کا فتویٰ،	״
تعزیر،	۵۷
منصور کی لاعلمی اور ندامت	۵۸
منصور کی تقریر،	״
خلعت،	۵۹
منصور کی زبان سے تعزیر	״
کاسیب،	
قیدیوں کی خدمت میں سفارت،	״
امام کی طلبی	״
منصور کی نسبت اظہار رائے سے انکار،	۶۰
ابن ابی ذئب کی راستگوئی	״
مہدی کا زمانہ	۶۱
اہل مدینہ کیلئے درخواست	״
امام سے بغداد چلنے کی درخواست	״
مہدی کی طلبی،	״
مہدی اور موطا،	۶۲
شہزادوں کی تعلیم کے لئے بارگاہِ خلافت میں جانے سے انکار،	״
قرأت سے انکار،	۶۲
ہادی کا زمانہ،	״
ہارون رشید کا زمانہ،	״
موطا بارگاہ خلافت میں	۶۳
حضرت علی و ابن عباس سے	״
عدم روایت کا سبب،	
شہزادے مجلسِ درس میں	״
مجلسِ حدیث،	۶۴
منبر نبویؐ،	۶۵
موطا کو خانہ کعبہ میں آویزاں	۶۶
کرنے کی تجویز،	״
ہارون کے نام خط،	״

مضمون	صفحہ
وفات	
۶۷ - ۷۱	
وفات،	۶۸
جنازہ،	۶۹
مرثیے،	۷۰
اخلاق وعادات و حالاتِ ذاتی	
۷۱ - ۷۸	
طاعتِ الٰہی،	۷۱
حبِّ رسول،	״
حبِّ مدینہ،	۷۲
فیاضی،	״
مہمان نوازی،	۷۳
استقلال،	״
حلم وعفو،	۷۴
حق گوئی وآزادی،	״
خود داری،	۷۵
انصاف پسندی،	۷۶
اہلِ علم کی عزت،	״
حلیہ،	۷۷
پوشاک،	״
خوشبو کا استعمال،	״
مکان،	۷۸
تصنیفات	
۷۹ - ۹۷	
تصنیفات کے نام،	۷۹
موطا	۸۲
تدوین احادیث،	״
مؤطا	۸۴
تالیف موطا،	״
وجہ تسمیہ،	۸۶
تعدادِ مرویات،	۸۷
مؤطا کا موضوع،	۸۷
موطا اور دیگر ائمہ کے مجموعے،	״
موطا اور کتب احادیث،	۸۸
معاصرہ،	״
طبقات کتب حدیث	۸۹
میں موطا کا درجہ،	
طبقہ اولی میں موطا کا درجہ	۹۰
موطا بخاری ومسلم سے	۹۲
بہتر ہے،	
موطا کے نسخے،	۹۵
شروح اور تعلیقات،	۹۷
موطا کا ایک اور	۱۰۵
امتیاز،	
خاتمہ،	۱۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ والمنۃ، والصلوٰۃ علیٰ رسولہ صاحب السنۃ وعلیٰ الہ واصحابہ وتابعیہ قامعی البدعۃ والفتنۃ،

آجکل ملک مین علوم اسلامی کی طرف سے جو سرد مہری اور بے اعتنائی برتی جارہی ہی، اور جو انگریزی تعلیم کی وسعت کے ساتھ ترقی کرتی جاتی ہے، اس کی روک تھام کے لیے مصلحین کے سامنے مختلف صورتین پیش ہین، منجملہ ان کے ایک صورت یہ ہے کہ ملک مین تاریخ کا مذاق کسی قدر پیدا ہوگیا ہے، اکابر اسلام کی سوانحعمریون کے پردے مین علوم اسلامیہ کی تاریخ لکھی جائے اور اسی ضمن مین ضروری مسائل کی تشریح کی جائے،

تمام دنیاے اسلام جن قوانینِ فقہی پر کاربند ہے، وہ چار امامون کی طرف منسوب ہین، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام ابن حنبل اُردو مین سیرۃ النعمان، لکھی جاچکی ہے، اور امام رازی کی سیرۃ الشافعی کا ترجمہ ہوچکا ہے، امام مالک جو فقیہ مدینۃ الرسول امام دارالہجرۃ، اور بانی اول فنّ حدیث تھے، اور مسلکِ حنفی کے علاوہ فقہ کے بقیہ تین مذاہب

Marfat.com

جن کے سلسلہ کی شاخین ہین، اردو مین اب تک ان کے متعلق ایک حرف موجود نہین،
مجھ کو علم حدیث کی ابتدائے طلب سے امام موصوف اور ان کی موطا سے بدرجۂ غایت
عقیدت رہی ہے، اسی کا اثر تھا جس نے مجھے اس فرض کے انجام پر آمادہ کیا، چنانچہ طالب العلمی
کے زمانہ مین، مین نے اس کا سلسلہ شروع کیا، اور جنوری ۱۹۰۷ء کے الندوہ مین اس پر
ایک مضمون لکھا، فراغت کے بعد سب سے پہلے اسی کتاب کی تکمیل کا خیال ہوا، ابھی تصنیفات
کا حصّہ ختم ہوا تھا، اور اجتہادات کی بحث شروع تھی اور جو اصل مین اس کتاب کا جوہر ہو سکتا
تھا کہ حضرت الاستاذ نے وفات پائی، اور دم نزع وصیت فرمائی کہ تمام کام چھوڑ کر سب سے
پہلے سیرۃ نبویؐ کی تکمیل کیجائے، اس بنا پر جہان تک حیات مالک کی مسافت طے
ہو چکی تھی قلم کا مسافر وہین پہنچکر رک گیا، اور اب آیندہ اس کی تکمیل کی فرصت ہاتھ آنی مشکل
معلوم ہوتی ہے، اس لیے جو حصہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اس کو وقف ناظرین کیا جاتا ہے،

کار دنیا کسے تمام نہ کرد ۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید

سید سلیمان ندوی

۳۰ - اگست ۱۹۱۷ء

———٥٠٤٠٥٠———

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام ونسب و ولادت

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دارالہجرۃ لقب، باپ کا نام انس تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن حارث بن غیمان بن جبثیل بن عمرو ابن حارث ذی اصبح[1]،

امام مالک ایک خالص عرب خاندان سے تھے، جو جاہلیت و اسلام دونون مین معزز تھا، بزرگون کا وطن یمن تھا، مگر اسلام کے بعد مدینۃ النبی مین سکونت اختیار کی، امام یمن کے اخیر خاندانِ شاہی یعنی حمیر کی شاخ "اصبح" سے تعلق رکھتے تھے، امام کے مورثِ اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے، اسی لئے ذی اصبح کے لقب سے وہ مشہور ہین،

آپکے خاندان مین سب سے پہلے آپکے پردادا ابوعامر عہدِ نبوی مین مشرف باسلام ہوئے غالبًا اس شرف اندوزی کی تاریخ نہایت قدیم ہے یعنی ۲ھ، کیونکہ قاضی ابوبکر بن العلا کی روایت ہے کہ "ابوعامر بدر کے سوا تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

[1] کتاب الانساب للسمعانی طبع فوتوغرافی یورپ نقطہ "اصبحی"

Marfat.com

شریک تھے"۔ لیکن محدثین کے نزدیک یہ ثابت نہین، محدّث ذہبی نے تجریدِ صحابہ مین ابو عا
اصبحی کا نام لے کر لکھا ہے لم ار احداً ذکرہ فی الصحابۃ وقد کان فی زمن النبی صلعم
ابن حجر نے اصابہ کی قسم ثالث (کنی)، مین ابو عامر اصبحی کا نام لکھکر ذہبی کی عبارت نقل کر
ہے[1]، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو آنحضرت صلعم سے شرفِ لقا، حاصل نہین ہوا تھا،

امام کے دادا مالک بن ابی عامر ایک جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رواۃ مین
ہین، حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کو ایک گونہ اختصاص تھا، اور اس قدر درجہ رکھتے تھ
کہ وہ اُن سے اپنے لئے وظیفہ کے طالب[2] تھے، اسی بنا پر ان کو حضرت عثمانؓ سے نہایت
محبّت تھی، جن سربکف جواں مردون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد
ان کی لاش کو دشمنون کے نرغہ سے اٹھا کر دفن کرنے کی خطرناک خدمت انجام دی تھی ان مین
ایک یہ بھی تھے، فنِ روایت و حدیث مین ان کو حضرت عمر عثمان، طلحہ، عقیل بن ابی طالب
ابو ہریرہ، ام المومنین عائشہ، اور دیگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، مدینہ
کے مشہور فقیہ سلیمان بن یسار اور خود مالک کے بیٹون نے اور دوسرون نے مالک سے حدیث
سیکھی ہے، موطا مین بھی ان کی روایت سے حدیث ہے، امام نسائی نے ان کی توثیق بھی
ہے، ۱۰۴ھ مین وفات پائی،

مالک بن ابی عامر کے تین بیٹے تھے، انس امام مالک کے پدر بزرگوار، اور ربیع اور ابو سہیل
نافع، ابو سہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے، ثقاتِ تابعین اور ارکانِ حدیث مین ان کا ش

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۷۹، کلکتہ [2] موطا باب تسویۃ الصفوف،

صحابہ مین حضرت ابن عمرؓ سے اور تابعین مین اپنے باپ مالک، اور سعید بن المسیب، علی بن حسین اور بہت سے لوگون سے روایت کرتے ہین، امام مالک نے بھی موطا مین ان سے روایت کی ہے، تابعین اور تبع تابعین مین امام زہری، امام مالک، اسماعیل بن جعفر وغیرہ اور دیگر اشخاص ان کے شاگرد ہین، امام احمد، ابو حاتم اور نسائی جیسے ائمۂ فن نے ان کی توثیق کی ہے،

امام کے دوسرے عم محترم ربیع اور آپ کے والد ماجد انس بھی اپنے خاندان کی وراثتِ علمی سے محروم نہ تھے، تاہم اس فن مین پایہ مخصوص نہین رکھتے تھے، اور نہ موطا مین امام نے ان سے کوئی روایت کی ہے[1]،

امام کی ولادت کا سنہ مختلف فیہ ہے، مورخ یافعی نے طبقات الفقہا مین ۹۴ھ لکھا ہے، ابن خلکان نے ۹۵ھ بتایا ہے، لیکن صحیح تاریخ ولادت ۹۳ھ ہے، جیسا کہ محدث ذہبی نے تذکرہ مین تصریح کی ہے اور سمعانی نے انساب مین اس کو اختیار کیا ہے، کہ یہ تاریخ بسند امام کے شاگرد خاص یحییٰ بن بکیر سے مروی ہے، جو مدتون امام کی صحبت مین رہے ہین،

بزرگون نے بچہ کا مالک نام رکھا، کہ آگے چل کر وہ مدینہ کے بیش بہا خزانون کا "مالک" بننے والا تھا، ابن سعد نے طبقات مین واقدی کی روایت سے بیان کیا ہے، اور اسی کو اور لوگون نے بھی نقل کیا ہے، کہ امام مالک تین برس تک شکم مادر مین رہے، لیکن واقدی کی یہ روایت اگر صحیح ہے، تو غالبًا اس کی غلط تعبیر طبی جہالت کا نتیجہ ہے، عورتون کو بعض عوارض

---

[1] تزئین الممالک بمناقب مالک سیوطی، ابن خلکان ترجمۂ مالک، واسعاف المبطا برجال الموطا سیوطی، ترجمہ انس بن ابی عامر و نافع بن مالک تذکرۃ الحفاظ ذہبی، کتاب الانساب سمعانی،

ایسے پیدا ہو جاتے ہین جن سے کبھی حمل کے تمام آثار ان پر طاری ہو جاتے ہین اور وہ مدت
تک باقی رہتے ہین، اسی اثنا مین کبھی حمل حقیقی ہو جاتا ہے، ناواقف لوگ اس تمام زمانہ کو
مدتِ حمل سمجھ لیتے ہین،

امام ابو حنیفہ ۸۰ھ مین پیدا ہوے تھے، اس لحاظ سے امام مالک ان سے عمر مین
۱۳ برس چھوٹے تھے، اس وقت بنو امیہ کی حکومت کا اوجِ شباب تھا، ولید بن عبدالملک
جو اموی مروانی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا، سریر آرائے خلافتِ دمشق تھا، فتوحاتِ اسلامیہ
کا سیلاب مشرق مین ترکستان، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب مین افریقہ اور اسپین
کی سرزمینون مین موجین لے رہا تھا، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عہد مین امام پیدا ہوے
اس کا تاجدار جس سرزمین کو تلوار سے فتح کر رہا تھا، امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہین قبضہ حاصل
کیا، یعنی طرابلس، ٹیونس، الجزائر، مراکش اور اسپین مین،

تعلیم و تربیت

مدینہ

امام نے ہوش سنبھالا تو اپنے کو علم کے آغوش مین پایا، خود گھر اور گھر سے باہر تمام شہر
فضلا کا مخزن تھا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سینکڑون صحابہ دور و دراز مقامات مین
تھے، لیکن معدن سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے، تمام اکابر صحابہ جو علومِ شریعت کے امین
قرآن و سنت کے خزینہ دار تھے، اسی شہرِ اقدس مین سکونت پذیر تھے، عہد نبوی مین، اور
کے بعد بھی ۲۴-۲۵ برس تک تمام حکومتِ اسلامیہ کا یہ مرکز تھا، یہین سے احکام و فتا

فقہاے صحابہ کی مجلس مین طے ہو کر تمام دنیاے اسلام مین پھیلتے تھے،

مدینہ کے فقہاے صحابہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت عائشہؓ جو اسرارِ شریعت کے رازدان تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن سے بڑھ کر آنحضرت صلعم کے اعمال وسنن کا متبع اور واقف کار کوئی دوسرا نہ تھا، حضرت ابن عباسؓ جو حبرالامۃ تھے، حضرتِ ابوہریرہؓ جن سے بڑھ کر حدیث کا کوئی دوسرا راوی نہین تھے، حضرتِ زید بن ثابتؓ جو کاتبِ وحی تھے، ان سب کی درسگاہین اسی شہر مین آباد تھین جن سے ہزارون اشخاص وحی وسنت کے علوم کے وارث بنکر نکلے،

صحابہ مدینہ کے تلامذہ

بیتِ صدیق کی وارث اُن کی صاحبزادی عائشہ صدیقہؓ، عائشہ صدیقہ کے تلامذہ کبار ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر، اُن کے بھانجے عروہ بن زبیر تھے، مسندِ فاروقؓ کے جانشین عبداللہ بنؓ عباس اور عبداللہ بنؓ عمر تھے، حضرت ابنِؓ عمر کے شاگردانِ با اخلاص نافع اور عبداللہ بن دینار ان کے دو غلام، اور سالم بن عبداللہ ان کے فرزندِ رشید تھے، حضرت زید ابنؓ ثابت نے اپنی وراثت اپنے گھر مین چھوڑی، یعنی اُن کے بیٹے خارجہ بن زید اس کے مالک ہوے، ابوہریرہؓ نے اپنی امانت اپنے داماد سعید بن مسیب کے سپرد کی، حبرالامۃ (عبداللہ بن عباس) نے گو اپنی دولت زیادہ تر مدینہ کے باہر مکہ، کوفہ اور بصرہ مین لٹائی، لیکن جو مدینہ مین رہی وہ سعید بن مسیب کے حصہ مین آئی،

تلامذۂ صحابہ جن کو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین، تمام ملک مین پھیلے تھے لیکن ہم کو صرف مدینہ سے بحث ہے، ان مین سے ممتاز ومشہور لوگون کا ذکر اوپر ہو چکا، یعنی قاسم ابنؓ محمد، عروہ بنؓ زبیر، نافع، عبداللہ بنؓ دینار، سالم بنؓ عبداللہ، خارجہ بنؓ زید، سعید بنؓ مسیب،

Marfat.com

تابعین مدینہ

ان کے علاوہ مدینہ منورہ مین چند اور ممتاز مشاہیر تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، عبید اللہ ابن عتبہ بن مسعود، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عامر بن عبداللہ، جعفر صادق، ربیعہ رائی، ابوسہیل نافع بن مالک، سلیمان بن یسار، وغیرہ یہ وہ بزرگانِ اسلام ہین جن کے فضل و کمال کے آغوش مین اسلام کے علم دین نے نشو ونما پائی ہی،

فقہاے سبعہ

ان مین سے ابوبکر بن حارث (سنہ ۹۴) خارجہ بن زید (سنہ ۹۹) قاسم بن محمد (سنہ ۱۰۱) سعید بن مسیب (سنہ ۱۰۱) عبیداللہ بن عتبہ (سنہ ۱۰۲) سالم بن عبداللہ (سنہ ۱۰۶) سلیمان بن یسار (سنہ ۱۰۷) مدینہ کے فقہاے سبعہ کہلاتے ہین، صحابہ کے بعد تمام فتاوی، مسائل، اور مقدمات و قضایا، انہی کے فیصلہ سے طے پاتے تھے، ان کی مجلس اجتماعی یعنی جہان یہ ساتون مل کر بیٹھتے تھے اس عہد کی سب سے بڑی عدالت العالیہ تھی، فقہ مدینہ جس کا ذکر آگے آئیگا انہی فقہاے سبعہ کی علمی مجلسون کے نتائجِ بحث ہین،

شیوخِ مالک

امام صاحب نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا، باستثناے چند یہ تمام بزرگوار درس و افتا مین مشغول تھے، امام نے ان مین سے اکثر سے استفادہ کیا، اور اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینون مین پراگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ مین مجتمع ہوگیا، اور اس لئے امام دارالہجرۃ آپ کا لقب ہوا، امام کے شیوخ کی یون تعداد تو بہت ہے اسماء الرجال کی کتابون مین ہے کہ روی عن خلق کثیر یعنی انھون نے بہت سے لوگون سے روایتین کی ہین لیکن موطا مین جن شیوخ سے انھون نے روایت کی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب (مقدمہ مسوی) کے قول کے مطابق ۶۔ اشخاص اور میری تلاش کے مطابق ۹۔ اشخاص کے سوا وہ کل کے کل مدینہ

Marfat.com

کے باشندے ہین، اس سے اور نیز اس واقعہ سے کہ امام کا طلبِ علم کے لئے دوسرے شہرون کا سفر ثابت نہین، یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے طلبِ علم کے لئے کبھی مدینہ سے قدم باہر نہین نکالا، اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ جس کا گھر اور وطن خود زر و جواہر کی کان ہو، اس کو باہر دوسرون کے آگے ہاتھ پھیلانے کی حاجت کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مدینہ خود مرکز تھا، تمام ملک کے اساتذہ اور شیوخ خود یہان کھنچ کھنچ کر چلے آتے تھے، سال مین ایک دفعہ (حج کے موقع پر) مدینہ کی زیارت کا شوق لوگون کو کشان کشان لے آتا تھا،

امام کے شیوخ اعزہ

گھر مین امام کے دادا، چچا اور والد خود محدث تھے، امام نے طلبِ حدیث کی تو اپنے گھر کو آپ ان علوم کا مرجع پایا، امام کے دادا جو ثقات رواۃ مین ہین، امام کے ہوش تک زندہ تھے، امام کی عمر دس برس کی تھی جب انھون نے وفات پائی، لیکن شاید اپنے بچپن یا دادا کے بڑھاپے کی وجہ سے کہ محدثین اور عوام دونون کے نزدیک یہ دونون زمانے برابر ہین، اس فیض سے بلا واسطہ آپنے تمتع حاصل نہین کیا، ابو سہیل نافع امام کے ایک چچا روایت وحدیث کے شیخ تھے، امام زہری وغیرہ کے استاد ہین، امام نے بھی ان سے حدیثین سیکھی ہین، آپ کے والد انس اور دوسرے چچا ربیع دونون اپنے باپ سے روایت کرتے ہین، لیکن ان سے کوئی روایت امام نے موطا مین نہین نقل کی ہے،

ابو سہیل نافع

امام نے غالبًا نہایت لڑکپن سے طلب علم شروع کی، کیونکہ خود امام کی زبانی مروی ہے

کنت آتی نافعا وانا غلام	مین نافع کے پاس آتا تھا، تو ایک کمسن
حدیث السن ومعی غلام	لڑکا تھا، میرے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا

Marfat.com

فینزل فیحدثنی، (ذھبی ج ۱ ص ۸۸)

نافع اتر کر آتے تھے تو مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے،

اس وقت تک تعلیم کا نصاب نہایت سادہ تھا یعنی قرآن مجید، حدیث اور فقہ،

امام نے قرآن مجید کی قرأت وسند، مدینہ کے امام القراء ابو رویم نافع بن عبدالرحمٰن المتوفی سنہ ۱۶۹ سے حاصل[1] کی، جن کی قرأت پر آج تمام دنیاے اسلام کی بنیاد ہے، نافع بن عبدالرحمٰن سے اخذ قرأت کی روایت خود امام صاحب کی زبانی منقول ہے لیکن زمانہ نہین مذکور، اس بنا پر کہ قرآن مجید کی تعلیم ہمیشہ مسلمانون مین لڑکپن مین ہوتی ہے عجب نہین کہ اس کا یہی زمانہ ہو،

علم الحدیث

علم حدیث کی تعلیم بھی بچپن ہی سے شروع ہوئی، جیسا کہ گذشتہ روایت سے ثابت ہوتا ہے، اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت نافع ہین، یا ممکن ہے کہ آپ کے چچا ابو سہیل ہون کہ وہ خود گھر کے اندر تھے، لیکن یہ قیاس ہے کہین کوئی اس کی تصریح نہین،

نافع

نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جن کی جلالتِ شان ظاہر ہے، آزاد کردہ غلام تھے، اسلام کی روایات مین غلام کا وہ مفہوم نہین جو یورپ کی ڈکشنری مین تم کو نظر آتا ہے، یورپ مین غلام مظلومیت، بیکسی، ذلت، خواری، اور جہالت کا مجموعہ ہے، لیکن اسلام مین عزت، احسان، وفا، تربیت، علم اور جانشینیِ آقا کو کہتے ہین، حضرت ابن عباسؓ کا غلام عکرمہ وہ ہے جس پر علم تفسیر کا مدار ہے، اور یہ حضرت ابن عمرؓ کے غلام نافع ہین، جو حدیث

[1] ابن خلکان ترجمہ مالک ونافع بن عبدالرحمٰن،

Marfat.com

و درایت کے استاد و شیخ تھے،

نافع نے کامل ۳۰ برس حضرت ابنؓ عمر کی خدمت کی ہے، حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ اور متعدد صحابہ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ وغیرہم سے روایت کی ہے، امام اوزاعی، امام زہری، ایوب سختیانی، ابن جریج، امام مالک جیسے ائمۃ الحدیث ان سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں، نافع کی جلالتِ قدر کا اس سے اندازہ ہوگا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے جو خود ایک مجتہد و ناقدِ فن تھے، نافع کو اہلِ مصر کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا، ۱۱۷ھ مین نافع نے وفات پائی،

نافع جب تک زندہ رہے امام مالک اُن کے حلقۂ درس مین موجود رہے، مجلس مین پہنچکر اُن سے پوچھتے کہ "ان مسائل مین حضرت ابنؓ عمر نے کیا فرمایا ہے"، نافع ان کے اقوال بیان کرتے تھے[1]، شاگرد کو استاد کے علم و فضل پر اتنا غرور تھا، کہ فرماتے ہین کہ "جب مین ابن عمرؓ کی حدیث نافع کی زبان سے سُن لیتا ہون تو پھر اس کی پرواہ نہین کرتا کہ کسی اور سے بھی اسکی تائید سنون"، شاگرد و استاد کے شرف و قبول کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر کو دنیا سلسلۃ الذہب یعنی "طلائی زنجیر" کہہ کر پکارتی ہے،

نافع کے علاوہ امام نے مدینہ کے دیگر شیوخِ کبار سے بھی حدیث سیکھی، جنمین ممتاز لوگ یہ ہین محمد بن شہاب الزہری، جعفر صادق بن محمد، محمد بن منکدر، محمد بن یحییٰ الانصاری، ابو حازم، یحییٰ بن سعید،

[1] طبقات ابن سعد جزء تابعین مدینہ ترجمۂ مالک،

Marfat.com

زہری

محمد بن شہاب الزہری ان کا نام اصل مین محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری القرشی ہے، لیکن مشہور صرف ابن شہاب زہری کے نام سے ہین، صحابہ کے بعد تابعین مین جو لوگ روایت وحدیث کے اساطین ہین، ان مین امام زہری کا رتبہ حضرت سعید بن مسیب کے سوا سب سے بلند ہے، صحاح ستہ جو اسلام کا کارنامۂ فخر ہے، ابن شہاب زہری کی روایات سے مالا مال ہے، ابو بکر بن حزم کے بعد علم حدیث کے یہ دوسرے مدوّن ہین، صحابۂ کرام مین سے حضرت انس رضؓ و جابرؓ و ابن عمرؓ و سہل بن سعدؓ وغیرہم متعدد صحابہ کے دیدار کا اور ان سے روایت کا ان کو شرف حاصل تھا، فقہاے سبعہ اور دیگر شیوخِ مدینہ کے سینون مین جو علم منتشر و پراگندہ تھا، امام زہری پہلے شخص ہین جنھون نے اس کو اپنے سینہ اور سفینہ کے اوراق مین مجتمع کیا، اور یہی علم امام زہری کے بعد امام مالک کے سینہ مین منتقل ہوا، امام مالک کی زبانی مروی ہے کہ "ابن شہاب زہری جب مدینہ آتے تو ہم طلباے علم کا ان کے دروازہ پر ازدحام ہو جاتا، امام زہری نے مدینہ چھوڑ کر شام مین سکونت اختیار کر لی تھی، لیکن امام مالک کو یہ بُعد گوارا نہ تھا، ایک بار شاگرد نے استاد سے شکایت کی کہ "مدینہ مین رہ کر آپ نے طلبِ علم کی اور جب کامل ہو گئے، تو مدینہ چھوڑ کر ادام (واقع شام) جا کر آپ بس گئے"، استاد نے جواب دیا، "مدینہ کے آدمی جب آدمی تھے، تو مین مدینہ مین رہا، اور جب بدل گئے تو مین بھی نکل گیا"[1]

امام لیث مصری اعتراف کرتے تھے کہ "زہری سے بڑھ کر جامع علم کوئی دوسرا نہین" خود امام زہری کا بیان ہے کہ "جو چیز مین نے اپنے دل کو سپرد کی وہ کبھی گم نہ ہوئی" ناقدینِ حدیث کہتے

---

[1] جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۲۲۴،

Marfat.com

ہین کہ امام زہری سے بڑھ کر متن وسند کا کوئی حافظ نہ تھا، امام مالک کے علاوہ امام لیث مصری، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، عطار بن ابی رباح (شیخ زہری) عمرو بن دینار، سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور اس طبقہ کے عام محدثین امام زہری کے شاگرد تھے، لیکن ان سب مین سب سے زیادہ جس نے ان کے نام کو روشن کیا وہ امام مالک تھے، حضرت ابن حنبل سے زیادہ رجال کا ناقد اور کون ہوسکتا ہے، ایک دن اُن سے ان کے بیٹے نے پوچھا کہ زہری کے شاگردون مین سب سے زیادہ وثوق کے قابل کون ہے؟ تو امام ابن حنبل نے جواب دیا کہ "مالک سب مین سب سے بڑھ کر ہین" اس زمانہ کی انصاف پسندی دیکھو کہ امام زہری نے با این ہمہ علم وفضل خود اپنے شاگرد (مالک) سے بھی استفادہ مین عار نہین کیا ہے، اور بعض شیوخ مین استاد وشاگرد دونون مشترک ہین، امام زہری نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی،

جعفر صادق

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب معروف بہ امام **جعفر صادق**، اپنے پدر بزرگوار امام باقر، اور عروہ بن زبیر، عطاء، اور محمد بن منکدر سے روایت حدیث کی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان بن عُیینہ، سفیان ثوری، شعبہ، ابوعاصم، یحییٰ انصاری، آپ کے تلامذہ ہین، ابوحاتم جو ناقدین رجال مین ہین فرماتے ہین کہ "امام جعفر صادق جیسے بزرگون کی نسبت یہ پوچھنا کہ وہ کیسے تھے ان کی کسر شان ہے"۔ ابن حبان کا قول ہے "امام سادات اہل بیت، عبّادِ تبع تابعین، اور علماے مدینہ مین سے تھے"۔ یحییٰ بن معین نے ان کو "موثوق ومامون" کہا ہے، امام موصوف کبھی کبھی اپنے شاگردون کا امتحان بھی لیا کرتے تھے، ایک بار ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اگر بحالتِ احرام کوئی ہرن کے رباعیہ (چار اگلے بڑے دانت) توڑ دے تو کیا لازم آئے گا"

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا کہ "اے فرزندِ رسول اللہ! مجھے نہین معلوم" امام جعفر نے فرمایا، "ابو حنیفہ! تم بڑے عقلمند بنتے ہو، یہ نہین جانتے کہ ہرن کے رباعیہ نہین ہوتا ہمیشہ ثنی (دو بڑے دانت)[1] ہوتا ہے"

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین مصعب بن عبداللہ سے دو روایتین نقل کی ہین، کہ امام مالک نے بنی امیہ کے عہدِ حکومت تک امام جعفر سے روایت نہین کی، جب عباسیون کا زمانہ آیا تو اُن سے روایت شروع کی، ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو لیکن جس خوف سے عہد اموی مین وہ ان سے احتراز کر سکتے تھے وہ خوف تو عباسیون کے عہد مین بھی موجود تھا، پھر یہ سیاسی خوف صرف امام مالک ہی کو کیون ہوتا، اس جرم کے مجرم تو اور بھی تھے، اور سب سے اخیر یہ کہ اگر ان کو اس کا ڈر تھا تو اسی عہد اموی مین ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرتے کیون نہ ڈرے، دوسری روایت یہ ہے کہ امام مالک، امام جعفر کے ساتھ جب تک تائیداً دوسرے راوی کو نہین ملا لیتے، تنہا ان سے روایتِ حدیث نہین کرتے، یعنی امام مالک امام جعفر کو ضعیف فی الراویہ سمجھتے ہین، یہ روایت قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، موطا خود ہمارے سامنے موجود ہے، اکثر روایتین تنہا امام جعفر سے بغیر ضم راوی آخر موجود ہین، تعجب ہے کہ علامہ ذہبی نے اس پر کوئی تنقید نہین کی،

سنہ ۱۴۸ امام جعفر کا سالِ وفات ہے، بعض روایات مین ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ نے وفات کے وقت امام مالک کو اپنا جانشین بنایا[2] لیکن ثقات مورخین کے ہان مجھ کو یہ روایت نہین ملی،

محمد بن منکدر

محمد بن المنکدر المدنی کبار تابعین مین ہین، اپنے باپ منکدر بن عبداللہ اور حضرت

---

[1] ابن خلکان ترجمۂ جعفر صادق [2] مناقب امام مالک عیسیٰ الزراوی ص ۱۰ مصر، ذیل تزئین،

عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ایوبؓ، اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم صحابہ عظام سے روایت کرتے ہین، امام زہری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، شعبہ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، اور دیگر ائمہ حدیث کے شیخ الروایات ہین، ابن عیینہ کا قول ہے کہ "محمد بن منکدر صدق وراستی کے معدن تھے"، صلحاے مدینہ کا ان کے پاس مجمع رہتا تھا، ۱۳۱ھ مین وفات پائی،

محمد بن یحییٰ

محمد بن یحییٰ انصاری، بلند پایہ تابعی تھے، اپنے باپ یحییٰ بن حبان اور اپنے چچا واسع بن حبان کے علاوہ، کبار صحابہ مین سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انس، رافع بن خدیج وغیرہم سے روایت کرتے ہین، امام لیث، ابن اسحاق کو ان سے تلمذ ہے، مسجد نبوی مین درس دیتے تھے اور ان کا ایک مستقل حلقہ ہوتا تھا، مدینہ مین فتویٰ بھی دیتے تھے، نسائی، ابن معین، ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے، ۱۲۱ھ مین ۷۴ برس کے سن مین وفات پائی،

ابو حازم

ابو حازم سلمہ بن دینار، صحابہ مین سے سہل بن سعدؓ سے جو مدینہ کے آخری صحابی تھے، اور جنھون نے ۱۰۰ھ مین ۱۰۰ برس کی عمر مین وفات پائی، لقا و روایت کا شرف حاصل ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابن عمرؓ سے بھی روایت کرتے ہین، لیکن سماع ثابت نہین، تابعین مین سے محمد بن منکدر، سعید بن مسیب، ام الدرداء الصغریٰ، ابو ادریس خولانی سے تلمذ ہے، امام زہری گو عمر و فضل دونون مین ان سے بڑے تھے، تاہم ان سے حدیث سیکھتے تھے، امام مالک، ابن عیینہ، ثوری، حماد وغیرہم ان کے شاگرد تھے،

محدثین مین یہ ثقہ اور کثیر الحدیث مشہور ہین، کبھی کبھی مسجد نبوی مین وعظ بھی کہا کرتے تھے، ان کے حلقۂ درس مین نہایت کثرت سے لوگ بیٹھتے تھے، کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ دیر مین

Marfat.com

آنے والون کو جگہ ملنی مشکل ہوتی تھی، ایک ایسے ہی موقع پر امام مالک پہنچے، جگہ بھر چکی تھی، بیٹھنے کی جگہ نہ تھی، امام صاحب واپس چلے آئے، لوگون نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ "مین نے پسند نہ کیا کہ مین حدیث نبوی کھڑے کھڑے سیکھون"[1] امام کا مقصد اس سے یہ تھا کہ بے اطمینانی اور بعد کے سبب صحت سماع مشکل تھی،

ابو حازم نے سنہ ۱۴۰ھ کے بعد انتقال کیا،

یحییٰ بن سعید

ابو سعید یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انس، عدی بن ثابت، علی زین العابدین بن حسین سے تلمذ ہے، امام مالک، شعبہ، ثوری، ابن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، لیث وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے، مدینہ کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، ابن مدینی کی تحقیق ہے کہ ان کی روایت سے ۳۰۰ حدیثین ہین، ابن سعد نے ان کی نسبت لکھا ہے ثقۃ کثیر الحدیث حجۃ ثبت سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ نے ان کو "حفاظ" مین شمار کیا ہے، امام احمد فرماتے ہین سعید اثبت الناس، سنہ ۱۴۳ھ سال وفات ہے،

شیوخ کی تعداد

دیگر شیوخ مدینہ اور بعض شیوخ مکہ و بصرہ و خراسان و جزیرہ سے بھی امام مالک نے روایت کی ہے، موطا مین جن شیوخ سے روایت ہے، ان کی مجموعی تعداد شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی کے مقدمہ مین ۷۵ بتائی ہے، لیکن اسعاف المبطا برحال الموطا کے تصفح سے میری تلاش و تحقیق کے مطابق ان کے شیوخ موطا کی تعداد ۹۴ ہے، جن کے نام بہ ترتیب ہجا، و ذکر وطن ہم ذیل مین لکھتے ہین، لیکن یہ تعداد موطا کی ۱۷۲۰ احادیث و آثار کی ہے، ورنہ اصل مین امام مالک کی احادیث

[1] کتاب العلل ترمذی،

Marfat.com

صحیحہ وغیر صحیحہ کی تعداد دس ہزار تھی، تنقید و بحث کے بعد تقریبًا ۔۔۔ ۸ خارج کر دی گئین، اگر موجودہ ۲۰، صحیح روایات کی، ۹ شیوخ کے ساتھ نسبت پیش نظر رکھکر دس ہزار روایات کی مناسبت سے شیوخ کی تلاش کیجاوے تو موجودہ تعداد بہت زیادہ بڑھ جائے گی، امام مسلم نے امام مالک کے شیوخ کے حال مین ایک مستقل کتاب لکھی تھی، لیکن اب وہ کہان ملتی ہے؟

شیوخ بہ ترتیب ہجار

الف

ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، ابراہیم بن عقبہ الاسدی المدنی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہؓ، اسماعیل بن ابی حکیم المدنی، اسماعیل بن محمد بن سعد المدنی، ایوب بن تمیمہ سختیانی بصری، ایوب بن حبیبہ المدنی،

ب

بکیر بن الاشیخ المدنی،

ث

ثور بن زید المدنی،

ج

جعفر بن محمد بن علی الہاشمی المدنی، جمیل بن عبدالرحمان المدنی،

ح

حمید بن ابی حمید الطویل البصری، حمید بن قیس الاعرج المکی،

خ

Marfat.com

خبیب بن عبدالرحمان المدنی،

د

داؤد بن حصین الاموی المدنی،

ر

ربیعہ بن عبدالرحمان الرائی المدنی،

ز

زیاد بن سعد الخراسانی، زید بن اسلم المدنی، زید بن ابی انیسہ الجزری، زید بن رباح المدنی،

س

سالم بن ابی امیہ المدنی، سعید بن اسحاق القضاعی المدنی، سعید بن ابی سعید کیسان المدنی، سلمہ بن دینار، ابو حازم المدنی، سلمہ بن صفوان الانصاری المدنی، سمی المخزومی المدنی، سہیل بن ابی صالح ذکوان المدنی،

ش

شریک بن عبداللہ المدنی،

ص

صالح بن کیسان المدنی، صفوان بن سلیم المدنی، صیفی بن زیاد الانصاری المدنی

ض

ضمرہ بن سعید الانصاری المدنی،

Marfat.com

ط

طلحہ بن عبد اللہ الخزاعی،

ع

عامر بن عبد اللہ الزبیر المدنی، عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم المدنی، عبد اللہ دینار المدنی، عبد اللہ بن ذکوان ابو الزناد المدنی، عبد اللہ بن عبد اللہ بن جابر المدنی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابو طوالہ المدنی، عبد اللہ بن فضل بن عباس المدنی، عبد اللہ بن یزید المخرمی المدنی، عبد ربہ بن سعید الانصاری المدنی، عبد الرحمٰن بن خرملہ المدنی، عبد الرحمٰن بن عبید اللہ بن ابی صعصعہ المدنی، عبد الرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ الصدیق المدنی، عبد الکریم بن مالک الجزری، عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمان بن عوف المدنی، عبید اللہ بن سلیمان، عبید اللہ بن عبد الرحمان، عطاء بن ابی مسلم الخراسانی، علقمہ بن ابی علقمہ بلال المدنی، عمارۃ بن عبد اللہ الانصاری، عمر بن حارث ابو امیۃ المدنی، عمرو بن ابی عمر میسرۃ المدنی، عمرو بن یحییٰ المازنی المدنی، العلاء بن عبد الرحمان الحرقی المدنی،

ف

فضیل بن ابی عبد اللہ المدنی،

ق

قطن بن وہب المدنی،

م

مالک بن ابی عامر الاصبحی المدنی، محمد بن ابی امامہ سہیل بن حنیف الانصاری المدنی،
محمد بن ابی بکر عوف الحجازی، محمد بن ابی حزم الانصاری المدنی، محمد بن عبد اللہ بن صعصعہ
المدنی، محمد بن عبد الرحمان بن نوفل الاسدی المدنی، محمد بن عمارہ بن عمرو الانصاری المدنی، محمد بن
عمرو بن حلحلۃ الدیلی المدنی، محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی المدنی، محمد بن مسلم ابو الزبیر المکی، محمد بن مسلم
ابن شہاب الزہری المدنی، محمد بن المنکدر المدنی، محمد بن یحیٰی بن حبان الانصاری المدنی
محزمہ بن سلیمان الاسدی المدنی، محزمہ بن بکیر الاشج المدنی، مسلم بن ابی مریم المدنی، مسور بن
رفاعہ القرظی المدنی، موسیٰ بن ابی تمیم المدنی، موسیٰ بن عقبۃ المدنی، موسیٰ بن میسرۃ المدنی،

ن

نافع بن مالک ابو سہیل الاصبحی المدنی، نافع مولی ابن عمر المدنی، نعیم بن عبد اللہ المجمر المدنی

و

ولید بن عبد اللہ بن صیاد المدنی، وہب بن کیسان القرشی المدنی،

ہ

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المدنی، ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی، بلال بن
اسامۃ المدنی،

ی

یحیٰی بن سعید بن قیس الانصاری المدنی، یزید بن رومان الاسدی المدنی، یزید بن ز
المدنی، یزید بن عبد اللہ بن اسامہ اللیثی المدنی، یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ الکندی المد

یزید بن عبداللہ بن بسیط اللیثی المدنی، یونس بن یوسف المدنی،

باب الکنی

ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب المدنی، ابوبکر بن نافع مولیٰ عبداللہ بن الخطاب المدنی، ابویحییٰ بن عبدالرحمٰن المدنی،

غیر مدنی شیوخ

اگر اس طویل فہرست کو آپنے بغور پڑھا ہے تو ان نامون مین بعض غیر مدنی شیوخ کے بھی نام آپ کو ملے ہون گے، شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک وہ ۶ شخص ہین، جیساکہ مقدمۂ مسوّیٰ مین انھون نے لکھا ہے، لیکن درحقیقت ۹ شخص ہین، ایک شام کے ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، دو مکہ شریفہ کے محمد بن مسلم ابوالزبیر المکی، اور حمید بن قیس الاعرج المکی، دو خراسان کے عطاء بن ابی مسلم الخراسانی، اور زیادہ بن سعد الخراسانی، دو جزیرہ کے عبدالکریم بن مالک الجزری، اور زید بن انیسۃ الجزری، اور دو بصرہ کے ایوب سختیانی بصری، اور حمید بن ابی حمید الطویل البصری، امام نے ان ممالک کا کبھی سفر نہین کیا، اس لئے ان بزرگون سے اخذ و استفادہ کا موقع مدینہ ہی مین ملا ہوگا، کیونکہ زیارت و تشرف کی غرض سے اکثر بزرگان علم کا سال مین ایک بار اور احیاناً کئی کئی بار مدینہ مین گذر ہوتا تھا،

علم الفقہ

یہان تک امام کے شیوخ حدیث کی تفصیل تھی، ایک شیخ حدیث یا محدث کے فرائض احادیث کے جمع و روایت، روایات کی تصحیح و تضعیف، اتصال و انقطاع، رفع و ارسال، رجال کی توثیق و تضعیف وغیرہ مباحث من حیث الروایۃ تک محدود ہین، اس کے بعد ایک فقیہ کے حدود حکومت کی ابتدا ہوتی ہے، احادیث کا تضاد و تطابق، نسخ و تطبیق، اور ان سے احکام کا

استنباط و تفریع، ان کے فرض و سنت و استحباب کی تقسیم، غیر مصرح بالنص احکام کا قیاس صحیح، یہ فقیہ کے فرائض و خدمات ہین،

اس تقریر سے یہ ظاہر ہوا ہوگا، کہ فقیہ کا درجہ محدّث سے کتنا بلند ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا ہوگا کہ ہر فقیہ کے لئے محدّث ہونا ضروری ہے، کہ اگر وہ نفس حدیث کی صحت و ضعف، رفع اور سال، اتصال و انقطاع اور رجال کی ثقاہت و عدل و قوت، اور دیگر اسباب جرح و تعدیل سے ناواقف ہے، تو وہ استنباط و تفریع و تطبیق و نسخ، و دیگر احکام معنوی کی بنیاد کس سطح پر قائم کریگا؟ اس بنا پر یہ نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ کسی غیر محدّث فقیہ کا تخیل کس درجہ مضحکہ انگیز ہے!

شیخ الفقہ ربیعۃ الرائی

امام مالک نے فقہ کی تعلیم گو نافع وغیرہ دیگر شیوخ سے بھی پائی، لیکن اس کی تحصیل ابو عثمان ربیعہ الرائی سے خاص طور سے کی، ربیعہ مدینہ کے کبار تابعین مین تھے، حضرت انسؓ وغیرہ صحابہ کے دامن تربیت مین تعلیم پائی تھی، امام مالک، یحیٰی الانصاری، شعبہ، اوزاعی، لیث وغیرہم جو اس طبقہ کے اکابر رجال و اعیان علم ہین، ان کے شاگرد ہین، ربیعہ کے ساتھ امام مالک کا اختصاص اس درجہ تھا کہ تاریخ و رجال مین "شیخ مالک" ان کے نام کا جزو ہو گیا ہے، اجتہاد و استنباط و تفریع و رائے مین اس قدر معروف و ممتاز تھے کہ "رائی" ان کا لقب ہو گیا، امام ابن حنبل ان کو "ثقہ" کہتے ہین، ابن شیبہ کا قول ہے کہ "وہ ثقہ، ثبت اور مدینہ کے مفتیون مین سے ایک تھے"۔ خطیب نے لکھا ہے کان فقیھًا عالمًا حافظا للفقہ والحدیث، یعنی وہ فقیہ، عالم اور فقہ و حدیث دو کے حافظ تھے"۔

ربیعہ رائی خاص مسجد نبوی مین درس دیتے تھے، امام مالک، حسن بصری، شعبہ

اوزاعی، لیث مصری، یحیی انصاری جیسے علماے افاضل حلقۂ درس مین شریک ہوتے تھے، قرنِ اوّل کا مدینہ جو سینکڑون محدثین وفقہا کا مخزن تھا، اس مین فتویٰ دنیا ایک خاص لیاقت وقابلیّت کا کام تھا، ربیعہ رائی اس خاص لیاقت وقابلیّت کے ساتھ متصف تھے، اور منجملہ ان اکابر فقہاے محدثین کے تھے جن کو مدینۃ الرسول کے مفتی ہونے کی سعادت حاصل تھی، سفاح جو دولتِ عباسیہ کا پہلا فرمانروا تھا، جب اس نے عہدہ دارانِ حکومت کا انتخاب کرنا چاہا تو قاضیِ دارالخلافہ کا عہدہ انہی کو سپرد کیا، حکومت عباسیہ کا پہلا پایۂ تخت انبار تھا، یہین ۱۳۶ھ مین انھون نے وفات پائی،

ربیعہ رائی کے مسائل و اجتہادات لوگون مین نہایت مقبول اور پسندیدہ تھے، امام مالک جو اَب ایک مستقل مجلسِ درس کے مالک تھے، ایک بار اپنی مجلسِ درس مین ربیعہ رائی کی احادیث واجتہادات کا ذکر فرما رہے تھے، لوگون کو اتنی دلچسپی ہوئی کہ امام صاحب جب کہکر خاموش ہوے تو عرض کی کہ کچھ اور ان کے اجتہادات واحادیث بیان فرمائے، امام نے کچھ اور بیان کیا، لوگون کی تشنگی اَب بھی کم نہ ہوئی، خواہش کی کہ کچھ اور ان کے مسائل بیان فرمائے، امام نے فرمایا کہ تم ربیعہ رائی کو کیا کروگے، دیکھو وہان سوتے ہین، لوگون کو تسلّی نہ ہوئی اور وہان پہنچے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ربیعہ نے انتقال کیا، فقہ کا مزہ جاتا رہا،

ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ہے، یہ ابھی حمل مین تھے کہ ان کے باپ فرّخ خراسان کی جنگ مین سپاہی بن کر گئے، اور بیوی کو ۳۰ ہزار دینار سپرد کر گئے، وہان سے ۲۷ برس برس کے بعد ان کو لوٹنا نصیب ہوا، اس اثنا مین ربیعہ جوان ہوکر صاحبِ کمال ہوچکے

Marfat.com

تھے، مسجد نبوی مین ان کی مجلسِ درس منعقد ہوتی تھی، مان نے تمام دولت بیٹے کی تعلیم پر صرف کردی تھی، فرخ گھر پہنچے تو اپنا گھر سمجھکر بلا تردد گھر کے اندر قدم رکھا، ربیعہ نے دیکھا کہ ایک غیر شخص اس بے باکی سے اندر گھسا چلا آتا ہے، ڈانٹا کہ خبردار جو اندر قدم رکھا، فرخ نے جب ایک اجنبی مرد کو گھر کے اندر پایا تو وہ غصّہ سے بیتاب ہوگئے، باپ بیٹے دونون نے آستینین چڑھالین محلہ والون مین شور ہوگیا، امام مالک کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے آئے، لوگون نے امام مالک کو دیکھا تو خاموش ہوگئے، امام مالک نے فرمایا: "بڑے میان! اور بھی مکانات ہین وہان چل کر ٹھہرو۔" فرخ نے کہا "یہ میرا مکان ہے اور میرا نام فرخ ہے" بیوی نے نام سنا تو آواز پہچانی، باہر نکل آئی اور باپ بیٹے دونون کو گلے ملایا،

جب سکون ہوا تو فرخ نے بیوی سے روپیہ کا حساب پوچھا، بیوی نے جواب دیا کہ بحفاظت دفن کر دیا ہے، فرخ جب مسجد نبوی مین نماز پڑھنے گئے تو بیٹے کو فضل وکمال کی مسند پر متمکن دیکھا، شادان وفرحان گھر آئے، اور بیوی سے ذکر کیا، بیوی نے کہا کہ "تم کو اپنے بیٹے کی یہ جاہ ومنزلت عزیز ہے یا وہ ۳۰ ہزار دینار" فرخ نے کہا "اپنے بیٹے کی یہ جاہ ومنزلت عزیز ہے" بیوی نے جواب دیا کہ "اسی خاک مین مین نے وہ خزانہ دفن کیا ہے"[1]

امام مالک کے شیوخ واساتذہ کی یہ تعداد اس زمانہ کی کثرتِ شیوخ کے مذاق کے لحاظ سے نہایت کم ہے، اور عجب نہین کہ اس پر ان لوگون کو تعجب آئے، جو تعداد کو افضلیت کا معیار جانتے ہین، لیکن درحقیقت اس مین بھی امام مالک کے لئے ایک مزیت خاص

[1] ربیعہ کے یہ تمام حالات ابن خلکان واسعاف المبطا، ترجمۂ ربیعہ سے ماخوذ ہیں،

Marfat.com

مضمر ہے،

امام مالک کا انتخاب شیوخ

صحابہ کے بعد تابعین کا دور شروع ہوا، یہ دورِ ثانی یا قرنِ ثانی گو عمومیت اور اکثریت کے لحاظ سے خیر و برکت کا عہد اور صدق و طہارت کا وقت تھا، تاہم زمانہ کا کوئی دور کبھی ایسا نہین گذرا اور نہ گذر سکتا ہے، جب مجمعِ انسانی غیر سعادت مندانہ عنصر کے شائبہ سے بالکل خالی ہو، زمانہ کے خیر یا شر ہونے کا فیصلہ صرف نسبتہً ہو سکتا ہے، صحابہ کا قرنِ اوّل اپنے ماقبل و مابعد کی نسبت سے خیر القرون تھا، تاہم وہ ماعز اور زن مخزومیہ و امثالہما کے وجود سے خالی نہ تھا گو یہ ہستیان بھی قرونِ مابعد کے اخیار و ابرار سے شرفِ محبت، قوتِ ایمان، اعترافِ قصور، وخشیتہ الٰہی، اور توبہ و ندامت مین بدرجہا بہتر تھین، عفی اللہ عنہم،

منبع

صحابہ کے بعد تابعین کا زمانہ بھی اپنے مابعد کے لحاظ سے برکات کا مجمع اور کمالات کا تھا، تاہم مادّی آبادی مین طوائفِ انسانی کے جو اقسام ہین ان سے یکسر پاک نہ تھا، بیسیون آدمی قصداً جھوٹ بولتے تھے، بیسیون آدمی اپنی غایتِ زہد و سادہ دلی سے ہر بولنے والے کو سچا سمجھ کر بلا تامل اس کی بات نقل کرتے تھے اور اس طرح نادانستہ کذب بیانی مین مبتلا ہو جاتے تھے، سینکڑون غیر فقیہ راوی ایسے تھے جو اپنے روایات کا خود محمل و مفہوم نہین سمجھتے تھے، کچھ ایسے تھے جو عدم ممارستِ فن کے سبب سے جیّد و ردی مین تمیز نہین کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اس زمانہ کی آب و ہوا مین روایتِ حدیث اور اشاعتِ قولِ نبوی کا مذاق پھیلا تھا اور یہی اس وقت عز و شرف کا ذریعہ تھا، اس لئے اہلِ فضل اور مستحقینِ علم کے پہلو بہ پہلو نااہل اور غیر مستحقین بھی اپنی مسند بچھاتے پھرتے تھے، باہر کے ناواقف آفاقی جن مین زیادہ تر

عراقی تھے، ہر سپید کو سیم خالص سمجھ کر ہر ڈھیر سے بلا تمیز ایک خروارہ اٹھاتے پھرتے تھے، اور اس بار گران کے ساتھ جب گھر لوٹتے تھے، تو اپنے کو سب سے بڑے ڈھیر کا مالک سمجھکر خوش ہوتے تھے

خصوصیاتِ شیوخ امام

امام مالک کا مدینہ وطن تھا، بچپن سے علما مین تربیت پائی، ایک ایک صاحب حدیث سے برسون ملاقاتین رہین، ہر ایک سرمایہ دار کی جنس متاع کے ایک ایک ذرہ سے واقف تھے، اور درحقیقت یہ غیر ممکن ہے کہ غیر مستحقین کی نا اہلیت خود اپنے ارباب وطن سے مخفی رہے، امام مالک نے صرف انہی اساتذہ فن سے اخذ کیا، جو اہلیت و استحقاق کے مسند نشین تھے اور صرف اُن شیوخ کے حلقہ، درس مین بیٹھے، جو صدق و طہارت مین معروف اور حفظ و فقہ مین ممتاز تھے، امام ممدوح، ہمیشہ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ مین کبھی کسی غیر فقیہ (سفیہ) کی مجلس مین نہین بیٹھا، امام ابن حنبل فرماتے ہین کہ "یہ مخصوص نعمت تھی جو صرف حضرت امام مالک کے حصہ مین آئی، امام صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اس صحن مسجد (نبوی) مین ان ستونون کے پاس مین نے ستر شیوخ کو پایا جو قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہا کرتے تھے، لیکن ان مین سے ایک کے پاس بھی مین نہین بیٹھا" کبھی فرماتے "مدینہ مین بیسیون اشخاص تھے، جن سے لوگ حدیث سیکھتے تھے، لیکن مین نے کبھی ان سے اخذ علم نہین کیا، یہ چند قسم کے لوگ تھے، بعض نادانستہ جھوٹ بولتے تھے، بعض مغز سخن سے ناواقف تھے، بعض پورے جاہل تھے،

ابن وہب جو امام صاحب کے نامور شاگرد ہین، ذکر کرتے ہین کہ امام صاحب نے فرمایا کہ "مدینہ مین ایسے کتنے مقدس لوگ تھے کہ اگر بارش کی دعا مانگی جاتی تو ان کی برکت سے آسمان سے پانی برس پڑتا، اور بہت سے احادیث اور مسائل کی ان کو سماعت بھی حاصل تھی لیکن

Marfat.com

ان سے استفادہ نہین کیا، کیونکہ وہ صرف متقی وزاہد تھے، اور یہ حدیث وروایت اور فتویٰ کا کام صرف زہد واتقا اور سادگی سے نہین چل سکتا، اس کے لئے اتقاد پرہیزگاری کے ساتھ علم وفہم اور پختگی کی حاجت ہے، وہ یہ جانتا ہو کہ اس کے منھ سے کیا نکل رہا ہے، اور کل قیامت کے دن یہ معاملہ کہان تک پہنچے گا، جس زہد کے ساتھ، پختگی اور دانائی نہ ہو وہ اس راہ مین مفید نہین اور نہ وہ حجت ہے، اور نہ ایسون سے اخذ علم کرنا چاہیئے"،

امام مالک کے بھانجے اسمٰعیل ابن ابی اویس روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے ماموں مالک کو کہتے سنا ہے کہ "یہ علم حدیث، دین ہے، ذرا دیکھ لو کہ کس سے حاصل کرتے ہو، مین نے ان ستونون کے پاس ستر آدمیون کو قال رسول اللہ قال رسول اللہ کہتے سنا، لیکن مین نے ان سے ایک حرف نہین سیکھا، حالانکہ اُن مین سے ہر شخص اس لائق تھا کہ اگر ایک خزانہ بھی ان کے سپرد کر دیا جاتا تو ان کی ایمانداری اور دیانت کے شیشہ مین بال نہ آتا، لیکن وہ اس فن کے آدمی نہ تھے"۔

مطرف بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین نے امام کی زبان سے اُن کا قول سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ "مین نے اس شہر مین بہت سے نیک وصالح لوگون کو پایا لیکن ان سے مین نے حدیث نہین سنی، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "جو وہ کہتے تھے وہ سمجھتے نہ تھے"۔

امام کے شیوخ مین کوئی عراقی نہین ہے، ابو مصعب جو امام کے شاگرد اور مشہور محدث ہین وہ بیان کرتے ہین کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اہلِ عراق سے کیون روایت نہین کی؟ جواب مین فرمایا کہ "مین کیا ان سے روایت کرون؟ مین نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ

امام صاحب نے اہلِ عراق سے کیون روایت نہیں کی

Marfat.com

یہان آکر اُن لوگون سے حدیث سیکھتے ہین، جن پر وثوق نہین کیا جاسکتا"۔ ابو مصعب کا بیان ہے کہ" مین نے کہا کہ وہ اپنے شہر مین بھی ایسے ہی لوگون سے روایت کرتے ہین"۔ اسی قسم کا سوال ایک بار امام مالک سے شعیب بن حرب نے کہا کہ "آپ لوگ اہلِ عراق سے کیون نہین روایت کرتے" امام صاحب نے کیا معقول جواب دیا، فرمایا کہ ہمارے بزرگون نے ان کے بزرگون سے روایت نہین کی، اس لئے ہمارے پچھلون نے بھی ان کے پچھلون سے روایت نہین کی"۔

امام مالک جب کسی غیر مدنی شیخ سے اخذ حدیث کرنا چاہتے تھے تو ہمیشہ اس کا تجربہ و نقد کر لیتے تھے، امام کا کوئی شیخ اگر عراقی کہا جاسکتا ہے تو وہ بصرہ کے ایوب سختیانی مشہور تابعی المتوفی ۱۳۱ھ ہین جن کی نسبت ابن سعد کہتے ہین کان حجۃ ثقۃ ثبتا فی الحدیث جامعًا کثیر العلم اور جن کو شعبہ نے سید الفقہاء کا خطاب دیا ہے، اور جن کا نام رجال مین احد الائمۃ الاعلام کے وصف کے ساتھ لیا جاتا ہے، امام مالک فرماتے ہین کہ مکہ مین حج کے موقع پر ان کو دو سال مین نے دیکھا، لیکن ان سے کوئی حدیث نہین لکھی، تیسرے سال دیکھا کہ وہ صحن زمزم مین بیٹھے ہین، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ مجھ کو رحم آتا تھا، جب یہ حال دیکھا تو ان کی حدیث لکھی!

اپنے دادا اور بعض فقہاے سبعہ سے کیوں نہین روایت کی

تعجب ہوتا ہے کہ امام جب سن رشد کو پہنچے تو اس وقت آپ کے دادا مالک بن ابی عامر زندہ تھے، ان کی وفات کے وقت امام کی عمر ۱۲، ۱۳ برس کی تھی فقہائے سبعہ مین سے سالم بن عبد اللہ نے ۱۰۶ھ مین وفات پائی جبکہ امام کی عمر ۱۶ برس کی تھی، سلیمان بن یسار نے ۱۰۷ھ مین انتقال کیا، اور اس وقت امام ۱۷ سال کے تھے، تاہم ان بزرگون سے بلا واسطہ کوئی روایت نہین کی

سبب خود امام صاحب نے بیان فرمادیا ہے کہ مدینہ مین بعض ایسے لوگون کا زمانہ مین نے پایا ہے کہ وہ ۱۰۰ برس ۱۰۵ برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے، لیکن ایسے بوڑھون کی روایت نہین لی جاتی ہے، اور اگر کوئی لے تو عیب شمار کیا جائیگا" اور یہ بالکل سچ ہے کیونکہ عمر کے ضعف کا حفظ وعقل کے ضعف پر جو اثر پڑتا ہے اس کا کون انکار کرسکتا ہے؟

امام مالک کے اس احتیاط وتمیز ونقد کا یہ اثر ہوا کہ امام مالک جس شیخ سے روایت کرتے تھے وہ ثقاہت وعدالت وحفظ مین نشان سمجھا جاتا تھا، یحییٰ بن معین جو مبصرین فن حدیث کے امام ہین فرماتے ہین کہ "ہم لوگ امام کے آگے کیا ہین؟ ہم لوگ تو امام مالک کے نقشِ قدم پر چلتے ہین جب کسی شیخ کا نام آتا ہے تو دیکھتے ہین کہ امام مالک نے اس سے لیا ہے یا نہین، اگر نہین لیا ہے تو چھوڑ دیتے ہین" احمد بن حنبل سے کسی نے ایک راوی کی نسبت پوچھا، انھون نے فرمایا کہ "میرے نزدیک وہ اچھا ہے کیونکہ امام مالک نے اس سے روایت کی ہے"[1]

امام مالک فطرتاً قوی الحافظہ تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز میرے خزانۂ دماغ مین آکر پھر نہ نکلی[2]، اور خود دوسرون کو اس کا اعتراف تھا، ابو قلابہ کہتے ہین کان مالک احفظ اھل زمانہ[3] ایک بار جب استاد ربیعہ کی معیت مین امام زہری کی مجلس مین حاضر ہوئے، امام زہری نے اس دن چالیس سے زیادہ حدیثون کا املا کیا، دوسرے دن پھر مجلس منعقد ہوئی تو امام مالک اپنے استاد کے ساتھ پھر حاضر ہوئے، امام زہری نے کہا، کتاب لاؤ مین اس سے بیان کرون، کل جو مین نے بیان کیا اس سے تم کو کیا فائدہ ہوا؟ ربیعہ نے کہا اس مجلس مین ایک شخص ہے جو

اساتذہ آپ کے معترف تھے

[1] ان تمام اقوال کے لئے دیکھو مقدمۂ اسعاف، [2] تذکرۂ ذہبی ترجمۂ مالک، [3] تزیین الممالک صفحہ ۹، مصر،

کل کی تمام حدیثین زبانی سنا دے گا، زہری نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ربیعہ نے کہا، ابن ابی عامر! زہری نے اشارہ کیا کہ سناؤ، امام صاحب فرماتے ہین کہ چالیس حدیثین مین نے سنائین، زہری نے تعجب سے کہا کہ میرا خیال تھا کہ میرے سوا کسی کو یاد نہین ہین[1]،

شوقِ علم اور فراغِ قلب بہت کم مجتمع ہوئے ہین، امام بخاری پر ایک وقت ایسا تین دن ایسے گذرے ہین، جن مین انھون نے جنگل کی بوٹیون پر قناعت کی ہے، اور یہ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ شمار ہوتا ہے، امام مالک بھی اس راہ مین پیچھے نہین ہین، فقر سے نوبت یہانتک پہنچی تھی کہ چھت کی کڑیان فروخت کر کے ضرورتین پوری کین لیکن دستِ طلب علم کو تاہ نہین کیا[2]، اسی لئے امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ لا یبلغ احد ما یرید من ھذا العلم حتی یضربہ الفقر ویوثرہ علی کل حال یعنی "اس علم مین کمال اس وقت تک نہین حاصل ہوتا، جب تک وہ مبتلاے فقر نہ ہو، اور اس پر بھی وہ بہر حال طلب علم کو ترجیح نہ دے[3]"۔ امام مالک طلب علم کے لئے بجز موسم حج کے مدینہ سے باہر نہین نکلے، اس سے یہ نہین سمجھنا چاہئے کہ ان کو طلب علم مین محنت نہین اٹھانا پڑی، ابن سعد نے امام مالک سے بیک واسطہ روایت کی ہے، کہ نافع سے حدیث سیکھنے کا وقت ٹھیک دوپہر کو مقرر تھا، دوپہر کی دھوپ مین بلا سایہ شہر سے باہر بقیع مین جاتا تھا، جہان اُن کا مسکن تھا، مدینہ کے ایک فقیہ ابن ہرمز تھے، ان کے گھر صبح کو آتا تھا، تو رات کو جاتا تھا[4]،

---

[1] تزئین الممالک ص ۱۰ مصر [2] تذکرۂ ذہبی ج ۱ [3] تزئین نقلا عن الحلیتہ لابی نعیم ص ۱۵ مصر [4] طبقات،

Marfat.com

مجلس درس

گذشتہ باب مین معلوم ہو چکا ہے کہ امام صاحب کی لیاقت و استحقاق کا اعتراف عام طور سے کیا جا رہا ہے اور اس بنا پر خود امام کے شیوخ کی موجودگی مین مستفیدین کا الگ حلقہ قائم ہو چکا تھا[1]، شیخ الفقہ ربیعہ المتوفی ۱۳۶ھ زندہ ہی تھے کہ امام مالک فقہ و فتویٰ کے مرجع بن گئے[2]، اور ربیعہ کی وفات کے بعد تو فقہ و رای و اجتہاد کے مجمع علیہ امام تسلیم کر لئے گئے، ابن لہیعہ جو مصر کے ایک شیخ حدیث ہین انھون نے شیخ مدینہ ابو الاسود نعیم بن عروہ بن زبیر سے پوچھا کہ "ربیعہ کے بعد مدینہ مین فقہ و اجتہاد کا امام کون ہے"؟ انھون نے جواب دیا کہ نوجوان اصبحی[3] (مالک بن انس اصبحی)

مجلس حضرت ابن عمرؓ

فن حدیث مین امام صاحب کے خاص شیخ حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابہ مین آنحضرت صلعم کے اعمال و سنن کے سب سے زیادہ عالم تھے، امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مناقشات کے موقع پر بعض صحابہ کی رائے تھی کہ حضرت ابن عمرؓ خلیفہ اسلام ہون، آپ نے فرمایا کہ "ایسی خلافت جس مین کسی مسلمان کا ایک قطرہ بھی خون گرے مجھے منظور نہین"۔ اکثر صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ "آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ابن عمرؓ کے سوا ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا"۔ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ برس تک حدیث و فقہ و فتویٰ و ارشاد کے مرکز رہے،

---

[1] تزئین الممالک ص ۱۰، عن ابی نعیم فی الحلیہ [2] ابن خلکان ترجمۂ مالک، [3] تزئین الممالک ص ۹ عن الغافقی،

مجلس نافع

حضرت نافع کامل ۳۰ برس تک سفر و حضر، قیام و قعود، لیل و نہار، خلوت و جلوت مین ہمیشہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رہے، اور ان کے بعد ان کی مجلسِ درس مین ان کے جانشین ہوئے، ۱۱۷ھ مین وفات پائی، امام مالک کم از کم ۱۲ برس حضرت نافع کے درس مین رہے،

مجلسِ مالک

حضرت نافع کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے، شعبہ جو کوفہ کے راس المحدثین تھے وہ بیان کرتے ہین کہ "نافع کی وفات کے ایک سال بعد مدینہ آیا تو دیکھا کہ مالک ایک حلقہ کے صدر نشین ہین"[1] اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے ۱۱۷ھ مین اپنی مجلسِ درس مستقل قائم کی،

امام صاحب کی مجلسِ درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینون سے آراستہ رہتی تھی، وسطِ مجلس مین شہ نشین تھی، جس پر امام صاحب صرف املاے حدیث کے موقع پر رونق افروز ہوتے تھے، جا بجا شرکاے مجلس کے لئے پنکھے پڑے رہتے تھے، جب حدیث کا درس ہوتا، مجمر مین عود و لبان جلایا جاتا، صفائی و نزاہت کا یہ عالم تھا کہ فرش پر ایک تنکا بھی بارِ خاطر ہوتا تھا، جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا، پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیبِ تن فرماتے، بالون مین کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے، اور اس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لاتے[2]،

تمام لوگ سرنگون خاموش مودب بیٹھتے تھے، یہان تک کہ امام ابوحنیفہ بھی جب امام کی مجلسِ درس مین آکر شریک ہوے تو وہ بھی اسی طرح مؤدب ہو کر بیٹھے[3]، اس وقت امام صاحب

[1] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمۂ مالک، [2] تزئین الممالک نقلاً عن ابی نعیم و الغافقی ص ۱۳ و ۱۶ و بستان المحدثین ترجمۂ مالک، [3] تذکرہ ذہبی ترجمۂ مالک،

Marfat.com

کی ادا اور اسے شکوہ اور وقار کا اظہار ہوتا تھا، تمام مجلس پر ایک مقدس سکوت طاری رہتا تھا، امام شافعی فرماتے ہین[1] کہ "ہم لوگ کتاب کے ورق بھی اس ڈر سے نہین الٹتے تھے کہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہ ہو"۔ جاہ وجلال اور شان وشکوہ سے کاشانۂ امامت پر بارگاہِ شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیون کا ازدحام، امرا کا ورود، علما کی تشریف آوری، سیاحون کا گذر، حاضرین کی مؤدب نشست، درِ خانہ پر سواریون کا انبوہ دیکھنے والون پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا، اسی موقع پر ایک شاعر کا گذر ہوا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ دو شعر نکل گئے[2]،

یدع الجواب فما یراجع ھیبۃ — والسّائلون نواکس الاذقان

اگر امام جواب نہین دیتے تو ہیبت سے پھر پوچھا نہیں جا سکتا — پوچھنے والے سر نیچے کئے رہتے ہین،

ادب الوقار وعز سلطان التّقیٰ — فھو المھاب ولیس ذا سلطان

وقار کا ادب اور سلطان تقویٰ کا جاہ وجلال ہی — لوگ اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ یہ صاحبِ حکومت نہیں ہے

ہان امام صاحبِ حکومت نہ تھے لیکن صاحبِ حکومت اس آستانہ پر آکر جھکتے تھے، امام شافعی نے اپنی تعلیم کے لئے والی مدینہ کو بغرض سفارش جب درِ امامت پر لانا چاہا تو اس نے کہا "میرا کہان وہان گذر" ہارون رشید جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے مؤطا کی سماعت کی خواہش ظاہر کی، امام صاحب نے فرمایا کہ "کل کا دن اس کے لئے ہے" ہارون رشید منتظر رہا کہ امام صاحب دربار مین خود آئین گے، کل کا دن آیا تو امام صاحب اپنی مجلس درس مین تشریف فرما رہے، ہارون رشید نے پوچھا تو فرمایا کہ العلم یزار ولا یزور "علم کے پاس

[1] توالی التاسیس بمناقب ابن ادریس ابن حجر، [2] تزئین نقلاً عن الخطیب ص ۱۷، ۵۳ ایضاً

لوگ آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا" اور آخر ہارون رشید کو باین ہمہ جاہ وجلال خود امام کی مجلس مین حاضر ہونا پڑا،

مجلس مین عام وخاص کی تمیز نہ تھی، ہارون نے جب درس کی شرکت کا ارادہ کیا تو کہا کہ عام لوگون کو باہر کر دیجئے، امام صاحب نے فرمایا کہ "شخصی منفعت کے لئے عام افادہ کا خون نہین کیا جا سکتا"[1] اللہ اکبر! کیا پاک روحین تھین،

آدابِ درس

حدیث کا املا مسجد نبوی یا مجلس درس سے باہر نہین کرتے تھے، مہدی اور ہارون دونون نے خیمۂ خلافت مین املا کی خواہش کی لیکن امام نے انکار کر دیا، جلدی مین یا کسی کام کی مصروفیت مین یا راہ چلتے ہوئے حدیث نہین بیان فرماتے تھے کہ خلافِ ادب ہے، اور اصل یہ ہے کہ سماع وفہم حدیث کے لئے اطمینان اور حضورِ قلب چاہئے جو ان موقعون پر عموماً مفقود ہوتے ہین، اس لئے احتراز فرماتے تھے، مجلس مین زور زور سے بولنا بھی وہان خلافِ ادب تھا، ایک بار خلیفہ منصور امام سے مسجد مین مناظرہ کر رہا تھا، آواز نہایت بلند ہو رہی تھی، امام نے ڈانٹ کر یہ آیت پڑھی،

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ — پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو،

عادت شریف یہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ صبح تک مصلّی پر اوراد و وظائف مین مشغول رہتے، طلوعِ صبح کے بعد لوگ آنا شروع ہوتے، امام صاحب لوگون کی طرف متوجہ ہو کر ایک دو آدمیون سے خیریت پوچھتے، مجلس کی یہ ترتیب تھی کہ قریب ترجید و مستعد و صاحبِ فہم طلبہ کو جگہ دیتے، پھر علی قدر المراتب لوگ آ آ کر بیٹھتے جاتے، ابتدائے درس سے پہلے فرما دیتے کہ "مستد

[1] مناقب مالک لابن مسعود الزواوی، ص، ۲۹، مصر ۵۲ھ

وصاحبِ فہم لوگ قریب بیٹھین"۔ املا، آہستہ اور سکون کے ساتھ کرتے، ایک حدیث ختم ہوجاتی تو دوسری حدیث شروع کرتے،

طریقۂ درس

مختلف شیوخ کی مجالس مین درس کا طرز مختلف تھا، اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ خود کسی بلند مقام پر بیٹھ جاتے، یا کھڑے ہوجاتے طلبہ بہ ترتیب پس وپیش قلم دوات لیکر بیٹھ جاتے، شیخ زبانی یا اپنا جزء حدیث ہاتھ مین لے کر اس سے املا کرتا، طلبہ لکھتے جاتے تھے، مجلسِ درس مین اگر غیر معمولی اجتماع ہوتا تو تھوڑی تھوڑی دور پر مستملی کھڑے ہوتے جو شیخ کے الفاظ بعینہٖ آگے کو پہنچاتے"۔ امام مالک بھی کبھی کبھی اس طریقہ سے درس دیتے تھے، ابن علیہ جو ایک جیّد شاگرد تھے، امام کے مستملی تھے،

لیکن مدینہ کے اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی احادیث وفتاویٰ وتعلیقات کو پہلے قلمبند کرلیتے، یا کسی مستعد وصاحبِ فہم شاگرد کو لکھنے پر مامور کرتے لکھے ہوے اجزا کاتب کے ہاتھ مین ہوتے اور وہ مجلس مین اس کو پڑھتا شیخ جابجا اس کے مطالب کی تشریح کرتا جاتا، کاتب سے غلطی ہوتی تو اس کی تصحیح کردیتا، امام صاحب کے کاتب کا نام ابن حبیب تھا جن کا شمار محدثین کبار مین ہے، اور کبھی معن بن عیسیٰ، یا اور دیگر تلامذہ پڑھتے، یہی سبب ہے کہ امام کے بعض تلامذہ مثلاً یحییٰ جن کی روایت بخاری مین ہے، بجاے حدثنا مالك واخبرنا مالك کے قرأت علی مالک کہتے ہین،

امام صاحب اس اصول کی اکثر بشدت پابندی کرتے تھے، یحییٰ بن سلام اسی بات پر ناراض ہوکر مجلس سے اٹھ گئے کہ "خود نہین پڑھتے شاگردون سے پڑھواتے ہین"۔ یحییٰ بن سلام تو خیر ایک ادنیٰ شاگرد تھے، خود خلیفۂ وقت ہارون نے امین ومامون کے لئے کہا کہ آپ پڑھیے

Marfat.com

یہ سنین تو شیوخِ مدینہ کا نام گنا کر فرمایا کہ "ہمارے شہر کے شیوخ کا یہی دستور تھا"[1] اور کیا عجیب بات ہے کہ جس امر پر لوگون کو اس قدر اصرار تھا وہی آج ایک مدت سے تمام مدارسِ اسلامیہ کا دستورِ عام ہے

اس طریقہ کی خوبی

شیوخِ مدینہ کا یہ طریقہ متعدد وجوہ سے افضل و احفظ ہے، مجمعِ عام مین جب کوئی شخص بولنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو عموماً عجلت، کثرتِ ازدحام اور کبھی مرعوبیت کے سبب سے اس سے مسامحت ممکن ہے، بخلاف اس کے اگر پہلے سے لکھ لیا جائے تو فراغِ خاطر، اطمینانِ قلب اور فرصتِ فکر و مراجعت کے سبب سے صحت و حفظ و وثوق کے ذرائع زیادہ ہین، محدث کا خود قرأت نہ کرنا، اس لئے زیادہ مناسب ہے کہ وہ دوبارہ سُنکر اپنے مسودہ کی تصحیح کر سکے، کیونکہ خود پڑھنے مین اکثر دیکھا گیا کہ زبان و نظر اپنی یاد کی بنا پر غلط لکھے ہوے کو بھی صحیح پڑھتی ہے، دوسرا اجنبی شخص ہر سطر پر بار بار ٹھہرتا ہے اور اس طرح معلّم کو ہر مرتبہ غلطی پر تنبیہ ہوتی ہے، لیکن اس سے بھی بہتر مصلحت اس مین یہ ہے کہ اکثر فقہاے محدثین احادیث و آثار کے ساتھ اپنی ذاتی تحقیق و رائے یا کسی لغت کی شرح بھی بیان کرتے جاتے تھے، چنانچہ امام زہری کا یہی طرز تھا، لیکن اس طرز مین ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اکثر طلبہ اصل اور اضافہ مین تمیز نہین کر سکتے تھے، متن حدیث اور شیخ کے کلام مین ان کو اشتباہ ہوتا تھا، امام مالک کا جو طرز تھا وہ نہایت محفوظ تھا، اصل تو کاتب پڑھتا تھا، اور اضافہ خود اپنی زبانِ مبارک سے ادا کرتے تھے، اس طرح ہر طالب علم کو اصل و اضافہ و ادراج مین فرق معلوم ہو جاتا تھا،

مجلسِ درس کی شہرت

ایک تو مدینہ خود اسلام کا گہوارہ اور نسلاً بعد نسلٍ علم دین کا مرکز تھا، دوسرے یہ کہ امام

[1] تزئین نقلاً عن فضائل مالک لابن فہر،

Marfat.com

ہمام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا، ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پر وبال نکالے کہ دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازۂ شہرت سے معمور ہوگئی، اور امام کی درسگاہ اختلافِ مرز و بوم کی بوقلمون زار بن گئی، ایک طرف سیستان دوسری صدی کی مملکتِ اسلام کا مشرقی گوشہ، اور دوسری طرف قرطبہ دنیائے اسلام کا مغربی گوشہ دونوں کے ڈانڈے مدینۃ الرسول کی سرحدمیں آکر مل گئے (ممالک عرب) مدینہ، مکہ، صنعاء، ایلہ، سیراف، عدن، طائف، یمامہ، ہجر، حضرموت، زبید، فدک، بلقا (ممالک شام) دمشق، عسقلان، خلاط، مصیصہ، بیروت، حمص، طرسوس، رملہ، نصیبین، حلب، بیت المقدس، اردن، صور، انطاکیہ (ممالک عراق) بغداد، بصرہ، کوفہ، حران، موصل، جزیرہ، واسط، انبار، رقہ، رہا (ممالک عجم) جرجان، کرمان، ہمدان، رے، طالقان، نیشاپور، طبرستان، طوس، مدائن، قزوین، قومس، صغانیان، آمد، کردستان، دینور، سجستان (ممالک ترکستان) ہراۃ، بخارا، سمرقند، خوارزم، مرو، سرخس، ترمذ، بلخ، نسا (ممالک مصر) مصر، اسکندریہ، فیوم، اسوان، تنیس (ممالک افریقہ) افریقیہ، تونس، قیروان، برقہ، طرابلس، مغرب، مراکش (ممالک اندلس) طلیطلہ، بسطہ، باجہ، قرطبہ، سرقسطہ، اطلی، سبتلی (ایشیائے کوچک) ازمیر یعنی سمرنا[1]، الغرض ایشیا، افریقہ اور یورپ ہر سہ معلوم براعظم سے مسافرانِ علم کے کاروان بلا انقطاع، مدینہ کا رُخ کرنے لگے، اور اس طرح پیغمبرِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی،

وسعت جغرافی

عن ابی ھریرۃ عند الترمذی — ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم

[1] خطیب نے رواۃ عن مالک میں جن لوگوں کے نام لکھے ہیں ہم نے سیوطی کی تزئین الممالک کے حوالہ سے اُن کے شہروں کے نام دیکھکر جمع کر دیے ہیں

وابن حبان، والطبرانی، وعن ابی موسیٰ الاشعری عند الحاکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اکباد من الابل فلا یجدون احدا اعلم

نے فرمایا ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ طلبِ علم کے لئے اونٹ ہنکائیں گے، لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم وہ کسی کو نہ پائیں گے،

جغرافی وسعت سے قطع نظر کرکے اگر مستفیدین وتلامذہ کے حلقہ پر نظر کی جائے تو ہماری حیرت مین متعدد وجوہ سے اضافہ ہوجاتا ہے کہ ایک شخصیت ایک یونیورسٹی کا کام کیونکر انجام دیتی تھی؟

تلامذہ ومستفیدین

اس حلقۂ درس نے کس قسم کے اشخاص پیدا کئے؟ اور اس فیض عام کا اثر کہان تک پھیلا اس کا جواب امام کے مسترشدین ومستفیدین وتلامذہ کی فہرست سے ظاہر ہوگا، محدث ذہبی لکھتے ہین وحدث عنہ اصم لا یکادون یحصون" امام مالک سے اتنے لوگون نے روایت کی ہے کہ جن کا شمار تقریبًا ناممکن[1] ہے"۔ تلامذہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جو اور علما کی مجلس سے فضل وکمال کی سند حاصل کرچکے تھے، بلکہ خود امام کے شیوخ بھی امام کے احسانِ علمی کے بار سے سبکدوش نہ[2] تھے، خود امام مالک فرماتے تھے کہ "بہت کم ایسے لوگ ہین جن سے مین نے سیکھا ہے، اور آخر اُن کو خود مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہ پڑی[3]"

[1] تذکرۂ ذہبی ج ۱ ص ۱۰۸ حیدرآباد دکن [2] تقریب التہذیب "مالک بن انس" [3] تزئین الممالک نقلاً عن فضائل مالک لابن محمد ابن ص ۴۰،

Marfat.com

تلامذہ کی خصوصیات

امام کو اپنے تلامذۂ ومستفیدین کی حیثیت سے بھی متعدد خصوصیات حاصل ہین جس کثرت جس رتبہ اور جس طبقہ کے لوگ امام کے حلقۂ فیض مین داخل ہین، تمام محدثین وفقہا رمین کسی کو نصیب نہین، وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو فضل عظیم،

کثرت عدد

۱۔ کثرتِ تعداد کے لحاظ سے امام مالک کے مستفیدین وتلامذہ کی تعداد ۱۳۰۰ سے زیادہ ہی، ہم کو معلوم ہے کہ امام بخاری کے شاگرد فربری کی روایت کے مطابق بخاری کے شاگردون کی تعداد ۹۰۰۰ ہے، لیکن اگر عوام وخواص کی کثرت وقلت کوئی قابلِ امتیاز شے ہے، تو نوے ہزار عام انسانون کی بھیڑ ان تیرہ سو منتخبِ روزگار کا مقابلہ نہین کرسکتی، جن مین باستثنائے چند (۴ یا ۵) ہر ایک اس فن کا نکتہ دان اور بلند پایہ محدث ہی، اور یہ کون نہین جانتا کہ

یکے مردِ جنگی بہ از صد ہزار

شہرت ومعرفت

۲۔ امام بخاری کے نوے ہزار عام رواۃ کے حالات بجز ایک تعداد مخصوص (شاید ۱۰ یا ۱۵) مجہول ومستور اور نام بنام غیر معلوم ہین، لیکن امام مالک کے رواۃ وتلامذہ نام بنام ایک ایک حالاً وخبراً وجرحاً وتعدیلاً معلوم ومشہور ہین، ابوبکر خطیب بغدادی، ابن بشکوال اندلسی، قاضی عیاض، شمس الدین دمشقی، حافظ سیوطی نے ایک ایک کو گن دیا ہے، ان کو عدداً وترتیباً بترتیبِ ہجا، رسائل مین جمع کردیا ہے، فشتان بینھما،

۳۔ عموماً عام محدثین کے تلامذہ کی جغرافی حیثیت اس قدر وسیع نہین جس قدر امام مالک کی، ہم اس سے پہلے باب مین بہ تفصیل ایک ایک ملک وشہر کا نام لکھ چکے ہین، امام ابوحنیفہ کے تلامذہ تمام عجم وعرب مین پھیلے تھے، لیکن افریقہ واندلس اُن سے بے نیاز رہا،

Marfat.com

امام اوزاعی کا علم اندلس مین پھیلا، لیکن ممالک عجم ان سے مستفید نہ ہوسے، لیکن امام مالک کے علم ومعارف نے دنیاے اسلام کے ایک گوشہ کو بھی اپنی غلامی سے آزاد نہ چھوڑا،

در دیر وحرم کیست کہ آزاد بماند است

فضل وکمال

۴- لیکن ہمارے نزدیک تلامذہ کی کثرت اور جغرافی وسعت اس قدر مایۂ فخر نہین ہے جس قدر ان کا علوے رتبہ، رفعتِ کمال اور کثرتِ فضل، امام مالک اپنے ہمسرون مین جس قدر اس حیثیت خاص مین ممتاز ہین، اس کو محض عطیۂ الٰہی سمجھنا چاہئے، جو صرف عالم مدینہ کے لئے مقدر تھا، امام المحدثین زہری شیخ مالک، امام صادق جعفر بن محمد شیخ مالک، امام الحدیث یحیٰی ابن سعید انصاری تابعی شیخ مالک، امام القراء نافع بن ابی نعیم شیخ مالک، ہشام بن عروہ فقیہ مدینہ، امام ابوحنیفہ[1] امام شافعی، ناقد الحدیث یحیٰی بن سعید القطان، سفیان ثوری امام کوفہ اوزاعی فقیہ کوفہ، امام محمد، قاضی ابو یوسف، وکیع بن الجراح، ابن ابی ذہب فقیہ مدینہ، عبداللہ بن دینار تابعی شیخ مالک، سفیان بن عیینہ امام الحدیث، عبداللہ بن مبارک امام خراسان، عبدالرحمان ابن القاسم فقیہ مصر، لیث بن سعد امام مصر، سلیمان بن اعمش شیخ الحدیث، ایوب سختیانی شیخ مالک الحدیث زبیر بن بکار امام الحدیث، حجۃ الحدیث شعبہ بن الحجاج، امام السیر موسیٰ بن عقبہ شیخ مالک، ناقد الحدیث عبدالرحمان بن مہدی، امام الحدیث ابن جریج وغیرہم، ائمۂ کبار وارباب فن امام مالک کے حلقۂ

[1] رواۃ مالک للخطیب البغدادی، ابن عساکر، مسند امام ابوحنیفہ لابن خسرو، دارقطنی کتاب الذبائح، بدرالدین زرکشی فی النکت، علی ابن الصلاح، مسند ابوحنیفہ لابی الضیاء، اکمال الاکمال قلمی کتبخانہ بانکی پور، فن حدیث نمبر ۲ ص ۴۲ شرح زرقانی ج ۱ ص ۳ مصر، تزئین الممالک سیوطی، ص ۵۸، محلی شرح موطا مولانا عبدالسلام حنفی قلمی مقدمہ، ان تمام کتابون مین امام ابوحنیفہؒ کے استفادہ کا تذکرہ ہے،

Marfat.com

مستفیدین وتلامذہ مین داخل ہین، حالانکہ ان مین سے ہرایک اپنی اپنی اقلیم کا مستقل فرمانروا ہی،

تنوع طبقات

۵۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ایک عجیب شے یہ ہے کہ امام کا حلقۂ افادہ اتنے مختلف الانواع طبقون کو مشتمل ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مختلف سمت وجہت کے خطوط کیونکر ایک ہی مرکز کی طرف رجوع ہوے،

خلفاے اسلام

ابوجعفر منصور، مہدی، موسیٰ، ہادی، ہارون رشید، محمد امین، عبداللہ مامون،

امراے بلاد

حسن بن مہلب شیبانی امیر خراسان، عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان اموی،

ہاشم بن عبداللہ التجیبی امیر برقہ (افریقہ)

تابعین وشیوخِ امام

ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، محمد بن عبدالرحمان ابوالاسود، شعبہ، نافع القاری،

جعفر صادق، ہشام بن عروہ، ربیعہ رائی، ابوسہیل نافع، سفیان ثوری، حماد، ایوب سختیانی،

محمد بن مطرف ابوغسان، عبداللہ بن دینار، یزید بن عبداللہ، وغیرہم،

ائمۂ محدثین

محمد بن عجلان، حیوٰۃ بن شریح، سلام التیمی، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ مصمودی،

زید بن اسلم، وہیب بن خالد، ابن ابی ذئب، وکیع بن جراح، ولید بن مسلم الدمشقی، خالد امام

خراسان، مسلم بن خالد الزنجی، سلیمان اعمش، زبیر بن بکار، ابراہیم امام مصیصہ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی،

Marfat.com

ابن لہیعہ، عبدالرحمان بن مہدی، عبدالعزیز بن محمد الداوردی، ابونعیم فضل بن دکین، عبدالملک
ابن جریج، عبدالرزاق بن ہمام، لیث بن سعد، شیخ الاسلام محمد بن مبارک، ہیثم بن جمیل محد
انطاکیہ، قتیبہ بن سعید محدث خراسان، حافظ الحدیث ابومحمد زہرانی، سلیمان بن داؤد طیا
معن بن عیسیٰ، ابومصعب زہری، ابوحذافہ سہمی، وغیرہم،

ائمہ مجتہدین

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام محمد، امام ابی یوسف، امام ابن قاسم مالکی،

فقہاء

حسن بن زیاد لولوئی صاحب ابی حنیفہ، عبداللہ بن وہب مفتی مصر، ابوعمر اشہب فقیہ
مصر، اسد بن فرات فقیہ افریقہ،

قضاۃ

ابراہیم بن اسحاق قاضی مصر، ایوب بن سوید قاضی سرو، اسد بن عمر قاضی، احرم بن
حوشب قاضی ہمدان، داؤد بن منصور قاضی مصیصہ، شریک بن عبداللہ قاضی، شجرہ بن
عیسیٰ قاضی قیروان (افریقہ) عبداللہ بن عمرو بن غانم قاضی افریقیہ، یحییٰ قاضی افریقیہ،
یحییٰ بن بکیر قاضی کرمان، ابن اشرس العمری قاضی طرسوس، محمد بن عبداللہ الکنانی قاضی
افریقہ، اسد بن فرات قاضی سسلی، (اٹلی)، زیاد بن بسیط قاضی طلیطلہ (اسپین) محمد بن سعید
قاضی باجہ (اسپین)

زہاد وصوفیاے کرام

ابراہیم بن ادہم، ابو نصر بشر بن حارث الزاہد، ثابت بن محمد الزاہد الکوفی، حسن بن حسین بن عطیۃ العوفی، ذوالنون مصری، کارح بن رحمہ زاہد، محمد بن فضیل بن عیاض زاہد،

ادبا، وشعرا

ابو العتاہیہ شاعر، دعبل شاعر، محمد بن عبد الملک الزیاتی شاعر، عبد الملک اصمعی لغوی، عمر ابن سہل المازنی البصری نحوی،

مورخین

احمد بن محمد بن ولید الازرقی صاحب تاریخ مکہ، موسی بن عقبہ صاحب سیرت نبوی، محمد ابن عمر الواقدی صاحبِ تصانیف کثیرہ، علی بن محمد مدائنی صاحبِ انساب و تصانیف کثیرہ،

مفسّر

مقاتل بن سلیمان صاحب التفسیر،

فلسفی

احمد بن محمد صاحب بیت الحکمہ بغداد،

اس عہد کے بعد کے تمام محدثین کبار بلا استثناء امام مالک کے بیک واسطہ یا دو واسطہ امام کے تلمذ سے مشرف ہین، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی مسانید و صحاح کے یہ تمام مصنفین صرف ایک واسطہ سے امام کے حلقہ بگوشون مین شامل ہین

Marfat.com

اوراس پران کو ناز و فخر ہے، یہ ناز و فخر آٹھوین صدی تک باقی ہے، جب کہ محدث کبیر شمس الدین ذہبی فخریہ لکھتے ہین کہ "مین سات واسطون سے امام کا شاگرد ہون"۔ امام نووی کو بھی ساتوین صدی مین امام سے قرب نسبت پر ناز ہے، مقدمۂ شرح مسلم مین اپنے استاد کے حال مین لکھتے ہین،

قد وقع لنا اعلی من هذه الکتب	ایک کتاب کی سند مجھ کو کتب بخاری، مسلم،
ان کانت عالیة موطا الامام	ترمذی، ابوداؤد، نسائی سب سے بہتر ملی،
مالك بن انس وهو شیخ الشیوخ	اور وہ امام مالک کی موطا ہے، جو ان
المذکورین کلهم،	تمام محدثین کے شیخ تھے،

اگر بڑون کے ساتھ چھوٹون کا نام لینا سوء ادب نہ ہو تو اس ذرۂ بے مقدار کو بھی اس آفتابِ کمال سے ایک قرب کی نسبت حاصل ہے، وللہ الحمد،

فقہ و فتویٰ

فقیہ و محدث کا فرق

ایک مفتی اور فقیہ کا فرض ایک محدث سے زیادہ ہے، محدث صرف ایک سرمایہ دار ہے، فقیہ اس سرمایہ کو لے کر عالمِ کاروبار مین آتا ہے، کھرے کھوٹے کی تمیز، احکام کی تفریع، عموم کی تخصیص، خصوص کی تعمیم، مطلق کی تقیید، مقید کا اطلاق، ناسخ و منسوخ کی تفریق، اوامر و سنن کی ترتیب، احکامِ غیر منصوصہ کا قیاس، احکام کے علل و مصالح کی تلاش، ضروریاتِ انسانی کے مطابق احکامِ شرعیہ کا اعلان، رعایا و حکومت کے لئے قوانین کی تدوین، یہ ایک فقیہ مفتی کے عام فرائض ہین، جو ایک محدثِ محض کے رتبہ سے بلند تر ہین،

Marfat.com

عہدِ نبوی

حیاتِ نبوی مین مسلمانون کی تعداد کم و بیش ۶۰ ہزار سے ایک لاکھ تک تھی، ان مین سے ۳۰ ہزار خاص مدینہ مین متوطن تھے، اور باقی ادھر اودھر، بحرین و یمن، مکہ و طائف وغیرہ بلادِ عرب مین پھیلے تھے،

اصحابِ صفہ

مدینہ سے باہر دوسرے شہرون اور قبیلون کے لئے یا فقہاے صحابہ جن کا اس زمانہ مین قراء نام تھا جو اکثر اصحابِ صفہ ہوتے تھے، بھیجے جاتے تھے، یا ان مین سے ایک دو کو چند روز آنحضرت صلعم اپنی صحبت مین رکھکر احکام و سنن کی تعلیم دے کر ان کو ان کے شہر و قبیلہ مین واپس فرما دیتے تھے، مدینہ کے اندر خود شارع علیہ السلام کا وجود اقدس کار فرما تھا خود عہدِ نبوت مین ۳۰ ہزار صحابۂ مدینہ مین سے ۱۰۰، آدمی مسجد مدینہ کے صفہ (چبوترہ) پر شب و روز طلب علم مین مصروف تھے، آنحضرت صلعم کے بعد ۲۴ - ۲۵ برس مدینہ تمام دنیاے اسلام کا مرکز رہا، ہر قسم کے احکام و فتاوٰی کا فیصلہ یہین ہوتا تھا، تمام اکابر صحابہ یہین تشریف فرما رہتے

طبقاتِ فقہاے صحابہؓ

طبقہ اولیٰ

فقیہ ترین صحابہ جن کے فقہ و فتاوٰی و احکام اگر الگ الگ ترتیب دیئے جائین، تو ایک ایک مستقل جلد تیار ہو جائے، چھ شخص تھے، عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ، ام المومنین عائشہؓ، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر،

طبقہ ثانیہ

ان کے بعد وہ اشخاص ہین جن کے فتاوٰی و احکام و قضایا ایک ایک رسالہ کے بقدر ہین، اس جماعت مین تقریباً ۲۰ - اشخاص ہین، ابوبکر صدیق، ام المومنین ام سلمہؓ، انس بن مالکؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، عثمان بن عفان، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر، ابوموسیٰ

۱؎ مقدمہ ابن صلاح باب ۲۹،

Marfat.com

اشعریؓ، سعد بن ابی وقاص، سلمانؓ فارسی، جابرؓ بن عبداللہ، معاذؓ بن جبل، طلحہؓ، زبیرؓ بن العوام، عبدالرحمان بن عوفؓ، عمران بن حصینؓ، ابوبکرہؓ، عبادہ بن صامتؓ، معاویہ بن ابی سفیان،

طبقہ ثالثہ

تیسرا طبقہ ان صحابہ کا ہے جن کے مجموعی قضایا و فتاوی صرف ایک مختصر رسالہ کی حیثیت رکھتے ہین[1]، ان مین عام صحابہ داخل ہین،

صحابۂ مدینہ و غیر مدینہ

حضرت علیؓ نے ۴ برس اپنے خلافت کے کوفہ مین بسر کئے، ان کے ساتھ سلمان فارسیؓ بھی تھے، اسی طرح فتنہ کے بعد حضرت انسؓ اور ابن مسعودؓ بھی آخر عمر مین کوفہ چلے گئے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کے عہد مین بصرہ کے والی ہوئے، حضرت ابن زبیرؓ کی خلافت کے زمانہ مین مکہ و طائف مین رہے، عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص اخیر زمانہ مین مصر مین رہتے تھے، امیر معاویہؓ تمام تر شام مین رہے، ان کے علاوہ یہ تمام بزرگوار جن کے نام ہم نے اوپر پہلے اور دوسرے طبقہ مین گنائے ہین، انھون نے مدینۃ الرسول ہی مین اپنی تمام عمر بسر کی،

فقہاے تابعین مدینہ

صحابہ کے دور کے بعد تابعین کا طبقہ ہے، تابعین مین محدثین تو سینکڑون ہین، جن مین سے اکثر کے نام شیوخ مالک کی فہرست مین گذرے، لیکن فقہا مین مشہور ترین اشخاص خارجہ بن[1] زید بن ثابت، سالم بن[2] عبداللہ بنؓ عمر بن خطاب، قاسم بن[3] محمد بن ابی بکر صدیقؓ، عروہ بن[4] زبیرؓ، عبیداللہ بن[5] عتبہ، ابوبکر بن[6] حارث، سلیمان بنؓ یسار، ابوسلمہ[7]، ابوبکر بن[8] عبدالرحمان، ابوبکر بن[9] عمرؓ، خلیفہ عمر بن[10] عبدالعزیز، سعید بن[11] المسیب ہین، ان بزرگون کا مدینہ مین بیک وقت اجتماع

محلس فقہ مدینہ

تھا، ہر قسم کے قضیے، احکام اور فتوے انھی بزرگون کی مخصوص مجلس مین طے پاتے تھے، حضرت[12]

---

[1] یہ تفصیل مقدمہ اعلام الموقعین ابن حزم اندلسی مین ہے، ص ۱۳ مصر [2] فتح المغیث ص ۳۹۹، ہند،

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ کے والی مقرر ہوے تو انھون نے اس مجلس کو اور باقاعدہ کر دیا،[1] عروہ بن زبیر، عبیداللہ بن عتبہ، ابوبکر بن عبدالرحمان، ابوبکر بن سلیمان، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ کو بلا کر اپنی مجلس کے ارکانِ شوریٰ مقرر کیے، تمام احکام و مقدمات ان ججون کی بحث و مذاکرہ کے بعد طے ہوتے تھے، اور وہ مدینہ کی عدالت کا حکم فقہی تسلیم ہوتا تھا، جس مین زیادہ مدد حضرت عمرؓ کے قضایا و احکام سے لی جاتی تھی کہ ان کے عہدِ حکومت مین وسعتِ فتوحات نے بہت سی نئی ضرورتین پیدا کر دی تھین، حضرت عمرؓ ان کا فیصلہ فقہاے صحابہ کی مجلس شوریٰ مین کرتے تھے، اس بنا پر مدینہ کی فقہ کا بڑا حصہ امام مالک سے پہلے خود حضرت عمرؓ کے زیرِ ریاست صحابہ کی مجلس مین، اور ان کے نواسہ عمر بن عبدالعزیز کی زیرِ صدارت تابعین کی مجلس مین مرتب ہو چکا تھا،

فقہ مالک

امام مالک کے فقہ و فتاویٰ کی بنیاد اسی فقہِ مدنیہ پر ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوّیٰ کے مقدمہ مین لکھا ہے، "امام مالک بناے فقہ را بر حدیث آنحضرت صلعم نہادہ است، کہ مسند باشد یا مرسلِ ثقاۃ، بعد ازان بر قضایاے عمر، و بعد ازان بر فتواے ابن عمر، و بعد ازان بر فتاواے سائر صحابہ، و فقہاے مدینہ، سعید بن مسیب و عروہ بن زبیر، قاسم و سالم، و سلیمان بن یسار، و ابوسلمہ و ابوبکر بن عبدالرحمان، و ابوبکر بن عمرو عمر بن عبدالعزیز" موطا کے طرزِ استدلال، اور احادیث و آثار کا جس نے بغور و دقت مطالعہ کیا ہے، وہ یقیناً اس کی تائید کرے گا کہ امام مالک کی فقہ و فتاویٰ کی یہی بنیاد و اصول ہین، اور انھی اصول پر امام مالک فتاواے فقہیہ کا جواب دیتے تھے،

---

[1] الاخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری ص ۳۱۳، مصر،

امام مالک کے فضل و کمال کا تمام شیوخِ مدینہ کو اعتراف تھا تاہم امام مالک نے اس قدر احتیا
کی کہ جب تک ستر علماے عظام نے امام صاحب کی قابلیت و استحقاق کا فتویٰ نہ دیا ا
صاحب نے اس مرتبۂ عالی پر قدم رکھنے کی ہمت نہ کی، عادتِ مبارک ہمیشہ یہ جاری رہی کہ جب
کسی فتوے کا جواب ارشاد فرماتے تو پہلے ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ کہتے،

حکومت کا اعلان

نہ صرف مدینہ و حجاز بلکہ اطرافِ ملک سے سائلین کا اژدحام رہتا تھا، موسم حج جب کہ تمام
دنیاے اسلام کو ایک عرصۂ عرفات مین جمع کر دیتا تھا، اور تمام علماے دین کوفہ، بصرہ، خرا
وغیرہ سے سمٹ سمٹ کر ایک حرم مکہ مین جمع ہو جاتے تھے تو حکومت کی طرف سے اعلان ہو
تھا کہ "امام مالک اور ابن ابی ذئب کے سوا اور کوئی فتویٰ نہ دے"[1]

حکومت کے مقابلہ میں آزادی فتویٰ طلاق مکرہ

حکومت کی اس تعظیم و تکریم کا نتیجہ شاید دوسرون پر یہ ہوتا کہ وہ کم از کم مختلف فیہ مسائل
مین اپنی راے کے خلاف، حکومت کے مشورہ کی تعمیل کرتے، لیکن امام صاحب اپنی
حریتِ راے اور اعلانِ حق مین اس کی پروا نہین کرتے تھے، اگر کوئی شخص زبردستی مجبور
کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اس نے ڈر کر بجبر و اکراہ دیدی، تو امام ابو حنیفہ
اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن امام مالک اور اکثر اصحابِ حدیث اسکے
قائل ہین کہ طلاق واقع نہ ہوگی[2]، والیِ مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو خلیفہ منصور کا چچازاد بھائی بھی تھا

---

[1] تزئین الممالک عن ابن نعیم ص ۸ [2] ابن خلکان ترجمۂ مالک [3] اس مسئلہ کے متعلق مجھے اپنے زمانہ
طالب علمی کا ایک مناظرہ یاد آگیا، ہمارے استاذِ فقہ مولانا مفتی عبداللطیف صاحب مدرس اوّل دارالعلوم و تلمیذ
رشید مولانا لطف اللہ صاحب اطال اللہ بقاہما ہین، جناب مفتی صاحب کو فقہ حنفی کی صحت کلی مین نہایت شدت
کے ساتھ غلو ہے، اور جس سے مین بدرطفولیت سے محروم ہون، طلاق مکرہ کے مسئلہ مین ہماری جماعت مین اختلاف ہوا

Marfat.com

اس نے امام کو حکم دیا کہ وہ یہ فتویٰ نہ دین، لیکن امام صاحب نے علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کیا اور آخر اس کے لئے کوڑون کی سزا تک گوارا کی،

لاادری

یہ اعلانِ حق اور حریتِ رائے تو حکومت کے مقابلہ مین ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ شدید موقع اعلانِ حق کا اپنے نفس کے مقابلہ مین ہے، مفتی کے لئے جس قدر پہلی قسم کی حریت کی حاجت ہے اس سے زیادہ دوسری قسم کی حریت کی ضرورت ہے، لیکن امام صاحب جس طرح پہلی منزل مین مستقیم تھے، دوسری منزل مین بھی درماندہ نہ تھے، امام صاحب سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶) میرے سوا تمام طلبہ وقوع کے قائل تھے، مین حضرت عائشہؓ کی حدیث لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق (حالتِ جبر و اکراہ مین طلاق وعتاق نہین) پیش کرتا تھا، اور ان کی طرف سے ثلث جدھن وھزلھن سواء (تین چیزون مین اظہار واقعیت اور مذاق دونون برابر ہین، طلاق...) کی حدیث پیش کی جاتی تھی ہیں کہتا تھا کہ طلاق مکرہ نہ جد (واقعیت) ہے نہ ہزل (مذاق)، "ہزل" تو متفقاً نہین ہے، اس لئے نہین کہ "جد" نام ہے خواہش حقیقی و واقعی کے اظہار کا جو بحالت اکراہ غیر ممکن ہی، بالآخر یہ معاملہ جناب مفتی صاحب کی خدمت مین پیش کیا گیا، مفتی صاحب نے استدلال عقلی کے طور پر فرمایا کہ زبان سے لفظ طلاق ادا کرنا انسان کا ایک فعل ہی، اور افعال کا اثر محتاج نیت وارادہ واظہار واقعیت وغیر واقعیت نہین ہی، مثلاً اگر کسی کو تم ایک طمانچہ مارو جو تمھارے ہاتھ کا ایک فعل ہے تو اس کا اثر یعنی چوٹ اور صدمہ محسوس وواقع ہوگا خواہ مارنے کے لئے تمھارا ارادہ وخواہش واقعی ہو یا نہ ہو، اسی طرح لفظ طلاق کے نطق کا جو اثر ہے وہ ہر حال مین واقع ہوگا، اس استدلال کو سنکر مین تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا لیکن پھر علی الفور خدا نے مجھے ایک حجت القا کردی اور مین نے عرض کیا کہ افعال کے آثار دو قسم کے ہین، اعتباری و واقعی، واقعی وہ جو ہماری تسلیم واعتبار پر موقوف نہ ہو، بلکہ وہ حقیقۃً بلا اعتبار معتبر ہو، مثلاً ضرب کیلئے احساس صدمہ، دوسرا صرف اعتباری، اگر اعتبار کیجئے تو اثر ہے، اور نہ اعتبار کیجئے تو اثر نہین ہے، مثلاً ایک مجنون کی لفظ طلاق کے ساتھ حرکت زبان، اگر شرع اعتبار کرے تو طلاق ہے نہ اعتبار کرے تو طلاق نہین ہے، اس لئے بجائے استدلال عقلی کے صرف یہ ثابت کرنا چاہئے کہ مکرہ کے اس فعل کے اس اثر کو شریعت اعتبار کرتی ہے یا نہین اور اس کا فیصلہ حدیث عائشہؓ نے کردیا کہ نہین کرتی ۱۲

Marfat.com

اور اس وقت اس جزئیہ پر اطلاع نہ ہوتی تو نہایت متانت وکشادہ پیشانی کے ساتھ فرماتے تھے کہ لاادری، مین نہین جانتا، امام کے شاگرد ابن وہب کہتے ہین کہ اگر مین امام مالک کی لاادری لکھا کرتا تو کتنی تختیان بھر جاتین[1]؛

مالک بعید کے استفتا سے احتراز

اکثر دور کے شہرون سے جو مستفتی آتے تھے امام صاحب حتی الوسع ان کو جواب دینے سے احتراز کرتے، ابن عبداللہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نہایت دور دراز مسافت سے امام صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا، اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "مین اس کو اچھی طرح نہین جانتا" سائل نے کہا کہ "مین چھ مہینہ کی راہ طے کر کے صرف اس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا ہون، جن لوگون نے مجھ کو بھیجا ہے، مین ان کو جا کر کیا جواب دونگا"، امام صاحب نے فرمایا کہ کہدینا کہ "مالک نے کہا کہ مین نہین جواب دے سکتا"[2] اسی قسم کا ایک واقعہ ابونعیم نے حلیہ مین بیان کیا ہے، کہ ایک شخص نے فتویٰ پوچھا، تو آپ نے جواب دیا کہ "مین اچھی طرح نہین بتا سکتا" اس نے کہا کہ "مین اتنے دور دراز راستہ سے اسی لئے آیا ہون"[3] امام صاحب نے فرمایا کہ "جب اپنے گھر پہنچو تو کہدینا کہ "مالک کہتے ہین کہ مین اچھی طرح نہین بتا سکتا"[4]

ایک اور واقعہ ابونعیم نے امام کے شاگرد عبدالرحمان بن مہدی کی زبانی نقل کیا ہے کہ ایک شخص چند روز تک ایک فتویٰ کے جواب کے لئے حاضر خدمت ہوا کیا، ایک دن اس نے عرض کیا کہ مین کل یہان سے چلا جاؤن گا، جو کچھ جواب ہو ارشاد فرمائیے، یہ سنکر آپ نے سر جھکا لیا، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ مین اسی مسئلہ کا جواب دیتا ہون جس مین

---

[1] تزئین الممالک ص ۱۴، عن ابی نعیم، [2] جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۲۵ مصر [3] تزئین الممالک ص ۱۶ عن الخافقی

Marfat.com

کچھ بہتری جانتا ہون، تمھارے اس مسئلہ کو مین اچھی طرح نہین جانتا،

امام صاحب کا یہ احتراز درحقیقت شدتِ تقویٰ اور ایک نہایت دقیق نکتہ پر مبنی تھا، مفتی کی حالت یہ ہے کہ آج وہ ایک مسئلہ کی نسبت ایک رائے رکھتا ہے، دوسرے دن اس سے صحیح تر صورت اس کے خیال مین آتی ہے، ایسے موقع پر شہر اور اس کے قرب وجوار مین مستفتی کو اپنی غلطی سے اطلاع دے سکتا ہے، لیکن اس زمانہ مین جب وسائلِ سفر وخبر آسان نہ تھے، ممالکِ بعیدہ مین تصحیح وتغلیط کی اطلاع مشکل تھی، امام صاحب کے ایک مصری دوست نے حیرت سے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ ان بیچارون کو جو کوسون سے مصائبِ سفر ومصارفِ راہ برداشت کرکے آتے ہین؛ کیون واپس کر دیتے ہین، امام صاحب نے جواب دیا کہ "مصری مصر سے، شامی شام سے، عراقی عراق سے آتے ہین اور پوچھتے ہین، شاید جو جواب مین نے آج دیا ہے اس کی بجائے کل مجھ کو کچھ اور جواب معلوم ہو" حضرت لیث مصری نے جب امام کا یہ قول سنا تو رو پڑے کہ مالک، لیث سے قوی تر ہے، اور لیث اُن سے کمزور تر،

رائے پوچھنے پر زجر رائے کا ظنی ہونا،

فتوون کے جواب مین اکثر یہ فرماتے تھے کہ قال رسول اللہ کذا، آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے، سائل نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے جواب مین یہ آیت پڑھی[1]، فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، جب کسی مسئلہ قیاسی کو بیان فرماتے تو پہلے یہ آیت پڑھ دیتے، إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ،

جواب میں کاوش وفکر

مسائل وفتاوی کا جواب ہمیشہ نہایت دقتِ نظر اور کاوشِ فکر سے دیتے تھے، ابن ابی

[1] تزئین الممالک عن ابی نعیم ص ۱۴ [2] مناقب مالک للزاوی ص ۳۹ عن سعید بن سلیمان،

اویس کہتے ہین کہ ایک بار امام صاحب نے فرمایا کہ کبھی کبھی ایسا مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ خواب و خور حرام ہو جاتا ہے، ابن ابی اویس نے کہا آپ کی بات تو لوگون کو نقش فی الحجر کی طرح تسلیم ہوتی ہے، پھر آپ یہ کیون مشقت برداشت کرتے ہین، امام کس نکتہ سنجی کے ساتھ جواب دیتے ہین کہ "ابن ابی اویس اس حال مین تو مجھکو اور بھی کاوش کرنی چاہئے"[1]

انصاف پسندی

اگر کسی مسئلہ مین غلطی ہوتی اور کوئی اصلاح کر دیتا تو فوراً تسلیم کر لیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا کیا وضو مین پاؤن کی انگلیون مین تخلیل کرنی چاہئے؟ امام نے فرمایا لیس ذلک علی الناس، ابن وہب امام کے شاگرد بیٹھے تھے، مجلس کے بعد انھون نے کہا کہ تخلیل کی حدیث ایک میرے پاس ہے، امام نے سُن کر کہا کہ حدیث حسنؓ اور اس کے بعد پھر ہمیشہ فتوی اس کے موافق دیا[2]،

امام مالک تقریباً ۶۰ برس متصل فقہ و فتاوی مین مصروف رہے، امام کے تلامذہ نے امام کے مسائلِ فقہیہ و فتاوی کو مدوّن بھی کیا ہے، سب سے پہلی کتاب اسد بن الفرات قاضی افریقہ کی "اسدیہ" ہے، اور سب سے ضخیم ابن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ کی "المدونۃ" ہے جو خود امام کی زندگی مین مدوّن ہو رہی تھی، مدونہ مصر مین اب چھپ گئی ہے، تیسری کتاب ابن وہب مصری المتوفی ۱۹۷ھ کی کتاب المجالسات عن مالک ہے، ان کتابون مین امام کے ہزارون فتاوی مدوّن ہین، ابن قاسم مصنفِ مدوّنہ کی نسبت مشہور ہے کہ ان کو امام کے ۴۰ ہزار مسائل زبانی یاد تھے،

اعتراف

دنیا مین ماہرین فن کا اعتراف اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس معیا

---

[1] الزواوی عن الرحمن بن عبد العزیز العمری ص ۳۱ [2] الزواوی عن ابن وہب ص ۳۷،

Marfat.com

کی بنا پر امام مالک کا پایہ نہایت بلند ہے، امام مالک ارباب رائے مین داخل ہین، محدثین نے ارباب رائے کا کم اعتراف کیا ہے لیکن امام مالک باوجود انتساب رائے، محدثین مین وہی درجہ رکھتے ہین جو صاحب فن اپنے اتباع اور مقلدین مین رکھتا ہے یحییٰ بن معین جو حدیث و رجال کے ناقد ہین کہتے ہین "مالک امیر المومنین فی الحدیث" مالک اقلیم حدیث کے بادشاہ ہین"۔ محدث کبیر سفیان بن عینیہ کہتے تھے، "ہم لوگ مالک کے سامنے کیا چیز ہین؟ ہم لوگ تو ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہین، اگر امام مالک نے کسی شیخ سے روایت کی ہو تو اس سے کرتے ہین ورنہ چھوڑ دیتے ہین" عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ "روے زمین پر مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہین"۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے "حدیث آئے تو مالک ستارہ ہین"۔ محدث ابن مہنیک کا قول ہے کہ "صحت حدیث مین مین مالک پر کسی کو ترجیح نہین دے سکتا"۔ امام ابن حنبل سے ایک شخص نے پوچھا کہ "اگر کسی کی حدیث وہ زبانی یاد کرنی چاہے تو کس کی کرے"؟ جواب دیا کہ مالک بن انس کی ابن مہدی جو نہایت مشہور محدث ہین ان سے ایک شخص نے کہا کہ "مین نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہین کہ مالک ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ ہین"۔ انھون نے فرمایا مین نے یہ تو نہین کہا، "لیکن یہ کہتا ہون کہ مالک ابوحنیفہ کے استاد (حماد) سے بھی زیادہ فقیہ ہین"۔

سفیان بن عینیہ باین ہمہ علم و فضل، حلال و حرام اور حدیث معمول کا املا امام مالک کے حلقہ مین بیٹھ کر سنتے تھے، اور وہان سے اٹھکر اپنے مستفیدین کے حلقہ مین بیٹھتے تھے، سفیان ثوری جو مجتہد مستقل ہین وہ مناسک حج مین امام کی پیروی کرتے تھے، ابن معین جو نقد حدیث

ہین امام ہین فرماتے ہین کہ "اصحابِ زہری مین مالک سے بڑھ کر کوئی اثبت نہین" ابن معین کا دوسرا قول ہے کان مالک من حجج اللہ علی خلقہ یعنی "مالک خدا کی طرف سے خلق پر ایک حجت تھے" یحییٰ بن سعید القطان جو امامِ حدیث ہین فرماتے ہین کہ "مالک اس امت کے لئے رحمت تھے" ابن ابی حازم نے ناقدِ حدیث درآوردی سے پوچھا کہ "اس خدا کے کعبہ کی قسم! مالک سے بڑا کوئی عالم تم نے دیکھا؟ جواب دیا کہ "خدا یا نہین"

عام حالات

اب ہم مجلسِ درس و افادہ سے اٹھکر دربار شاہی مین آتے ہین، امام صاحب ۹۳ھ مین پیدا ہوے تھے، اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ولید سریرآرائے خلافتِ دمشق تھا لیکن پچیس برس بعد ۱۱۷ھ مین جب امام تعلیم سے فارغ ہوکر شہرتِ عام حاصل کر رہے تھے، تو خلافتِ امویہ دمشق کا دمِ بازپسین تھا، یہ ہشام بن عبدالملک کا عہد اخیر تھا، ۱۲۵ھ مین اس نے وفات پائی، اس کے بعد ۸ برس کی مدت مین ولید بن ولید، ابراہیم بن ولید، اور مروان بن محمد بن مروان چار بدقسمت بادشاہون کے اوراقِ حکومت جلد جلد الٹ گئے، تا آنکہ ۱۳۲ھ مین خلافتِ عباسیہ کے نام سے تاریخ کا نیا باب شروع ہوا،

خلافت امویہ کا اختتام

خلافتِ عباسیہ کا پہلا تاجدار ابوالعباس سفاح ہے، اس کا زمانۂ خلافت ساڑھے چار برس ہے جو صرف عہد جدید کے انتظام و تدابیر اور خانہ جنگیون مین صرف ہوگیا، اس کی خلافت کے اخیر سال ۱۳۶ھ مین اس کا بھائی ابوجعفر منصور سالارِ حجاج بن کر حجاز گیا، اور آخر اسی سفر مبارک

خلافت عباسیہ

کی واپسی مین مژدۂ خلافت اس کے گوش گذار ہوا، لیکن حقیقت مین ۱۳۸ھ تک یعنی جبتک بومسلم خراسانی قتل نہ ہوا، وہ خلیفہ نہ تھا، ۱۳۹ھ مین بغداد تعمیر ہوا، اور بغداد کے سنگِ بنیاد کے ساتھ عباسیہ کی حکومت کی بنیاد بھی اس نے ایک مضبوط چٹان پر قائم کی، ان کامون سے فراغت پاکر ۱۴۰ھ مین حج وزیارت کے لئے مکۂ معظمہ[1] اور مدینہ منورہ آیا،

خانوادۂ خلافتِ عباسی جو اب اوجِ کمال پر تھا، چند سال پہلے صرف شرفاے قریش کا ایک گھرانا تھا، اس لیے منصور طلبِ علم، اساتذہ کی صحبت، علمی مجلسون کی نشست مین اسی طرح برابر کا شریک تھا جس طرح دیگر اشراف وسادات کے خاندانون کے ہونہار بچے، منصور اس انقلاب سے پہلے مدینہ کی درسگاہ کا ایک طالب العلم اور امام مالک کے طبقہ کا ایک شریکِ صحبت تھا،

خلافت کے بعد منصور کے لئے حج کا یہ پہلا موقع تھا، شہر کے شرفا اور علما اس کے استقبال کے لئے نکلے، سفیان ثوری، سلیمان خواص، اور امام مالک بھی ملنے کے لئے آئے کہ کل تک تو علم حدیث کی مجلسون مین ہمارے ساتھ یہ برابر کا شریک تھا، دیکھین اب وہ کس حال مین ہی،

[1] امام مالک اور خلیفہ منصور کے متعلق تاریخ ومناقب کی کتابون مین بہت سے منتشر وپراگندہ اور متضاد الفاظ وعبارت کے واقعات مذکور ہین جن مین باہم کوئی ترتیب تاریخی بھی نہین، ہم ان کو یہان بہ اجمال وتلخیص ذکر کرتے ہین، اتنا معلوم ہے کہ یہ تمام واقعات موسم حج کے اجتماع میں پیش آتے تھے، کتب تاریخ سے منصور کے سفر حج کی تاریخین ثابت ہین، ایک ۱۳۹ھ مین قبل خلافت، اس کا تو شمار نہین، خلافت کے بعد تین دفعہ اس نے سفر حج کئے ہین، پہلا ۱۴۰ھ مین، دوسرا ۱۴۴ھ مین اور تیسرا ۱۵۸ھ مین، اسی تیسرے سفر حج مین حج سے پیشتر ۶ ذیحجہ کو منصور نے انتقال کیا (اخبار الطوال ابن حنیفہ دینوری المتوفی ۲۸۱ھ طبع مصر ص ۳۶۵-۳۶۴) غالبًا یہ تمام واقعات انہی موقعون کے ہین،

دربار مین حجاز کے تمام علماء اور فقہا موجود تھے، منصور نے امام صاحب کی طرف روے خطاب کرکے کہا، "اے ابو عبداللہ! (امام کی کینیت) مین (اختلافاتِ فقہی سے گھبرا گیا ہون، عراق مین تو کچھ نہین ہے، شام مین صرف جہاد کا شوق ہے، وہان کوئی بڑا علم نہین، جو کچھ ہے وہ حجاز مین ہے اور حجاز کے علما کے سرخیل آپ ہین، مین چاہتا ہون کہ آپ کی اس تصنیف (موطا) کو خانۂ کعبہ مین آویزان کردون، کہ لوگ اسی کی طرف رجوع کرین، اور تمام اطرافِ مملکت مین اسکی نقلین بھیجون تاکہ اسی کے مطابق لوگ فتویٰ دین"۔ بعض روایتون مین ہے کہ اس نے ایک ایسی کتاب کی تالیف کی خواہش ظاہر کی جو ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ و ابن عمرؓ کے اصولِ فقہ کے بین بین اور معتدل ہو، اس کے بعد امام صاحب نے **مؤطا** تالیف کی،

امام کا انکار

بہرحال جاہ پسند علما کے لئے یہ وہ طلائی موقع تھا کہ جس سے زیادہ کوئی بیش قیمت ان کو کبھی نہین مل سکتا تھا، لیکن امام صاحب کے لئے یہ بھی لغزشِ قدم کا باعث نہ ہوا، انھون نے فرمایا کہ "صحابہ تمام اطرافِ ملک مین پھیل گئے تھے، ان کے فتاویٰ اور احکام اپنے اپنے مقام مین وراثتہً ان کے فقہا اور علما تک پہنچے ہین، اور ہر جگہ وہی مقبول ہین، ایسی حالت مین ایک شخص کی راے و عقل پر جو صحت و غلطی دونون کرسکتا ہے تمام ملک کو مجبور کرنا مناسب نہین" منصور نے کہا "اگر آپ مجھ سے متفق ہوتے تو مین یہی کرتا"[1]

ایک بار اس نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ! تم سے بھی زیادہ کوئی عالم ہے؟ امام نے فرمایا "ہان" پوچھا "وہ کون ہے"؟ فرمایا "ان کے نام یاد نہین" منصور نے کہا "مین بنو امیہ کے زمانہ مین

---

[1] تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ج ۱ ص ۱۸۹، کتاب الامامہ ابن قتیبہ ج ۲ صفحہ ۱۲۷، مناقب مالک للزواوی صفحہ ۲۴، باختلاف عبارت

طلب علم کرچکا ہون، سب کو جانتا ہون"[1]

امام مالک کے فضل و کمال کا اعتراف منصور نے نہ صرف امام کے سامنے کیا بلکہ پیچھے بھی کرتا تھا، سفیان ثوری اور سلیمان خواص ایک بار منصور سے ملنے گئے، منصور نے خیمہ کے اندر بلایا، سفیان ثوری نے کہا کہ یہ فرش جب تک اٹھایا نہ جائے مین نہین آسکتا، فرش اٹھ گیا تو آیت "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ" اسی خاک سے تم کو پیدا کیا، اور اسی خاک مین تم کو بلائین گے، اور پھر اسی خاک سے تم کو اٹھائین گے" پڑھتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے، منصور آبدیدہ ہوگیا، سفیان ثوری دیر تک بالفاظ سخت نصیحت کرتے رہے، پھر اٹھکر چلے آئے، ابو عبید جو دربار کا ایک عہدہ دار تھا، اس نے کہا: "امیر المومنین ایسے زبان دراز شخص کے قتل کا حکم کیون نہین دیتے؟" منصور نے کہا "خاموش! سفیان ثوری اور مالک بن انس کے سوا کوئی نہین جس کا ادب کیا جائے"

شاید یہ واقعۂ تاریخی تم کو معلوم ہو کہ حضرت علیؓ کے بعد ہاشمیون کے مقابلہ مین جب بنو امیہ نے نمایان کامیابی حاصل کرلی، تو بنو ہاشم نے جن مین بنو عباس، بنو فاطمہ اور عام علویین داخل تھے سب مل کر ایک خلافت ہاشمیہ کے قیام کی مخفی کوششون مین مشغول ہوگئے، اولاً کوششون کا مرکز امامت، خاندانِ فاطمی و علوی تھا، امام حسینؓ کے بعد محمد بن حنفیہ حضرت علیؓ کے غیر فاطمی صاحبزادہ امام ہوے، ان کے بعد ابو ہشام عبداللہ علوی، ابو ہشام کا حمیمہ واقع شام مین انتقال ہوگیا، وہان محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کوئی اور ہاشمی موجود نہ تھا، اس لیے

[1] مناقب للزواوی صفحہ ۲۴، عن ابن ابی حاتم،

Marfat.com

ابو ہشام نے اپنی جانشینی کی وصیت محمد عباسی کے حق مین کی، یہ پہلا دن ہے کہ خلافت کا اوسا خاندانِ علوی سے منتقل ہو کر خاندانِ عباسی مین آتا ہے،

محمد بن علی عباسی نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی، اوران کی جگہ ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد عباسی امام تسلیم ہوے، ابراہیم بن مروان اموی کے ہاتھ گرفتار ہوکر مر گئے یا مارے گئے شیعہ عباسیین نے اس غم مین سیاہ کپڑے پہنے، اوراس وقت سے سیاہ رنگ عباسیون کا نشان ہوگیا، ابراہیم کے بعد ابوالعباس سفاح بنو ہاشم کے سرخیل ہوے، آخر ۱۳۲ھ مین اس کو کوشش نے کامیاب کیا، سفاح نے کامیابی کے بعد حقِ خلافت بنو ہاشم مین سے صرف بنو عباس کے ساتھ مخصوص کر دیا،

ایک طرف تو نئے تاجدار امویون کے استیصال مین ان کی قبرون کی ہڈیان تک اکھاڑ رہے تھے، اور اموی و مروانی چن چن کر جہان ملتے تھے مارے جا رہے تھے، خراسان کی وحشی سپاہ صوبون کی تسخیر اور بغاوتون کے فرو کرنے مین جا و بیجا ہر قسم کے امور کا تمام ملک مین ارتکاب کر رہی تھی، دوسری طرف تخصیصِ خلافت سے فاطمیون اور علویون مین ناراضی پیدا ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کو قسمت کے ان نئے مالکون سے جس امن و صلح و انصاف کی توقع تھی پوری نہ ہوئی تاہم سفاح تک عملاً کوئی ناراضی ظاہر ہوئی، لیکن منصور نے احتیاط یا سوءظن کی بنا، پر فاطمی و علوی سادات کی بیخ کنی شروع کر دی، آخر تنگ آکر انہی سادات مین سے ۱۳۵ھ مین محمد نفس زکیہ نے مدینہ مین علمِ بغاوت بلند کر دیا، اکثر لوگون نے ان کا ساتھ دیا، لیکن تقدیر ساتھ نہ تھی، بڑی بہادری سے میدانِ جنگ مین کر مارے گئے، ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم اس سروسامان سے نکلے کہ منص

بدحواس ہوگیا، چند مہینون کے بعد ابراہیم کی شہادت پر جنگ کا خاتمہ ہوگیا، منصور نے اپنے عمزاد بھائی جعفر کو مدینہ کا والی مقرر کیا،

امام مالک منصور کی ملاطفتون کے باوجود ان تمام کوششون مین حق کے ساتھ تھے، امام صاحب نے فتویٰ دیا کہ "خلافت نفس زکیہ کا حق ہے" لوگون نے پوچھا کہ "ہم منصور کی بیعت پر حلف اٹھا چکے ہین"، امام صاحب نے فرمایا "منصور نے جبراً بیعت لی ہے، اور جو کام جبراً کرایا جائے، شرع مین اس کا اعتبار نہین، حدیث ہے کہ اگر جبراً طلاق کسی سے دلائی جائے تو واقع نہ ہوگی"[1]

طلاق مکرہ کا فتویٰ

جعفر نے مدینہ پہنچکر نئے سرے سے لوگون سے بیعت لی، امام مالک کو کہلا بھیجا کہ آیندہ طلاق جبری (مکرہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دین کہ لوگون کو بیعت جبری کی بے اعتباری و عدم صحت کے لئے سند ہاتھ آئے، امام سے ترکِ حق کی توقع کس قدر بیجا خواہش تھی! امام صاحب بدستور معاملۂ جبری کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے، سلیمان نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ ان کو ستر کوڑے مارے جائین، امام دارالہجرۃ محکمۂ امارت مین گنہگارون کی طرح لایا گیا، کپڑے اتارے گئے، اور شانۂ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پورے کئے، تمام پیٹھ خون آلود ہوگئی، دونون ہاتھ مونڈھے سے اُتر گئے، اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا کہ اونٹ پر بٹھا کر شہر مین ان کی تشہیر کی جائے، امام صاحب باین حال زار بازارون اور گلیون سے گذر رہے تھے، اور زبانِ صداقت نشان بآواز بلند کہہ رہی تھی "جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے، جو نہین جانتا ہے، وہ جان لے کہ مین مالک بن انس ہون، فتویٰ دیتا ہون کہ "طلاق جبری درست نہین"[2]

تعزیر

[1] ان واقعات کیلئے دیکھو کتاب الامامہ ج ۲ صفحہ ۲۸۲، ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۰ [2] طبقات ابن سعد ترجمۂ مالک، مناقب مالک للزواوی

اس کے بعد اسی طرح خون آلودہ کپڑون کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف لائے، پشتِ مبارک سے خون صاف کیا، اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگون سے فرمایا کہ "سعید بن مسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انھون نے بھی مسجد مین آکر نماز پڑھی تھی"[1] یہ تعزیر گو تحقیر کے لئے تھی، لیکن اس نے امام کی عزت و وقار کے پایہ کو اور بلند کر دیا، یہ واقعہ ۱۴۷ھ کا ہے[2]،

منصور کی اعلمی اور ندامت

بقول ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ (اگر وہ کتاب الامامۃ کا مصنف ہے) جعفر والی مدینہ کی یہ حرکت منصور کو پسند نہ آئی، اور فوراً اس کو معزول کر کے بذلت تمام گدھے پر سوار کر کے بغداد طلب کیا، اور امام مالک کو معذرت کا خط لکھا،

دوسرے سال ۱۵۸ھ مین جبکہ تمام حجاز و عراق مین سکون ہو چکا، تو حج کے ارادہ سے منصور حجاز آیا، امام مالک ملنے کو آئے، اور بعض روایتون مین ہے کہ حج سے پہلے خود امام کو بغداد بلایا گئے تو نہایت تعظیم سے ملا اور بوثوق کہا کہ "نہ مین نے تعزیر کی اجازت دی اور نہ مجھے اس کا علم ہوا" امام صاحب نے فرمایا کہ "ہان آپ کو اطلاع نہ ہو گی"۔ اس تمہید کے بعد منصور نے سلسلۂ تقریر اس طرح شروع کیا

منصور کی تقریر

"اے ابو عبداللہ! جب تک آپ زندہ ہین آپ اہلِ حرمین کے ملجا و ماوی ہین، جن مصائب کا ان کو نشانہ بننا چاہئے، صرف آپ کی ذات سے وہ ان سے محفوظ ہین، مجھ کو جہانتک علم ہے ان دونون مقامات کے باشندے نہایت فتنہ جو ہین، اور پھر ان مین اتنی طاقت بھی نہین کہ استقلال سے مقابلہ کر سکین، مین نے دشمن خدا (جعفر) کی نسبت حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ سے بغداد گدھے پر سوار ہو کر جائے، اور اس کو ذلت و ایذا پہنچائی جائے،

[1] تزئین الممالک نقلا عن الخطیب روایۃً عن ابی وہب ص ۱۳ [2] کتاب الانساب للسمعانی ترجمہ "اصبحی"

Marfat.com

خلعت

امام صاحب نے فرمایا" اس انتقام کی حاجت نہین، امیرالمومنین اور پیغمبر خدا صلعم کی قرابت کی خاطر مین اس کو معاف کرتا ہون[1]"، منصور نے خلعت پیش کیا، قاعدہ تھا کہ خلعت کے کپڑے درباری کے کندھے پر رکھدیئے جاتے تھے، حاجب نے یہی عام طریقہ امام صاحب کے ساتھ برتنا چاہا، امام صاحب پیچھے ہٹ گئے، منصور نے حاجب کو ڈانٹا کہ "اس خلعت کو ابوعبداللہ کے فرودگاہ مین پہنچادو"

منصور کی زبان سے تعزیر کا سبب

اس سوال وجواب اور تعظیم کے الفاظ کو چھوڑکر، منصور کے الفاظ دوبارہ پڑھو، نظر آئے گا کہ امام مالک کی تعزیر کن اسباب کا نتیجہ ہے؟ اہل حرمین بغاوت پسند ہین، اور آپ حرمین کے مقتدیٰ اور امام ہین، اس لئے بغیر آپ کے اشارہ کے یہ باتین نہین ہوئین اور پھر منصور کی ستم ظریفی دیکھو کہ باوجود اس علم کے کہ امام سادات کے طرفدار ہین، مدینہ مین جو سادات جرم بغاوت مین قید تھے، ان کے پاس اپنی طرف سے خود امام مالک کو سفیر بنا کر بھیجا[2]،

سادات مجوس کی خدمت میں امام کی سفارت

امام مالک کی طلبی،

منصور کو ایک بار معلوم ہوا کہ علما کو میری حکومت سے ناراضی ہے، اس نے خلاف وقت شب کو ابن ابی ذئب و ابن سمعان فقہاے حجاز اور امام مالک کو طلب کیا، امام صاحب واقعہ سمجھ گئے، زندگی سے ناامید ہوکر غسل فرماکر کفن کے کپڑے پہن کر اور حنوط (مُردون کو لگایا جاتا ہے) مل کر دربار مین آئے، منصور نے کہا اے گروہ فقہا! مجھ کو ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس سے افسوس ہے، حالانکہ تمھارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم میری اطاعت کرتے، اور مجھ کو برا کہنے سے باز رہتے، اگر مجھ مین کچھ عیب ہوتا تو تم مجھ کو نصیحت کرتے"

[1] کتاب الامامۃ ج ۲ ص ۲۹۰ تا ۲۹۷، [2] کتاب العبر ابن خلدون ج ۳ ص ۱۸۹،

Marfat.com

امام صاحب نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! خدائے پاک ارشاد فرماتا ہے، یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (مسلمانو اگر کوئی فاسق تم کو کچھ خبر دے تو اس کی تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ نادانستگی مین بے گناہون کو ستاؤ، پھر اپنے کئے پر تم کو ندامت ہو"۔

منصور کی نسبت اظہار رائے سے انکار

منصور نے کہا اچھا بتاؤ کہ "مین تمھارے نزدیک کیسا ہون"؟ امام نے فرمایا "للہ مجھے اس کے جواب دینے سے معاف کرو"۔ منصور نے ابن سمعان کی طرف رُخ کیا کہ "تم بتاؤ مین کیسا ہون"؟ ابن سمعان بولے "امیر المومنین! آپ سب سے بہتر ہین، حج کرتے ہین، جہاد کرتے ہین، مظلومون کی امداد کرتے ہین، اسلام کی پشت پناہ ہین، عادل ہین"۔ اب منصور نے ابن ابی ذئب سے پوچھا کہ ابن ابی ذئب! تم مجھ کو کیسا سمجھتے ہو"؟

ابن ابی ذئب کی راستگوئی

ابن ابی ذئب نے نہایت دلیری سے کہا، کہ "تم بدترین مخلوق ہو، مسلمانون کی تمام دولت اپنی شان و شوکت مین صرف کرتے ہو، غریبون کو ہلاک اور امیرون کو پریشان کر ڈالا، بتاؤ کل تم خدا کے سامنے کیا جواب دوگے"؟

منصور نے کہا "تم دیکھتے ہو کہ تمھارے سامنے یہ کیا چیز ہے"۔ ابن ابی ذئب نے کہا "ہان ننگی تلوارین دیکھتا ہون لیکن آج کی موت کل کی موت سے بہتر ہے"۔

تھوڑی دیر کے بعد ابن سمعان اور ابن ابی ذئب اٹھ کر چلے گئے، لیکن امام تشریف فرما رہے، منصور نے کہا "مجھے آپ کے کپڑون سے حنوط کی بو آتی ہے"، امام صاحب نے فرمایا اس بے وقت طلب سے مین اپنی زندگی سے مایوس ہو کر آیا تھا، منصور نے کہا "سبحان اللہ ابو عبداللہ! کیا مین خود اپنے ہاتھ سے اسلام کا ستون گراؤن گا!!"[1]

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۷۶ مصر،

Marfat.com

محمد المہدی

اسی سفرِ حج مین حج سے پہلے ۶- ذیحجہ ۱۵۸ھ مین منصور نے انتقال کیا، اور محمد المہدی اُسکا جانشین ہوا، دو سال کے بعد ۱۶۰ھ مین مہدی مع شہزادگانِ خلافت موسیٰ و ہارون حج کے ارادہ سے عازمِ حجاز ہوا، حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آیا، شہر کے قریب پہنچا تو شرفا و علما نے شہر نے استقبال کیا، جن مین امام مالک بھی داخل تھے، مہدی نے امام کو دیکھا، تو ادھر توجہ کی، اور سلام کر کے سینہ سے لگالیا، اس سال حجاز مین سخت قحط تھا، موقع پاکر امام نے فرمایا، امیر المومنین!

اہل مدینہ کے لئے درخواست

اس وقت آپ جس شہر مین جا رہے ہین وہان مہاجرین و انصار کی اولاد آباد ہے، وہ روضۂ نبویؐ کے ہمسایہ ہین، مہدی امام کا مقصود سمجھ گیا اور ۲۵ لاکھ درم امام کے پاس بھیجدیئے کہ تقسیم کر دیجئے، امام صاحب نے رقم اپنے معتمد تلامذہ کے حوالہ کی کہ حسب حاجت لوگون مین تقسیم کر دین[1]، تین ہزار دینار اپنے حاجب اعظم ربیع کے ہاتھ امام کی خدمت مین بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ بغداد میرے ساتھ چلین، امام صاحب نے قاصد سے کہا تھیلیان اب تک سربستہ اسی طرح پڑی ہین، جی چاہے لے جاؤ، لیکن مالک مدینہ نہین چھوڑ سکتا، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون[2]،

مہدی نے سواری بھیجی کہ اس پر سوار ہو کر بارگاہِ خلافت مین آئین، سواری واپس کر دی کہ مین مدینہ مین سوار ہو کر نہین نکلتا، کہ انہی گلیون مین حضرت سرورِ کائنات صلعم پھرتے تھے، پیادہ آئے، بیمار تھے اس لئے بعض مشاہیر علماے مدینہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے، مہدی نے کہا سبحان اللہ! اگر مین یہ خدمت ان سے لینا چاہتا تو شاید ان مین سے کوئی قبول نہ کرتا،

---

[1] کتاب الامام ج ۲ ص ۲۹۰ و مناقب مالک للزواوی ص ۲۰ [2] تذکرۂ ذہبی ج ۱ صفحہ ۱۸۹ .

Marfat.com

مغیرہ نے کہا "امیرالمومنین! مالک جس سے ٹیک لگا کر بیٹھین وہ اس کے لئے شرف ہے"[1]

مہدی نے کہا ایک ایسی کتاب تالیف فرمائیے کہ تمام مسلمانون کو مین اس کے عمل پر مجبور کرون، امام مالک نے افریقہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس حصہ کی تکلیف سے تو مین نے تم کو بچا لیا، شام مین ایک شخص (امام اوزاعی) موجود ہے، اور اہل عراق تو اہل عراق ہین[2]،

مہدی نے اسی سفر مین موطا کی سماعت حاصل کی، بلکہ بعض روایتون مین ہے کہ مہدی ہی کے لئے امام نے موطا لکھی گو یہ صحیح نہین، مہدی نے موسیٰ وہارون اپنے دونون بیٹون کو حکم دیا کہ امام سے موطا سنین، شہزادون نے امام کو بلا بھیجا، امام صاحب نے فرمایا: "علم بیش قیمت شے ہے اس کے پاس خود شائقین آتے ہین"۔ مہدی کی اجازت سے دونون شہزادے خود مجلس درس مین حاضر ہوے، شہزادون کے اتالیق نے کہا، پڑھ کر سنائیے، امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علما، کا دستور یہ ہے کہ طلبہ پڑھین، شیوخ سنین، مہدی کو خبر دی گئی، اس نے کہا کہ ان علما کی اقتدا کرو اور تم خود پڑھو، چنانچہ شہزادون نے خود پڑھا اور امام نے سماعت کی[3]، قرات سے انکار۔

موطا الہادی

مہدی نے ۱۶۹ھ مین وفات پائی، اور اس کی جگہ موسیٰ ملقب بہ ہادی تخت نشین ہوا، موسیٰ کی خلافت کا زمانہ ایک برس ہے، زمانہ شہزادگی کے سوا پھر امام سے اس کو شرف اندوزی کا موقع نہ ملا،

ہارون الرشید

ہادی کے بعد ۱۷۰ھ مین مسند آل عباس پر وہ فرمانروا جلوہ نما ہوا، جس کی نسبت شاعر کہتا ہے،

---

[1] زواوی عن ابی مصعب صفحہ ۱۲۸ [2] زواوی عن ابراہیم بن حمادی الزہری صفحہ ۲، [3] تزئین الممالک عن فضائل مالک لابن فرحون ۴۵،

Marfat.com

فمن یطلب لقاءك اویردہ	فبالحرمین اواقصی الثغور
اے ہارون! جو تیری ملاقات کا طالب ہو	تو اس کو حرمین مین تو ملیگا یا دشمنون کی سرحد پر
ففی ارض العدو علی طمرّ	وفی ارض البریة فوق کور
دشمنون کی سرزمین مین تو صبا رفتار گھوڑے پر	اور ارضِ حرم مین محمل پر

موطا بارگاہِ خلافت مین

اس وقت امام مالکؒ کی تصنیفات تمام ملک مین پھیل چکی تھین، خلافت کے پہلے ہی سال حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ آیا، لوگ پیادہ استقبال و تہنیت کے لئے نکلے، امام صاحب بھی محمل مین سوار ہو کر آئے، ہارون رشید نے امام کو دیکھ کر نہایت خوشی ظاہر کی، اور کہا کہ "آپ کی تصنیفات پہنچین، خاندان کے نوجوانون کو ان کے مطالعہ کی تاکید کی ہے لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ ہم نے ان مین ابن عباسؓ اور علی بنؓ ابی طالب کی روایتین نہین پائین"۔ امام نے فرمایا کہ "اے امیرالمومنین یہ دونون بزرگوار ہمارے شہر مین نہ تھے"۔

علیؓ و ابن عباسؓ سے عدم روایت کا سبب

سنہ ۱۷۴ھ مین رشید، امین اور مامون اپنے دونون شہزادون کو لے کر حج کے لئے آیا، رشید نے امام کو موطا کی املا کے لئے خود سرا پردۂ خلافت مین طلب کیا، امام صاحب نے بدستور انکار کیا اور خود موطا کے بغیر تشریف لائے، رشید نے شکایت کی، امام صاحب نے فرمایا "ہارون رشید! علم تیرے گھر سے نکلا ہے خواہ اس کو ذلیل کر خواہ عزت دے"۔ ہارون رشید متاثر ہوا، محمد امین اور عبداللہ المامون دونون شہزادون کو لے کر مجلسِ درس مین حاضر ہوا، وہان طلبہ کا عام ہجوم تھا، رشید نے کہا "اس بھیڑ کو الگ کر دیجئے"، امام نے فرمایا "شخصی فائدہ کے لئے عام افادہ کا خون نہین کیا جا سکتا"۔ ہارون رشید مسند پر بیٹھ گیا، امام نے فرمایا "امیرالمومنین تواضع پسندیدہ ہے"۔

ہارون و امین و مامون مجلس درس مین،

Marfat.com

ہارون نیچے اتر گیا،

دوسری منزل قرأت وسماعت کی تھی، ہارون نے کہا "آپ قرأت کیجئے"۔ امام نے فرمایا "خلافِ عادت ہے"۔ یہ کہہ کر معن بن عیسیٰ کو اشارہ کیا جو ایک مستعد طالب العلم تھے، اور آگے چل کر بڑے بڑے محدثین کے استاد ہوے، انھون نے قرأت شروع کی، ہارون نے مع شہزادون کے سماعت کی،

مجلسِ حدیث

اس سفر مین شام وعراق وحجاز کے کل علما، ساتھ تھے، قاضی ابو یوسف بھی اس مجمع مین شریک تھے، ہارون رشید نے ان تمام علما کی ایک علمی مجلس منعقد کی، امام صاحب مسندِ تدریس پر رونق افروز ہوے، موطا کا املا، شروع ہوا، ہر مسئلہ کے اختتام پر فقہا و محدثین سکوت کی زبان سے صحت کا اعتراف کرتے جاتے تھے، فقہی معلومات کا ایک دریا تھا، جو زبانِ امامت سے امنڈ امنڈ کر سواحلِ قلوب مین موجین لے رہا تھا،

جب مجلس ختم ہوگئی، اور امام صاحب واپس تشریف لے گئے تو ہارون رشید نے حاضرینِ مجلس کو خطاب کیا:-

"اے فقہاے عراق وحجاز! کیا تم کو ان مسائل مین کچھ کلام ہے جو مالک ابن انس نے اس وقت تم کو سنائے ہین"؟ فقہا نے متفقاً جواب دیا کہ "نہین ہمین ایک مسئلہ کے سوا اور کسی مین کلام نہین ہے"۔ ہارون رشید نے کہا کہ عجب نہین کہ امام مالک کے اس مسئلہ کا مآخذ قرآن ہو،

بہرحال ہارون رشید نے امام صاحب کو بلا بھیجا، امام صاحب تشریف لائے تو ہارون رشید نے کہا "اے ابو عبداللہ! موطا کے ایک مسئلہ سے ان کو اختلاف ہے، آپ اپنے اس مسئلہ کی

Marfat.com

صحت کی دلیل ان کو بتائے"۔ ہارون رشید کو امام صاحب کے ساتھ جو خلوص و اعتقاد ہے اس کو اس سے اندازہ کرو کہ تمام فقہاء کے مقابلہ مین کہتا ہے "اور مین بھی اس مسئلہ مین آپ کے ساتھ ہون"۔ امام صاحب نے قرآن و حدیث سے اس کے دلائل پیش کئے اور سب نے تسلیم کر لیا،

اس کے بعد امام صاحب نے ہارون کی طرف خطاب کیا، "اے امیر المومنین جس طرح آپ نے یہان اس وقت مجھے یاد کیا آپ کے والد نے بھی اسی طرح اور یہین مجھے یاد کیا تھا اور مین نے ان کو حدیثین سنائی تھین"۔ بعد ازان امام صاحب نے مدینہ کے فقراء اور سادات و رسیدون کی طرف توجہ دلائی، ہارون رشید نے زر کثیر سے فقراے مدینہ کی امداد کی،

مسجد نبوی مین ایک منبر تھا جس پر بیٹھکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، اس منبر پر صرف تین زینے تھے، امیر معاویہ نے اس مین چند زینون کا اور اضافہ کر دیا تھا، ہارون رشید نے چاہا کہ زائد زینے نکال کر پھر منبر نبوی اپنی اصلی حالت پر کر دیا جائے، امام صاحب سے مشورہ کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے، کہ اس منبر کی لکڑی کہنہ اور کمزور ہے کہین ایسا نہ ہو کہ تختون کے اوھر اودھر کرنے مین ٹوٹ جائے، اور اصل سبب یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت مدینہ یادگار ہاے رسالت سے معمور تھا، بستر، پیالہ، عصا، موے مبارک، نعلین بہت سی چیزین مدینہ مین تھین لیکن آج مدینہ نے ایک ایک کر کے سب کو کھو دیا، تاراج شدہ سرمایہ سے صرف ایک یہی منبر رہ گیا ہے، جو بھاری ہونے کے سبب سے مسجد نبوی سے کبھی نکلتا نہین، اگر اس مین کہین تین زینے کر دیئے جائین گے تو مجھ کو خوف ہے کہ مسجد نبوی کے بدلے بارگاہِ خلافت نہ اس سے مزین ہو، ہارون رشید بھی اس نکتہ کو سمجھ گیا اور اپنے خیال

Marfat.com

سے باز آیا،[1]

ابو نعیم نے حلیہ مین خود امام مالک سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے چاہا کہ موطا کو خانہ کعبہ مین آویزان کیا جائے اور تمام مسلمانون کو فقہی احکام مین اس کی پیروی پر مجبور کیا جائے، یہ وہ موقع تھا کہ عزت طلب اشخاص کے لئے اس سے زیادہ طلائی موقع ہاتھ نہین آسکتا لیکن امام نے جواب دیا" ایسا نہ کرو خود صحابہ فروع مین مختلف ہین اور وہ ممالک مین پھیل چکے ہین اور ان مین ہر شخص راہِ صواب پر ہے"

امام صاحب نے ہارون رشید کی خلافت مین وفات پائی، امین و مامون، شہزادگی کے عہد مین امام صاحب سے مستفید ہو چکے تھے، ہارون رشید کے نام امام کا ایک رسالہ بھی ہے

ہارون کے نام خط

جس مین امام نے ہارون کو نصائح کئے ہین، اور آداب و سنن کی تعلیم دی ہے، رسالہ مصر مین ۱۳۲۲ھ مین چھپ گیا ہے اور لاہور مین اسکا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے،

ہارون رشید کی اس ملاقات، شہزادون کی حاضری، امام کا ہارون رشید سے آزادانہ مکالمہ اور شہزادون کو درس مین مخصوص و غیر مساویانہ درجہ دینے سے انکار ان مؤثر واقعات نے میرے قلم سے ایک نظم کی صورت اختیار کر لی ہے،

نازشِ دودۂ عباسیہ، ہارون رشید — اک دفعہ شہر مدینہ کا کیا اس نے سفر
ساتھ شہزادۂ مامون و امین دونون تھے — ایک تھا لختِ جگر، دوسرا تھا نورِ بصر
اس زمانہ مین مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ — چشمۂ نورِ ہدیٰ، منبعِ قرآن و اثر حدیث
مجلسِ خاص مگر مسجدِ نبویؐ مین تھی — مسندِ مالکِ ابنِ انس پاک گہر

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۹۰

Marfat.com

یہ وہ تھی بزم جہان قال رسولؐ کے سوا
نہ کوئی اور صدا تھی، نہ کوئی اور خبر

نغمہ سنجانِ ازل دور سے یان مہر بلب
قدسیانِ حرمِ پاک یہان گوش بدر

ہر طرف زمزمۂ حدثنا اخبرنا
ہر طرف شور فگن صل علیٰ خیر بشر

ایک نقطہ پہ یہان جمع تھا سارا عالم
ہند و چین شام و عرب مغرب و مصر و بربر

آرزو تھی یہ خلیفہ کو مدینہ آکر
جائین محروم نہ اس درس سے مرے لخت جگر

پہنچا یہ حکم خلافت سے کہ "اے ابنِ انس
مجمع عام مین جا سکتے نہین میرے پسر

اس لئے آج یہ بہتر ہے کہ املائے حدیث
آپ دین خاص انھین ایوانِ شہی مین آکر"

سُن کے فرمان خلافت کو یہ ارشاد ہوا
"اے خلیفہ! تری تعمیل ضروری ہے مگر

ہے یہ علمِ نبوی تیرے ہی گھر کی دولت
خواہ حرمت اسے دے خواہ اہانت سے اگر

سُن کے ہارون نے دربارِ امامت کا جواب
بھیجا پیغام کہ "خیر آپ نہ آئین گے اگر

خود یہ شہزادے وہان درس مین حاضر ہونگے
لیکن اورون کا نہ ہو بزم مین اس وقت گذر"

مالکِ ابن انس نے اسے کہلا بھیجا
"میرے کاشانہ مین ممکن نہین تمیز بشر

درگہِ خاص نہین، درس گہِ عام یہ ہے
ہو مساواتِ بشر معنیِ اسلام یہ ہے"

وفات

امام صاحب کی عمر شریف اب ۸۱ برس کو پہنچ چکی تھی، نہایت ضعیف اور ناتوان ہو گئے تھے، مسجد نبوی مین آنا، نماز جماعت مین شریک ہونا، اور ادھر اودھر غم و شادی کی تقریبون مین

Marfat.com

آنا جانا تو پہلے سے ترک ہو گیا تھا، لوگ اعتراض کرتے تھے تو فرماتے کہ "ہر شخص اپنا ہر عذر نہین بیان کر سکتا" معن بن عیسیٰ المتوفی ۱۹۸ھ جو امام کے عزیز ترین شاگرد تھے اور جو صحاح کے رواۃ مین داخل ہین، وہ اس وقت امام کے خادم تھے، امام صاحب انہی کا سہارا پکڑ کر چلتے تھے، لیکن اس ضعف و ناتوانی کے عالم مین بھی درس و افتا کی خدمت جاری تھی، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی مصمودی امام اندلس جب دوسری بار مصر سے لوٹ کر مدونہ کی سند لینے کے لئے آئے تھے تو امام صاحب بستر مرض الموت پر تھے،

اتوار کے روز بیمار پڑے، اور تقریباً تین ہفتہ تک بیمار رہے، مرض کی شدت مین کوئی تخفیف نہ ہوئی، لوگون کو یقین ہو گیا کہ اب وقت آخر ہے، مدینہ کے تمام علما و امرا آخری دیدار کے لئے جمع ہو گئے، یحییٰ اندلسی کا بیان ہے کہ مجھے تو اپنی محرومی کا رونا ہی تھا، وہ لوگ بھی جو مدتون امام کی ملازمت کا شرف حاصل کر چکے تھے، وہ بھی روتے تھے، تلامذہ کے علاوہ حدیث و فقہ کے ۱۶۰ علما مودب با چشم گریان آس پاس بیٹھے تھے،

امام کی حرکت آہستہ آہستہ سرد ہو رہی تھی، آنکھون سے آنسو جاری تھے، قعنبی جو امام کے اخص تلامذہ مین تھے، وہ اسی وقت حاضر ہوئے، اور گریہ کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ "قعنبی! مین نہ رؤون تو کون روئے، اے کاش! مجھ کو میرے ہر قیاسی فتویٰ کے بدلہ ایک کوڑا مارا جاتا، اور مین فتویٰ نہ دیتا" گریہ جاری تھا، لب متحرک تھے کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا، اب بھی اسی طرح ارد گرد طلبا، و علما کا ہجوم تھا لیکن صدر نشین بزم اب حیات جاوید کے بستر پر آرام کر رہا تھا،

امام صاحب بروایت صحیحہ ۹۳ھ مین پیدا ہوے، اور ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو انتقال

فرمایا، ۸۶ برس کی عمر شریف پائی، ۱۱۷ھ مین مسندِ درس پر قدم رکھا تھا، ۶۲ برس تک علم و دین کی خدمت مین مصروف رہے،

جنازہ مین ایک خلقت کا ہجوم تھا، والیِ مدینہ عبداللہ بن محمد ہاشمی خود پیادہ پا شریک تھا، اور نعش اٹھانے والون مین خود وہ بھی داخل تھا، جنۃ البقیع مدینہ مین ایک مشہور مقام ہے، یہان صرف وہ لوگ بستے ہین جو حیاتِ اولیٰ کے منازل طے کر چکتے ہین، اسلام کے ارکانِ عظام ام المومنین عائشہؓ، حضرت عثمانؓ، امام حسینؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حفصہؓ اور دیگر اعلامِ اسلام اسی خاک مین مدفون ہین، امامِ مدینہ کا جسدِ مبارک بھی اسی خاک کو سپرد ہوا[1]،

عمر بن سعد انصاریؓ نے اس وقت یہ شعر کسی کو خواب مین پڑھتے سنا،

لقد اصبح الاسلام زعزع رکنہ	غداۃ ثوی الھادی لدی ملحد القبر
اسلام کے ستون ہل گئے	جس صبح کو کہ رہنما قبر مین آسودہ ہوا
اما والھدی ما زال للعلم صائنا	علیہ سلام اللہ فی اٰخر الدھر
وہ ہدایت کا پیشوا اور علم کا ہمیشہ محافظ رہا	اس پر تا قیامت خدا کا سلام ہو

دور دراز شہرون اور ملکون کے علما کو جب امام کی وفات کی خبر پہنچی تو ہر جگہ ان کا ماتم کیا گیا، کوفہ مین سفیان بن عیینہ کو جب معلوم ہوا تو ان پر سکوت طاری ہو گیا، اور جب بولے تو یہ بولے کہ ما ترک علی وجہ الارض مثلہ روے زمین پر مالک نے اپنی مثال نہین چھوڑی، حماد بن زید نے کہا،

[1] ان بیانات کیلئے دیکھو ابن خلکان ترجمہ مالک بن انس تزئین الممالک ص ۱۴، مصر بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی،

Marfat.com

رحمہ اللہ کان من الدین بمکان — خدا ان پر رحم کرے، مذہب مین ان کا بڑا رتبہ تھا

امام کا غم ۳۲۲ سال کے بعد بھی پاک دلون سے کم نہ ہوا تھا، ابو محمد جعفر قاری بغدادی المتوفی سنہ ۵۰۰ھ نے امام کا مرثیہ کہا[1]،

سقی جدثا ضم البقیع بمالک	من المزن مرعاد السحائب مبراق
بجلی اور کڑک کیساتھ برسنے والے بادل	اس قبر کو سیراب کرین جو مالک کو اپنے آغوش مین لیے ہے
امام موطاہ الذی طبقت بہ	اقالیم فی الدنیا فساح وافاق
وہ امام جسکی وہ موطا ہے جس پر دنیا کے	وسیع ملکون اور گوشون نے اتفاقِ عام کیا ہے
اقام بہ شرع النبی محمد	لہ حذر من ان یضام واشفاق
وجس نے اپنی موطا کے ذریعہ پیغمبر کی شریعت کو	درست کیا اور جسکو اسکا ڈر تھا کہ اس شریعت پر کہین ظلم نہ ہو
لہ سند عال صحیح وھیبۃ	فللکل منہ حین یرویہ اطراق
اسکی سند بلند اور صحیح ہے اور اس مین ہیبت ہے	جب وہ اسکی روایت کرتے ہین تو سب بغور سنتے ہین
واصحاب صدق کلھم علم فسل	بہ الفھم ان انت ساءلت حذاق
اسکے بہت سے شاگرد رشید ہین جنمین ہر ایک مشہور ہے	؟
ولو لم یکن الا ابن ادریس وحدہ	کفاہ الا ان السعادۃ ارزاق
اگر امام شافعی کے سوا کوئی اور ان کا شاگرد نہ ہوتا	تو ان کیلئے بھی فخر کافی تھا، ہان خوش بختی بھی روزی ہے

امام کی تاریخ پیدائش و وفات پر یہ قطعہ مشتمل ہے،

[1] ابن خلکان ترجمہ مالک بن انس،

Marfat.com

فخر الائمۃ مالک — نعم الامام لسالک

مالک ائمہ کے فخر ہین — پیرو کے لئے بہترین پیشوا ہین

مولدہ "نجم ھدی" — وفاتہ "فازمالک"

ان کی تاریخ پیدائش ہدایت کا ستارہ ہی ۹۳ھ — اور ان کی تاریخ وفات یہ ہی کہ مالک کامیاب ہوئے ۱۷۹ھ

اخلاق وعادات وحالات ذاتی

مقدس بزرگون کی اخلاقی صورت پر مبالغہ آمیز روایات کے اتنے پردے پڑجاتے ہین کہ حقیقتِ حال کا چہرہ مخفی ہوجاتا ہے، حالانکہ بزرگانِ سلف کی تاریخِ زندگی مین یہی ایک باب ہے جو نسل مستقبل کے لئے آثارِ ہدایت ہے، لیکن بحمداللہ امام کی زندگی مبالغہ کی آمیزش سے پاک ہے!

طاعت الٰہی

امام کا شمار عبّادِ زمانہ[1] مین تھا، درس وافتا سے جو فرصت ملتی وہ زیادہ تر عبادت اور تلاوت مین صرف ہوتی، امام کی خواہر محترمہ سے کسی نے پوچھا کہ امام مالک گھر مین کیا کرتے ہین تو جواب دیا کہ ان کے دو کام ہین "المصحف والتلاوۃ"[2] امام صاحب کی صاحبزادی سے منقول ہے کہ امام جمعہ کی شب عبادت وطاعت مین مشغول رہتے تھے، امام صاحب کے بھانجے ابن ابی یونس سے روایت ہے کہ امام مہینہ کی پہلی تاریخ کو شب زندہ دار رہتے تھے[3]

حبِّ رسول

امام، حضرت سرورِ کائنات صلعم کا بیحد ادب کرتے تھے، جب نامِ مبارک زبان پر آتا، چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا، لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ ہم نے جن ارواحِ طیبات کی زیارت

[1] کتاب الفہرست ابن ندیم ذکر عباد، [2] مناقب مالک للزواوی عن ابی ذہب ص ۳۳ [3] تزئین الممالک عن الخطیب ص ۱۸،

کی ہے، ان کی حالت مجھ سے بھی بڑھ کر تھی[1]،

مسجد نبویؐ جس کے ایک حجرہ مین روضۂ انور ہے، اس مین شور وغل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانۂ نبوت سے گستاخی ہے، کلام نبوی اس وقت تک زبان پر نہین آتا، جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب بیٹھ نہ لیتے، امام کے اصطبل مین کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیون مین سوار ہو کر نہ نکلے، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدوم نبویؐ سے مشرف ہوئی ہے اس کو مین جانورون کے سمون سے روندون[2]"، ذات نبویؐ کی محبت اور حدیث نبویؐ کے شغل وانہماک کے سبب سے کوئی ایسی شب نہ گذرتی جس مین عالم رویا مین زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا[3]،

حب مدینہ

امام کو مدینہ سے غایت درجہ محبت تھی، بجز سفر حج کبھی مدینہ سے باہر نہین نکلے، منصور نے بغداد کی سکونت کے لئے درخواست کی، پذیرائی نہ ہوئی، مہدی نے ۳ ہزار دینار بھیجے، اور پھر کہلا بھیجا کہ بغداد کا عزم کیجئے، فرمایا "اشرفیان علی حالہا رکھی ہین، جی چاہے تو لیجاؤ، مگر مالک سے مدینہ نہین چھوٹ سکتا[4]"، بقول نبوی المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون انتہاے محبت ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہین[5]،

فیاضی

آج علماء کا بخل وافلاس دیکھ کر کون نتیجہ نکال سکتا ہے کہ علماے سلف کی فیاضیان شاہانہ

---

[1] مناقب مالک للزواوی عن حصب بن عبداللہ ص ۳۳ [2] ابن خلکان ص ۴۳۹ ترجمۂ مالک ج ۱ مصر، [3] تزئین عن ابی نعیم والخطیب ص ۱۲ [4] تذکرۂ ذہبی ج اول ص ۱۹۰ حیدر آباد [5] اعلام علماء الاعلام لعبدالکریم بن محب اللہ مکی، ص ۳ قلمی کتب خانہ بانکی پور،

Marfat.com

فیاضیون سے کم نہ تھین، ربیعہ نے اپنی تعلیم پہ ۳۲ ہزار دینار صرف کئے، امام ابو حنیفہ طلبہ کو درہم و دینار کے کیسہ حوالہ کر دیتے تھے، امام لیث مصری اپنی دولت کا کثیر حصّہ ان مصارف پر صرف کرتے تھے، امام مالک کی فیاضی بھی کم نہ تھی، ایک بار امام شافعی کو لے کر اصطبل کا ملاحظہ کر رہے تھے، امام شافعی نے بعض گھوڑون کی تعریف کی، امام صاحب نے تمام اصطبل ان کی نذر کر دیا[1]، ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرماتے تھے،

مہمان نوازی

مہمان نوازی ایک عرب کا خاصّہ اور ایک مومن کا فرض ہے، لیکن امام صاحب کا میزبانانہ اخلاق اس سے بھی زیادہ تھا، امام شافعی جو طلبِ علم کے لئے امام کے گھر اترتے تھے، امام ان کے لئے ہاتھ سے خوان اٹھا کر لاتے تھے، صبح کی نماز کے لئے اپنے ہاتھ سے پانی لا کر رکھتے تھے، وقتِ رخصت باایں ہمہ ضبط و خودداری، خود بازار تک جا کر سواری کرایہ کر دی، اور ایک کیسہ زرِ زادِ راہ کے لئے عنایت کیا[2]،

استقلال

استقلالِ طبع ایک فضلِ الٰہی ہے، کوفہ کی جامع مسجد مین ایک بار خارجی شمشیر بکف گھس آئے تمام لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن امام ابو حنیفہ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، ایک بار کا واقعہ ہے کہ موزہ مین بچھو تھا، امام مالک نے بیخبری مین پہن لیا، مجلسِ درس مین آکر بیٹھ گئے، بچھو نے نیش مارا، اور پھر علی التواتر ستر بار نیش مارا لیکن آدابِ مجلس کے خیال سے امام نے پہلو تک نہ بدلا، چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہو رہا تھا، اختتامِ درس کے بعد عبد اللہ بن مبارک نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ موزہ مین بچھو ہے[3]،

[1] توالی التاسیس معالی ابن ادریس لابن حجر [2] مرأت الاوراق ابن حجہ حموی ج ۱ ص ۲۰۰ [3] ابن خلکان ترجمہ مالک و عام کتب

Marfat.com

حلم وعفو

خودداری اور جلالتِ شان کے ساتھ حلم وعفو جو ایک گران قدر جوہر ہے، اکثر جمع نہین ہوتا، لیکن امام مین یہ دونون صفتین مجتمع تھین، ایک طرف تو منصور ورشید جیسے قہار سلاطین کو آپ ڈانٹ دیتے ہین، دوسری طرف آپکے شانۂ مبارک پر ذلیل ہاتھون سے کوڑا مارا جاتا ہے تو آپ انگیز کرتے ہین، اور منصور جب مجرم کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو آپ فرماتے ہین کہ مین نے معاف کیا،

امام کے شاگرد خاص معن بن عیسٰی بیان کرتے ہین کہ ابن سرحون نامی ایک شاعر امام صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ مین نے ایک دو شعر مین آپ کا ذکر کیا ہے، مین اس گستاخی کی معافی چاہتا ہون، امام صاحب سمجھے کہ میری ہجو مین کچھ شعر کہے ہون گے، فرمایا، کچھ مضائقہ نہین اس نے کہا مین وہ شعر سنانا بھی چاہتا ہون، امام صاحب کا چہرہ سرخ ہوگیا لیکن زبانِ حلم سے فرمایا کہ سنا بھی لو، شعر پڑھے تو اس کا مفہوم یہ تھا، کہ "مدینہ کے مفتی مالک سے پوچھ لو کہ کیا محبت بھی کوئی گناہ ہے؟" امام صاحب نے بہ متانت فرمایا کہ "مین نے یہ فتویٰ نہین دیا"[2]

حق گوئی و آزادی

علماے سلف کی مشترک صفت یہ تھی کہ وہ نطقِ حق مین بیباک ہوتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا، گذشتہ صفحات کے پڑھنے والون کو معلوم ہے، کہ امام صاحب برابر خلفاء کے دربار مین آمد ورفت رکھتے تھے، بعض لوگون کو اس پر اعتراض تھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "اگر نہ جاؤن تو نطقِ حق کا موقع[3] کہان ملے؟" تم نے پڑھا ہوگا کہ ایک بار منصور نے چند فقہا کے ساتھ امام مالک کو بلا بھیجا، اور پوچھا کہ تم لوگ مجھ کو کیا سمجھتے ہو، سب سے ولیز آلتقریر ابن ابی ذئب نے کی، امام نے فرمایا کہ مجھ کو اس کے جواب سے معاف کرو، یہ سکوت

[1] کتاب الامامۃ ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۰۶ مصر [2] طبقات سبکی ج ۶ ص ۵۲ مصر [3] مناقب مالک للزواوی ص ۳۱ مصر

وتعلل بھی نطق بیّن سے کم نہین،

امام کو کوڑے مارے گئے، لیکن کیون؟ اس لئے کہ حق کے اظہار مین انھون نے حکومت کی پروانہ کی، ایک بار منصور نے مسجد نبوی مین زور وشور سے مناظرہ شروع کیا، فرمایا کہ ادب ملحوظ رہے لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ، عباسیون کے مقابلہ مین محمد نفس ذکیہ نے جب علم بلند کیا تو آپ نے علی الاعلان فتویٰ دیا کہ خلافت، محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، عباسیون نے زبردستی بیعت لی ہے،

خودداری

علم کی شان یہ ہے کہ اس کی جلالت ملحوظ رکھی جائے، کہ اہل علم لوگون مین معزز ہون، اور لوگون کو اکتساب علم کا ذوق پیدا ہو، امام مالک اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے، اس سے پہلے کئی بار گذر چکا ہے کہ امام صاحب مجلس درس مین کس وقار ومتانت اور خودداری کیساتھ بیٹھتے تھے، لوگ اعتراض کرتے تو فرماتے کہ ارید ان اُجلّ العلم یعنی" مین چاہتا ہون کہ علم کی شان بڑھاؤن"۔ بڑے بڑے امرا اور حکام آستانۂ امامت پر حاضر ہوتے ہوے کانپتے تھے، پڑھا ہوگا کہ رشید نے اپنے خیمہ مین املاے حدیث کے لئے بلایا تو فرمایا کہ" لوگ علم کے پاس آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا" رشید خود آیا تو مسندِ درس پر بیٹھنا چاہا، فرمایا تو اضع فجب ہے، رشید نے کہا، آپ پڑھئے، امام نے فرمایا اپنی یہ عادت نہین[1]،

منصور کے دربار کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی دربار مین آتا تو خلیفہ کے ہاتھون کو بوسہ دیتا امام نے کبھی یہ ذلت گوارا نہ کی،

---

[1] مناقب مالک للزواوی ۲۹،

Marfat.com

انصاف پسندی

لیکن اس خود داری، اس جلال، اس اظہارِ حق سے زیادہ گران قیمت اور مشکل الحصول شے انصاف پسندی ہے، اور وہ بھی اپنے نفس کے مقابلہ مین، جس مسئلہ پر عبور نہ ہوتا بہ متانت فرمادیتے کہ "مجھے نہین معلوم" شاید اس مختصر فقرہ کی قدر عام لوگون کی زبان سے نہ سمجھی جائے، لیکن فرض کرو کہ ایک شخص جاہ و حشمت اور کمالِ شہرت و ادعاے علم کے ساتھ مسندِ درس و افتا پر متمکن ہے، طلبہ و اہلِ علم کا ہر طرف حلقہ ہے، دور و دراز ممالک سے لوگ آآکر مسائل و فتاویٰ پوچھتے ہین، اس وقت ارباب اخلاقِ طاہرہ کے سوا کس کی طاقت ہے کہ "نہین" کہے، امام کے ایک شاگرد کا قول تم اس سے پہلے پڑھ چکے ہو کہ اگر مین امام کے "نہین معلوم" کو لکھا کرتا تو تختیان بھر جاتین

ابن القاسم امام کے ایک شاگرد نے کہا کہ مصر کے علما، بیع و شراء کے مسائل مین بڑی مہارت رکھتے ہین، امام مالک نے پوچھا، انھون نے کس سے ان کی تعلیم پائی، ابن القاسم نے کہا کہ آپ سے، فرمایا کہ مجھے تو خود ان مین دخل نہین[1]،

اہلِ علم کی عزت

اس سے پہلے گذرا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید مجلسِ درس مین آیا تو مسند سے نیچے اتر کر اس کو بیٹھنا پڑا، لیکن ایک بار امام ابو حنیفہ تشریف لائے تو آپ نے اس قدر تعظیم کی کہ ان کے لیے اپنی چادر فرش پر بچھائی، وہ اٹھ گئے تو طلبہ سے کہا کہ یہ عراق کے ابو حنیفہ ہین، جو اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہین تو کر سکتے ہین، اس کے بعد کوفہ کے محدث سفیان آئے تو ان کی بھی تعظیم کی لیکن اس سے کم، ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ لوگون کو علی قدرِ مراتب عزت کرنی چاہیے،

عبدالرحمٰن بن قاسم آپ کے شاگرد تھے، لیکن جب ان کو خط لکھتے تھے تو "فقیہ مصر"

[1] مختصر جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۱۲۵، مصر،

Marfat.com

لکھا کرتے تھے، ایک بار قعنبی محدث آپ کے نامور شاگرد مدینہ آرہے تھے، امام صاحب اپنے تلامذہ کو لے کر خود بہ نفس نفیس اُن کے استقبال کو شہر سے باہر نکل آئے[1]،

حلیہ

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا، رنگ سرخ و سپید، قد بالا، بدن بھاری، پیشانی کشادہ، آنکھین بڑی، ناک اونچی، داڑھی بڑی اور گھنی، سر مین قدرۃً بال نہ تھے، مونچھون کو بہت چھوٹی کرانا ناپسند کرتے تھے، خضاب کا استعمال نہین کیا،

پوشاک

مزاج مین صفائی اور نزاہت غایت درجہ تھی، ہمیشہ نفیس اور بیش قیمت پوشاک زیبِ بدن فرماتے تھے، بعض لوگ اس پر ٹوکتے تو فرماتے کہ "مین اس شہر (مدینہ) کے جس عالم سے ملا اس کو خوش پوشاک پایا، امام صاحب کو اپنے کپڑون کا خاص اہتمام تھا، عدن کے کپڑے اس زمانہ مین مشہور اور بیش قیمت ہوتے تھے، وہان سے اپنے لئے کپڑے منگواتے تھے[2]، کبھی کبھی مرو کے بنے ہوے کپڑے بھی استعمال کرتے[3]،

خوشبو کا استعمال

خوشبو کا استعمال ہمیشہ کرتے تھے، عود کی انگیٹھیان جلتی رہتی تھین، کپڑے خوشبو سے بسے رہتے تھے، جس گلی سے ایک بار نکل جاتے، دیر تک اس مین خوشبو پھیلی رہتی، اور اکثر فرماتے کہ خدا نے جس کو نعمت دی ہو اس کے آثار اس پر نہ ظاہر ہون، مین یہ پسند نہین کرتا، کبھی کبھی طیلسان بھی استعمال کرتے جو اس زمانہ مین علماء کی نشانی تھی، عمامہ جب زیبِ سر فرماتے شملہ گلے مین لپیٹ کر داہنے یا بائین شانہ پر ڈال لیتے، ہاتھ مین ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس کے سیاہ پتھر کے نگینہ پر حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نقش تھا،

---

[1] تذکرۂ ذہبی ج ۱ ص ۱۵۳ [2] ابن ندیم، مطبوعۂ یورپ ص ۲۸۸، [3] مرأۃ الجنان یافعی ذکر مالک،

Marfat.com

امام کو جو خصوصیاتِ شرف حاصل تھین، ان مین یہ کیا کم ہے کہ مدینہ مطہرہ کی خاکِ پاک جسمِ مبارک کا عنصر تھی، لیکن اس سے بھی زیادہ مزید شرف یہ ہے کہ مسکن وہ تھا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مکان تھا، اور مجلس و نشستگاہ وہ تھی جو حضرت عمر فاروقؓ کا دولتخانہ تھا، یہین اکثر املاے حدیث کی مجلسین منعقد ہوتی تھین، اس بنا پر امام مالک نہ صرف علم معارفِ فاروقی کے وارث تھے، بلکہ ان کی جائداد ظاہری کا بھی خدا نے انھین وارث بنایا،

Marfat.com

تصنیفات

اس عہد میمون مین تصنیف و تالیف کی ابتدا ہو چکی تھی، امام کے دستِ مبارک سے جو کتابین ترتیب پائی ہین یا ان کی طرف منسوب ہین وہ حسب ذیل ہین، موطا[1]، رسالہ[2] مالک الی الرشید، احکام[3] القرآن، المدونۃ[4] الکبریٰ، رسالۃ[5] مالک ابی ابن مطرف، رسالۃ[6] مالک ابی ابن وہب، کتاب[7] الاقضیہ، کتاب[8] المناسک، تفسیر[9] غریب القرآن، کتاب[10] المجالسات عن مالک، تفسیر[11] القرآن[1]،

۱- موطا کی نسبت مفصل بحث آگے آئے گی،

موطا مین اور ان تمام تصنیفات مین امتیاز اوّل یہ ہے کہ موطا کی روایت امام کے تمام تلامذہ نے کی ہے اور بقیہ رسائل و کتب صرف بعض تلامذہ کی روایت سے ثابت ہین،

۲- رسالۃ مالک الی الرشید- یہ خلیفہ ہارون رشید کے نام خط کے طور پر ۲۲ صفحہ کا ایک رسالہ ہے جس مین امام نے خلیفہ کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی و اخلاقی نصائح کئے ہین، امام سے اس رسالہ کی روایت ابن حبیب نے کی ہے، رسالہ کا طرز بیان نہایت قدیم ہے اور

[1] ان کتابون کے نام مختلف مصنفین نے لکھے ہین، جن کی تفصیل آگے آتی ہے،

Marfat.com

موطا کے طرز روایت سے نہایت مشابہ ہے، بعض علماء نے اس بنا پر اس کی نسبت امام صاحب کی طرف کرنے سے انکار کیا کہ اس مین بعض ضعیف و منکر حدیثین ہین لیکن اصل یہ کہ اخلاقیات مین محدثین اس قدر احتراز نہین کرتے تھے، ابن ندیم نے الفہرست مین امام کے انتساب سے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے[1]، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی کے اوائل مین یہ رسالہ موجود تھا، یہ رسالہ چھپ گیا ہے، اور لاہور مین کسی نے اس کا ترجمہ بھی چھاپا ہے،

۳- احکام القرآن، یہ خود امام کی تصنیف نہین ہے، بلکہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور ماہر علوم قرآن علامہ ابو محمد مکی بن ابی طالب الاندلسی المتوفی ۴۳۷ھ کی تالیف ہے، علامۂ موصوف نے امام مالک سے جو احکام قرآن یعنی آیات احکامیہ کی تفسیرین مروی تھین ان کو یکجا کر دیا ہے، اسی لئے اس کا نام "کتاب الماثور عن مالک فی احکام القرآن" ہے،

۴- المدونۃ الکبریٰ فقہ مالکی کی ایک ضخیم کتاب ہے، بعض لوگ اس کو خود امام کی تصنیف سمجھتے ہین، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن بن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ امام کے ایک شاگرد کی تصنیف ہے، لیکن اس لحاظ سے امام کی تصنیف کہنا درست ہے کہ یہ کتاب درحقیقت امام کے "ملفوظاتِ فقہیہ" کا مجموعہ ہے، ابن قاسم نے خود امام کے زمانہ مین مدینہ سے واپس آکر امام کے مجتہدات و فقہیات کو ایک کتاب کی صورت مین مدوّن کرنا شروع کیا تھا، و شاید اسی زمانہ مین ختم بھی ہو گئی تھی، کیونکہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی دوسری بار مصر سے مدونہ ابن قاسم کو خود امام سے سننے کے لئے آئے تھے، لیکن افسوس کہ امام اس وقت بستر مرض پر تھے[2]،

[1] ابن خلکان ذکر مکی بن ابی طالب ج ۲ ص ۱۲۰، مصر [2] ابن خلکان ترجمہ عبدالرحمان بن قاسم و یحیی بن یحیی کثیر المصمودی،

Marfat.com

ین مدونہ چھپ گئی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے،

۵-رسالہ مالک الی ابن مطرف غسان بن محمد بن مطرف کے نام "فتوی" کی بحث پر ایک رسالہ ہے، خالد بن نزار اور محمد بن مطرف تلامذۂ امام نے اسکی روایت کی ہے،

۶-رسالہ مالک الی ابن وہب امام کے شاگرد رشید ابن وہب کے نام سے مسئلہ قضا و قدر پر ایک مشہور رسالہ ہے، قاضی عیاض نے اس رسالہ کی تعریف کی، اور لکھا ہے وھو من خیار الکتب فی ھذا الباب الدال علی سعۃ علمہ بھذا الشان،

۷-کتاب الاقضیہ بعض قاضیون کے لئے امام نے یہ رسالہ لکھا، غالبًا اس مین عہدۂ قضا کے متعلق اصول و ہدایات ہون گے، امام کے ایک شاگرد عبداللہ بن حلبیل نے اس کی روایت کی ہے،

۸-کتاب المناسک ابوجعفر زہری امام کے ایک دوست کا بیان ہے کہ امام مالک کی سب سے بڑی تصنیف کتاب المناسک تھی جس مین حج کے احکام و مسائل تھے،

۹-تفسیر غریب القرآن اس کتاب کی روایت خالد بن عبدالرحمان مخزومی نے امام سے کی ہے،

۱۰-کتاب المجالسات عن مالک ابن وہب امام کے تلمیذ رشید نے امام کے مجالسِ صحبت مین حدیث و آثار و اخلاق کے جو متفرق فوائد و نکات سنے، اس رسالہ مین ان کو جمع کیا ہے، حافظ سیوطی نے یہ رسالہ دیکھا تھا،

۱۱-تفسیر القرآن قرآن مجید کی تفسیر بروایت احادیثِ مسندہ ہے، حافظ سیوطی نے

Marfat.com

اس کو دیکھا تھا، اور اس کی تعریف کی ہے، لیکن یہ مشکوک ہے کہ آیا یہ خود امام کی تالیف ہے یا کسی شاگرد نے امام سے اس کی تعلیق کی ہے،

۱۲- کتاب المسائل ان رسائل و کتب کے علاوہ امام کی اور بھی تصنیفات تھین، محدث خطیب نے تاریخ بغداد مین لکھا ہے کہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے، جس کی نسبت اس نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے[1]،

موطا

امام کی اصلی تصنیف "موطا" ہے، جو قرآن پاک کے بعد کتب خانۂ اسلام کی دوسری کتاب ہے، اوّل کلامِ خدا ہے، اور ثانی کلامِ رسول (صلعم)

تدوین احادیث ہجرت کی پہلی صدی تک احادیثِ نبوی کے گنجینے مقدس سینون مین مدفون رہے اور متفرق طور سے علیحدہ علیحدہ ہر شیخ کے پاس تحریری یادداشت کا مجموعہ تھا، قرنِ اوّل کے خاتمہ پر جب صحابہ کے بعد پہلی نسل (تابعین) پیدا ہو رہی تھی، خلیفہ عمر بن عبد العزیز المتوفی ۱۰۱ھ سریر آرائے خلافت ہوے، حضرت عمر بن عبد العزیز جس شان کے خلیفہ تھے، اسی شان کے محدث بھی تھے، چنانچہ علامۂ ذہبی نے حفاظ مین آپ کو جگہ دی ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز کی یہ علمی جلالت کیا کم ہے کہ امام مالک موطا مین ان کے فتاوی سے استدلال کرتے ہین، احادیث کی تدوین بصورتِ کتاب کی ابتدا اسی خلیفۂ اعظم کے

[1] ان تمام حوالون کے لئے دیکھو تزئین الممالک، ص ۴۰-۴۱،

Marfat.com

اشارہ سے ہوئی ہے، اور سب سے پہلے مدوّنِ حدیث ابوبکر بن حزم المتوفی سنہ ۱۱۰ھ ہین،

ابوبکر بن حزم کے بعد محمد بن شہاب الزہری جو تمام محدثین کے امام ہین، حدیث کے دوسرے مدوّن ہین، ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ تیسرے درجہ پر ہین، پہلا نسخہ جو ابوبکر کے ہاتھ سے طیار ہوا تھا، عموماً صحابہ کے فتوون پر مشتمل تھا، امام زہری کا نسخہ حدیث ابواب وفصول پر منقسم نہ تھا، ربیع اور سعد کے نسخون کا ہر باب علیحدہ تھا،

سنہ ۱۳۲ھ ایک نئے دور کی بنیاد ہے، خلافتِ امویہ مٹ کر خلافتِ عباسیہ قائم ہوتی ہے، اسی کے پس وپیش عہد مین سینکڑون مجموعہاے حدیث مدون ہوئے اور موطا کی تالیف کا بھی یہی زمانہ ہے،

یہان پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر صحابہ تعلیم وارشاد وجہاد وغزا کی نیت سے تمام بلاد مفتوحہ مین پھیل گئے تھے، حضرت جابرؓ مکہ مین، حضرت ابودرداءؓ اور ابوذرؓ شام مین، عقبہ بنؓ عامر مصر مین، بریدہؓ خراسان مین، حضرت علیؓ وعبداللہ بنؓ مسعود کوفہ مین، وقس علیٰ ذلک، لیکن صحابہ کا گروہِ عظیم جن مین اکابر واجلۂ فقہا داخل تھے، مدینہ ہی مین رہا، یہ مقدس گروہ جہان تھا، اپنے مرئیات ومسموعات کی روایت کرتا رہا، ان کے بعد ان مقامات وبلاد کے علماے تابعین ان کے مرویات وعلوم کے وارث ہوئے، دوسری صدی کے اواخر تک یہ علوم روایۃً وتحریراً اسی طرح منتشر رہے، ان کا مرکز اوّل مدینہ، اور مرکز ثانی مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق تھا، امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک پہلے شخص ہین، جنھون نے معلومات کے لحاظ سے، اور امام احمد بن حنبل وامام بخاری نے

تحریر و تدوین مین ان کو یکجا کیا،

امام مالک کا عہدہ وہ ہے جب یہ معلومات تمام بلاد اسلامیہ مین منتشر تھے، اسی لحاظ سے امام مالک کے عصر مین جن مجموعہاے حدیث کی تدوین ہوئی وہ صرف اپنے اپنے حدود ملکی کے اندر محدود تھے، ابن جریج نے مکہ مین، اوزاعی نے شام مین، سفیان ثوری نے کوفہ مین، ابو سلمہ حماد نے بصرہ مین، ہشیم نے واسط مین، معمر نے یمن مین، ابن مبارک نے خراسان مین، جریر بن حمید نے رے مین حدیثین جمع کین، لیکن مرکز نبوت اور مہبطِ وحی کی حدیثون کی جمع و ترتیب جو علومِ نبوی کا سب سے بڑا گنجینہ تھا، جس سعادت اندوز کی قسمت مین تھی وہ امام مالک ہین[1]،

موطا | موطا علومِ مدینہ کا مجموعہ ہے، جہان ان زر و جواہر کی اصلی کان تھی، تمام اکابر صحابہ و اعاظم تابعین جن کا ذکر بتفصیل اوپر کئی بار گذر چکا ان کا مسکن یہی شہر مبارک تھا، اور اسی لئے یہ صحیفۂ مقدس انہی بزرگون کی روایات و فتاوی پر مبنی ہے، اس بنا پر یہ صحیفہ حقیقت مین صحیح ترین، موثق ترین اور کامل ترین احکامِ اسلامیہ کا مجموعہ ہے[2]،

تالیفِ موطا | یہ ظاہر ہے کہ امام مالک ہمیشہ مدینہ ہی مین قیام فرما رہے اس لئے اس تالیف کا مقام معلوم ہے، لیکن صحیح زمانہ نہین معلوم، بقرائن معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۰ھ سے سنہ ۱۴۰ھ تک کا زمانہ ہے، سنہ ۱۳۰ھ سے زوالِ بنی امیہ کی تاریخ شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے تصنیف و تالیف کا شغل عام نہ تھا، سنہ ۱۴۴ھ مین منصور نے آخری حج کیا ہے اس وقت موطا متداول

---

[1] اس فصل کے تمام معلومات کے لئے مقدمۂ فتح الباری دیکھو، [2] مقدمۂ مسوی شاہ ولی اللہ صاحب،

مشہور ہو چکی تھی[1]، اس لئے زمانۂ تالیف ان دونون کا درمیانی زمانہ قرار دیا جا سکتا ہے،

ایک روایت ہے کہ امام مالک نے منصور ہی کے حکم سے موطا کی تالیف شروع کی تھی، اور فرمایش کی تھی کہ اس مجموعۂ احکام مین نہ ابن عمرؓ کی سختیان ہون، نہ ابن عباسؓ کی رخصتین، اور نہ ابن مسعودؓ کے شواذ[2]،

امام صاحب جب موطا کی تالیف مین مشغول ہوئے اور یہ خبر اورون کو بھی پہنچی تو مدینہ کے اور علما بھی اپنے اپنے احادیث کا مجموعہ طیار کرنے لگے، لوگون نے امام سے جا کر عرض کیا، آپنے فرمایا کہ "صرف حسنِ نیت کو بقا ہے"۔ یہ پیشینگوئی کس قدر صحیح اتری، دیکھو کہ موطاے مالک کے سوا کوئی موطا دنیاے معلوم مین باقی نہین رہی، بعض لوگون نے رشک کا انتقام دوسری طرح لیا، محمد بن اسحاق صاحبِ سیر و مغازی نے کہا:-

ایتونی بکتبہ حتی ابین عیوبہ	مالک کی کتابین میرے پاس لاؤ مین ان کے
فانا بیطار کتبہ[3]،	عیوب دکھاؤن، مالک کی کتابون کا ناقد مین ہون۔

امام مالک نے تصنیف سے فارغ ہو کر شیوخِ حدیث کی خدمت مین اس کو پیش کیا، سب نے اس کو بغایت پسند کیا، عام اہلِ مدینہ کے لئے وہ دن عجیب مسرت کا تھا جب ان کے مجموعۂ فضائل مین ایک اور فضیلت کا اضافہ ہو رہا تھا[4]، سعدون نام ایک شاعر موطا کی تعریف مین کہتا ہے،

---

[1] کشف الظنون "موطا" و جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۶۷، مصر [2] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ذکر منصور [3] تہذیب الکمال "مالک بن انس" [4] بستان المحدثین ذکر امام مالک،

Marfat.com

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب ویسلك سبل الفقه فیه ویطلب

مین اس سے کہتا ہون جو حدیث کی روایت کرتا ہی اور اسکو لکھتا ہی، اور فقہ کے راستہ مین چلتا ہی اور اسکی طلب مین سرگرداں ہے

ان احببت ان تدعی لدی الخلق عالما فدعه تعد ما یحوی من العلم یثرب

اگر تجھ کو یہ پسند ہے کہ مخلوق میں تو عالم پکارا جائے، تو اس علم سے باہر نہ جا جس کو یثرب حاوی ہی

اتترك دار اکان بین بیوتها یروح ویغدو جبرئیل المقرّب

کیا اس مقام کو تو چھوڑتا ہے جس کے گھرون میں مقرب بارگاہ جبریل آیا جایا کرتا تھا،

ومات رسول الله فیها وبعده بسنته اصحابه قد تادّبوا

اور جس میں رسول اللہ نے وفات پائی اور ان کے بعد ان کی سنت سے آپکے اصحاب نے ادب پایا

فبادر موطا مالك قبل فوته فما بعده ان فات للحق مطلب

تو مالک کی موطا کو جلد لو، کھونے نہ پائے، کہ اگر یہ کھو گئی تو حق کی جستجو کی پھر جگہ نہین

ودع للموطا کل علم تریده فان الموطا الشمس والغیر کوکب

اور موطا کے لئے ہر اس علم کو جس کو چاہتے ہو چھوڑ دو، کہ موطا آفتاب ہی اور اسکے علاوہ دوسری کتابین ستارہ ہین

وجہ تسمیہ | لفظ "موطّا" توطیہ کا مفعول ہے جس کے معنی "روندنے" اور "کسی چیز پر چلنے کے ہین، موطا کے لغوی معنی "روندا ہوا" یا "چلا ہوا" کے ہین، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی مین لکھا ہے "روندے ہوے یا چلے ہوے کے" مجازی معنی یہ ہین کہ "جس پر عام ائمہ اور علماء اور اکابر چلے ہون اور جس کو ان سب کی رایون نے روندا اور پامال کیا ہو، یعنی سب نے اس کے متعلق گفتگو کی ہو اور اس سے اتفاق کیا ہو" اس طرح گویا اس کے معنی "متفق" اور "مطابق" کے ہین، چ

Marfat.com

تصنیف کے بعد تمام شیوخِ حدیث نے اس سے اتفاق و مطابقت کی، اس لئے اس کا نام مُوطّا مشہور ہو گیا[1] لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ "موطا" اس راستہ کو کہتے ہین جس پر لوگ بکثرت گذرتے ہین "سنت کے معنی بھی راستہ کے ہین، یہ وہ راستہ ہے جس پر آنحضرت صلعم گذرے، موطا وہ پامال راستہ ہے جس پر آنحضرت صلعم کے بعد تمام صحابہ گذرے، غرض موطا کا لفظ اپنی حقیقت کا آپ مفسر ہے، کہ یہ ان مسائل پر مشتمل ہے جن پر صحابہ کا عمل رہا ہے، اور جمہور سلف جن پر چلے ہین،

تعداد مرویات ابتداءً موطا مین دس ہزار حدیثین تھین، لیکن امام کے خامۂ صحت پسند نے تقریباً آٹھ ہزار حدیثین، قلم زد کردین، باقی ۱۷۲۰ ہین، جنمین سے مسند اور مرفوع ۶۰۰ ہین، مرسل ۲۳۵، موقوف ۶۱۳، تابعین کے اقوال و فتاویٰ ۲۸۵، بلاغاتِ مالک[2] ۵۔

موطا کا موضوع موطا کا موضوع صرف احکامِ فقہیہ ہین، اس لئے وہ سینکڑون ابواب و فصول جو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ مین نظر آتے ہین، موطا ان سے خالی ہے، کیونکہ فقہیات سے انکو کوئی تعلق نہین ہے، اس بنا، پر محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو "کتاب السنن" کہنا چاہئے،

موطا اور دیگر فقہاے مجتہدین کے مجموعہاے حدیث فقہاے مجتہدین اربعہ مین سے ہر ایک کے انتساب سے ایک مجموعۂ حدیث موجود ہے، مسند ابی حنیفہ، مسند شافعی، مسند ابن حنبل، یہ تمام کتابین موجود ہین، فقیہ رابع کی تصنیف کو ان پر کیا فوقیت حاصل ہے؟ اس جواب کے پردہ مین یہ ظاہر کر دینا ہے کہ امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہین ہوئی

---

[1] مقدمہ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶ [2] مقدمہ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶

Marfat.com

وذٰلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء مسند ابی حنیفہ کے نام سے متعدد کتابین موجود ہین، مگر در اصل یہ تمام کتابین امام ابو حنیفہ کے سینکڑون برس بعد امام ممدوح کے تلامذہ کی تصنیفات اور غیر معروف مسانید سے لے کر محمد بن یعقوب اور حسین بن محمد بن خسرو وغیرہ نے تالیف کی ہین، اور ان کو مسند ابی حنیفہ اور مسند امام اعظم کے نام سے موسوم کر دیا ہے،

مسند امام شافعی کی حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اپنی تصنیفات مین بر سبیل استدلال جو حدیثین روایت کی ہین، ابو جعفر بن محمد بن مطر نیشاپوری یا ابو العباس نام ایک شافعی نے ان کو یکجا کر دیا ہے، مسند ابن حنبل کی تالیف یقیناً خود امام احمد نے شروع کی تھی، لیکن وہ ابھی مسودہ تھا کہ امام موصوف نے وفات پائی، اس کی تبییض و ترتیب بعد کو امام احمد کے صاحبزادہ عبد اللہ نے کی، جو افسوس ہے کہ اس میدان کے مرد نہ تھے، اسی لئے مدنی اور عراقی مسندون مین تخلیط ہے، اس بنا پر اس کو بجاے مسند احمد کے مسند عبد اللہ کہنا چاہئے، اور با این ہمہ اس مین صحیح احادیث کا التزام نہین ہے، گو خود امام احمد کو اس کا دعویٰ تھا،

موطا اور اس کی معاصر کتابین

موطا سے قبل اور خود اس کے زمانہ مین بیسیون مسانید اور موطائین لوگون نے لکھین، جن مین سے بعض اب تک باقی ہین، باہمی موازنہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ موطا اور ان کتبِ معاصرہ مین وہی نسبت ہے جو صحیح بخاری کو مصنف ابن ابی شیبہ اور کتبِ بیہقی سے، اور خود ان کتابون کا فقدان اور عدم شہرت و قبول اور موت اس پر کافی دلیل ہے، لیکن با این ہمہ تین خاص وجوہ ایسے ہین جن سے موطا کا امتیاز بالکل روشن ہو جاتا ہے،

(۱) موطا سے پہلے جو حدیث کی کتابین لکھی گئین، ان کا مبنیٰ زیادہ تر صحابہ و تابعین کے آثار و فتاویٰ تھے، امام مالک نے موطا مین احادیث صحاح و مسند یا منقطع و مرسل کو مبنائے اوّل اور آثار و فتاویٰ کو مبنائے ثانی قرار دیا،

(۲) دوسرا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ ان مین صحت کا التزام نہین کیا گیا تھا، اور موطا مین صرف اُسی حدیث یا فتویٰ نے جگہ پائی ہے جس کو صحت کا شرف حاصل تھا،

(۳) تیسری بات یہ کہ موطا مدنیہ مین تالیف ہوئی ہے، اس کے رواۃ حجازی ہین، اور دیگر مسانید اور موطائین کوفہ، بصرہ، واسط، شام، یمن، خراسان اور رے وغیرہ ہین تالیف ہوئین، اور اس پر تمام علماے حدیث کا اتفاق ہے کہ حجاز کی حدیثین، صحت، قوت، اور جودتِ اسناد مین سب پر فائق ہین،

طبقات کتب حدیث مین موطا کا درجہ

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علماے حدیث نے کتبِ حدیث کو چار مختلف طبقات مین منقسم کیا ہے، طبقۂ اولیٰ مین صرف وہ تصانیف ہین جن کے مصنفین حدیث کے امام اور فن کے نقاد تھے اور جن کی تصنیفات صحت، جودت اسناد، قبولِ محدثین کے لحاظ سے سب سے مقدم ہین، اور جن کے رجال حفظ، ثبوت، وثوق، شہرت مین معروف ہین، طبقۂ ثانیہ مین اس سے کم درجہ وعلی ہذا الترتیب،

طبقۂ اولیٰ مین موطا، بخاری اور مسلم داخل ہین، اور طبقۂ ثانیہ مین ترمذی، ابو داؤد و نسائی[1] ان دونون طبقات کو صحاح ستہ کہتے ہین، ابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ نے جامع الاصول

[1] دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ذکر علم حدیث،

Marfat.com

مین انہی چھ کتابون کو جمع کیا ہے،

طبقۂ اولیٰ مین موطا کا درجہ طبقۂ اولیٰ یعنی موطا، بخاری اور مسلم مین، موطا کا کیا درجہ ہے؟ علمائے حدیث اس کے جواب مین مختلف الرائے ہین، عام علما تو اس کو مسلم بلکہ ترمذی کے بھی بعد جگہ دیتے ہین، لیکن محققین قدما اور عموماً متاخرین مین شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس کو بخاری سے بھی مقدم سمجھتے ہین، اور خود مین بھی بدر طلبِ حدیث سے یہی اعتقادِ جازم رکھتا ہون،

حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی فوقیت اگر کثرتِ روایات، کثرتِ مرفوعات اور مرسل و موقوف حدیثون سے پاک ہونے کی بنا پر ہے تو صحیح ہے، لیکن مدارِ فضیلت تو صرف "صحت"۔ "جودتِ اسناد" اور "شہرت" کی بنا پر ہے، یہ صحیح ہے کہ موطا مین مرسل موقوف حدیثون سے پاک ہونے کی بنا پر ہے تو صحیح ہے، لیکن مدارِ فضیلت تو صرف "صحت"، "جودتِ اسناد" اور "شہرت" کی بنا پر ہے، یہ صحیح ہے کہ موطا مین مرسل موقوف اور منقطع حدیثین ہین، جو "صحیح" کے لئے قادح ہین، لیکن ان کا ارسال، وقف اور انقطاع موطا کی روایت کے لحاظ سے درست ہے، لیکن حقیقت کے رو سے یہ تمام مراسیل و موقوفات و منقطعات، متصل، مرفوع و مسند ہین اور خود ان کا رفع و اتصال و اسناد، امام بخاری و امام مسلم و ترمذی وغیرہ کی مہرِ تصدیق لگی ہوئی ہے، اس حالت مین خیال کرو کہ موطا کی صحت کا درجہ کہان تک پہنچ جاتا ہے؟

(۱) موطا کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے، کلام اللہ کے بعد اسلام کے ہاتھ مین دوسری صحیح کتاب کلام الرسول آئی جو موطا کے قالب مین ظاہر ہوئی، کشف اللغ مین ہے کہ اوّل کتابٍ وضع فی الاسلام موطا مالک بن انس"۔ سب سے پہلی کتاب جو اسلا

ہین لکھی گئی ہے وہ موطا ہے، قاضی ابوبکر ابن عربی المتوفی ۵۴۶ھ موطا کی شرح مین لکھتے ہین،

هذا اول کتاب الف فی شرایع الاسلام،	یہ پہلی کتاب ہے جو شریعتِ اسلامیہ مین لکھی گئی ہے،

حضرت سفیان کہتے ہین،

اوّل من صنف الصحیح مالک و الفضل للمتقدم،	سب سے پہلے مالک نے صحیح تالیف کی،

(۲) صرف تقدم زمانہ ہی موطا کے تقدم کے لئے کافی نہین ہے، بلکہ باوجود نقش اوّل ہونے کے اس کے بعد کی کتابین گو کہ موطا کی نقش ثانی ہین تاہم اس کی برابری کا دعویٰ نہین کرسکتین، چنانچہ اس کے متعلق ائمہ مجتہدین، اور علماے حدیث کی قوی شہادتین موجود ہین، امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہین،

ما علی وجه الارض من کتاب بعد کتاب اللہ اصح من مؤطا مالک ابن انس،	روے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب موطا امام مالک سے زیادہ صحیح نہین ہے،

ابوبکر ابن عربی فرماتے ہین،

هذا اول کتاب وضع فی الاسلام وهو اخره لانه لم یولف مثله	یہ اسلام کی سب سے پہلی کتاب ہے اور سب سے پچھلی بھی ہی کیونکہ پھر اس کے مثل کوئی کتاب نہین لکھی گئی

امام نووی شرح مسلم کے دیباچہ مین اپنے استاد کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہین،

وقد وقع اعلیٰ من هذه الکتب وان کانت عالیۃ موطا الامام مالک.... وهو شیخ الشیوخ المذکورین کلّهم،

ایک کتاب مجھ کو ملی جو ان تمام کتابون (بخاری و مسلم، ترمذی ابوداؤد نسائی) سے بہتر ہے، اگرچہ یہ کتابین بھی اچھی ہین، وہ موطا ہی جس کے مصنف امام مالک ابن .... تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین "کتاب الام مین امام شافعی کی، اور کتاب الآثار مین امام محمد کی جو فقاہت ہے وہ موطا ہی کے صدقہ مین ہے،

(۳) امام بخاری اور امام مسلم سے جن لوگون نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کی ہے گو ان کی کثرت، تواتر کے حد تک پہنچ چکی ہے مگر امام مالک سے موطا کی روایت کرنے والے جس پایہ کے لوگ ہین وہ بخاری اور مسلم کے نہین ہین، اس لئے خواص و عوام کی نقل و روایت مین جو فرق ہے وہ یقیناً موطا اور دیگر کتب کے نقل و روایت مین ہے،

ائمہ مجتہدین مین سے امام شافعی اور امام محمد نے، اور محدثین مین سے بیشمار لوگون نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے، انہی مین سے امام عبداللہ بن مبارک، ہیثم بن جمیل محدث انطاکیہ، امام منصور بن سلمہ محدث بغداد، عبداللہ بن وہب محدث مصر، یحییٰ بن یحییٰ محدث، مسلم قتیبہ ابن سعد وغیرہ ہین، فقہا مین سے فقیہ ہشام بن عبداللہ بن قاسم مولف مدونۃ الکبریٰ، وغیرہ، صوفیا مین حضرت ذوالنون مصری، خلفا مین ہادی، مہدی، ہارون، مامون، امین اور عام علما مین سے تقریباً ایک ہزار آدمیون نے موطا امام مالک سے روایت کی ہے، سیوطی نے تنویر الحوالک مین

لکھا ہے کہ امام مالک سے روایت کرنے والون کی جتنی کثیر تعداد ہے اتنی کسی امام کے رواۃ کی نہین،

(۴) یہ ایک کھلی بات ہے کہ رسول اللہ صلعم اور مؤلف حدیث مین جتنے واسطے کم ہونگے اسی قدر اس کی تالیف درجۂ اعتبار مین زیادہ ہوگی، بخاری ومسلم کی عموماً مرویات مین پانچ چھ واسطے سے ہوتی ہین، موطا کی حدیثین تین چار واسطون سے زیادہ کی نہین ہوتین، امام بخاری کو اپنے بیس ثلاثیات پر ناز ہے اور موطا کی بنیاد ہی ثلاثیات پر ہے اور علاوہ ازین اس مین چالیس ثنائیات ہین، یعنی ایسی حدیثین ہین جنمین مولف اور آنحضرت صلعم کے درمیان صرف دو واسطے ہین،

موطا کے نسخے سیکڑون لوگون نے امام صاحب سے موطا کو مختلف زمانون مین حاصل کیا، اس کثرتِ تعداد اور اختلافِ اوقات کا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ ہر ایک کی روایت مین کسی نہ کسی قدر کتاب کے ابواب کی ترتیب اور تقدیم وتاخیر اور بعض الفاظ مین اختلاف ہو، چنانچہ موطا امام صاحب سے تیس مختلف طریقون سے مروی ہے، جنمین مشہور ۱۶ نسخے ہین، ان مین سے معتبر اور باوثوق اول کے گیارہ اور معتبر تر اور باوثوق تر چار ہین، یعنی یحییٰ[1]، ابن بکیر[2]، ابو مصعب[3] اور ابن وہب[4] کے نسخے، لیکن متداول ترین، مشہور ترین اور مقبول ترین یحییٰ کی روایت ہے، کتاب کی مشہور ترتیب یہ ہے کہ اول کتاب الجنائز، پھر کتاب الصلوٰۃ، پھر کتاب الزکوٰۃ، پھر کتاب الصیام، اس کے بعد تمام نسخے کتاب الحج تک متفق ہین، کتاب الحج کے بعد سے پھر مختلف الترتیب ہین[5]، اس قسم کا اختلاف بخاری ومسلم سب مین ہے،

[1] کشف الظنون، موطا،

(۱) یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی بربر کے رہنے والے تھے، ان کے دادا پہلے شخص ہین جو ان کے خاندان مین مشرف بہ اسلام ہوئے، قرطبہ مین امام صاحب کے تلمیذ خاص ابو عبد زیاد بن عبدالرحمان بن زیاد لخمی درس دیتے تھے، یحییٰ نے پہلے انہی سے پوری موطا کی قرأت کی، مگر شوقِ علم بیس سال کی عمر مین قرطبہ سے نکال کر آستانۂ امامت تک لے آیا، مگر قسمت نے یحییٰ کو امام صاحب سے پوری موطا نہ پڑھنے دی، اسی سال امام کا انتقال ہوگیا، اسی لئے یحییٰ کے نسخے مین تمام احادیث حدثنا مالک" سے شروع ہوتی ہین، لیکن باب خروج المعتکف الی باب قضاء الاعتکاف، باب النکاح فی الاعتکاف مین "حدثنا زیاد عن مالک ہے" یعنی واسطہ زیادہ ہے،

امام صاحب یحییٰ کی بڑی عزت کرتے تھے، اندلس مین سلطنت بھی ان کا خاص احترام کرتی تھی، چار مسئلون کے سوا ہر بات مین وہ امام صاحب کے مقلد تھے، ۱۵۲ھ مین پیدا ہوئے، ۸۲ سال کی عمر پائی، ۲۳۴ھ مین انتقال کیا،

(۲) یہ نسخہ عبداللہ بن وہب کی تالیف سے ہے، مصر وطن تھا، مشہور محدث لیث ابن سعد مصری سے حدیث حاصل کی تھی، امام صاحب کی شہرت مصر سے ان کو مدینہ لے آئی امام صاحب کے شاگردون مین تالیف و تصنیف کے لئے ان ہی کے دل و دماغ کو حجۃ الٰہی نے منتخب کیا تھا، "مسموعات امام مالک" کے نام سے انھون نے تین کتابین لکھی ہین ان کی تمام تصنیفات مین ایک لاکھ بیس ہزار حدیثین بہ سبیل تذکرہ مروی ہین اور سب صحیح

لہ بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب،

Marfat.com

ہین، ذیقعدہ ۱۲۵ھ سال پیدائش ہے، اور شعبان ۱۹۷ھ سالِ وفات،

(۳) اس کے راوی عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہین، محدثین ان کو صحیح دانی مین امام صاحب کے تمام تلامذہ پر فوقیت دیتے ہین، آٹھ برس امام صاحب کی خدمت مین رہے، جب یہ بیمار ہوتے تو امام صاحب خاص طور سے ان کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، محرم ۲۲۱ھ مین وفات پائی

(۴) مالکی مذہب کے مشہور فقیہ ابن القاسم اس کے راوی ہین، مالکی مذہب کی پہلی تدوین انہی سے شروع ہوتی ہے، کتاب المدونۃ الکبریٰ انہی کی تالیف ہے، فتاوے امام مالک کو انھون نے ایک ضخیم کتاب کی صورت مین مرتب کیا تھا، زہد و تقویٰ مین ممتاز تھے ابن القاسم نہ صرف میدانِ علم کے شہسوار تھے، بلکہ روم، بربر، زنج، کے جہاد مین بھی اپنی زندگی کا ایک حصہ صرف کیا تھا، مصر مین ۱۹۱ھ مین وفات پائی،

(۵) معن بن عیسیٰ، امام بخاری و مسلم و ترمذی کے شیخ ہین، امام صاحب نے ان کو متبنیٰ کیا تھا، ہارون نے امام صاحب کے درس مین انہی کی قرأت کی سماعت کی تھی، امام صاحب کے چالیس ہزار فتاوے ان کو یاد تھے، مدینہ مین ۱۹۸ھ مین انتقال کیا،

(۶) عبداللہ بن یوسف، گو پیدا دمشق مین ہوے تھے، لیکن سکونت اندلس مین تھی، امام بخاری کے شیخ ہین، امام بخاری ان کے علم و فضل کے مداح و معترف تھے،

(۷) یحییٰ بن بکیر، امام بخاری بلا واسطہ اور امام مسلم بیک واسطہ ان سے روایت کرتے ہین، امام صاحب سے موطا انھون نے چودہ مرتبہ پڑھی تھی، امام صاحب کی ثنائیات کو انھون نے الگ الگ رسالہ مین جمع کیا ہے، علماے اندلس اپنے شاگردون کو فراغت

کی سند دیتے تھے ، اس کو تبرکاً پڑھاتے تھے، بعض لوگون نے اپنی نادانی سے ان پر جرح کی ہے

(۸) سعید بن عفیر، مشاہیر مصر سے ہین، لیث مصری اور امام مالک سے روایت کرتے ہین، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، علم حدیث کے علاوہ، تاریخ، سیر، ادب علم الانساب، اور شاعری مین بھی ان کو کمال تھا، ۱۴۶ھ مین پیدا ہوے اور ۲۲۶ھ مین وفات پائی

(۹) ابو مصعب زہری شیوخ مدینہ مین سے ہین، جب تک یہ زندہ رہے حجاز و اہل عراق کو آنکھ نہین لگاتے تھے، صحاح ستہ مین ان کی روایت ہے، سب سے اخیر جو موطا امام صاحب کو سنائی گئی ہے وہ انہی کی روایت سے ہے، ۲۴۰ھ مین جب انھون نے وفات پائی تو مدینہ مین خدمت قضا پر مامور تھے،

(۱۰) اس کے راوی مصعب بن عبداللہ زبیری ہین،

(۱۱) یہ محمد بن مبارک کی روایت سے ہے،

(۱۲) سلمان بن برد، غافقی نے ان بارہ نسخون کو ملا کر ایک ضخیم کتاب تالیف

(۱۳) یحیٰی بن یحیٰی کا نسخہ،

(۱۴) ابو حذافہ سہمی، محدثین ان کو قابلِ وثوق نہین سمجھتے، امام صاحب کے شاگردون مین سب سے اخیر بغداد مین ۲۵۹ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید ہروی مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے، عمر مین ان کے حفظ مین ضعف آگیا تھا، ۲۴۰ھ مین انتقال کیا،

(۱۶) حنفی مذہب کے نامور مصنف امام محمد بن حسن شیبانی، اس موطا کے راوی ہین

Marfat.com

اصلی وطن شام تھا، واسط مین پیدا ہوے، اور کوفہ مین نشو ونما پائی، امام مالک سے حدیث اور امام ابو حنیفہ سے فقہ حاصل کی، عربیت، نحو، فقہ، حساب کے ماہر تھے، ۲۰۹ھ مین رے مین وفات پائی،

امام محمدؒ نے چونکہ اپنے طور سے موطا کو ترتیب دیا ہے اور ہر حدیث کے ختم پر حنفی مسائل کو ثابت کرنا چاہا ہے، اور امام صاحب کے سوا امام ابو حنیفہ کی حدیثین بھی اس مین نقل کی ہین، اس لئے یہ موطا بجاے موطاے امام مالک کے موطاے امام محمد کہلاتی ہے،

شروح وتعلیقات | کسی تصنیف کے قبول وہر دلعزیزی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کو شارحین، معلقین، ومحشین کی ایک بہت بڑی جماعت ہاتھ آئے، اور کمیت بھی کوئی اس قدر بڑی چیز نہین جس قدر کیفیت ہے یعنی یہ کہ فضل وکمال مین ان کا کیا پایہ تھا، موطا ان دونون خصوصیات کے لحاظ سے خوش قسمت ہے، تقریبًا پچیس علماے کبار نے اس کی شرح وتعلیق اور دیگر خدمات انجام دیئے ہین، یہ تو کمیت کا حال ہے، کیفیت کے لحاظ سے دیکھو تو ان مین قدما سے ابن حبیب مالکی المتوفی ۲۳۹ھ، امام ابو سلیمان البستی الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ، ابن رشیق قیروانی المتوفی ۴۵۶ھ، محدث ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ، امام باجی اندلسی المتوفی ۴۷۴ھ، قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ، قاضی ابو بکر بن العربی المتوفی ۵۴۶ھ، اور متاخرین مین حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ، علامہ زرقانی مصری المتوفی ۱۱۲۲ھ، شاہ ولی اللہ الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ، وغیرہ داخل ہین،

امام خطابی، حافظ سیوطی، ابن عبد البر، ابن حزم، ابو الولید باجی نے موطا کی بحذف فتاوی

Marfat.com

صرف احادیث کی تلخیص کی ہے، حافظ سیوطی نے رجالِ موطا کو علٰحدہ کیا ہے، احمد بن عمران اخفش بصری اور قاضی عیاض نے موطا کے لغات حل کئے ہین، باجی اور دارقطنی نے موطا کے اختلافِ نسخ پر بحث کی ہے، ابوالحسن علی بن محمد قابسی نے موطا کی صرف متصل الاسناد حدیثین جمع کی ہین، ابن بشکوال اور خطیب بغدادی نے صرف ان لوگون کے حالات لکھے ہین جنھون نے امام سے موطا کی روایت کی ہے،

ذیل مین مین ان لوگون کی فہرست نقل کرتا ہون جنھون نے موطا کے متعلق کوئی خدمت انجام دی ہے،

اشروحِ موطّا

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
شرح موطا	ابو مروان بن عبد الملک بن حبیب مالکی المتوفی ۲۳۹ھ	موطا کی سب سے قدیم شرح ہی،
التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید	حافظ ابن عبد البر قرطبی المتوفی ۴۶۳ھ	موطا کے معانی کی تشریح اور اس کے اسانید کی تحقیق اور اس ضمن مین فقہ وحدیث کے بیشمار معلومات ہین، اسکی ترتیب رواۃ کے نام پہ ہے، بترتیب ہجا، خود مصنف نے اپنی کتاب کا اختصار کیا ہی،
الاستذکار	〃	
المنتقی، الایماء، الاستیفاء	ابو الولید سلیمان الباجی المتوفی ۴۷۴ھ	یہ تین شرحین ہین جو ایک ہی شارح کے قلم سے ہین،
×	ابن رشیق قیروانی المتوفی ۴۵۶ھ	ابن عبد البر کی تمہید کا اختصار،

نام کتاب	نام مصنّف	کیفیت
الانتقاء	شیخ زین الدین عمر حلبی،	ابن عبدالبر کی تمہید کا اختصار
شرح موطا	ابن ابی صفرہ	شرح
〃	القاضی ابوعبداللہ بن الحاج،	〃
〃	ابوالولید بن العود،	〃
〃	ابوالقاسم بن الجد الکاتب،	〃
〃	ابوالحسن الاشبیلی،	〃
〃	ابوعمر الطلیطلی،	〃
القبس	قاضی ابوبکر بن العربی المغربی المتوفی سنہ ۵۴۶	〃
المقتبس	ابومحمد عبداللہ بن محمد بطلیموسی المتوفی سنہ ۵۲۱	〃
الموعب	ابوالولید بن صفار،	〃
المستقصیٰ	یحییٰ بن مزین،	〃
القرب	محمد ابن زمنین،	〃
المسالک	ابوبکر بن سابق الصقلی،	〃
شرح موطا	قاضی محمد بن سلیمان بن خلیفہ، سنہ ۱۱۹۱	〃
کشف المغطا عن الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی	〃
تنویر الحوالک علی موطا مالک	〃	〃

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
تجرید حدیث موطا	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ،	موطا کی صرف حدیثین جمع کی ہین،
شرح زرقانی	محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی المتوفی سنہ ۱۱۲۲ھ	یہ شرح ۳ جلدون مین ہی،
شرح موطا	بیری زادہ حنفی مفتی مکہ،	شرح (مقدمۂ موطا امام محمد از مولنا عبدالحیٔ)
شرح موطا	شیخ علی قاری حنفی،	〃 〃
المصفیٰ	شاہ ولی اللہ دہلوی المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ	تعلیق بر موطا، عربی زبان مین ہے، اختلافِ فقہا کی تفصیل کی ہے،
المسویٰ	〃	فارسی مین موطا کی مجتہدانہ شرح ہے،
المجلّیٰ	شیخ الاسلام حنفی دہلوی الموجود سنہ ۱۲۱۵ھ	نہایت محققانہ شرح ہی، خاص مصنف کا نسخہ بانکی پور لائبریری مین موجود ہے، پہلے صفحہ پر "تفضل الکبیر" مادۂ تاریخ ہے،

لہ اس فہرست مین جہان حوالہ نہ ہو اس کے لئے کشف الظنون، لفظ موطا دیکھنا چاہئے، اور تزئین الممالک صفحہ ۵۰ نقلاً عن المدارک للقاضی عیاض،

۲۔ تجرید و اسناد موطا

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
مسند احادیث الموطا	ابو القاسم عبد الرحمٰن الغافقی المصری المتوفی ۳۸۱ھ	موطا کی احادیث مسند و متصل کا انتخاب و ترتیب و بیان،
ملخص موطا	امام ابو سلیمان الخطابی البستی المتوفی ۳۸۸ھ	〃
التعظا بحدیث الموطا	ابن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ	〃
المخلص	ابو الحسن علی بن محمد قابسی المتوفی ۴۰۳ھ	〃
مسند الموطا	قاسم بن اصبغ	〃
〃	ابو القاسم الجواہری،	〃
〃	ابو ذر الہروی،	〃
〃	ابو الحسن علی بن جبیب البلجاسی،	〃
〃	المطرز	〃
〃	احمد بن قہار	〃
〃	الفارسی	〃
〃	القاضی ابن المفرج	〃

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
سند الموطا،	ابن الاعرابی	موطا کی احادیث مسند و متصل کا انتخاب و ترتیب و بیان،
〃	ابو بکر احمد بن سعید بن موضح الاخمیمی	〃
〃	ابو عمر الطلیطلی	موطا بروایت قعنبی کے احادیث و ترتیب و بیان،
〃	ابراہیم بن نصر السرقسطی،	〃

۳- اختلاف الموطآت

اختلاف الموطآت،	حافظ ابو الحسن الدارقطنی	موطا کے مختلف روایات اور نسخوں کی تحقیق و بیان،
〃	ابو الولید سلیمان الباجی،	〃

۴- رجال الموطا

رجال الموطا	قاضی ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ الحذاء	موطا کے رجال و رواۃ کی تحقیق و حالات
〃	ابو عبداللہ بن المفرج	〃
〃	البرقی	〃

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
رجال الموطا	ابو عمر الطلیطلی	موطا کے رجال و رواۃ کی تحقیق و حالات
اسعاف المبطا برجال الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی،	〃

۵۔ غریب الموطا

غریب الموطا	احمد بن عمران الاخفش	موطا کے لغات کی تحقیق
〃	ابو القاسم العثمانی المصری	〃
〃	البرقی	〃
مشارق الانوار	قاضی عیاض	بخاری، مسلم اور موطا کے لغات کی تحقیق،

۶۔ رواۃ الموطا عن مالک

تسمیہ من روی الموطا عن مالک	ابو القاسم ابن بشکوال اندلسی	امام مالک سے جن لوگوں نے موطا کی روایت کی ہے ان کے حالات
رواۃ مالک	محدث خطیب بغدادی	〃
〃	قاضی عیاض	〃
ایجاب السالک برواۃ الموطا عن مالک	حافظ شمس الدین دمشقی	〃

Marfat.com

۷۔ متفرق مباحث

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
التقصی	ابن عبد البر اندلسی	موطا کے منقطع، مرسل، منفصل، بلاغات کا وصل و رفع و اسناد
اطراف الموطا	ابو بکر بن ثابت الخطیب	×
توجیہ الموطا	ابو عبد اللہ بن عیشون الطلیطلی	×
السافر عن آثار الموطا[1]	حازم بن محمد بن حازم	موطا کے آثار کی تحقیق و بحث، بہ تین جزء
تاج الحلیہ	ابو محمد بن یربوع	موطا کے اسانید پر تحقیق و بحث،
جمع الموطا[1]	ابن جوصا	شاید موطا کے مختلف نسخون کا مجموعہ
مشائخ مالک	امام مسلم	امام مالک کے اساتذۂ حدیث کے حالات،

موطا کا ایک اور امتیاز گو سلاطین اور خلفاے اسلام مین ہزارون اشخاص ایسے گذرے ہین، جو صاحب سیف و قلم تھے، تخت و منبر دونون اُن کے نام سے عزت پاتے تھے، لیکن کسی کے متعلق یہ بیان نہین ہے کہ اس نے طلبِ علم و اخذِ سند کے لئے کوئی سفر اختیار کیا ہو،

[1] یہ تمام فہرست کشف الظنون لفظ موطا اور مدارک قاضی عیاض سے بواسطہ تزئین الممالک سیوطی صفحہ ۵۲-۵۸ سے ماخوذ ہے،

کہ خود ان کا قصر اساتذہ کا مرکز اور علماے عہد کا مرجع ہوتا تھا، لیکن تنہا موطا وہ کتاب مقدس ہے جس کے لئے مہدی، ہادی، رشید، مامون اور امین مشاہیر خلفاے اسلام نے عراق سے حجاز تک بادیہ پیمائی کی، اور آخر مین چھٹی صدی مین بزرگترین سلاطین اسلام صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے قاہرہ سے اسکندریہ تک صرف اسی کی خاطر سفر گوارا کیا[1]،

---

[1] تزئین الممالک نقلاً عن القاضی الفاضل وزیر السلطان، صفحہ ۴۶،

Marfat.com

مصنّف کی دوسری کتابیں

خطباتِ مدراس

مولانا سید سلیمان ندوی نے سنہ ۱۹۲۶ء میں مدراس میں سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے دیئے تھے جو نہایت مقبول ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو بیحد پسند کیا، یہ اس کتاب کا تیسرا اڈیشن ہے، قیمت : ۴؍

سیرت عائشہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالاتِ زندگی اور ان کے مناقب و فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات، اسلام کے متعلق ان کی نکتہ سنجیاں اور معترضین کے جوابات،

قیمت : ۴؍ ۳۵۰ صفحے،

رسالہ اہلسنت و الجماعۃ

فرقہ اہلسنت و الجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق اور سلفِ صالحین کے عقائد صحیحہ کی تشریح، قیمت : ۸؍

خیّام

خیام کے سوانح، تصنیفات اور فلسفہ پر تبصرہ اور فا
رباعی کی تاریخ اور رباعیات خیام پر مفصل مباحث اور آخر
خیام کے چھ عربی و فارسی رسالوں کا ضمیمہ اور اُسکے قلمی ب
کے ایک نسخہ کی نقل شامل ہے، خیام کے مباحث پر اس
زیادہ مفصل، مکمل اور محققانہ کتاب ابتک نہیں لکھی گئی،

قیمت مجلد للعہ، غیر مجلد ۲؍ ۵۲۰ صفحے،

نقوش سلیمانی

یہ مولنا سید سلیمان ندوی کی ہندوستانی اور اردو زبا
وادب سے متعلق تقریروں، تحریروں اور مقدموں کا مجمو
انھوں نے بعض ادبی کتابوں پر لکھے، قیمت : ۲؍ صف

بہادر خواتین اسلام

اس میں متعدد مسلمان خواتین کے جنگی واقعات اور شجاع
و بہادری کے کارنامے موثر الفاظ میں لکھے گئے ہیں، قیمت ۴؍ صف

مسعود علی ندوی — منیجر — دارالمصنفین اعظمگڑھ

(طابع و ناشر محمد اویس وارثی)

وَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ

اُسوۂ صحابیاتؓ

جسمیں

خاص طور پر عورتوں اور لڑکیوں کے درس، ہدایت اور مطالعہ کیلئے ازواج مطہراتؓ
بنات طیبات اور اکابر صحابیاتؓ کی زندگی کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی واقعات
اور مذہبی، اخلاقی اور علمی خدمات کی تفصیل مستند حوالوں سے کیگئی ہے،

از

مولانا عبدالسلام ندوی

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی،

مطبع معارف اعظم گڑھ میں چھپی

(۱۹۳۵ء) (۱۳۵۴ھ)

(طبع دوم)

Marfat.com

135829

Marfat.com

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
قبولِ اسلام،	۱-۴
اعلانِ اسلام	۲
تحمل شدائد	۳
قطعِ علائق	〃
عقائد	۴-۶
توحید	〃
شرک سے علیٰحدگی	۵
رسول اللہ صلعم کی نبوت پر ایمان	۶
عبادات	۶-۷
ابواب الصلوٰۃ	
پابندیِ جماعت	۶
نمازِ جمعہ	〃
نمازِ اشراق	۷
تہجد و نماز شبانہ	〃
ابواب الزکوٰۃ والصدقات	۷-۹
اعزہ و اقارب پر صدقہ کرنا،	۸
محتاج کی حسبِ حاجت امداد	۹
ابواب الصوم	۹-۱۰

مضمون	صفحہ
صائم الدہر رہنا	۹
نفل کے روزے رکھنا،	〃
مردوں کیجانب سے روزہ رکھنا	۱۰
اعتکاف	〃
ابواب الحج	۱۰-۱۱
حج	〃
ماں باپ کی طرف سے حج کرنا	۱۱
عمرہ ادا کرنا،	۱۱
ابواب الجہاد	۱۲
شوقِ شہادت	〃
عمل بالقرآن	۱۲-۱۳
منہیاتِ شرعیہ سے اجتناب	۱۴-۱۵
مزامیر سے اجتناب	〃
مشتبہات سے اجتناب	〃
مذہبی زندگی کے مظاہر مختلفہ،	۱۵-۱۶
تسبیح و تحلیل	〃
مقاماتِ مقدسہ کی زیارت	〃
فرائضِ مذہبی کے ادا کرنے	〃

مضمون	صفحہ
مین جسمانی تکلیفین اٹھانا	
پابندی قسم،	۱۶
تبجیل الرسول	۱۷-۲۳
برکت اندوزی	〃
محافظت یادگار رسول	〃
ادب رسول	۱۸
حمایتِ رسول	۱۹
خدمت رسول	〃
ہیبت رسول	〃
نعت رسول	〃
پابندی احکام رسول	۲۰
رضامندی رسول	۲۱
تفویض الی الرسول	۲۲
ضیافت رسول	〃
محبت رسول	۲۳
شوقِ صحبت رسول	〃
فضائل اخلاق	۲۴-۳۰
استغفار	〃
ایثار	〃
فیاضی	۲۵
مخالف سے انتقام نہ لینا،	۲۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مہمان نوازی	۲۶
عزتِ نفس	۲۷
صبر و ثبات	〃
شجاعت	۲۸
زہد و تقشف	〃
زندہ دلی	۲۹
رازداری	〃
عفت و عصمت	〃
حسن معاشرت	۳۱-۴۱
مصالحت و صفائی	۳۱
صلۂ رحم	〃
ہدیہ دینا	۳۲
خادموں کے ساتھ سلوک	〃
باہمی اعانت	〃
عیادت	۳۳
تیمارداری	〃
عزاداری	۳۴
محبتِ اولاد	〃
بھائی بہن سے محبت	۳۵
حمایتِ والدین	۳۶
پرورش یتامیٰ	〃
اموال یتامیٰ کی نگہداشت	〃
بچوں کی پرورش	۳۷
شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت	〃
شوہر کی رضاجوئی	۳۸
شوہر کی محبت	۳۹
شوہر کی خدمت	۴۰
طرزِ معاشرت	۴۲-۴۵
غربت و افلاس	۴۲
لباس	〃
مکان	〃
اثاث البیت	۴۳
زیورات	〃
سامان آرائش	〃
اپنا کام خود کرنا	〃
پردہ،	۴۴
معاملات	۴۶
ادائے قرض کا خیال	〃
قرض کا ایک حصہ معاف کر دینا،	〃
تقسیم وراثت میں دیانت،	〃
خدمات	۴۷
مذہبی خدمات	۴۷-۵۲
اشاعتِ اسلام	〃
نومسلموں کا تکفل	۴۸
خدمتِ مجاہدین	〃
خدماتِ مساجد	۵۰
بدعات کا استیصال	۵۰
احتساب	۵۱
اخلاقی خدمات	۵۲-۵۳
نروبازی کی روک ٹوک	۵۲
شراب خواری کی روک ٹوک	〃
مصنوعی بال لگانے کی روک ٹوک،	۵۳
علمی خدمات	
علم تفسیر	۵۳
علم اسرار الدین	۶۰
علم حدیث	۶۸
فن درایت	۶۹
علم فقہ	۷۱
خاتمہ	۷۴-۸۰
مناقب صحابیات	۷۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین،

عورتون کی تعلیم وتربیت کے مسئلہ سے اصولاً کسی کو اختلاف نہین ہے، گفتگو جو کچھ ہے یہ ہے، کہ موجودہ دور کی تعلیم وتربیت سے متمتع ہوکر ایک مسلمان عورت مذہب، اخلاق، اور معاشرت کے قدیم اصول کو قائم رکھ سکے گی یا نہین؟ یا دوسرے الفاظ مین قدیم اسلامی روایات کا تحفظ کر سکے گی یا نہین؟ جن لوگون کو مسئلۂ تعلیم نسوان سے اختلاف ہے، وہ اسی شبہہ کو اپنی دلیل قرار دیتے ہین، اور موجودہ دور کے تعلیم یافتہ مردون نے جو مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی نمونے قائم کئے ہین، ان سے بھی اس شبہہ کی تائید ہوتی ہے اور غیر قومون کی تعلیم یافتہ عورتون نے بھی ہماری خواتین کے لئے کوئی عمدہ نمونہ نہین قائم کیا ہے، لیکن اسلام کی قدیم تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا بہترین اور اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے، اور آج جبکہ زمانہ بدل رہا ہے، یورپین تمدن، اور یورپین طرز معاشرت سے ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی بیزاری ظاہر کر رہے ہین، اگر ہماری عورتون کے سامنے اسلام کی ممتاز اور برگزیدہ خواتین کا نمونہ پیش کر دیا جائے تو ان کی فطرتی بچک ان سے اور بھی زیادہ متاثر ہو سکے گی، اور وہ موجودہ دور کے مؤثرات سے بیزار ہوکر خالص اسلامی اخلاق، اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن کا نمونہ بنجائینگی،

مطہرات اسلام کے ہر دور مین اگرچہ عورتون نے مختلف حیثیتون سے امتیاز حاصل کیا ہے، لیکن ازواج

بنات طیبات اور اکابر صحابیاتؓ ان تمام حیثیات کی جامع ہین، اور ہماری عورتون کیلئے ان ہی کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے اسوۂ حسنہ بن سکتے ہین، اور موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے انکو محفوظ رکھ سکتے ہین،

مین نے اسوۂ صحابہ کی دونون جلدون مین عہدِ صحابہ کے جو مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی واقعات جمع کئے ہین، ان مین اگرچہ صحابیاتؓ کے یہ تمام کارنامے بھی نمایان طور پر نظر آتے ہین، لیکن اون کی اہمیت انکی عظمت اور ان کی اسلامی خدمت کے لحاظ سے مین نے ان واقعات کو جو اس کتاب کی دونون جلدون مین متفرق طور پر موجود تھے، متعدد واقعات کے اضافے کے ساتھ اس مختصر سے رسالے مین الگ جمع کر دیا ہے، جس سے ایک طرف تو یہ فائدہ ہوگا کہ صحابیاتؓ کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی زندگی ایک مستقل حیثیت اختیار کر لے گی، دوسری طرف ہماری عورتون اور لڑکیون کے درسِ ہدایت، اور مطالعہ کے لئے مستند اور موثر واقعات کا ایک مجموعہ مرتب ہو جائیگا، جن پر عمل کر کے وہ خالص اسلامی تعلیمات کا بہترین نمونہ بنجائین گی، اور ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق جو شبہات ظاہر کئے جا رہے ہین اونکی عملی تردید کر سکین گی، وما توفیقی الا باللہ،

عبد السلام ندوی

شبلی منزل اعظم گڈھ

۱۳ر دسمبر ۱۹۲۲ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبولِ اسلام

لطافتِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہین، اور انہی کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت، اور ارشاد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے، پھولون کی پنکھڑیان نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہین، لیکن تناور درختون کو بادِ صرصر کے جھونکے بھی نہین ہلا سکتے، شعاعِ نگاہ آئینہ کے اندر سے گذر جاتی ہے، لیکن پتھرون پر فولادی تیر بھی نہین اثر کرتے بعینہٖ یہی حال انسان کا بھی ہے، لطیف الطبع اور رقیق القلب آدمی ہر دعوتِ حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے، لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگون پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر نہین کرتے، اس فرقِ مراتب کی جزئی مثالین ہر جگہ مل سکتی ہین، لیکن اشاعتِ اسلام کی تاریخ تمامتر اسی قسم کی مثالون سے لبریز ہے، کفار مین ہمکو بہت سے اشقیاء کا نام معلوم ہے، جنھون نے ہزارون کوششون کے بعد بھی خدائے ذوالجلال کے آگے سر نہین جھکایا، لیکن صحابۂ کرام مین سیکڑون بزرگ ہین، جو توحید کی آواز کے سننے کے ساتھ ہی اسلام کے حلقے مین داخل ہو گئے، صحابہ کیساتھ صحابیات بھی اس فضیلت مین شریک ہین، اور نہ صرف شریک ہین بلکہ ان سے اسبق و اقدم ہین، چنانچہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے بغیر کسی قسم کی کد و کاوش اور جبر و اکراہ کے اسلام قبول کیا، اور اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اپنے خدا کے آگے سر جھکایا، تاریخ ابن خمیس[1] مین حضرت رافعؓ سے مروی ہے

[1] صفحہ ۲۸۶،

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلعم نے فرمایا مین دوشنبہ کے
بعثت یوم الاثنین وصلت خدیجۃ	دن مبعوث ہوا، اور خدیجہؓ نے اس دن کے
اٰخر یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء	آخری حصہ مین نماز پڑھی اور علی نے دوسرے
من الغد ثم زید بن حارثۃ	دن منگل کو نماز پڑھی، اس کے بعد زید بن حارثہ
ثم ابو بکر،	اور ابوبکر شریک نماز ہوئے،

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفتاب رسالت سے پہلے دن جو شعاع افقِ عالم پر چمکی وہ ایک رقیق القلب مقدس خاتون کے سینۂ پر نور سے چھن کر نکلی،

اعلانِ اسلام ابتدائے اسلام مین اسلام قبول کرنے سے زیادہ اظہارِ اسلام کے لئے ہمت، شجاعت اور حبارت کی ضرورت تھی، لیکن باوجود کفار کی روک ٹوک اور جور و ستم کے صحابہ کے ساتھ صحابیات نے بھی نہایت جرأت و بیباکی کے ساتھ اپنے اسلام کا اظہار کیا، چنانچہ ابتدا مین صرف جن سات بزرگون نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا ان مین چھ آدمی یعنی خود رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ حضرت بلالؓ حضرت خبابؓ حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ مرد تھے، اور ساتوین ایک غریب صحابیہ یعنی حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ تھین[1]،

صحابیات نے اپنی نیک طینتی سے صرف آسانی کے ساتھ اسلام ہی کو قبول نہین کیا بلکہ انھون نے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام کی اشاعت بھی کی، چنانچہ صحیح بخاری کتاب العلم مین ہے کہ، صحابۂ کرام نے ایک سفر مین ایک عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین پیش کیا، اس کے پاس پانی کے مشکیزے تھے اور صحابہ نے پانی ہی کی ضرورت سے اس کو پکڑا تھا لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کا پانی لیا تو اسکی قیمت ادا فرمائی، اس کو آپ کی اس دیانت سے اسی وقت آپ کی نبوت کا یقین آگیا، اور اس کے اثر سے اس کا تمام قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا،

---

[1] تاریخ خمیس صفحہ ۲۵۷،

Marfat.com

تحملِ شدائد صحابۂ کرام کے ساتھ صحابیات نے بھی اسلام کے لئے ہر قسم کی تکلیفین برداشت کین اور اُن کے ایمان مین ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہین ہوا،

حضرت سمیہؓ نے اسلام قبول کیا تو اُن کو کفار نے طرح طرح کی اذیتین دینا شروع کین، سب سے سخت اذیت یہ تھی کہ ان کو مکہ کی تپتی ریت مین لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ مین کھڑا کر دیتے تھے، لیکن با اینہمہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہتی تھین، ایک دن کفار نے حسب معمول ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ مین زمین پر لٹا دیا تھا، اسی حالت مین رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا "صبر کرو تمھارا ٹھکانا جنت مین ہی" لیکن کفار کو اس پر بھی تسکین نہین ہوئی، اور ابوجہل نے اون کی ران مین برچھی مار کر انکو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام مین سب سے پہلے شرفِ شہادت انھی کو نصیب ہوا[1]، اور صحابیات کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ سب سے پہلے ایک صحابیہ نے اسلام قبول کیا، اور سب سے پہلے ایک صحابیہ نے شرفِ شہادت حاصل کیا،

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائین، اور حضرت عمرؓ کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ بدن لہولہان ہوگیا، لیکن انھون نے صاف صاف کہدیا کہ جو کچھ کرنا ہو کر وین تو اسلام لا چکی[2]، لبینہؓ کو بھی حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ "مین نے رحم کی بنا پر نہین، بلکہ تم کو اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہون"، اسی طرح وہ زنیرہ کو بھی جو ان کے گھرانے کی کنیز تھین نہایت اذیت دیتے تھے،

قطعِ علائق صحابۂ کرام ایمان لائے تو ان کے تمام رشتے ناتے منقطع ہوگئے، لیکن اس سے انکی قوتِ ایمانی مین کوئی تزلزل واقع نہین ہوا، صحابیات کی حالت اس معاملہ مین صحابۂ کرام سے بھی زیادہ نازک تھی، انسان اگرچہ اپنے تمام اعزہ واقارب کی اعانت کا محتاج ہوتا ہے، لیکن عورت کی زندگی کا تمام تر دارومدار شوہر کی اعانت وامداد پر ہوتا ہے، اور وہ کسی حالت مین بھی اس سے بے نیاز نہین ہو سکتی، باپ بیٹے سے

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت سمیہؓ، [2] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت عمرؓ،

بیٹا باپ سے قطع تعلق کر کے زندگی بسر کر سکتا ہے، لیکن عورت شوہر سے جدا ہو کر بالکل بیکس و بے چارہ ہو جاتی ہے، لیکن باایںہمہ صحابیاتؓ نے اسلام کے لئے اس نازک رشتے کو بھی منقطع کیا، اور اپنے کافر شوہرون سے ہمیشہ کے لئے علٰحدہ ہو گئین، چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا تمسکوا بعصم الکوافر، کافرہ عورتون سے تعلق نہ رکھو،

تو جس طرح صحابۂ کرام نے اپنی کافرہ عورتون کو طلاق دیدی، اسی طرح بہت سی صحابیات بھی اپنے کافر شوہرون کو چھوڑ کر ہجرت کر آئین، اور ان مین سے ایک بھی اپنے شوہر کے پاس واپس نہ گئی چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین :-

ما نعلم ان احدا من المہاجرات ہمکو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہین
ارتدت بعد ایمانہا[1] جو ایمان لاکر پھر مرتد ہوئی ہو،

عقائد

توحید: کفار نے صحابیاتؓ کو طرح طرح کی اذیتین دین، لیکن اون کی زبان سے کلمۂ توحید کے سوا کلمۂ شرک نہین نکلا، حضرت ام شریکؓ ایمان لائین تو اون کے اعزہ و اقارب نے ان کو دھوپ مین لیجا کر کھڑا کر اس حالت مین جب کہ وہ دھوپ مین جل رہی تھین، روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے تھے اور پانی نہین پلاتے تھے، جب اس مصیبت مین تین دن گذر گئے تو ظالمون نے کہا کہ "جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو"، وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھین کہ ان جملون کا مطلب نہ سمجھ سکین، اب ان لوگون نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھین کہ توحید الٰہی کا انکار مقصود ہے، بولین خدا کی قسم مین تو اب تک اس عقیدہ پر قائم ہون[2]،

---

[1] بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام شریکؓ،

Marfat.com

شرک سے علیحدگی عورتین قدیم رسم و رواج اور قدیم عقائد کی نہایت پابند ہوتی ہین، اور عرب مین مشرکانہ عقائد ایک مدت سے پھیل کر قلوب مین راسخ ہوگئے تھے، لیکن صحابیاتؓ نے اسلام لانے کے ساتھ ہی شدت کے ساتھ ان عقائد کا انکار کیا، عرب کا خیال تھا کہ جو لوگ بتون کی برائی بیان کرتے ہین وہ مختلف امراض مین مبتلا ہو جاتے ہین، اس لئے حضرت زنیرہؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہوگئین تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ ان کو لات و عزیٰ نے اندھا کر دیا، لیکن انھون نے صاف صاف کہدیا کہ لات و عزیٰ کو اپنے پوجنے والون کی کیا خبر یہ خدا کی طرف سے ہے[1]،

جاہلیت کے زمانہ مین بچون کے کچھونون کے نیچے استرا رکھدیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہین حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا رسول اللہ صلعم ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے[2]،

عرب مین شرک کا اصلی مظہر بت تھے، جو گھر گھر مین نصب تھے لیکن صحابیاتؓ نے ہر موقع پر ان سے تبری ظاہر کی چنانچہ حضرت ہندؓ بنت عتبہ جب ایمان لائین تو گھر مین جو بت نصب تھا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا کہ "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے مین مبتلا تھے"[3]،

حضرت ابو طلحہؓ نے جب حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انھون نے کہا "ابو طلحہ کیا تمکو یہ خبر نہین کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے، (یعنی لکڑی کا بت ہے،) جو زمین سے اگا ہے، اس کو فلان حبشی نے گڑھ کر تیار کیا ہے" بولے مجھے معلوم ہے، بولین "تو کیا تمھین اس کی عبادت سے شرم نہین آتی" چنانچہ جب تک انھون نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمۂ توحید نہین پڑھا انھون نے ان سے نکاح کرنا پسند نہین کیا[4]،

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہؓ، [2] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ ہند بنت عتبہؓ [4] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ام سلیمؓ،

رسول اللہ صلعم کی نبوت پر ایمان رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اعتقاد نہ صرف صحابیات کے لوحِ دل پر کالنقش فی الحجر تھا، بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی لڑکیون کے دل مین بھی یہ عقیدہ نہایت شدت سے راسخ ہوگیا تھا، ایک بار آپ نے ایک لڑکی کو بددعا دیدی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو"، اس نے شدتِ اعتقاد کی بنا پر اس کا یقین کرلیا، اور حضرت ام سلیمؓ کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا کہ "آپ نے مجھکو یہ بددعا دی ہے، اب میرا سن نہ بڑھیگا"، وہ بدحواس آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "آپ نے میری یتیمہ کو یہ بددعا دیدی" آپ ہنس پڑے اور فرمایا "مین بھی آدمی ہون اور آدمیون کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہون، پس جس کو مین ایسی بددعا دون جس کا وہ مستحق نہین ہی تو یہ اس کے لئے پاکی تزکیہ اور نیکی ہوگی"[1]

عبادات،
ابواب الصلوٰۃ

پابندیِ جماعت اگرچہ عورتون پر جماعت کی پابندی فرض نہین ہی، اور اس بنا پر بعض غیور صحابہ جماعت مین اپنی عورتون کی شرکت کو پسند بھی نہین کرتے تھے، تاہم بعض صحابیات پر اس کا کچھ اثر نہین پڑتا تھا اور وہ مناسب اوقات مین نمازِ باجماعت ادا فرماتی تھین، حضرت عمرؓ کی بی بی برابر عشا اور فجر کی نماز مین شریکِ جماعت ہوتی تھین، ایک بار ان سے لوگون نے کہا کہ تمھین معلوم ہے کہ عمر اسکو پسند نہین کرتے، پھر کیون ایسا کرتی ہو؟ بولین تو پھر روک کیون نہین دیتے[2]،

نمازِ جمعہ عورتون پر اگرچہ جمعہ فرض نہین ہے، تاہم صحابیات اس دن کی بہت عزت کرتی تھین اور اسکی برکتون مین عمدہ طریقون سے شریک ہوتی تھین، ایک صحابیہ تھین جو اپنے کھیتون مین چقندر بویا کرتی

---

[1] مسلم کتاب البر والصلہ والآداب باب من لعنہ النبی صلعم وسبہ ودعا علیہ، [2] بخاری باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرہم،

تھین، جب جمعہ کا دن آتا تھا، تو اس کو پکاکر نمازِ جمعہ کے بعد تمام صحابہؓ کو کھلاتی تھین[۱]،

نمازِ اشراق نمازِ اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے جیسا کہ حضرت ام ہانیؓ سے مروی ہے تمام عمر مین صرف ایکبار پڑھی تھی، لیکن بعض صحابیات نے اس کا التزام کرلیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ "مین نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نمازِ اشراق پڑھتے ہوئے نہین دیکھا لیکن مین خود پڑھتی ہون، کیونکہ آپ بہت سی چیزون کو پسند فرماتے تھے، لیکن ان پر اسلئے عمل نہین کرتے تھے کہ امت پر فرض نہ ہوجائین"[۲]

تہجد و نمازِ شبانہ صحابۂ کرام تہجد پڑھتے تھے تو اس مین صحابیات بھی شریک ہوتی تھین، چنانچہ حضرت عمرؓ رات کو تہجد کے لئے اپنے اہل و عیال کو جگاتے تھے، تو یہ آیت پڑھتے تھے، وامر باھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی[۳] حضرت ابوہریرہؓ نے رات کے تین حصے کردیئے تھے، ایک مین خود، دوسرے مین ان کی بی بی اور تیسرے مین ان کا خادم تہجد پڑھتا تھا، اور ایک دوسرے کو جگاتا تھا[۴]

ابواب الزکوٰۃ والصدقات،

زیور عورتون کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہین، لیکن صحابیات کو خدا کی مرضی اُن سے بھی زیادہ عزیز تھی، ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ایک صحابیہ اپنی لڑکی کو لیکر حاضر ہوئین، لڑکی کے ہاتھ مین سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے انکو دیکھ کر فرمایا "کیا تم اسکی زکوٰۃ دیتی ہو؟" بولین "نہین" فرمایا "کیا تمھین یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے اس کے ہاتھ مین آگ کے کنگن پہنائے"؟ انھون نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈالدیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہین[۵]،

---

[۱] بخاری کتاب الجمعہ باب فی قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ،

[۲] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ الضحی، [۳] موطا کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل، [۴] بخاری کتاب الاطعمہ باب الخشف

[۵] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو، وزکوٰۃ الحلی،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے خطبۂ عید مین صدقہ و خیرات کی ترغیب دی، صحابیاتؓ کا مجمع تھا، حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور صحابیاتؓ اپنے کان کی بالیان، گلے کے ہار اور انگلیون کے چھلے تک پھینکتی جاتی تھین[1]، حضرت اسماءؓ کے پاس صرف ایک ہی لونڈی تھی، انھون نے اس کو فروخت کیا اور روپیہ گود مین لے کر بیٹھین، اسی حالت مین اون کے شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور کہا کہ "روپیہ مجھے دیدو" بولین مین نے تو اس کو صدقہ کر دیا[2]،

اجنبیہ و اقارب پر صدقہ کرنا

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینبؓ نے ان سے کہا کہ تم نادار آدمی ہو، رسول اللہ صلعم کے پاس جاؤ اگر آپ اجازت دین تو مین جو صدقہ کرنا چاہتی ہون تمھین کو دون" لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ "تمھین جاؤ وہ آئین تو آستانِ مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری صحابیہ بھی موجود تھین، دونون نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے پوچھوایا کہ "دو عورتین اپنے شوہرون اور چند یتیمون پر جو اون کی کفالت مین ہین، صدقہ کرنا چاہتی ہین" کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو دوہرا ثواب ملیگا، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا،

ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ (صلعم)، اگر مین ابوسلمہ کے لڑکون پر صدقہ کرون تو مجھکو ثواب ملیگا، مین اون کو چھوڑ نہین سکتی، کیونکہ وہ میرے لڑکے ہین" آپ نے فرمایا "ہان تمھین ثواب ملیگا"[3]

صلح حدیبیہ کے بعد حضرت اسماءؓ کی ماں مدینہ مین آئین، وہ اگرچہ کافرہ تھین، لیکن انھون نے ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہا، تاہم چونکہ مشرکہ تھین، آپ سے دریافت فرمایا، اور آپ نے اجازت دے دی،[3]

ایک صحابیہ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی، ماں کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلعم

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ و باب الصلوٰۃ بعد صلوٰۃ العید، [2] مسلم کتاب الآداب باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ،

[3] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین،

Marfat.com

سے اسکی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا "صدقے کا ثواب تمھین مل چکا اور اب وہ لونڈی تمھاری وراثت مین داخل ہو گئی"[1]

محتاج کی سب حاجت روا امداد

صحابیات موت وحیات دونون حالتون مین اہل حاجت کی اعانت وامداد فرماتی تھین، غزوۂ احد مین حضرت صفیہؓ آئین، اور اپنے بھائی حضرت حمزہ سید الشہداءؓ کے کفن کے لئے دو کپڑے لائین، لیکن اون کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی اسی طرح برہنہ نظر آئی، دل مین شرمائین کہ حمزہ دو کپڑون مین کفنائے جائین اور انصاری کے لئے ایک کپڑا بھی نہ ہو، ناپا تو ایک کا قد بڑا نکلا، مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا، اور جو کپڑا جس کے حصے مین پڑا وہ اسی مین کفنایا گیا[2]

ابواب الصوم

صائم الدہر رہنا

آج ہماری عورتین صوم مفروضہ مین بھی لیت ولعل کرتی ہین، لیکن بعض صحابیاتؓ صائم الدہر رہتی تھین، یعنی ہمیشہ روزہ رکھتی تھین، حضرت ابو امامہؓ نے رسول اللہ صلعم سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی، لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی، اخیر مین عرض کی کہ کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیے، کہ خدا مجھے اس سے نفع دے، آپ نے زورہ کا حکم دیا، اور انھون نے متصل روزہ رکھنے کا التزام کر لیا، ان کے ساتھ ان کے خادم اور بی بی نے بھی اس عمل صالح مین شرکت کی، اور روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت ہو گئی، اگر کسی دن ان کے گھر مین دھوان اٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ آج ان کے گھر مین کوئی مہمان آیا ہے، ورنہ اس گھر مین دن کا کھانا کیونکر پک سکتا تھا[3]

نفل کے روزے رکھنا

بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھین جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی، انھون نے روکا تو ان کو سخت ناگوار ہوا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جا کر شکایت کی، لیکن آپ نے حکم دیا کہ کوئی

---

[1] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا، [2] مسند احمد حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۶۵، [3] ایضاً جلد ۶ صفحہ ۲۵۵،

Marfat.com

عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہین رکھ سکتی،[1]

مردون کی جانب سے روزہ رکھنا صحابیات نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردون کی جانب سے بھی روزے رکھتی تھین، ایک صحابیہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ میری مان کا انتقال ہوگیا ہے، اور اس پر روزے فرض تھے، کیا مین ان کو پورا کردون، ؟ آپ نے ان کو اجازت دیدی،[2]

اعتکاف صحابیات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے اعتکاف کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو حضرت عائشہؓ نے اپنا خیمہ الگ نصب کروایا، اون کی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہرات نے خیمے نصب کرائے،[3]

ابواب الحج

حج فرائض اسلام مین اگرچہ حج صرف ایک بار فرض ہے، لیکن صحابیات کو ایک بار کے حج سے کیا تسکین ہوسکتی تھی، اس لیے تقریبًا ہر سال فریضۂ حج ادا کرتی تھین، ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے جہاد کی اجازت چاہی، تو آپ نے فرمایا "بہترین جہاد حج مبرور ہے"، اس کے بعد سے ان کا کوئی سال حج سے خالی نہ گیا،[4]

صحابیات جس ذوق وشوق سے حج ادا کرتی تھین، اس کا موثر منظر حجۃ الوداع مین دنیا کو نظر آیا، رسول اللہ صلعم نے اعلان حج کیا تو حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھین لیکن وہ بھی روانہ ہوئین،

بہت سے صحابہ حجۃ الوداع کی شرکت کے لئے جا رہے تھے، راستے مین رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوئی تو ایک صحابیہ جھپٹ کے آپ کے پاس آئین اور ہودج سے اپنے بچے کو نکال کر پوچھا کیا اس کا حج بھی ہوسکتا

---

[1] ابو داؤد کتاب الصیام باب المراۃ تصوم بغیر اذن زوجہا، [2] بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم، [3] ابو داؤد کتاب المناسک باب فی الاعتکاف، [4] بخاری کتاب الحج باب حج النساء،

رمایا ہان تمھین اس کا ثواب ملے گا،[1]

صحابیات فریضۂ حج کے ادا کرنے مین طرح طرح کا التزام مالا یلتزم کرتی تھین، ایک صحابیہ نے
نہ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی، رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "پاپیادہ بھی چلو اور
دار بھی ہو لو"[2] اگر کسی معذوری سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا تھا تو صحابیات کو سخت صدمہ ہوتا تھا،
ۃ الوداع مین حضرت عائشہؓ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہو گئی، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا، تو دیکھا کہ رو رہی
ن، فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولین کہ مین نے اب تک حج نہین کیا تھا، فرمایا سبحان اللہ یہ تو فطری چیز ہے،
م مناسک ادا کرلو صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو،[3]

ن باپ کی طرف سے حج ادا کرنا

صحابیات نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتی تھین،
الوداع کے زمانے مین ایک صحابیہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "میرے باپ پر
ج فرض ہو گیا ہے، لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہین سکتے، کیا مین ان کی جانب سے حج
ا کردون؟" آپ نے ان کو اس کی اجازت دیدی،[4] ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا، وہ آپ کی
مت مین آئین اور کہا کہ "میری ماں نے کبھی حج نہین کیا کیا مین اسکی جانب سے یہ فرض ادا کردون؟" آپ
نے ان کو بھی اجازت دی،[5]

واد اکرنا

عمرہ فرض ہو یا نہ ہو لیکن صحابیات اسکو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھین، اور جب وہ فوت
رجاتا تھا، تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، جب حجۃ الوداع مین رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ جن لوگون کے پاس
ری نہ ہو وہ عمرہ ادا کر سکتے ہین، تو خیمے مین آکر دیکھا کہ حضرت عائشہؓ رو رہی ہین، وجہ پوچھی تو بولین کہ مین ضرورت
وانی سے معذور رہون، لوگ دو دو فرض (حج و عمرہ) کا ثواب لے کر جاتے ہین، اور مین صرف ایک کا فرمایا

---

[1] ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الصبی یحج، [2] بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ، [3] ابوداؤد کتاب المناسک باب فی
دا الحج، [4] بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ، [5] مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت،

Marfat.com

کوئی ہرج نہین خدا تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائیگا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کو ساتھ کر دیا اور مقام تنعیم مین اُنھون نے جاکر عمرہ کا احرام باندھا، اور آدھی رات کو فارغ ہو کر آئین[1]،

ابواب الجہاد

شوقِ شہادت | عہدِ نبوت مین شہادت ایک ابدی زندگی خیال کیجاتی تھی، اس لئے ہر شخص اس آبِ حیات کا پیاسا رہتا تھا، حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھین جب غزوۂ بدر پیش آیا تو انھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین عرض کی کہ "مجھکو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائی جاوے، مین مریضون کی تیمارداری کرونگی، شاید مجھے بھی درجۂ شہادت حاصل ہوجائے"، آپ نے فرمایا "گھر ہی مین رہو، خدا تمھین اسی مین شہادت دیگا"، یہ معجزانہ پیشینگوئی کیونکر غلط ہوسکتی تھی، انھون نے دو غلام مدبر کئے تھے[2]، دونون نے ان کو شہید کر دیا کہ جلد آزاد ہوجائین[3]،

عمل بالقرآن

صحابیات پر قرآن مجید کا شدت سے اثر پڑتا تھا، ایک بار حضرت عایشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت:-

من یعمل سوءا یجز بہ، جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کریگا اسکو اسکا بدلہ دیا جائیگا،

نہایت سخت ہے، ارشاد ہوا کہ "عایشہ تم کو خبر نہین کہ مسلمان کے پانون مین اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے، تو وہ اس کے اعمالِ بد کا معاوضہ ہوجاتا ہے"، بولین لیکن خدا تو کہتا ہے:-

فسوف یحاسب حسابا یسیرا، خدا ذرا ذرا سی برائی کا بھی حساب لیگا،

---

[1] بخاری ابواب العمرہ کتاب الحج، [2] مدبران غلامون کو کہتے ہین جن سے آقا کہدیتا ہے کہ وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوجائین گے، اسکی قدرتی طور پر یہ لوگ آقا کی موت کے متمنی ہوتے ہین، [3] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء،

Marfat.com

فرمایا" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل خدا کی بارگاہ مین پیش ہوگا عذاب اسی کو دیا جائیگا، جس کے حساب مین ردوقدح[1] ہوگی" اس اثر پذیری کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابیات نہایت سرعت کے ساتھ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کو تیار ہوجاتی تھین، حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منھ بولا بیٹا بنایا تھا، اس لئے زمانۂ جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق ان کو حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہوگئے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت :-

ادعوھم لابائھم، اون کو اون کے حقیقی باپون کا بیٹا کہکر پکارو،

نازل ہوئی تو ان کی بی بی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور کہا کہ "سالم پہلے ہمارے ساتھ گھر مین رہتے تھے اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے،" فرمایا کہ "دودھ پلادو، وہ تمھارے رضاعی بیٹے ہوجائین گے"[2]

زمانۂ جاہلیت مین عرب کی عورتین نہایت بے پروائی کے ساتھ دوپٹہ اوڑھتی تھین، اس لئے سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن عورتون کو چاہئے کہ اپنے دوپٹون کو اپنے سینون پر ڈال لین

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتون نے اپنے تہ بند اور متفرق کپڑون کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے، اور اپنے آپ کو سیاہ چادرون سے اس طرح ڈھانپ توپ لیا کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سر کوؤن کے آشیانے بن گئے ہین[3]

---

[1] ابوداؤد کتاب الجنائز باب الامراض المکفرۃ للذنوب، [2] ابوداؤد کتاب النکاح باب من حرم بہ،

[3] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی قول اللہ تعالیٰ ولیضربن بخمرھن،

Marfat.com

منہیات شرعیہ سے اجتناب

مزامیر سے اجتناب

راگ باجا تو بڑی چیز ہے، حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ اونٹ کی گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ ٹھہر جاؤ، تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے اور اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ تیزی کے ساتھ لے چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں[1]،

ایک بار ایک لڑکی اون کے گھر میں گھنگرو پہنے ہوئے داخل ہوئی، گھنگرو کی آواز سننے کے ساتھ ہی بولیں کہ گھنگرو پہنے ہوئے وہ میرے پاس نہ آنے پائے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس گھر میں اس قسم کی آوازیں آتی ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے[2]،

مشتبہات سے اجتناب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو چیز مشتبہ ہے، اسکو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو غیر مشتبہ ہے" حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دیگا وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہوگا بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے گناہوں کا مرتکب ہو جائے گناہ خدا کی چراگاہ ہے، اور جو شخص چراگاہ کے آس پاس چرائیگا ممکن ہے کہ اسکے مویشی اسمیں پڑ جائیں[3] صحابیات اس حدیث پر نہایت شدت سے عامل تھیں، ایک صحابیہ نے اپنی لونڈی کو اپنی ماں پر صدقہ کر دیا تھا، وہ مر گئیں تو اس لونڈی کی حالت مشتبہ ہو گئی، صدقہ کر چکی تھیں، اور صدقہ کا مال واپس لینا جائز نہیں، ماں اوس کی مالک ہو گئی تھی، اور اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی وارث ہو گئی تھیں، اس لئے وہ ان کو وراثت میں مل سکتی تھی، اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لئے وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، تمھیں صدقہ کا ثواب مل چکا اور اب وہ تمھاری وراثت میں آگئی[4]،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۵۴، [2] ایضاً صفحہ ۲۴۲، [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب ما جاء فی الرجل یہب ہبۃ ثم یموت ولہ

حضرت اسماءؓ کی ماں قیلہ، کافرہ تھین اور حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت ہی مین ان کو طلاق دیدی تھی، ایک بار وہ حضرت اسماءؓ کے پاس متعدد چیزین ہدیہ لیکر آئین، چونکہ یہ کافر کا ہدیہ تھا، اس لئے حضرت اسماءؓ نے ان کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم سے دریافت کروایا، آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی[1]،

مذہبی زندگی کے مظاہر مختلفہ،

تسبیح وتحلیل تسبیح وتہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہین، اور صحابیات مین یہ علامت پائی جاتی تھی، ایک صحابیہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھکر تسبیح پڑھ رہی تھین، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ اسکی کیا ضرورت ہے، مین اس سے آسان تر تدبیر بتا دیتا ہون، اس کے بعد ایک دعا بتا دی[2]،

مقامات مقدسہ کی زیارت حصول برکت کا شوق صحابیات کو مقامات مقدسہ کی طرف کھینچ لے جاتا تھا، ایک بار ایک صحابیہ بیمار ہوئین، اور یہ نذر مانی کہ اگر خدا شفا دیگا تو بیت المقدس مین جاکر نماز پڑھونگی، صحت یاب ہوئین تو سامان سفر کیا اور رخصت ہونے کے لئے حضرت میمونہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئین، انھون نے کہا کہ مسجد نبوی ہی مین نماز پڑھ لو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری مسجد مین ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہے[3]،

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہین پائی تھین کہ انتقال ہو گیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ اون کی صاحبزادی نذر پوری کرین[4]،

فرائض مذہبی ادا کرنے مین جسمانی تکلیفین اٹھانا، شوق عبادت ہر قسم کی جسمانی تکلیفون کو آسان کر دیتا ہے، اور صحابیات مین یہ شوق موجود تھا، اس لئے وہ ہر قسم کی تکلیفین برداشت کرتی تھین، اور فرائض اسلام

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ، [2] ابوداؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب التسبیح بالحصی [3] مسلم باب فضل الصلوۃ فی مسجد المدینہ ومکہ [4] موطائے امام محمد باب الرجل یحلف بالمشی الی بیت اللہ،

Marfat.com

کو بخوشی ادا کرتی تھین، حضرت حمنہ بنت جحش ایک صحابیہ تھین، ان کا معمول تھا کہ برابر مصروفِ نماز رہتی تھین، جب تھک جاتی تھین تو ستونِ مسجد مین ایک رسی باندھ رکھی تھی، اس سے لٹک جاتی تھین، رسول اللہ صلعم نے اُس رسی کو دیکھا تو فرمایا "اون کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیئے، جو اون کی طاقت مین ہو، اگر تھک جائین تو بیٹھ جانا چاہیئے" چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھنکوا دی[1]۔

پابندیِ قسم ہم لوگ بات بات پر قسم کھایا کرتے ہین، اور ہمکو یہ محسوس نہین ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے، لیکن صحابیات بہت کم قسم کھاتی تھین، اور جس بات پر قسم کھا لیتی تھین اسکو پورا کرتی تھین، ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئین اور قسم کھائی کہ اب ان سے بات چیت نہ کرین گی، لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے معافی مانگی، اور دوسرے صحابہ نے بھی ان کی سفارش کی، تو رو کر کہنے لگین:۔

انی نذرت والنذر شدید، — مین نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے،

بالآخر اصرار و سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا تو کفارۂ قسم مین ۴۰ غلام آزاد کیے[2]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدد فی الصلوٰۃ: [2] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ،

Marfat.com

تحمیل الرسول،

برکت اندوزی | صحابیات ہمیشہ رسول اللہ صلعم کی ذاتِ پاک سے برکت اندوز ہوتی رہتی تھین، اس لئے جو بچہ پیدا ہوتا صحابیات سب سے پہلے اُس کو آپ کی خدمت مین حاضر کرتین، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے اپنے منہ مین کھجور ڈال کر اُس کے منہ مین ڈالتے، اور اوس کے لئے برکت کی دعا فرماتے[۱]

محافظتِ یادگارِ رسول | صحابیات رسول اللہ صلعم کی یادگارون کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھین، حضرت عائشہؓ کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسمارؓ نے اسکو لے لیا، اور محفوظ رکھا، چنانچہ جب کوئی شخص اُن کے خاندان مین بیمار ہوتا تھا، تو شفا حاصل کرنے کے لئے اُسکو دھوکر اُس کا پانی پلاتی تھین[۲]،

جن کپڑون مین آپ کا وصال ہوا تھا، حضرت عائشہؓ نے اون کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن انھون نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمل دکھاکر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انھین کپڑون مین داعیِ اجل کو لبیک کہا تھا[۳]،

ایک بار ایک صحابیہ نے آپ کی دعوت کی، آپ نے کھانے کے بعد جس مشکیزہ سے پانی پیا اس کو انھون نے محفوظ رکھا، جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا برکت حاصل کرنے کا موقع آتا، تو وہ اس سے پانی پیتی اور پلاتی تھین[۴]،

---

[۱] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکہم، [۲] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۴۸، [۳] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر، [۴] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ام سنیانؓ،

Marfat.com

جب آپ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے، تو اُن کی والدہ آپ کے پسینے کو نچوڑ کر ایک شیشی مین بھ
لیتی تھین، اور اسکو محفوظ رکھتی تھین،[1]

غزوۂ خیبر مین آپ نے ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اسکی اسقدر قدر کر
تھین کہ عمر بھر اسکو گلے سے جدا نہین کیا، اور جب انتقال کرنے لگین تو وصیت کی کہ اون کے ساتھ وہ بھی
کر دیا جائے،[2]

ایک دن آپ حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے، گھر مین ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا آپ
نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا، اور پانی پیا، حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس
بطور یادگار کے رکھ لیا،[3]

آپ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کے یہان کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انھون نے
آپ کے لئے ایک بستر اور ایک خاص تہ بند بنوالیا تھا جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے، یہ یادگار
ایک مدت تک اُن کے خاندان مین محفوظ رہین، اخیر مین مروان نے ان سے لے لیا،[4]

ادبِ رسول، صحابیات آپ کی خدمت مین حاضر ہوتین تو دربارِ نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے
کپڑے زیب تن کر لیتین، ایک صحابیہ فرماتی ہین،

جمعت علی ثیابی فاتیت رسول اللہ صلعم،[5]

مین نے تمام کپڑے پہن لئے اور آپ کی خدمت
مین حاضر ہوئی،

اگر نادانستگی کی حالت مین بھی کوئی کلمہ آپ کی شان کے خلاف منہ سے نکل جاتا تو اس کی معا
چاہتین، ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا تھا، اور وہ اُس پر رو رہی تھین، آپ کا گذر ہوا تو فرمایا، خدا سے ڈر

---

[1] بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قوماً فقال عندہم [2] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۸۰، [3] ابوداؤد کتاب اللباس
باب فی لبس الصوف والشعر، [4] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ام سلیمؓ، [5] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ التی
اسد الغابہ تذکرۂ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ،

Marfat.com

ر صبر کرو، بولین تمھین میری مصیبت کی کیا پروا ہے؟ آپ چلے گئے تو لوگون نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلعم
ے، دوڑی ہوئی آئین اور عرض کی کہ مین نے حضور کو نہین پہچانا،[1]

ایت رسول | صحابیات اپنے دلون مین نہایت شدت کے ساتھ آپ کی حمایت کی آرزو رکھتی تھین،

ضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی مان اروی بنت عبد المطلب کو اوس کی خبر دی تو بولین
ہ تم نے جس شخص کی حمایت کی، وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردون کی طرح ہم بھی استطاعت
کھتے تو آپ کی حفاظت کرتے اور آپ کی طرف سے لڑتے"[2]

دمت رسول | صحابیات رسول اللہ صلعم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتی تھین،

ضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھین، انھون نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ اون کو خادمۂ
سول اللہ کا لقب حاصل ہوا،[3]

سفینہ حضرت سلمہؓ کی والدہ کی لونڈی تھی، انھون نے اسکو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی
مر آپ کی خدمت گذاری مین صرف کرے، اس نے کہا اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرین تب بھی مین تا
مس واپسین آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتی"[4]

یبت رسول | رسول اللہ صلعم کی پر عظمت روحانیت سے صحابیات اس قدر مرعوب ہوجاتی تھین کہ
جسم مین رعشہ پڑجاتا تھا، ایکبار حضرت حدیہؓ نے آپ کو مسجد مین اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا، اون پر آپ کے
اس خشوع وخضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھین،[5]

نعت رسول | صحابیات کی چھوٹی چھوٹی لڑکیان تک آپ کی مدح مین رطب اللسان رہتی تھین،
آپ جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو لڑکیان دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی پھرتی تھین،

---

[1] ابوداؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمہ، [2] استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ، [3] ابوداؤد کتاب الطب
باب المجامۃ [4] ایضاً کتاب العتق باب فی العتق علی الشرط، [5] شمائل ترمذی باب ماجاء فی حلیۃ رسول اللہ صلعم،

Marfat.com

نحن جوار من بنی النجار　　یا حبذا محمد من جار

ہم خاندان بنو نجار کی لڑکیان ہین　　محمدؐ کتنے اچھے پڑوسی ہین،

پردہ نشین عورتین یہ اشعار پڑھتی تھین:۔

طلع البدر علینا　　من ثنیۃ الوداع

ثنیۃ الوداع کی گھاٹیون سے ہم پر چودھوین رات کا چاند طلوع ہوا ہے،

وجب الشکر علینا　　ما دعی للہ داعی

جب تک دعا کرنے والے دعا کرین، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے،

حضرت عائشہؓ رخصت ہوکر آئین تو چھوکریان دف بجا بجا کر واقعاتِ بدر کے متعلق اشعار گا تھین، ان مین سے ایک نے یہ مصرع گایا:۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد　　ہم مین ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہی،

تو آپ نے روک دیا، اور کہا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھین[۱]،

پابندی احکام رسول صحابیات رسول اللہ صلعم کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھین، آپ شوہر کے علاوہ اور اعزہ کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیاتؓ نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتین اون سے ملنے آئین، انھون نے اُن سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی، لیکن مین نے آپ سے سنا ہے کہ "کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہین"، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی،

جب حضرت ام حبیبہؓ کے والد نے انتقال کیا تو انھون نے تین روز کے بعد تیل لگایا، خوشبو

[۱] بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح،

Marfat.com

اور کہا کہ "مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف آپ کے حکم کی تعمیل مقصود تھی"[1]

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا انھون نے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انھون نے اسکو بٹھاکر خوب کھانا کھلایا، لوگون نے اس تفریق وامتیاز پر اعتراض کیا تو بولین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ

انزلوا الناس علی قدر منازلھم — لوگون کو ان کے درجہ پر رکھو،

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے مین مرد عورت مل جل کے چل رہے ہین، عورتون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہین گذر سکتین" اس کے بعد عورتون کا یہ حال ہوگیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کے چلتی تھین کہ اون کے کپڑے دیوارون سے الجھ جاتے تھے[2]

رضامندی رسول صحابیات کو رسول اللہ صلعم کی رضامندی کی ہمیشہ فکر رہتی تھی، اس لئے اگر آپ کبھی ناراض ہوجاتے تھے تو ہر ممکن تدبیر سے آپ کے رضامند کرنے کی کوشش کرتی تھین، آپ جب حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام بی بیان ساتھ تھین، سوء اتفاق سے راستہ مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا وہ رونے لگین، آپکو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے اُن کے آنسو پوچھے، آپ جس قدر اون کو رونے سے منع فرماتے تھے، اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھین، جب کسی طرح چپ نہ ہوئین، تو آپ نے اون کو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگون کو منزل کرنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، اب حضرت صفیہؓ کو خیال ہوا کہ آپ اون سے ناراض ہوگئے، اس لئے آپ کی رضامندی کی تدبیرین اختیار کین، اس غرض سے حضرت عائشہؓ

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب احداد المتوفی عنہا زوجہا، [2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق،

Marfat.com

کے پاس گئین اور کہا کہ "آپ کو معلوم ہے کہ مین اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ مین نہین دیسکتی، لیکن اگر آپ رسول اللہ صلعم کو مجھ سے راضی کردین تو مین اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہون"، حضرت عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک ڈوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ مین رنگا ہوا تھا، پھر اُس پر پانی کے چھینٹے دیئے کہ خوشبو خوب پھیلے، اس کے بعد آپ کی خدمت مین گئین اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ نے فرمایا "عائشہ یہ تمھاری باری کا دن نہین ہے"، بولین

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء[1] یہ خدا کا فضل ہی، جس کو چاہتا ہی دیتا ہی،

تفویض الی الرسول | عورت کے لئے نکاح کا معاملہ سب سے زیادہ اہم ہے، لیکن صحابیات نے اپنے آپ کو بالکل رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین دیدیا تھا، اس لئے آپ جس سے چاہتے تھے، انکا نکاح کردیتے تھے، اور وہ بخوشی اسکو قبول کرلیتی تھین، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھین، جن سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو نہایت دولتمند صحابی تھے، نکاح کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق اُن سے گفتگو کی تھی، لیکن حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا، اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے ہاتھ مین ہی جس سے چاہئے نکاح کردیجئے"[2]

جلیبیبؓ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو راستون مین بھی ظرافت اور مذاق کی باتین کرتے تھے، اس لئے صحابہؓ ون کو عموماً ناپسند کرتے تھے، ایک بار آپ نے اون کے لئے ایک انصاری لڑکی سے پیغام نکاح دیا، انھون نے کہا کہ اسکی ماں سے مشورہ کرلون" ماں نے جلیبیب کا نام سنا تو انکار کیا، لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہ صلعم کی بات نامنظور نہین کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالے کردو خدا مجھے ضائع نہ کریگا"[3]

ضیافت رسول | اگر خوش قسمتی سے صحابیات کو کبھی رسول اللہ صلعم کی ضیافت کا موقع ملتا تو نہایت

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۳۸، [2] نسائی کتاب النکاح الخطبہ فی النکاح، [3] مسند جلد ۴ صفحہ ۴۲۲،

Marfat.com

عزت، محبت، اور ادب کے ساتھ اس فرض کو بجالاتین، ایک بار آپ حضرت ام حرام رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، تو انھون نے دعوت کی، آپ نے قبول فرمائی اور وہین قیلولہ فرمایا[1]

ایک بار ایک صحابی نے آپ کی دعوت کی، دعوت کھاکر آپ روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردے سے سر نکال کے کہا کہ "یارسول اللہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جائیے"، آپ نے فرمایا "خدا تم پر اور تمھارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے"[2]

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکاکر آپ کی خدمت مین پیش کرتی تھین، ایک بار حضرت ام ایمن رضؓ نے آٹا چھانا اور اسکی روٹیان تیار کرکے آپ کی خدمت مین پیش کین، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ بولین "ہمارے ملک مین اسی کا رواج ہے، مین نے چاہا کہ آپ کے لئے بھی اسی قسم کی روٹیان تیار کرون" لیکن آپ نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا "آٹے مین چوکر ملاکر پھر گوندھو"[3]

محبتِ رسول صحابیات کے دل آپ کی محبت سے لبریز تھے، اور وہ اس کا اظہار مختلف طریقون سے کرتی تھین، حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھین، وہ جب آپ کا ذکر کرتین تو فرطِ محبت سے کہتین بابا یعنی مین آپ پر قربان[4]

آپ جب کسی غزوہ مین تشریف لیجاتے تو صحابیات فرطِ محبت سے آپ کی واپسی اور سلامتی کیلئے نذرین مانتی تھین، ایکبار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ نے کہا کہ "یارسول اللہ مین نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپکو صحیح و سالم واپس لائیگا تو آپ کے سامنے دف بجا بجاکے گیت گاؤنگی"[5]

شوقِ صحبتِ رسول صحابیات کے دل مین آپ کی محبت سے مستفیض ہونے کا نہایت شوق رہتا تھا، حضرت قیلہؓ بیوہ ہوگئین تو بچون کو ان کے چچا نے لیا، اب وہ تمام دنیوی جھگڑون سے آزاد تھین، اس لئے ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک مین حاضر ہوئین اور آپکی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اوٹھایا[6]

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی رکوب البحر فی الغزو، [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۹۰، [3] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ، [4] نسائی کتاب الحیض باب شہود الحیض العیدین و دعوۃ المسلمین، [5] ترمذی کتاب المناقب مناقب فی حق عمر بن الخطابؓ، [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت قیلہؓ

فضائلِ اخلاق

استعفاف | فیضِ تربیتِ نبویؐ نے صحابیات کے ایک ایک فرد کو، غیرت خودداری، اور عزتِ نفس کا مجسمہ بنادیا تھا، اس لئے وہ کسی کے سامنے دستِ سوال نہین پھیلاتی تھین، مان باپ سے مانگتے ہوئے کسی کو شرم نہین آتی، لیکن صحابیات کی غیرت اسکو بھی گوارا نہین کرتی تھی، کہ مان باپ سے بھری محفل مین سوال کیا جائے، حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھین، رسول اللہ صلعم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے حاضرِ خدمت ہوئین کہ آپ سے ایک غلام مانگین، دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتین کر رہے ہین، شرم کے مارے واپس آئین[1]،

ایثار | فیاضی ایک اخلاقی وصف ہی، لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے، اور وہ صحابیات مین بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو مین اپنی قبر کے لئے جگہ مخصوص کر رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی تو انھون نے یہ تختہ جنت انکو دیدیا اور فرمایا،

کنت ارید ہ لنفسی ولاوثرن بہ الیوم علی نفسی[2]،

مین نے خود اپنے لئے اسکو محفوظ رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہون،

ایک دن وہ روزہ سے تھین، گھر مین ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، ایک مسکین عورت آئی، انھون نے لونڈی سے کہا کہ "روٹی اسکو دیدو"، اوس نے کہا افطار کس چیز سے کیجئے گا، بولین "دے تو دو"، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا "یہ تیری روٹی سے بہتر ہے"[3]

---

[1] ابو داود کتاب الادب باب فی التسبیح، [2] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ، [3] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقۃ،

Marfat.com

فیاضی صحابہ کی طرح اسلام کو صحابیات کی فیاضی سے بھی بہت کچھ ثبات و استحکام حاصل ہوا، حضرت ام سلیمؓ نے اپنا نخلستان خاص رسول اللہ صلعم کے لئے وقف کر دیا،[1]

حضرت عائشہؓ اس قدر فیاض تھین کہ جو کچھ ہاتھ آجاتا تھا اسکو صدقہ کر دیتی تھین، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اون کو اس فیاضی سے روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئین کہ اُن سے بات چیت کرنے کی قسم کھالی،[2] حضرت اسماءؓ اُن سے بھی زیادہ فیاض تھین، حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھین، جب معتدبہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا تو اُسکو تقسیم کر دیتی تھین، لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لئے کچھ نہین رکھتی تھین، روز کا روز خرچ کر دیا کرتی تھین،[3]

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، بولین کہ تمھارے کوئی لڑکا ہے" انھون نے کہا "نہین" فرمایا "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو مین تم کو دیدیتی"، حسنِ اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے اون کے پاس روپئے بھیجے، بولین "کس قدر جلد میری آزمایش ہوئی" فوراً آدمی بھیجکر اُن کو بلوایا اور دس ہزار درہم دیدیئے، انھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدلی اور اس سے اُن کے متعدد بچے پیدا ہوئے،[4]

ازواجِ مطہرات مین حضرت زینبؓ بنت جحش نہایت فیاض تھین، وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کرتی تھین، اور جو کچھ آمدنی اس سے ہوتی تھی مساکین کو دیدیتی تھین، ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم مین جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا، وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گا، اس بنا پر ازواجِ مطہرات اپنے ہاتھون کو ناپتی تھین، حضرت زینبؓ کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے اونکا انتقال ہوا تو ازواجِ مطہرات کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے فیاضی مراد تھی،[5]

---

[1] صحیح بخاری، [2] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش، [3] ادب المفرد باب السخاوۃ، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہؓ، [5] اصابہ تذکرہ حضرت زینبؓ بنت جحش،

Marfat.com

مخالف سے انتقام نہ لینا اگر مخالف کسی مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا، لیکن صحابیات کے دل مین خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ مین باہم نوک جھوک رہتی تھی، لیکن جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور رسول اللہ صلعم نے حضرت زینبؓ سے اون کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتین (یعنی) کہ مین اپنے کان اور اپنی آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہون مجھے ان کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہین ہے۔

حضرت عائشہؓ کو خود اعتراف ہے کہ

وھی التی تسامینی فعصمھا اللہ بالورع،	وہ اگرچہ میری حریف تھین، لیکن خدا نے ورع کی وجہ سے انکو بچا لیا،

انتقام تو بڑی چیز ہے، صحابیات اپنے مخالفون سے بغض رکھنا بھی پسند نہین کرتی تھین، حضرت معاویہؓ بن خدیجؓ نے حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کو قتل کر دیا تھا، ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار بنے حضرت عائشہؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ مین معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اُس نے کہا "ان میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ ان کے مداح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اسکی جگہ دوسرا دیدیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اسکی جگہ دوسرا گھوڑا دیدیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تو وہ اسکی جگہ دوسرا غلام دیدیتے تھے، حضرت عائشہؓ نے یہ سنکر کہا "استغفر اللہ اگر مین اُن سے اس بنا پر بغض رکھون کہ انھون نے میرے بھائی کو قتل کیا ہین نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا، کہ خدایا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر اور جو اس پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر"[۲]

مہمان نوازی حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھین، انھون نے اپنے مکان کو گو

[۱] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضاً، [۲] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت معاویہ بن خدیجؓ،

Marfat.com

مان خانہ بنا دیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے
کان پر ٹھہرتے تھے[1]

عزتِ نفس | صحابیات عزتِ نفس کا مجسمہ تھین، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس دن شہید ہوئے، اس روز انکی
والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھون نے اون کو دیکھا تو بولین "بیٹا قتل کے خوف سے
ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا، جسمین تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے، خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار
کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کر لیجائے"

صبر و ثبات | مردون پر نوحہ کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مدتون مرثیہ خوانی کرنا عرب کا قومی شعار تھا،
لیکن فیضِ تربیتِ نبوی نے صحابیات کو صبر کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا لڑکا
بیمار ہوا، وہ صبح کے وقت اوس کو بیمار چھوڑ کر کام کاج کے لئے باہر چلے گئے، اون کی عدم موجودگی مین بچہ
کا جان بحق تسلیم ہو گیا لیکن انکی بی بی نے لوگون سے کہدیا کہ ابوطلحہ سے نہ کہنا وہ شام کو پلٹے تو بی بی
سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولین "پہلے سے زیادہ سکون کی حالت مین ہے" یہ کہکر کھانا لائین، اور انھون نے
کھانا کھایا، صبح ہوئی تو کہا "کہ اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا
اسکو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟ بولے "نہین"، بولین "تو پھر اپنے بیٹے کو بھی صبر کرو"[2]

رسول اللہ صلعم غزوۂ احد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا
حال پوچھنے آئین، انہی مین حضرت حمنہ بنت جحشؓ بھی تھین، وہ آئین تو آپ نے فرمایا کہ "حمنہ! اپنے بھائی
عبداللہ بن جحش کو صبر کرو" انھون نے انا للہ پڑھا، اور ان کے لئے دعاے مغفرت کی، آپ نے پھر فرمایا کہ
"اپنے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو" انھون نے اس پر بھی انا للہ پڑھا، اور دعاے مغفرت کرکے
خاموش ہو رہین[3]

[1] نسائی کتاب النکاح باب الخطبۃ فی النکاح [2] مسلم کتاب الادب باب استحباب تحنیک المولود عندولادتہ الخ [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت حمنہ بنت جحش رضی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھین، وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ "مرنے مین آرام ہے"، بولین "شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے، لیکن جب تک دو باتون مین سے ایک نہ ہو جائے، مین مرنا پسند نہ کرون گی، یا تو تم شہید ہو جاؤ اور مین تمکو صبر کر لون، یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھین ٹھنڈی ہون"، چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے اون کو سولی پر لٹکا دیا، حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے یہ عبرت ناک منظر دیکھنے کے لئے آئین، اور بجاے اس کے کہ روتی پیٹتین، حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیا اس سوار کے لئے ابھی تک وہ وقت نہین آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے[1]،

شجاعت غزوات مین صحابۂ کرام نے جس طرح دادِ شجاعت دی، صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی حیرت انگیز ہین، غزوۂ حنین مین کفار نے اس زور شور سے حملہ کیا تھا کہ میدانِ جنگ لرز اٹھا تھا، لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ مین خنجر لئے ہوئے منتظر تھین کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دین، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اُن کے ہاتھ مین خنجر دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہی؟ بولین کہ چاہتی ہون کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ مین بھونک دون[2]،

غزوۂ خندق مین رسول اللہ صلعم نے تمام عورتون کو ایک قلعہ مین کر دیا تھا، ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا، حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا کہ "یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے، اسکو قتل کر دو"، بولے "تمھین تو یہ معلوم ہے کہ مین اس میدان کا مرد نہین، اب حضرت صفیہؓ خود اتریں اور خیمے کی ایک میخ اکھاڑ کر اس زور سے ماری کہ وہ وہین ٹھنڈا ہو گیا[3]،

زہد و تقشف صحابیات نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتی تھین، ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ

---

[1] استیعاب تذکرۂ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، [2] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل [3] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب،

Marfat.com

کی خدمت مین حاضر ہوا، بولین" ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنی نقاب سی لون" اس نے کہا "اگر مین لوگون کو اسکی خبر کردون تو لوگ آپ کو بخیل سمجھین گے" بولین "جو لوگ پرانا دھرانا کپڑا نہین پہنتے اون کو آخرت مین نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا"[1]

زندہ دلی صحابیات کے جذبات کو اسلام نے تر و تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا، اس لئے اُن مین عموماً زندہ دلی پائی جاتی تھی، عید کے دن معمولاً لڑکے اور لڑکیان رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہو کر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے ترانے گاتے تھے[2]

رازداری صحابیات کا سینہ راز کا مدفن تھا، جس سے وہ قیامت تک باہر نہین نکل سکتا تھا، ایک دن آپ کی خدمت مین تمام ازواجِ مطہرات جمع تھین، حضرت فاطمہؓ بھی اسی حالت مین آگئین، آپ نے انکو مرحبا کہا اور اپنے دائین جانب بٹھالیا، اور آہستہ سے اون کے کان مین ایک بات کہی، وہ چیخ مار کر رو پڑین، پھر آپ نے آہستہ سے ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑین، آپ چلے گئے، تو تمام بی بیون نے اس کی وجہ پوچھی، بولین مین آپ کی زندگی مین آپ کا راز فاش نہین کر سکتی[3]

عفت و عصمت اسلام نے پاکیزگیِ اخلاق کی جو تعلیم دی اس نے صحابیات کو عصمت و عفت کا مجسمہ بنا دیا، ایک صحابیہ کو جنکی اخلاقی حالت زمانۂ جاہلیت مین اچھی نہ تھی ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولین "ہٹو اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا"[4] اسلام کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ لونڈیان تک بدکاری سے ابا کرنے لگین، مسیکہ ایک لونڈی تھی جس نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آکر شکایت کی کہ میرا آقا مجھکو بدکاری پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

---

[1] ادب المفرد باب الرفق فی المعیشۃ، [2] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام، [3] مسلم کتاب الفضائل مناقب فاطمہؓ

[4] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۷،

Marfat.com

لاتکرھوا فتیاتکم علی البغاء[1] اپنی لونڈیون کو بدکاری پر مجبور نہ کرو،

اس جرم کا ارتکاب تو صحابیات سے بہت بعید تھا، وہ اسکو بھی گوارا نہین کرتی تھین کہ کسی نامحرم کی نگاہ بھی اُن پر پڑ جائے، ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا اور رسول اللہ صلعم سے مشورہ طلب کیا، آپ نے فرمایا کہ "پہلے عورت کو جاکر دیکھ لو"، وہ اس غرض سے اسکے گھر گئے، عورت نے پردہ سے کہا "اگر رسول اللہ صلعم کا حکم ہے، تو خیر ورنہ تمھین خدا کی قسم"[2]

اس معصیت کا ارتکاب تو بڑی چیز ہے، اگر خدانخواستہ صحابیات پر کبھی اس قسم کا اتہام بھی لگ جاتا تھا، تو اُن کے خرمنِ عقل و ہوش پر بجلی گر پڑتی تھی، حضرت عائشہؓ کے کانون مین جب واقعۂ افک کی بھنک پڑی تو بے ہوش کر کر گر پڑین، لرزہ بخار آگیا اور آنسوؤن کی جھڑی لگ گئی،[3]

---

[1] ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا، [2] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا، [3] بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ عزوجل لقد کان فی یوسف و اخوتہ آیات للسائلین،

Marfat.com

حسنِ معاشرت

مصالحت اور صفائی اگر بہ مقتضائے فطرتِ انسانی صحابیات کسی سے ناراض ہوجاتی تھین تو ان کو اس چند روزہ ناگواری پر نہایت افسوس ہوتا تھا ایک معاملہ مین حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئین اور بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی، لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھین کہ دوپٹہ تر ہوجاتا تھا[1]،

صلہ رحم حضرت زینبؓ اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ نہایت سلوک کرتی تھین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین:-

ولم ار امرۃ قط خیرا فی الدین من	مین نے زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار
زینب واتقی اللہ واصدق حدیثا	زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی عورت
واوصل للرحم[2]	نہین دیکھی،

حضرت اسماءؓ نے ایک جائداد وراثۃً پائی تھی، اور ان کو ایک لاکھ کی رقم حضرت امیر معاویہؓ نے دی تھی، لیکن انھون نے اس مال و جائداد کو حضرت قاسم بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر جو ان کے قرابت دار تھے ہبہ کردیا[3]،

صحابیات کی صلہ رحمی صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ وہ کافر قرابتدارون کی قرابت کا بھی لحاظ رکھتی تھین، حضرت اسماءؓ ہجرت کرکے مدینہ آئین تو اون کی والدہ جو کافرہ تھین اون کے پاس آئین اور مالی مدد مانگی، حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی

---

[1] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ، [2] مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہؓ،

[3] بخاری کتاب الہبۃ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ،

Marfat.com

کرسکتی ہین؟ آپ نے فرمایا ہان[۱]، چنانچہ انھون نے ان کو مدد دی، حضرت حفصہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لئے ایک جائداد کی وصیت کی تھی[۲]،

ہدیہ دینا حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہدیہ ازدیادِ محبت کا ذریعہ ہے، اس لئے صحابیات ایک دوسرے کے پاس عموماً ہدیہ بھیجا کرتی تھین،

حضرت نسیبہ انصاریہؓ اس قدر مفلس تھین کہ اُن پر صدقہ کا مال حلال تھا، تاہم اس حالت مین بھی وہ ازواجِ مطہرات کی خدمت مین ہدیہ بھیجتی تھین، ایک بار اُن کے پاس صدقہ کی بکری آئی تو انھون نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس ہدیۃً بھیجا[۳]، حضرت بریرہؓ کے پاس بھی جو کچھ صدقہ مین آتا تھا، وہ ازواجِ مطہرات کو ہدیۃً دیدیا کرتی تھین[۴]،

خادمون کے ساتھ سلوک صحابیات خادمون کے ساتھ جیسا سلوک روا رکھتی تھین، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی، اس نے آنے مین دیر لگائی تو اُس نے اُس پر لعنت بھیجی، حضرت ام الدرداءؓ اُس کے محل مین تھین، صبح ہوئی تو کہا "تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی، حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعاء یا شہداء نہ ہون گے[۵]،

باہمی اعانت صحابیات مصیبت مین، آفت مین، کشمکش مین دوسرون کی اعانت فرماتی تھین، اور ہمسایہ صحابیات اپنی پڑوسنون کو ہر قسم کی مدد دیتی تھین، حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہین آتی تھی، لیکن اُن کی پڑوسنین اُن کی روٹی پکا دیا کرتی تھین[۶]،

---

[۱] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، [۲] مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیۃ لاہل الذمۃ، [۳] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قدرکم یعطی من الزکوٰۃ والصدقۃ ومن اعطی شاۃ، [۴] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الہدیہ للنبی صلعم والنبی ہاشم ویعنی عبدالمطلب وان کان المہدی ملکہا بطریق الصدقۃ، [۵] مسلم کتاب البر والصلہ والآداب باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا، [۶] مسلم کتاب الآداب باب ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق،

Marfat.com

اگر عورتون کو اپنے شوہرون سے شکایت پیدا ہوتی تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنا درد و دکھ کہتی تھین، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین نہایت پرزور طریقہ سے اون کی سفارش کرتی تھین، ایک بار اون کی خدمت مین ایک عورت سبز ڈوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ پڑ گئے ہین، رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مسلمان عورتین جو مصیبت برداشت کر رہی ہین، ہم نے ایسی مصیبت نہین دیکھی، دیکھئے اس کا چمڑا اس کے ڈوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے،، بخاری کی اس روایت کے اخیر مین عموماً عورتون کی نسبت یہ الفاظ ہین:۔

والنساء ینصر بعضھن بعضًا، عورتون کی یہ فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہین[۱]،

ایک شخص کی بی بی بیمار تھین، وہ حضرت ام الدرداءؓ کے پاس آئے، انھون نے حال پوچھا تو انھون نے کہا "بی بی بیمار ہے"، اب انھون نے اون کو ٹھہرا کر کھانا کھلایا اور جب تک اون کی بی بی بیمار رہین، حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہین[۲]،

عیادت صحابیات ہر ممکن طریقہ سے مریضون کی عیادت کرتی تھین، ایک بار اہلِ صفہ مین سے ایک صحابی بیمار تھے، حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئین اور ان کی عیادت کی[۳]،

تیمارداری صحابیات نہایت دلسوزی سے مریضون کی تیمارداری کرتی تھین، حضرت عبداللہ بن مطعونؓ بیمار ہوئے تو حضرت ام الحسلاءؓ اور ان کے تمام خاندان نے اون کی تیمارداری کی، اون کا انتقال ہو گیا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام الحسلاءؓ نے محبت کے لہجے مین کہا "تم پر خدا کی رحمت ہو مین شہادت دیتی ہون کہ خدا نے تمھاری عزت کی"[۴]،

---

[۱] بخاری کتاب اللباس باب الثیاب الخضر، [۲] ادب المفرد باب عیادۃ الصبیان، [۳] ایضاً باب عیادۃ النساء الرجل المریض، [۴] بخاری کتاب الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات،

حضرت زینبؓ مرض الموت مین بیمار ہوئین، تو حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات سے پوچھوایا کہ کون اُن کی تیمارداری کریگا؟ تمام بی بیون نے کہا "ہم"، اُن کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ کون اُن کو غسل و کفن دیگا؟ تمام بی بیون نے کہا "ہم"[1]

عزاداری صحابیات عزاداری کو اپنا فرض خیال کرتی تھین، ایک بار رسول اللہ صلعم ایک صحابی کو دفن کرکے آرہے تھے، راہ مین دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جارہی ہین، پوچھا گھر سے کیون نکلین؟ بولین اس گھر مین عزاداری کے لئے گئی تھی،[2]

عرب جاہلیت مین عزاداری کا طریقہ یہ تھا کہ عورتین برادری مین جاکر باہم مردون پر نوحہ کرتی تھین، لیکن اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹادیا، چنانچہ جب عورتین اسلام لاتی تھین تو اُن سے اس رسم کے چھوڑنے کا معاہدہ لیا جاتا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا، تو بولین "فلان خاندان نے زمانۂ جاہلیت مین ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے مجھے اس کا معاوضہ کرنا ضرور ہے"، چنانچہ آپ نے اون کو اسکی اجازت دیدی،[3]

محبتِ اولاد صحابیات بچون سے نہایت محبت رکھتی تھین، ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی، اور بچے کو اُس سے لینا چاہا، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور کہا کہ "میرا پیٹ اُس کا ظرف، میری چھاتی اوس کا مشکیزہ اور میری گود اُس کا گہوارہ تھا، اور اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی، اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے"، آپ نے فرمایا جب تک تم دوسرا نکاح نہ کرو تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو،[4] اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات مین پایا جاتا تھا، لیکن اس باب مین قریش کی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے اُنکی اس خصوصیت کی مدح فرمائی

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت زینبؓ، [2] ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی التعزیہ، [3] مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ [4] ابو داؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد،

Marfat.com

نعم النساء نساء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج[1]،

قریش کی عورتین کس قدر اچھی ہین، بچون سے محبت رکھتی ہین، اور شوہرون کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہین،

بھائی بہن سے محبت، صحابیات اپنے بھائی اور بہنون سے نہایت محبت رکھتی تھین، حضرت عبداللہ رضؓ بن ابی بکر کا مقام حبش مین انتقال ہوا لاش مکہ مین دفن ہوئی، تو حضرت عائشہؓ فرطِ محبت سے اُن کی قبر تک آئین، اور ایک مشہور مرثیہ کے یہ اشعار پڑھے:-

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃً من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

"اور ہم دونون ایک مدت تک جذیمہ کے دونون ہمنشینون کی طرح ساتھ رہے یہان تک کہ لوگون نے کہا کہ ان مین کبھی جدائی نہ ہوگی،

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا[2]

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہین کی تھی،

حضرت حمزہؓ غزوۂ احد مین شہید ہوئے تو اُن کی بہن حضرت صفیہؓ آئین، کہ مقتل مین اُن کا پتہ لگائین، لیکن لوگون نے اُن کی پریشانی کے خیال سے نہین بتایا، یا لآخر رسول اللہ صلعم کے پاس آئین، تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہین اون کی عقل نہ جاتی رہے، اس لئے اون کے سینے پر ہاتھ رکھا تو انھون نے انا للہ پڑھا اور رونے لگین[3]،

حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو تمام عورتین رونے لگین، حضرت فاطمہؓ اون کی قبر کے پاس روتی

---

[1] بخاری کتاب النکاح، [2] ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت حمزہؓ،

Marfat.com

تھین تو رسول اللہ صلعم ہاتھون سے اون کے آنسو پونچھتے تھے[1]

حمایتِ والدین صحابیات والدین کی حمایت سے سخت سے سخت موقعون پر بھی اغماض نہین کرتی تھین، ایک کفار نے حالتِ نماز مین رسول اللہ صلعم کی گردن مین اونٹ کی اوجھ ڈال دی، حضرت فاطمہؓ دوڑ کے آئین، اس کو آپ کی گردن سے نکال کے پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا[2]،

پرورش یتامیٰ یتیمون کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے، حدیث شریف مین آیا ہی:-

انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنتہ، — ہم اور یتیمون کی پرورش کرنے والے جنت مین اس قدر قریب ہون گے جس قدر یہ دونون انگلیان قریب قریب ہین،

اس لئے صحابیات یتیمون کی پرورش اپنا فرض سمجھتی تھین، حضرت زینبؓ متعدد یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور پوچھا کہ "مین اپنے شوہر اور ان یتیمون پر صدقہ کرون تو جائز ہے"؟ ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے در دولت پر کھڑی تھین حضرت بلالؓ نے اطلاع کی، تو آپ نے فرمایا کہ "اس کا دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا"[3]

حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے بچے یتیم ہوگئے تو حضرت عائشہؓ اون کی پرورش فرماتی تھین[4]،

یتیمون کے مال کی نگہداشت خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین یتیمون کے مال کی حفاظت و نگہداشت کے متعلق ایک نہایت مفصل آیت نازل فرمائی ہے، وابتلوا الیتمیٰ حتی اذا بلغوا النکاح الخ اور

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۳۵۱، [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی، [3] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، [4] موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر،

Marfat.com

بنا پر صحابیات نہ صرف ان کے مال کی حفاظت کرتی تھین، بلکہ اس کو ترقی دیتی تھین، حضرت عائشہؓ یتیمون کے مال لوگون کو دیدیتی تھین کہ تجارت کے ذریعہ سے اوسکو ترقی دین[1]،

یچون کی پرورش | صحابیات بچون کی پرورش مین اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتی تھین، حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئین تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے، اس لئے انھون نے یہ عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشو و نما کامل طور پر نہ ہو جائیگی وہ دوسرا نکاح نہ کرینگی، چنانچہ حضرت انسؓ خود بپاس گذارانہ لہجے مین اعتراف کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ میری مان کو جزائے خیر دے کہ اُس نے میری ولایت کا حق ادا کیا[2]،

رسول اللہ صلعم صحابیات کو دنیا کی تمام چیزون سے زیادہ محبوب تھے، لیکن باین ہمہ جب آپ نے حضرت ام ہانیؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو انھون نے معذرت کی کہ "یا رسول اللہ آپ مجھے میری آنکھون سے بھی زیادہ عزیز ہین، لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے، اس لئے مجھے خوف ہے کہ اگر مین شوہر کا حق ادا کرون گی تو بچون کی طرف سے بے پروائی کرنا پڑیگی، اور اگر بچون کی پرورش مین مصروف رہون گی تو شوہر (یعنی آپ کا اگر نکاح کر لون گی) کا حق ادا نہ کر سکون گی[3]،

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت

زن و شو کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے، کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب اور گھر بار کی حفاظت کرے اور صحابیات مین عموماً یہ دیانت پائی جاتی تھی، حضرت اسمار بنت ابی بکرؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ گھر مین تھین کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہا کہ "اپنے سایہ دیوار کے نیچے مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے"، وہ عجیب کشمکش مین مبتلا ہوئین، فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھین، لیکن شوہر

[1] موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ اموال الیتامیٰ والتجارۃ فیہا، [2] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ام سلیمؓ
[3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ام ہانیؓ

Marfat.com

کی اجازت کے بغیر اجازت نہین دے سکتی تھین، بولین اگر مین اجازت دیدون اور زبیرؓ انکار کردین تو مشکل پڑیگی، زبیرؓ کی موجودگی مین آؤ، اور مجھ سے سوال کرو،" وہ اسی حالت مین آیا اور کہا" یا ام عبداللہ مین محتاج آدمی ہون آپ کی دیوار کے سایہ مین کچھ سودا بیچنا چاہتا ہون"، بولین "تم کو مدینہ مین میرا ہی گھر ملتا تھا"، حضرت زبیرؓ نے کہا، "تمھارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شرا سے روکتی ہو؟" وہ تو چاہتی ہی تھین، اجازت دیدی[1]، وہ نہایت فیاض تھین، اسلئے صدقہ و خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھین لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا، اور شوہر کے مال مین بلا اجازت تصرف نہین کر سکتی تھین، مجبوراً رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ مین زبیرؓ کی آمدنی مین سے کچھ صدقہ کردون تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہو سکے دو[2]، ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے عورتون سے بیعت لی تو ان مین سے ایک خاتون اٹھین اور کہا کہ "ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہین، ان کے مال مین سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے"؟ آپ نے فرمایا "اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو[3]"،

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات مین پایا جاتا تھا، لیکن اس باب مین قریش کی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے اپنی زبانِ مبارک سے اون کی اس خصوصیت کو ان الفاظ مین نمایان کیا،

انعم النساء نساء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج	قریش کی عورتین کس قدر اچھی ہین، بچون سے محبت رکھتی ہین اور شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہین،

شوہر کی رضاجوئی صحابیات اپنے شوہرون کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھین،

[1] مسلم کتاب الآداب باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق ولو بالقلیل، [3] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب المراۃ تصدق من بیت زوجہا،

حضرت حوّلاؓ عطر فروش تھین، ایک بار حضرت عائشہؓ کی خدمت مین آئین اور کہا کہ مین ہر رات کو خوشبو لگاتی ہون، بناؤ سنگار کرکے دلھن بنجاتی ہون اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جاکر سو رہتی ہون لیکن اس پر بھی وہ متوجہ نہین ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہین، پھر ان کو متوجہ کرتی ہون اور وہ اعراض کرتے ہین" رسول اللہ صلعم آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو[۵۱]"

ایک روز آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ مین چاندی کے چھلّے دیکھے تو فرمایا عائشہؓ یہ کیا ہے؟ بولین مین نے اس کو اس لئے بنایا ہے کہ آپ کے لئے بناؤ سنگار کرون[۵۲]،

ایک صحابیہ آپؐ کی خدمت مین حاضر ہوئین، اون کے ہاتھ مین سونے کے کنگن تھے، آپؐ نے ان کے پہننے سے منع فرمایا بولین "اگر عورت شوہر کے لئے بناؤ سنگار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائیگی[۵۳]"

شوہر کی محبت صحابیات اپنے شوہرون سے نہایت محبت رکھتی تھین، حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر مین تھے، کہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہوگئے، رسول اللہ صلعم نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ نے اپنا ایک یادگار ہار جس کو حضرت خدیجہؓ نے اُن کو رخصتی کے وقت دیا تھا، ابوالعاص کے فدیہ مین بھیجدیا[۵۴]،

حضرت حمنہ بنت جحشؓ کو اپنے شوہر کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو فرطِ محبت سے چیخ اٹھین[۵۵]،

حضرت عمرؓ کو اہل وعیال کیساتھ بہت زیادہ شغف نہ تھا، تاہم ان کی بی بی حضرت عاتکہؓ روزے کے دونون مین بھی فرطِ محبت سے اون کے سر کا بوسہ لیتی تھین[۵۶]،

حضرت عاتکہؓ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ

---

۵۱ اسد الغابہ تذکرہ حضرت حوّلاؓ، ۵۲ ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو وزکوٰۃ الحلی، ۵۳ نسائی کتاب الزینۃ
۵۴ ابو داؤد کتاب الجہاد باب فداء الاسیر بالمال، ۵۵ سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی البکاء علی المیت،
۵۶ موطا کتاب الصیام باب ما جاء فی الرخصۃ فی القبلۃ للصیام،

طائف مین شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پر درد مرثیہ لکھا، جس کا ایک شعر یہ ہے :-

فالیت لاتنفک عینی حزینۃ	علیک ولاینفک جلدی اغبرا
مین نے قسم کھائی ہے کہ تیرے غم مین میری آنکھ	ہمیشہ پر نم اور جسم ہمیشہ غبار آلودہ رہے گا،

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے شادی کی، دعوتِ ولیمہ مین حضرت علی کرّم اللہ وجہہ بھی شریک تھے، انھون نے عاتکہ کو یہ شعر یاد دلایا، تو رو پڑین، حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو اُن کا بھی نہایت پر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد اُن سے حضرت زبیرؓ نے شادی کی اور وہ بھی شہید ہوئے، تو عاتکہؓ نے اُن کا بھی مرثیہ لکھا،[1]

شوہر کی خدمت صحابیات شوہر کی خدمت نہایت دلسوزی کے ساتھ کرتی تھین، رسول اللہ صلعم کمالِ طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوالیا کرتے تھے، اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھین،[2] ایک بار آپ کمل اوڑھکر مسجد مین آئے، ایک صحابی نے کہا "یارسول اللہ اس پر دھبہ نظر آتا ہے، آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجدیا، حضرت عائشہؓ نے کٹورے مین پانی منگایا، خود اپنے ہاتھ سے دھویا، اور خشک کیا، اس کے بعد آپ کے پاس بھیجدیا،[3] جب رسول اللہ صلعم احرام باندھتے یا احرام کھولتے تھے، تو حضرت عائشہؓ جسم مبارک مین خوشبو لگاتی تھین،[4]

جب آپؐ خانہ کعبہ کا ہدیے بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھین،[5]

صحابۂ کرام جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بیکسی کی حالت مین صرف اون کی بی بی اُن کا ساتھ دیتی تھین، رسول اللہ صلعم تخلف غزوۂ تبوک کی بنا پر حضرت ہلال بن امیہؓ سے ناراض ہوئے اور اخیر مین تمام مسلمانون کی طرح ان کی بی بی کو بھی تعلقات

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ عاتکہ بنت زیدؓ، [2] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک، [3] ایضاً باب الاعادہ من النجاسۃ یکون فی الثوب، [4] ابو داؤد کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام، [5] ایضاً باب من بعث بہدیہ،

ے منقطع کر لینے کا حکم دیا تو وہ حاضرِ خدمت ہوئین اور کہا کہ "وہ بوڑھے آدمی ہین، اُن کے پاس نوکر جا کر
ہین، اگر مین اون کی خدمت کرون تو آپ ناپسند فرمائین گے" ارشاد ہوا "نہین"[1]
عورت کتنی ہی اطاعت گذار اور فرمان بردار ہو لیکن اگر اُس سے تعلّقات منقطع کر لئے جائین
تو وہ شوہر کی طرف مائل نہین ہو سکتی، لیکن صحابیات نے اس فطرتی اصول کو بھی توڑ دیا تھا، ایک
صحابی نے اپنی بی بی سے ظہار کیا، یعنی ایک مدتِ معینہ کے لئے انکو اپنے اوپر حرام کر لیا، تاہم اس حالت
مین بھی وہ اون کی خدمت گذاری مین مصروف رہتی تھین،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک،

طرزِ معاشرت،

غربت و افلاس ابتدائے اسلام مین صحابیات نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھین، جس کا اثر ان کے لباس، مکان، اثاث البیت، اور سامان آرایش غرض ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا،

لباس صحابیات کو کپڑون کی نہایت تکلیف تھی، حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسول کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار انھون نے رسول اللہ صلعم کے سامنے ادب و حیا سے جسم کے ہر حصے کو چھپانا چاہا لیکن ناکامیابی ہوئی، سر ڈھکتی تھین تو پاؤن کھل جاتے تھے، پاؤن ڈھکتی تھین تو سر کھل جاتا تھا،[1]

بعض صحابیات کو تو چادر بھی میسر نہ تھی، رسول اللہ صلعم نے صحابیات کو عید گاہ مین جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت اپنی چادر اوڑھا لے،[2]

شادی بیاہ مین دولہن کے لئے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہے لیکن صحابیات کو معمولی جوڑا بھی میسر نہ تھا، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی، شادی بیاہ مین جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اسکو مستعار منگوا لیتی تھی،[3]

مکان غربت و افلاس کی وجہ سے صحابیات کے مکانات نہایت مختصر، پست اور کم حیثیت ہوتے تھے

---

[1] ابو داؤد کتاب اللباس باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ، [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النسا فی العیدین، [3] بخاری الہبہ باب الاستعارۃ للعروس عند البناء،

Marfat.com

مرون مین جاے ضرور تک نہ تھی[۱]، اس لئے راتون کو صحرا مین جانا پڑتا تھا، دروازون پر پردے نہ تھے[۲]، راتون
جلانے کے لئے چراغ تک میسر نہ تھا[۳]،

ماث الیت | صحابیات کے گھرون مین نہایت مختصر سامان ہوتے تھے، یہان تک کہ میان بی بی دونون
کے لئے صرف ایک بچھونا ہوتا تھا[۴]، اور وہ بھی کھجور کے پتون سے بنایا جاتا تھا،

یورات | صحابیات نہایت معمولی اور سادہ زیور استعمال کرتی تھین، احادیث کی کتابون کے تتبع و
ستقرار سے چند بازوبند، کرٹے، بالی، ہار، انگوٹھی، اور چھلے کا پتہ چلتا ہے، لونگ کا ہار بھی پہنتی تھین،
جن کو عربی مین سخاب کہتے ہین، حضرت عائشہؓ کا جو ایک بار سفر مین گم گیا تھا وہ مہرہ یمانی کا تھا[۵]،

سامان آرایش | صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھین، زچہ خانہ سے نکلتی تھین تو منہ پر
پرورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہے) کا غازہ ملتی تھین، کہ چہرے کے داغ دھبے مٹ جائین[۶]،
خوشبو مین زعفران، عطر اور رسک کا استعمال کرتی تھین، رسک ایک قسم کی خوشبو ہے، جو ماتھے پر
لگائی جاتی ہے،

اپنا کام خود کرنا، | صحابیات خانہ داری کے کامون کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھین، اور اسمین سخت
سے سخت تکلیفین برداشت کرتی تھین، حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین صاحبزادی تھین،
لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھون مین چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزون مین پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا،
جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے[۷]،

ازواج مطہراتؓ باری باری گھر کا کام دھندا خود کرتی تھین، ایک دن حضرت عائشہؓ کی
باری تھی، جو پیسے اور اس کی روٹی پکائی، اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا آپ کے آنے مین

---

[۱] بخاری قصۃ الافک، [۲] ابو داؤد کتاب الادب باب لا یستئذان فی العورات الثلاث، [۳] صحیح بخاری، [۴] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب
فی الرجل یصیب نما دون الجماع، [۵] ایضاً باب فی التیمم، [۶] ایضاً باب ما جاء فی وقت النفاء، [۷] ایضاً کتاب الخروج والامارۃ
باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی،

Marfat.com

دیر ہوگئی تو سوگئین، آپ آئے تو جگایا، حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھین، اور اُن کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر مین کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ خود باغون مین جاجا کر گھوڑے کے لئے گھاس لاتی تھین، حضرت ابوبکرؓ نے سائیسی کے لئے ایک غلام بھیجا تو انھون نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعۂ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ روز وہان جاتین اور وہان سے کھجور کی گٹھلیان اپنے سر پر لاتین، اور ان کو کوٹ کر انکی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتین،

گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتین، مشک پھٹ جاتی تو اسکو سیتین، آٹا گوندھتین، روٹی پکاتین[۵۲]، گھر کے کام دھندے کے علاوہ صحابیات بعض صنعتی کام بھی کرتی تھین، حضرت سودہؓ طائف کی ادھوڑی بناتی تھین، جس کی وجہ سے اون کی مالی حالت تمام ازواجِ مطہرات سے بہتر رہتی تھی[۵۳]، بعض صحابیہ کپڑے بنتی تھین[۵۴]،

پردہ | عہدِ نبوت مین اگرچہ اس زمانہ کا سا سخت پردہ رائج نہ تھا، تاہم عورتین بالکل بے پردہ اور آزاد بھی نہ تھین،

محفہ مین سفر کرتی تھین[۵۵]، نقاب پوش رہتی تھین[۵۶]، اور غیر محرم سے پردہ کرتی تھین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ "حجۃ الوداع کے زمانے مین جب لوگ ہمارے سامنے سے گذرتے تھے تو ہم چہرے پر چادر ڈال لیتے تھے، لوگ گذر جاتے تھے تو پھر منہ کھول دیتے تھے"[۵۷]،

ایک بار حضرت اقلح بن ابی القعیسؓ حضرت عائشہؓ کی ملاقات کو آئے وہ پردہ مین چھپ گئین،

---

۵۱ ادب المفرد باب لا یوذی جارہ ۵۲ مسلم کتاب الآداب باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا عیت فی الطریق و بخاری کتاب النکاح، ۵۳ اسد الغابہ تذکرہ فلیسہ، ۵۴ بخاری کتاب البیوع باب النساج، ۵۵ ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الصبی یحج، ۵۶ ابوداؤد کتاب المناسک ما یلبس المحرم،
۵۷ ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرم یتغطی وجہا،

بولے "تم مجھ سے پردہ کرتی ہو مین تو تمھارا چچا ہون"، بولین کیونکر؟ بولے "میرے بھائی کی بی بی نے تم کو دودھ پلایا ہے بولین "مرد نے تو دودھ نہین پلایا"[1]،

ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہوا وہ نقاب پہن کر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین صحابۂ کرام نے اونکو دیکھکر کہا بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر؟ بولین مین نے اپنے بیٹے کو کھویا ہے، شرم وحیا کو تو نہین کھویا[2]،

ہمارے زمانے مین پردہ ایک رسمی چیز ہے، مثلاً ایک عورت کسی محرم سے رسماً پردہ کرتی ہے تو اس سے لازمی طور پر ہمیشہ پردہ کریگی، لیکن دو چار بار کسی نامحرم کے سامنے آنے کا اتفاق ہو گیا تو پھر اس کے لئے پردہ کے تمام قیود ٹوٹ جائین گے، لیکن صحابیات رسمی پردے کی پابند نہ تھین، ان کا پردہ بالکل شرعی تھا، اگر شریعت اجازت دیتی تھی تو وہ ایک شخص کے سامنے آتی تھین اور جب شرعی موانع پیدا ہو جاتے تھے تو اس سے پردہ کرنے لگتی تھین، حضرت عائشہؓ کا مذہب ہے کہ غلامون سے پردہ ضروری نہین، اس لئے وہ حضرت ابو عبداللہ سالمؓ کے سامنے جو نہایت متدین غلام تھے آتی تھین، اور اُن سے بے تکلف باتین کرتی تھین، ایک دن وہ آئے اور کہا کہ "خدا نے آج مجھے آزاد کر دیا"، اب وہ غلام باقی نہین رہے، اس لئے حضرت عائشہؓ نے پردہ کروا دیا، اور عمر بھر ان کے سامنے نہ ہوئین[3]،

---

[1] ابو داؤد کتاب النکاح باب فی لبن الفحل، [2] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم،
[3] نسائی کتاب الطہارۃ باب مسح المرأۃ راسہا،

Marfat.com

معاملات،

ادائے قرض کا خیال حضرت عائشہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھین، اُن سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیون لیتی ہین؟ بولین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا اپنی جانب سے اس کے لئے مددگار مقرر کر دیتا ہے، تو مین اُسی مددگار کی جستجو کرتی ہون[1]،

قرض کا ایک حصہ معاف کر دینا حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا، اُس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ اس مین کچھ کمی کر دیجئے، انھون نے کم کر دیا[2]،

تقسیم وراثت مین دیانت حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ پر چند کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے، لیکن ابتک اون کا قبضہ نہین ہوا تھا، اس لئے ہبہ نامکمل تھا، حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہونے لگا تو کہا کہ مین نے تم پر جو درخت ہبہ کئے تھے اگر تمھارا ان پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمھاری ملک ہو جاتے، لیکن آج وہ میرے ترکہ مین داخل ہین جس کے وارث تمھارے بھائی اور بہنین ہین، اس لئے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو، حضرت عائشہؓ بولین کہ اگر اس سے بھی زیادہ مال ہوتا تو مین چھوڑ دیتی[3]،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۹، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ مصاح بن سرجس، [3] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل،

خدمات

سیاسی خدمات مین صحابیات کی کوئی قابل الذکر خدمت نہین ہے، صرف اصابہ تذکرۂ شفا رزینؓ بنت عدویہ مین اس قدر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے، ان کی عزت کرتے تھے، اور بازار کی بعض خدمتین بھی اُن سے متعلق کی تھین، لیکن سیاسی خدمات کے علاوہ صحابیات نے اسلام کی ہر ممکن خدمت کی ہے، جنکی تفصیل ذیل کے عنوانات سے معلوم ہوگی،

مذہبی خدمات

اشاعتِ اسلام مذہبی خدمات مین اشاعتِ اسلام سب سے اہم ہے اور اس مین ابتدائے اسلام ہی سے صحابیات کی مساعیِ جمیلہ کا کافی حصہ شامل ہے، چنانچہ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھین جو آغازِ اسلام مین مخفی طور پر قریش کی عورتون کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھین، قریش کو انکی مخفی کوششون کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا[1]،

ایک غزوہ مین صحابۂ کرام پیاس سے بیتاب ہوکر پانی کی تلاش مین نکلے، تو حسنِ اتفاق سے ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ تھا، صحابہ اسکو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا، اگرچہ آپ نے اسی وقت اس کو پانی کی قیمت دلوادی، تاہم صحابۂ کرام پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اُس عورت کے گاؤن کے آس پاس حملہ کرتے تھے، تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے، اس پر صحابۂ کرام کی اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اُس نے

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت ام شریکؓ،

اپنے تمام خاندان کو قبولِ اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے،[1]

حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی، وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائین لیکن انکے شوہر بھاگ کر یمن کو چلے آئے، حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور اُن کو دعوتِ اسلام دی، وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ دیکھ کر خوشی سے اوچھل پڑے،[2]

حضرت ابو طلحہؓ نے حالتِ کفر مین حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا، لیکن انھون نے کہا کہ تم کافر ہو اور مین مسلمان نکاح کیونکر ہو سکتا ہی،؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگون گی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا،[3]

نومسلمون کا تکفل، ابتدائے اسلام مین جو لوگ اسلام لاتے تھے، اون کو مجبوراً اپنے گھر بار اہل و عیال اور مال و جائداد سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا، اس بنا پر اس وقت اشاعتِ اسلام کے ساتھ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ ان نومسلمون کی کفالت کیجائے اور صحابیات اس مین نمایان حصہ لیتی تھین،

چنانچہ حضرت ام شریکؓ کا گھر ان نومسلمون کے لئے گویا مہمان خانہ بن گیا تھا، یہانتک کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اُن کے یہان صرف اس بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہین دی کہ اون کے گھر مین مہمانون کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہین ہو سکتا تھا،[4] حضرت درہؓ بنت ابی لہب بھی نہایت فیاض تھین اور مسلمانون کو کھانا کھلایا کرتی تھین،[5]

خدمتِ مجاہدین، جس طرح صحابۂ کرام بہ شوق غزوات مین شریک ہوتے تھے، اسی طرح صحابیات بھی خدا کی راہ مین اُن سے پیچھے نہین رہنا چاہتی تھین، اون کے لئے سب سے زیادہ موزون کام زخمیون

---

[1] بخاری کتاب الغسل باب الصعید الطیب وضوء المسلم، [2] موطائے امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ، [3] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت زید بن سہل بن اسودؓ، [4] مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا و کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب فی خروج الدجال، [5] اصابہ تذکرۂ درہ،

Marfat.com

لی مرہم پٹی اور مجاہدین کے آرام و آسایش کا سامان بہم پہنچانا تھا، اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور سوزی سے انجام دیتی تھین، غزوۂ خیبر مین متعدد صحابیات شریک جہاد ہوئین، رسول اللہ صلعم کو انکا حال معلوم ہوا تو ناراضی کے لہجے مین پوچھا کہ تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ بولین یا رسول اللہ! ہم اون کاتتے ہین، اور اُس سے خدا کی راہ مین اعانت کرتے ہین، ہمارے ساتھ زخمیون کے دوا علاج کا سامان ہے، لوگون کو تیر اٹھا اٹھا کے دیتے ہین اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہین[1]

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھین جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ سات لڑائیون مین شریک ہوئین، وہ مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھین، کھانا پکاتی تھین، مریضون کی مرہم پٹی کرتی تھین[2]،

غزوۂ احد مین خود حضرت عائشہؓ شریک تھین اور وہ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتی تھین، اور لوگون کو پانی پلاتی تھین[3]،

حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات مین شریک ہوتے تھے، پانی پلاتے تھے، مجاہدین کی خدمت کرتے تھے، اور مدینہ تک زخمیون اور لاشون کو اٹھا اٹھا کے دیتے تھے[4]،

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبوی مین ایک خیمہ کھڑا کر رکھا تھا، جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اسی خیمے مین اُن کا علاج کرتی تھین، چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ غزوۂ خندق مین زخمی ہوئے، تو اُن کا علاج اسی خیمہ مین کیا گیا[5]،

صحابیات کی یہ خدمات خود صحابۂ کرام کے زمانہ مین نہایت قابل قدر خیال کیجاتی تھین اور خود خلفاء بھی اُن کا لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتون مین چادر تقسیم فرمائی، ایک عمدہ چادر رہگئی تو کسی نے کہا کہ "اپنی بی بی ام کلثوم کو دیدیجئے"، بولے "ام سلیط اس کی زیادہ مستحق

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی المرأۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ، [2] مسلم کتاب الجہاد باب النساء الغازیات یرضخ لھن ولا یسہم والنہی عن قتل صبیان اہل الحرب، [3] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ النساء مع الرجال، [4] بخاری کتاب الجہاد باب ونساؤ التی [5] اصابہ تذکرہ رفیدہؓ،

Marfat.com

ہین، کیونکہ وہ غزوۂ احد مین مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھین اور ہمکو پلاتی تھین[۱]،

خدماتِ مساجد صحابیات مساجد کی صفائی مین نہایت اہتمام کرتی تھین، ایک بار کسی نے مسجد نبوی مین تھوک دیا تھا، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا، ایک صحابیہ اٹھین اور اس کو مٹا دیا، اور اس جگہ خوشبو لگائی، آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب کام کیا[۲]،

ایک صحابیہ تھین جو ہمیشہ مسجد نبوی مین جھاڑو دیا کرتی تھین، یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ صلعم نے اس کی نہایت قدر فرمائی، چنانچہ جب اون کا انتقال ہوا تو صحابۂ کرام نے ان کو راتون رات دفن کر دیا، اور آپ کو اس کی اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیون نہین خبر کی؟ بولے "حضور استراحت فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہین کیا"[۳]،

بدعات کا استیصال بدعت مذہب کے لئے بمنزلہ گھن کے ہے، اس لئے با اثر صحابیات ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی تھین کہ نخلِ اسلام مین یہ گھن نہ لگنے پائے، مثلاً مسلمانون مین غلافِ کعبہ کی جو عزت و حرمت قائم ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چرا چھپا کر خادمون کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہین، اس کو تبرک سمجھکر لے آتے ہین، اور اسکو مکانون مین رکھتے ہین، دوسرون کو بطور سوغات کے تقسیم کرتے ہین، قرآن مین رکھتے ہین، مسجدون مین لٹکاتے ہین، اور مریض کو اس سے ہوا دیتے ہین، لیکن قرنِ اول مین یہ حالت نہ تھی، متولیِ کعبہ صرف یہ کرتا تھا کہ غلاف کو زمین مین دفن کر دیتا تھا، کہ وہ ناپاک انسانون کے کام کا نہ رہے، شیبہ بن عثمان نے جو اس زمانہ مین کعبہ کے کلید بردار تھے، حضرت عائشہؓ سے اس واقعہ کو بیان کیا تو انھون نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے، خدا اور رسول نے اس کا حکم نہین دیا، اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے سوء اعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے، اسلئے

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو، [۲] نسائی کتاب الصلوٰۃ باب تحلیق المسجد،

[۳] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی القبر،

Marfat.com

شیبہ سے کہا کہ" یہ تو اچھی بات نہین، تم برا کرتے ہو جب غلاف کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت مین استعمال بھی کر لیا تو کوئی مضائقہ نہین، تم کو چاہئے کہ اوس کو بیچ ڈالا کرو اور اس کی قیمت غریبون اور مسافرون کو دے دیا کرو"[1]

احتساب | جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے، شریعت کی اصطلاح مین اسکا نام احتساب ہے، اور خود رسول اللہ صلعم نے اس کے تین درجے مقرر فرما دیئے ہین،

من رائی منکم منکرا فلیغیر	تم سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اوس کو
بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ	اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس مین اوسکی
فان لم یستطع فبقلبہ وذلک	طاقت نہین ہو تو زبان سے اس کا انکار
اضعف الایمان،	کرے اور اگر یہ بھی نہین کر سکتا تو دل سے
(مسلم)	اوسکو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا ضعیف ترین
	درجہ ہے،

اور با اثر صحابیات نے پہلے دونون طریقون سے اس مذہبی خدمت کو انجام دیا ہی، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ ایک گھر مین مہمان اتریں، میزبان کی دو لڑکیون کو جو جوان ہو چلی تھین دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے ہوئے نماز نہ پڑھے، رسول اللہ صلعم نے یہی فرمایا ہے[2]،

ایک دفعہ ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر ان کے پاس آئے اور معمولی طور پر جھٹ پٹ وضو کر کے چلے حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ عبدالرحمن وضو اچھی طرح کیا کرو، رسول اللہ صلعم کو مین نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو مین جو عضو نہ بھیگے اس پر جہنم کی پھٹکار ہو[3]،

---

[1] عین المصابیہ بحوالہ سنن بیہقی، [2] مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶، [3] ایضاً صفحہ ۳۸۵،

ایک بار انھون نے ایک عورت کو دیکھا کہ اُس کی چادر مین صلیب کے نقش ونگار بنے ہوئے ہین، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو رسول اللہ صلعم ایسے کپڑون کو دیکھتے تھے تو پھاڑ ڈالتے ایک بار اون کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن نہایت باریک ڈوپٹہ اوڑھکر سامنے آئین دیکھتے کے ساتھ ہی غصہ سے ڈوپٹہ کو چاک کردیا، پھر فرمایا، "تم نہین جانتین کہ سورۂ نور مین خدا نے کیا احکام فرمائے ہین؟" اس کے بعد گاڑھے کا دوسرا ڈوپٹہ منگوا کر اوڑھایا[۱]،

اخلاقی خدمات

نردبازی کی روک ٹوک فتوحاتِ عجم کے بعد عرب مین نردبازی، شطرنج بازی اور مرغ بازی وغیرہ کا رواج ہوا تو صحابیات نے اس پر شدت کے ساتھ داروگیر کی، چنانچہ حضرت عائشہؓ کے گھر مین کچھ کرایہ دار رہتے تھے، اون کی نسبت اون کو معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہین تو سخت برافروختہ ہوئین اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیون کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دوگے تو مین اپنے گھر سے نکلوا دون گی[۲]،

شراب خواری کی روک ٹوک فتحِ عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام ونام سے آشنا ہوئے جن مین ایک باذق تھا (یعنی بادہ) چونکہ عربی مین شراب کو خمر کہتے ہین اور اسکا اطلاق صرف انگور کی شراب پر ہوتا ہے، اس بنا پر لوگون کو شبہہ تھا کہ ان شرابون کا کیا حکم ہے؟ لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس مین بالاعلان کہدیا کہ شراب کے برتنون مین چھوارے تک نہ بھگوئے جائین پھر عورتون کی طرف خطاب کرکے کہا، "اگر تمھارے مٹکون کے پانی سے بھی نشہ آئے تو بھی حرام ہے، رسول اللہ صلعم نے ہر نشہ چیز کو منع فرمایا ہے"[۳]،

---

[۱] مسند جلد ۶ صفحہ ۱۴۰، [۲] موطا امام مالک کتاب اللباس، [۳] ادب المفرد باب الادب فی اخراج الذین یلعبون بالنرد وہی سنن ابوداؤد کتاب الخمر،

Marfat.com

مصنوعی بال لگانے کی ممانعت قدیم زمانہ مین یہودیہ عورتون مین جو بداخلاقیان پھیل گئی تھین انمین ایک یہ تھی کہ جن عورتون کے بال جھڑ جاتے تھے وہ مصنوعی بال لگالیتی تھین، لیکن رسول اللہ صلعم نے مسلمان عورتون کو اسکی ممانعت فرمادی تھی، آپ کے بعد جب مسلمان عورتون نے بھی یہی روش اختیار کی تو صحابیات نے اس پر شدت سے روک ٹوک کی، چنانچہ ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ "میری بیٹی دولہن بنی ہے، لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہین کیا مصنوعی بال جوڑ دون؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے اس قسم کی عورتون پر لعنت بھیجی ہے"[1]

علمی خدمات

علم تفسیر قرآن مجید ایک ایسی مقدس اور ایک ایسی بزرگ ترین کتاب ہے کہ اگر اس کی ایک آیت بھی کسی کی شان مین نازل ہوجائے تو وہ اُس کے شرف کے لئے کافی ہی، چنانچہ حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق قرآن مجید کی جو آیت نازل ہوئی تھی اُس پر وہ فخر کیا کرتی تھین،

ایک سفر مین حضرت عائشہؓ کا ایک ہار گم ہوگیا، رسول اللہ صلعم نے اُس کی تلاش مین چند صحابہ کو بھیجا، وہ اسکی تلاش مین نکلے تو راستے مین نماز کا وقت آگیا اور لوگون نے بغیر وضو کے نماز پڑھی، واپس آئے تو آپ سے اس کی شکایت کی، اس پر آیتِ تیمم نازل ہوئی، حضرت اسید بن حضیرؓ نے اسکو حضرت عائشہؓ کی بڑی فضیلت سمجھا اور اون کی طرف مخاطب ہوکر کہا،

جزاک اللہ خیرا فو اللہ ما	خدا تم کو جزائے خیر دے تم کو کوئی ایسا حادثہ پیش
نزل بک امر قط الا جعل اللہ لک	نہین آیا جس سے خدا نے تمھارے نکلنے کا راستہ
منہ مخرجا وجعل للمسلمین فیہ برکۃ[2]	نہین بتایا اور مسلمانو کے لئے وہ ایک برکت بنگیا:

[1] مسند جلد ۶ صفحہ ۱۱۱، [2] بخاری کتاب النکاح باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرہا،

Marfat.com

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بی بی حضرت خولہؓ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی،

قد سمع اللہ قول التی — خدا نے اُس عورت کی بات سن لی جو تم سے

تجادل، — جھگڑتی تھی،

اس نے اون کے رتبے کو اس قدر ملبند کر دیا تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ مسجد سے آرہے تھے، راہ مین اون سے ملاقات ہو گئی، اور انھون نے ان کو سلام کیا، بولین "اے عمر مین نے تمھارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تمکو لوگ بازار عکاظ مین عمر کہتے تھے اور اب تو تمھارا لقب امیر المومنین ہے، پس رعایا کے معاملے مین خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب الٰہی سے ڈریگا اس پر بعید قریب ہو جائیگا، اور جو موت سے ڈریگا، اس کو فوت ہو جانیکا خوف لگا رہے گا"، ایک شخص جو ساتھ مین تھے بولے "بی بی تم نے تو امیر المومنین کو بہت کچھ کہڈالا، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا، "جانے دو یہ خولہ بنت حکیم ہین اور عبادہ بنت صامت کی بی بی ہین، اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے اون کی بات سن لی تھی پھر عمر کو تو اور سننا چاہیے"[1]

لیکن جس کتاب کی ایک آیت بھی انسانی شرف و عزت کے لئے بس کرتی ہے، اُس کا ایک خاص حصہ صحابیات کے متعلق نازل ہوا ہے، یعنی ایک مستقل سورہ (نساء) خاص طور صحابیات کے احکام و معاملات کے متعلق نازل ہوئی ہے، سورۂ نور کی متعدد آیتین بھی انہی کے ساتھ مخصوص ہین، ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیتین اون کی شان مین نازل ہوئی ہین، اس بنا پر اگرچہ ان آیتون اور ان سورتون کے شانِ نزول، اور ان کی تفسیر سے اکثر صحابیات کو تعلق ہے، تاہم عام طور پر تفسیر کے جو معنی سمجھے جاتے ہین، اور جس معنی کے رو سے ایک شخص مفسر کہا جا سکتا ہے، اسکے لحاظ سے تمام صحابیات مین صرف حضرت عائشہؓ علم تفسیر مین اکابر صحابہ کی ہمسر ہین اور انھون نے

[1] اصابہ تذکرہ خولہ بنت مالکؓ،

Marfat.com

نہایت دقیق آیتون کی تفسیرین کی ہین، ان سے احادیث کی کتابون مین جو تفسیری روایتین مذکور ہین، اون کی دو قسمین ہین، ایک وہ آیتین ہین جن کے متعلق اون کے دل مین کوئی بات کھٹکی ہے اور انھون نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا ہے، اور آپ نے ان کی تفسیر کی ہے، مثلاً[1] ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ من حوسب عذب قیامت مین جس کا حساب ہوا اوس پر عذاب ہو گیا، حضرت عائشہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ خدا تو فرماتا ہے،

فسوف یحاسب حسابا یسیرا، اور اس سے آسان حساب لیا جائیگا،

آپ نے فرمایا" یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال مین جرح و قدح شروع ہوئی وہ تو برباد ہی ہوا،

ایک دفعہ انھون نے پوچھا یا رسول اللہ خدا فرماتا ہے :-

یوم تبدّل الارض غیر الارض والسّموات وبرزوا للہ الواحد القہّار، جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائیگی اور آسمان بھی بدل دیا جائیگا اور تمام مخلوق خدائے واحد قہار کے روبرو ہو جائیگی،

ایک دوسری روایت مین ہے کہ یہ آیت پڑھی :-

والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسّموات مطویّات بیمینہ تمام زمین اس کی مٹھی مین ہو گی اور آسمان اسکے ہاتھ مین لپٹے ہون گے،

لیکن جب زمین و آسمان کچھ نہ ہو گا تو لوگ کہان ہون گے آپ نے فرمایا صراط پر،

قرآن مجید کی ایک آیت ہے،

الذین یوتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ جو لوگ جو کام کرتے ہین خوف زدہ دل سے

[1] ماخوذ از سیرت عائشہؓ، سیرت عائشہؓ مین ان تفسیرون کے حوالے بھی مذکور ہین،

وجلۃ انھم الی ربھم راجعون، کرتے ہین وہ اپنے خدا کی طرف رجوع کرین گے،

حضرت عائشہؓ کو شک تھا کہ جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے، لیکن خدا سے ڈرتا ہے، کیا وہ بھی اس سے مراد ہے،؟ آپ نے فرمایا نہین عائشہؓ اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے، روزہ دار ہے زکوٰۃ دیتا ہے، اور پھر خدا سے ڈرتا ہے، دوسری وہ آیتین ہین جن کے متعلق دوسرون کے دل مین کوئی شبہہ پیدا ہوا ہے، اور انھون نے حضرت عائشہؓ سے اُنکے متعلق سوال کیا ہے، جسکا انھون نے نہایت خوبی کے ساتھ ازالہ کیا ہے، مثلاً:-

(۱) اعمالِ حج مین سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے، قرآن مجید مین اسکے متعلق حسب ذیل الفاظ ہین،

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ	صفا اور مروہ کی پہاڑیان شعائرِ الٰہی مین سے
فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ	ہین پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضائقہ
ان یطوف بھما،	نہین اگر وہ ان کا بھی طواف کرے،

عروہ نے کہا خالہ جان! اس کے تو یہ معنی ہین کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہین فرمایا بھانجے تم نے ٹھیک نہین کہا اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو خدا یون فرماتا لا جناح ان لا یطوف بھما اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ ہرج نہین، اصل مین یہ آیت انصار کی شان نازل ہوئی ہے، اوس و خزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے، منات مشلل مین نصب تھا، اس لئے صفا اور مروہ کے طواف کو وہ برا جانتے تھے، اسلام لائے تو آنحضرت صلعم سے دریافت کیا، کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے اب کیا حکم ہے؟ اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفا اور مروہ طواف کرو، اس مین کوئی مضائقہ کی بات نہین،

ابو بکر بن عبد الرحمٰن ایک محدث تھے، اون کو حضرت عائشہؓ کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انھ نے کہا "علم اسکو کہتے ہین"

Marfat.com

(۲) قرآن مجید کی ایک آیت ہے،

حتی اذا استائس الرسل وظنوا	یہان تک کہ جب پیغمبر نا امید ہوگئے اور انکو
انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا،	خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے تو ہماری مدد آگئی،

عروہ نے پوچھا کذبوا (جھوٹ بولے گئے یعنی ان سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) یا کذبوا (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کذبوا (جھٹلائے گئے) عروہ نے کہا اس کا تو ان کو یقین ہی تھا کہ وہ جھٹلائے گئے، اور اون کی قوم نے اون کی نبوت کی تکذیب کی، یہ ظن اور خیال تو نہ تھا، اس لئے کذبوا اُن سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) صحیح ہے،، بولین معاذ اللہ پیغمبران الٰہی خدا کی نسبت یہ گمان نہین کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹ وعدہ کیا، عروہ نے پوچھا کہ پھر آیت کا مطلب کیا ہے، فرمایا کہ یہ پیغمبرون کے پیرون کے متعلق ہے کہ جب انھون نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور اون کی قوم نے اون کو ستایا اور مدد الٰہی مین ان کو تاخیر نظر آئی، یہان تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے نا امید ہوگئے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب سے مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دین کہ دفعۃً خدا کی مدد آگئی،

(۳) جس آیتِ پاک مین چار بیویون تک کی اجازت دیگئی ہے اس کے الفاظ یہ ہین،

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی	اگر تمھین ڈر ہو کہ یتیمون کے بارے مین تم انصاف
فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ	نہ کر سکوگے تو عورتون مین سے دو دو تین تین
وثلاث ورباع ، (نساء)	چار چار سے نکاح کر لو،

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑون مین باہم ربط نہین معلوم ہوتا، یتیمون کے حقوق مین عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت مین باہم کیا تعلق ہے؟ چنانچہ ایک شاگرد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا تو فرمایا کہ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیون

Marfat.com

کے ولی ہوجاتے ہین، اُن سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہی، وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہین کہ اُن سے نکاح کرکے اُن کی جائداد پر قبضہ کرلین، اور چونکہ اون کی طرف سے کوئی بولنے والا نہین ہوتا، اس لئے مجبور پاکر اوس کو ہر طرح دباتے ہین، خدائے پاک انہی لوگون کو خطاب کرتا ہے، کہ اگر تم ان یتیم لڑکیون کے معاملے مین انصاف سے پیش نہ آسکو تو ان کے علاوہ اور عورتون سے دو، تین، چار نکاح کرلو، مگر اُن کو نکاح کرکے اپنے قابو مین نہ لے آؤ،

(۴) اسی سورہ مین ایک اور آیت ہے،

یستفتونک فی النساء قل اللہ	ان لڑکیون کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے
یفتیکم فیھن وما یتلی علیکم فی	ہین کہدے کہ خدا اون کے حق مین فیصلہ کرتا
الکتاب فی یتامی النساء التی لا	ہے، اس کتاب مین (قرآن) جو کچھ تم لوگون
تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون	کو پڑھکر سنایا گیا ہی، ان یتیم لڑکیون
ان تنکحوھن	کی نسبت جنکو نہ تو تم ان کے مقررہ حقوق
(نساء)	دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو،

اُسی سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ اس آیت مین یہ جواب ارشاد ہوا ہے کہ قرآن مین پہلے جو کچھ ان کے بارے مین پڑھ کر سنایا گیا ہی، اس سے وہی پہلی آیت مراد ہے، یہ حکم اُن اولیاء سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیون کو نہ خود اپنے نکاح مین لاتے ہین کہ وہ حسن سے محروم ہین، اور نہ دوسرون سے انکا نکاح کردینا پسند کرتے کہ جائداد مشترکہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے،

(۵) اس آیت کے مطلب مین لوگون کو اختلاف ہی،

Marfat.com

من کان غنیًّا فلیستعفف — جو تونگر ہو اسکو اس سے بچنا چاہئے، اور
ومن کان فقیرا فلیاکل — جو تنگدست ہو وہ قاعدہ کے مطابق اس سے
بالمعروف، (نساء) — لے لے،

یہ آیت اولیاے یتامیٰ کی شان مین ہے کہ وہ اگر محتاج ہون تو یتیمون کے مال مین سے لیکر کھا سکتے ہین، لیکن حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ اجازت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے،

ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلمًا — جو لوگ ظلم کرکے یتیمون کا مال کھاتے ہین
انما یاکلون فی بطونھم نارا، — وہ اپنے پیٹ مین آگ کھاتے ہین،

لیکن اس آیت مین تو یہ سزا اُن لوگون کے لئے بیان کی گئی ہے، جو ظلم کرکے یتیمون کا مال کھاتے ہین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جس آیت مین کھانے کی اجازت ہی وہ اُن لوگون کے لئے ہے، جو یتیمون کی جائداد کی دیکھ بھال کرتے ہین، اُن کا کاروبار سنبھالتے ہین، اگر ولی صاحب استطاعت ہے تو اس کو اس خدمت کا معاوضہ نہ لینا چاہئے، اور اگر وہ مفلس اور تنگدست ہی تو قاعدے کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے، اس تفسیر کی بنا پر دونون آیتون مین کوئی تخالف نہین ہی،

(۶) عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت ہی،

وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا — اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے
او اعراضا فلا جناح علیھما ان — نارضامندی اور اعراض کا خوف ہو تو اسمین
یصلحا بینھما صلحا والصلح — کوئی مضائقہ نہین کہ دونون آپس مین صلح کرلین
خیر، (نساء) — اور صلح تو ہر حال مین بہتر ہے،

لیکن دفع ناراضی کے لئے صلح کرنا تو ایک عام بات ہے، اس کے لئے خدائے پاک کو اس خاص

Marfat.com

حکم کے نازل کرنے کی کیا حاجت تھی،؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ یہ آیت اوس عورت کی شان مین ہے، جس کا شوہر اوس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہین، یا بیوی سن سے اوتر گئی ہے، اور شوہر کی خدمت گذاری کے قابل نہین رہی ہے، زن وشوئی کے باہمی فرائض انجام دینا ایک فرض دینی ہے، لیکن اس خاص حالت مین اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور اپنے عام حقوق سے شوہر کو سبکدوش کردے تو یہ باہمی مصالحت بری نہین، بلکہ قطعی علٰحدگی سے بہتر ہے،

ان آیات کے علاوہ حضرت عائشہؓ سے اور آیتون کی تفسیرین بھی مروی ہین، لیکن ہم نے جن آیتون کی تفسیرین درج کی ہین، ان سے دقت نظری کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ جو آیتین عورتون کے نکاح وطلاق کے معاملات سے تعلق رکھتی ہین، اُن کا مطلب انھون نے کس قدر صحیح سمجھا ہی، اور کس طرح اُن کو یاد رکھا ہے، اور سچ تو یہ ہے اگر عورتین اپنے حقوق کا تحفظ کرنا چاہتی ہین تو انکو قرآن وحدیث کی صحیح تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیئے،

علم اسرار الدین علم اسرار الدین اوس علم کو کہتے ہین جسمین احکام شریعت کے علل واسباب اور ان کے حکم ومصالح بیان کئے جاتے ہین، اور یہ علم اس قدر دقیقہ سنجی پر مبنی ہے کہ صرف چند فقہاے صحابہ یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ نے اس کے اصول وقواعد مہد کئے ہین، باقی اس فن مین اور صحابہ کی مساعیِ جمیلہ کا حصہ بہت کم شامل ہے، بالخصوص اسمین صحابیات کے کارنامے تو بالکل نظر نہین آتے، لیکن تنہا حضرت عائشہؓ نے شریعت کے جن رموز واسرار کی گرہ کشائی کردی ہے، وہ صحابیات کی اس کمی کو پورا کردیتی ہے، بلکہ اس فن مین خود صحابہ سے بھی اُن کا پلہ بھاری نظر آتا ہے اور صحابہ سے اس علم کے متفرق مسائل احادیث کی کتابون مین مذکور ہین، لیکن حضرت عائشہؓ کے مسائل کی تعداد اُن سے کئی گنا زیادہ ہے، اور انھون نے مذکورۂ بالا صحابہ سے بہت زیادہ شریعت کے اسرار ومصالح کی پردہ دری کی ہے اور

بکثرت مسائل کے علل واسباب بیان کئے ہین، مثلاً عہدِ نبوت مین عورتون کی اخلاقی حالت چونکہ قابلِ اعتماد تھی، اس لئے ان کو حضورِ صلاۃ اور شرکتِ جماعت کی اجازت تھی، لیکن جب اخیر زمانے مین عورتون کے نظامِ اخلاق مین انحطاط پیدا ہوگیا، تو حضرت عائشہؓ نے صاف صاف کہدیا،

لو ادرك رسول الله صلعم ما احدث النساء لمنعهن المساجد كما منعه نساء بنی اسرائیل[1]،	عورتون نے اپنی حالت مین جو تغیرات پیدا کرلئے ہین اگر رسول اللہ صلعم اون کو دیکھتے تو انکو مسجد مین آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتین روک دی گئین،

قرآن مجید کی مکی اور مدنی سورتون مین متعدد فروق وامتیازات ہین، مثلاً جو سورتین مکہ مین نازل ہوئین اُن مین زیادہ تر عقائد اور وقائعِ اخروی کا ذکر ہے، اور مدنی سورتون مین بتدریج اوامر و نواہی کا مطالبہ کیا گیا ہے، کیونکہ اسلام ایک جاہل قوم مین آیا، اس لئے اُسکو پہلے خطیبانہ اور وعظانہ طریقہ سے جنت اور دوزخ کا حال سنایا گیا، جب اس سے لوگ متاثر ہوچکے تو اسلام کے احکام قوانین اور اوامر و نواہی نازل ہوئے، اگر زنا و شرابخواری وغیرہ سے اجتناب کا پہلے ہی دن مطالبہ کیا جاتا تو دفعۃً کون اس نامانوس آواز کو سنتا؟ اس قسم کے امتیازات و فروق کے دریافت کرنے پر یورپ کے علمائے مستشرقین کو بڑا ناز ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے پہلے ہی دن اس راز کو فاش کردیا تھا، صحیح بخاری مین اون سے مروی ہے،

انما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام[2]	قرآن کی سب سے پہلی سورہ جو نازل ہوئی وہ مفصل کی سورہ ہے، جسمین جنت و دوزخ کا ذکر ہے، یہان تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف

[1] ماخوذ از سیرت عائشہؓ، [2] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، والتشدید فی ذلک.

Marfat.com

ثم نزل الحرام والحلال لو نزل — مائل ہوئے تو پھر حلال وحرام اوتر ا اگر پہلے یہ

اول شئ لا تشربوا الخمر لقالوا — اترتا کہ شراب مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز

لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا — شراب نہ چھوڑین گے اور اگر یہ اترتا کہ زنا نہ کرو

تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا — تو کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہ چھوڑین گے، مکہ

لقد نزل بمكة وانا جارية العب — مین جب مین کھیلتی تھی تو یہ اترا کہ ان کے وعدہ

بل الساعة موعدهم والساعة — کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت سخت

ادهى وامر وما نزلت سورة — اور نہایت تلخ چیز ہے، سورہ بقرہ اور سورہ نسا

البقرة والنساء الا وانا عنده (وبابت ليف القرآن) — جب اترین تو مین آپ کی خدمت مین تھی،

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ مین قبائل باہم خانہ جنگیون مین مصروف تھے، جن مین انکے اکثر ارباب ادعا جو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ہر نئی تحریک کی کامیابی مین رکاوٹ پیدا کرتے ہین، قتل ہو گئے. انصار ان لڑائیون سے اس قدر چور ہو گئے تھے، کہ اسلام آیا تو سب نے اسکو اپنے لئے رحمت سمجھا، چونکہ ارباب ادعا کا طبقہ مفقود ہو چکا تھا، اسلئے اُن کی راہ مین کسی نے موانع نہین پیدا کئے، اس طریقہ سے خدائے پاک نے ہجرت سے پہلے ہی مدینہ مین اسلام کی ترقی کے راستے صاف کر دیئے تھے، یورپ کے فلسفۂ تاریخ نے آج اس نکتہ کو حل کیا ہے، لیکن حضرت عائشہ نے ان سے پہلے ہم کو بتا دیا تھا،

كان يوم بعاث يوما قدمه الله — جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جسکو خدا نے اپنے

لرسوله صلعم فقدم رسول الله صلعم — رسول کے لئے پہلے ہی سے پیدا کر دیا تھا،

وقد افترق ملؤهم وقتلت سراتهم (نضم) — رسول اللہ صلعم مدینہ مین آئے تو انصار کی

وجرحوا فقدم الله لرسوله — جمعیت منتشر ہو گئی تھی اور ان کے سردار مارے

Marfat.com

فی دخول لصعر الاسلام.

(بخاری باب اقامۃ فی الجاہلیۃ)

جا چکے تھے اس لئے خدا نے اپنے رسول کے لئے ان کے حلقۂ اسلام مین داخل ہونے کے لئے یہ واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا،

جن نمازون مین چار رکعتین ہوتی ہین، قصر کی حالت مین اُن کی صرف دو رکعتین ادا کیجاتی ہین، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار مین سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہین، لیکن حضرت عائشہؓ اسکی یہ وجہ بتاتی ہین،

فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ھاجر النبی صلعم ففرضت اربعا وترکت صلوٰۃ السفر علی الاول،

مکہ مین دو دو رکعتین نماز فرض تھین، جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئین اور سفر کی نماز اپنی قدیم حالت پر چھوڑ دی گئی،

عبادت کا تو خدا نے ہر وقت حکم دیا ہے، لیکن احادیث مین حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہین، اس لئے بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہین آتی، لیکن حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہین،

وھم عمر انما نھی رسول اللہ صلعم عن الصلوٰۃ ان یتحری طلوع الشمس وغروبھا، (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)

عمر کو وہم ہوا، آپ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے، کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز نہ پڑھے،

یعنی آفتاب پرستی کا شبہہ نہ ہو، آفتاب پرستون کے ساتھ وقت عبادت مین تشابہ نہ ہو،

احادیث مین ہے کہ رسول اللہ صلعم بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے، اس بنا پر لوگ بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھکر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہین، ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ کیا آپ بیٹھکر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا

Marfat.com

حین حطم الناس ، (ابوداؤد باب صلوٰۃ القاعد)

یہ اُس وقت تھا جب لوگون نے آپ کو توڑ دیا۔ یعنی آپ کمزور ہو گئے،

ابوداؤد اور مسلم مین اُن سے اس قسم کی اور روایتین بھی مروی ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ آپ کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے،

ہجرت کے بعد جب نمازون مین دو رکعتون کے بجاے چار رکعتین ہو گئین تو مغرب مین یہ اضافہ کیون نہین کیا گیا؟ حضرت عائشہؓ اس کا یہ جواب دیتی ہین،

فانها وتر النهار، (مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱)

مغرب مین اضافہ نہوا، کیونکہ وہ دن کی وتر ہے

یعنی جس طرح رات کی نمازون مین تین رکعتین وتر کی ہین، اسی طرح دن کی نمازون مین وتر کی یہ تین رکعتین ہین،

نماز فجر مین تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے، اسلئے اوس مین رکعتین اور زیادہ ہونی چاہئین لیکن اتنی نمازون سے کم ہین، حضرت عائشہؓ اسکی یہ وجہ بیان فرماتی ہین،

وصلوٰۃ الفجر بطول قراتها، (مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱)

نماز فجر مین رکعات کا اضافہ اسلئے نہین ہوا کہ دو تون رکعتون مین لمبی سورتین پڑھی جاتی ہین

یعنی رکعتون کی کمی کو طولِ قرأت نے پورا کر دیا،

اہل جاہلیت عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، اور وہ فرضیت صوم سے پہلے اسلام مین بھی واجب رہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اسی قسم کی روایت احادیث مین مذکور ہے، لیکن وہ یہ نہین بیان کرتے کہ جین اس دن کیون روزہ رکھا جاتا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ اس کا سبب یہ بیان فرماتی ہین،

کانوا یصومون یوم عاشوراء اہل عرب رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشورا

قبل ان یفرض رمضان وکان یوم — کے دن کا روزہ رکھتے تھے، کیونکہ اس روز کعبہ

تستر فیہ الکعبہ، (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۴۴) — پر غلاف چڑھایا جاتا تھا،

باوجودیکہ آپ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے، لیکن رمضان کے پورے مہینے مین آپ نے تراویح نہین پڑھی، حضرت عائشہؓ اسکی یہ وجہ بیان فرماتی ہین، کہ پہلے دن آپ نے مسجد مین نماز تراویح ادا فرمائی، تو کچھ اور لوگ بھی شریک ہوگئے، دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا تیسرے دن اور بھی لوگ جمع ہوئے، چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد مین جگہ نہ رہی لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے اور لوگ مایوس ہوکر چلے گئے، صبح کو آپ نے لوگون سے فرمایا:-

اما بعد فانہ لم یخف علیّ شانکم — رات تمھاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی،

اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفرض — لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہین تم پر تراویح فرض

علیکم صلاۃ اللیل فتعجزوا، — نہ ہوجائے اور تم اسکے ادا کرنے سے قاصر رہو،

حج کے بعض ارکان مثلاً طواف کرنا، بعض مقامات مین دوڑنا، کہین کھڑا ہونا کہین کنکری پھینکنا، بظاہر فعل عبث معلوم ہوتے ہین، لیکن حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

انما جعل الطواف بالبیت وبالصفا — خانہ کعبہ، صفا اور مروہ کا طواف، کنکریان

والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ — پھینکنا تو صرف خدا کی یاد کرنے کے لئے ہی،

عزوجل (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۶۴)

قرآن مجید کے اشارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے مین یہ بھی ایک طرز عبادت تھا، چونکہ حج یادگار ابراہیمی ہے، اس لئے وہی طرز عبادت قائم رکھا گیا، مکہ معظمہ کے پاس محصب نام ایک وادی ہے، جسمین رسول اللہ صلعم نے ایام حج مین قیام فرمایا تھا، اور آپ کے بعد خلفاے راشدین بھی اس مین قیام فرماتے رہے، اس بنا پر

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کو سنن حج مین شمار کرتے تھے، لیکن حضرت عائشہؓ اسکو سنت نہین سمجھتی تھین، اور آپ کے قیام کی یہ وجہ بیان فرماتی تھین،

انما نزله رسول الله صلعم لانه	آپ نے یہان صرف اسلئے قیام کیا تھا کہ
کان منزلا اسمح لخروجه،	یہان سے چلنے مین آسانی ہوتی تھی،

حضرت ابن عباسؓ اور ابو رافعؓ بھی اس مسئلہ مین حضرت عائشہؓ کے ہمزبان ہین[1]،

ایک دفعہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے، بہت سے صحابہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے، لیکن متعدد صحابہ کے نزدیک یہ حکم وقتی تھا، حضرت عائشہؓ بھی ان لوگون مین ہین، اور اس وقتی حکم کا سبب یہ بتاتی ہین،

لا ولکن لم یکن یضحی منهم الا	یہ نہین ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن کے
قلیل ففعل ذلک لیطعم من	بعد حرام ہوجاتا ہی، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ
ضحی منا لم یضح،	اس زمانہ مین کم لوگ قربانی کر سکتے تھے، اسلئے
	آپ نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کرین وہ ان
(مسند جلد ۶ صفحہ ۱۰۲)	لوگون کو کھلائین جنھون نے قربانی نہین کی ہی

حضرت عائشہؓ کی یہی حدیث امام مسلم نے ایک خبر کی صورت مین بیان کی ہے، یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس دیہاتون مین قحط پڑا، اس سال آپ نے یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہین رہا تو اسکو منسوخ فرما دیا، حضرت سلمہؓ بن اکوع سے بھی اسی قسم کی روایت ہی[2]،

کعبہ کے ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہی، جس کو "حطیم" کہتے ہین، اور طواف مین اسکو بھی اندر داخل کر لیتے ہین، لیکن ہر شخص کے دل مین یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ

[1] مسلم استحباب النزول بالمحصب و مسند جلد ۶ صفحہ ۱۹۰، [2] مسلم کتاب الذبائح،

Marfat.com

کعبہ کے اندر داخل نہین اسکو طواف مین کیون شامل کرتے ہین،؟ حضرت عائشہؓ کے دل مین یہ سوال پیدا ہوا، اور انھون نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ دیوارین بھی خانہ کعبہ مین داخل ہین؟ ارشاد ہوا "ہان" عرض کی کہ "پھر بنانے وقت لوگون نے اُن کو اندر کیون نہین کر لیا،؟" فرمایا، "تیری قوم کے پاس سرمایہ نہ تھا، اس لئے اتنا کم کر دیا،" پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیون رکھا؟ فرمایا "یہ اسلئے کیا تاکہ وہ جس کو چاہین اندر جانے دین اور جسکو چاہین روک دین"۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہین کہ "اگر عائشہؓ کی یہ روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے اسی لئے ادھر کے دونون رکنون کا بوسہ نہین دیا، لیکن سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو یہ معلوم تھا، کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہین ہے، تو شریعتِ ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اس کو ڈھاکر نئے سرے سے تعمیر کرتے، لیکن آپ نے حضرت عائشہؓ سے خود اسکی وجہ یہ بیان فرمادی کہ "عائشہؓ تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہوتی تو مین کعبہ کو ڈھاکر اساسِ ابراہیمی[1] پر تعمیر کراتا"۔

آج کل ہجرت کے یہ معنی سمجھے جاتے ہین کہ گھر بار چھوڑکر مدینہ جاکر آباد ہوجانا خواہ وہ پہلے جہان آباد تھی کیسے ہی امن وامان کا ملک ہو لیکن حضرت عائشہؓ نے ہجرت کی حقیقت یہ بتائی ہی،

لاهجرة اليوم كان المومنين يفر	اب ہجرت نہین ہی، ہجرت اس وقت تھی جب
احدهم بدينه الى الله والى رسوله	مسلمان اپنے مذہب کو لیکر خدا اور اسکے رسول
مخافة ان يفتن عليه فاما اليوم	کے پاس ڈر سے دوڑا آتا تھا کہ اسکو تبدیل مذہب
فقد اظهر الله الاسلام واليوم	کی بنا پر ستایا نہ جائے، لیکن اب خدا نے اسلام
يعبد ربه حيث شاء ولكن	کو غالب کر دیا، اب مسلمان جہان چاہے اپنے خدا
جهاد ونية (بخاری باب الهجرة)	کو پوج سکتا ہے، ہان جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہی،

[1] مسلم باب نقض الکعبہ،

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد صحابہ مین اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہان دفن کیا

ایک روایت مین ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ "پیغمبر جہان مرتے ہین وہین دفن ہوتے ہین، لیکن اس

اصلی سبب حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہین،

قال رسول اللہ صلعم فی مرضہ — آپ نے مرض الموت مین فرمایا کہ خدا یہود و نصاریٰ

الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود — پر لعنت بھیجے کہ انھون نے اپنے پیغمبرون کی قبرون

والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم — کو سجدہ گاہ بنالیا، (حضرت عائشہؓ فرماتی ہین)

مساجد الولا ذلک ابرز قبرہ — کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان مین ہوتی،

غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا، — لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ

(بخاری آخر کتاب الجنائز، و مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۱) — نہ بنالے، اسلئے آپ حجرے ہی کے اندر مدفون ہوے،

علم حدیث محدثین نے روایتِ حدیث کے لحاظ سے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیئے ہین، اور تقر

ہر طبقے مین صحابہ کے ساتھ صحابیات بھی شامل ہین،

(۱) **اول طبقہ** یعنی وہ صحابہؓ جن کی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین، حضرت عا

کا شمار اسی طبقے مین ہے،

(۲) **دوسرا طبقہ**، یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زیادہ ہین، اس

کوئی صحابیہ شامل نہین،

(۳) **تیسرا طبقہ**، یعنی وہ صحابہ جنکی روایتین سو یا سو سے زیادہ ہین، مگر پانچسو سے کم ہین

حضرت ام سلمہؓ اسی مین محسوب ہین،

(۴) **چوتھا طبقہ**، یعنی وہ صحابہ جن کی تعداد روایت چالیس سے موتک ہے، اس طبقہ

بکثرت صحابیات شامل ہین، مثلاً ام المومنین ام حبیبہؓ، ام المومنین میمونہؓ، ام عطیہ انصاریہؓ، ام المومنین حض

Marfat.com

اسمار بنت ابی بکرؓ، ام ہانیؓ،

(۵) **پانچوان طبقہ** یعنی وہ صحابہ جنکی روایتین چالیس یا چالیس سے کم ہین، اس طبقے مین بھی بکثرت صحابیات شامل ہین، مثلاً حضرت ام قیسؓ، حضرت فاطمہؓ بنت قیسؓ، حضرت ربیع بنت مسعودؓ، حضرت سبرہ بنت صفوانؓ، حضرت کلثوم بنت حصین غفاریؓ، حضرت جدار بنت وہبؓ وغیرہ،

فن درایت روایت کے علاوہ حدیث کے متعلق درایت کی ابتدا صحابیات ہی سے ہوئی یعنی حضرت عائشہؓ نے بعض روایتون پر درایۃً تنقید کی، اور اُس سے درایت کے خاص خاص اصول قائم ہوئے، مثلاً اون کے سامنے جب یہ روایت کی گئی[1] کہ مردے پر اس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، تو انھون نے درایۃً اس روایت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ خود قرآن مجید مین ہے،

لاتزر وازرۃ وزر اخری — ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہین اٹھا سکتا،

رونا اہل وعیال کا گناہ ہے، اس کا عذاب مردے پر کیون ہوگا،؟ اس سے یہ اصول قائم ہوا کہ جو روایت نصوصِ قرآنیہ کے خلاف ہو وہ قبول نہین کی جاسکتی، چنانچہ اس اصول کے رو سے انھون نے متعدد روایتون کی تنقید کی ہے، مثلاً صحابۂ کرام کے دور مین یہ خیال پھیل گیا تھا کہ رسول اللہ صلعم نے شبِ معراج مین خدا کو دیکھا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو بولین جو شخص یہ روایت کرے وہ دروغ گو ہے، اس کے بعد یہ آیت پڑھی،

لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر، — خدا کو کوئی نگاہ پا نہین سکتی، اور وہ نگاہون کو پالیتا ہی، وہ لطیف اور خبیر ہے،

[1] یہ روایتین بہ ترتیب عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدہ عائشہؓ علی الصحابہ صفحہ ۸، ۷، ۱۸، ۲۱ مین موجود ہین، اخیر روایت کے علاوہ اور روایتین بخاری مین بھی ہین،

اون کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ نحوست عورت، گھوڑے اور گھر مین ہے، تو انھون نے اس کا انکار کیا، اور یہ آیت پڑھی :-

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض	زمین مین یا تمھارے اندر تمھین جو مصیبتین پہنچی
ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا،	ہین وہ پہلے سے لکھی ہوتی ہین،

غزوۂ بدر مین جو کفار مارے گئے تھے، رسول اللہ صلعم نے اون کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا،

ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا،	خدا نے جو تم سے وعدہ کیا تم نے اسکو پالیا،

ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ، آپ مردون کو پکارتے ہین، ؟ آپ نے اس کے جواب مین فرمایا،

ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون،	تم اون سے زیادہ نہین سنتے، لیکن وہ جواب نہین دے سکتے،

حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ روایت کی گئی تو انھون نے کہا کہ آپ نے یہ نہین، بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا،

انھم لیعلمون الآن ان ما کنت اقول لھم حق،	وہ اس وقت یقینی طور پر جانتے ہین کہ مین ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا،

اس کے بعد انھون نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی،

انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور،	اے پیغمبر تو مردون کو اپنی بات نہین سنا سکتا اور نہ انکو جو قبر مین ہین،

مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے کفار آپکی آواز سن ہی نہین سکتے تھے[1]

[1] بخاری غزوۂ بدر،

عام طور پر لوگ متعہ کی حرمت مین احادیث پیش کرتے ہین، لیکن حضرت عائشہؓ سے جب اُن کے ایک شاگرد نے جوازِ متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو انھون نے اوس کا جواب حدیث سے نہین دیا، بلکہ فرمایا "میرے تمھارے درمیان خدا کی کتاب ہے"، پھر یہ آیت پڑھی،

والذین لفروجہم حٰفظون الا علیٰ	جو لوگ کہ اپنی شرمگاہین کی حفاظت کرتے ہین
ازواجہم او ما ملکت ایمانہم	بجز اپنی بی بیون یا لونڈیون کے اون پر کوئی
فانہم غیر ملومین،	ملامت نہین،

اس لئے ان دو صورتون کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہین[1]،

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ حرامی لڑکا تینون مین (مان، باپ، بچہ) بدتر ہے، حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا "یہ صحیح نہین ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک منافق تھا، جو رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہا کرتا تھا، لوگون نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہے"، آپ نے فرمایا کہ "وہ تینون مین بدتر ہے" یعنی اپنے مان باپ سے زیادہ برا ہے، یہ ایک خاص واقعہ تھا، عام نہ تھا، خدا خود فرماتا ہے،

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ،	کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہین اٹھاتا،

یعنی قصور تو مان کا ہے، بچہ کا کیا گناہ ہے[2]، جسکی بنا پر وہ اُن سے برا قرار دیا جائے،

علم فقہ عہدِ نبوت مین علم فقہ کوئی مدون و مرتب علم نہ تھا، کہ صحابہ باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے، سوال و استفسار کے ذریعہ سے بے شبہہ رسول اللہ صلعم سے بہت سے مسائل دریافت کئے جا سکتے تھے، لیکن صحابۂ کرام کچھ تو فرطِ ادب سے اور کچھ اس لئے کہ قرآن مجید نے سوال کی ممانعت کر دی تھی، آپ سے بہت کم مسائل دریافت کرتے تھے، مسند دارمی مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت

[1] اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم، [2] اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم،

ہے، کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے صرف تیرہ مسائل دریافت کئے جو کل کے کل قرآن مجید مین مذکور ہین[۱]
اس بنا پر آپ سے فقہی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ صحابۂ کرام آپ کے تمام اعمال مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج
اور زکوٰۃ کا بغور مطالعہ کرتے تھے، اور قرائن و امارات سے ان اعمال کے شروط و ارکان کو مباح، واجب
اور منسوخ، وغیرہ قرار دیتے تھے[۲] لیکن صحابیات کو اس طریقہ سے فائدہ اٹھانے کا بہت کم موقع ملتا تھا اس کے
ساتھ جو فقہی مسائل عورتون کیساتھ مخصوص ہین وہ عام طور پر بیان بھی نہین کئے جا سکتے تھے، اس لئے صحابیات
کو زیادہ تر آپ سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی، چنانچہ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعھن	انصار یہ عورتین کسقدر اچھی تھین کہ تفقہ فی الدین
الحیاء ان یتفقھن فی الدین[۳]،	سے ان کو حیا باز نہین رکھ سکتی تھی،

غرض اس طریقۂ تعلیم سے صحابہ و صحابیات کو مختلف فوائد پہونچے، اور اس طرح ان کے تین طبقے قرار پائے
(۱) مکثرین یعنی وہ لوگ جن سے بکثرت مسائل منقول ہین،
(۲) مقلین یعنی وہ لوگ جن سے بہت کم مسائل مروی ہین،
(۳) متوسطین یعنی وہ لوگ جو ان دونون طبقون کے بین بین ہین،

اور ان تینون طبقے مین صحابہ کے ساتھ جو صحابیات شامل ہین اون کے نام حسب ذیل ہین،

مکثرین مین جن کے متعلق علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاوے جمع کئے جائین، تو ہر ایک کے فتاوے سے ضخیم جلدین تیار ہو سکتی ہین، حضرت عائشہؓ داخل ہین،

---

[۱] مسند دارمی صفحہ ۲۹، [۲] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲، [۳] مسلم کتاب الطہارۃ باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض قرصۃ من مسک فی موضع الدم،

Marfat.com

متوسطین مین جن کے فتاوے رسالون کی صورت مین جمع ہو سکتے ہین، حضرت ام سلمہؓ

شامل ہین،

مقلّین جن سے صرف چند مسائل منقول ہین اُن مین بکثرت صحابیات شامل ہین، مثلاً

حضرت ام عطیہ، حضرت صفیہ، حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ، لیلی بنت قائف حضرت اسمار،

حضرت ام شریک، حضرت خولا، حضرت عاتکہ بنت زید، حضرت سہلہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ

حضرت فاطمہ، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہم وغیرہ،

Marfat.com

خاتمہ

مناقبِ صحابیات

یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ صحابۂ کرام مین سب سے افضل کون ہے؟ عام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خلفاے راشدین تمام صحابہ مین افضل ہین، اور خود خلفاء مین فضیلت کے مدارج ترتیبِ خلافت کی رو سے قائم ہوئے ہین، لیکن علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک ازواجِ مطہرات تمام صحابہ سے افضل ہین، اور اس مسئلہ کو انھون نے اپنی کتاب ملل ونحل مین نہایت تفصیل کیساتھ لکھا ہے، اور اسی سلسلہ مین اُن آیات واحادیث کے جوابات بھی دیئے ہین، جن سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتون کا درجہ عموماً مردون سے کم ہے، لیکن اسوقت ہم ان مباحث مین پڑنا نہین چاہتے بلکہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے جو وجوہِ فضیلت قائم ہو سکتے ہین اون کو پیشِ نظر رکھکر صحابیات کے مناقب مین صحیح حدیثین نقل کر دیتے ہین، جن سے یہ ثابت ہوگا کہ جن وجوہ کی بنا پر صحابۂ کرام کے فضائل کی بنیاد قائم ہوئی ہے، ان مین اُن کے ساتھ صحابیات بھی شامل ہین،

اسلام مین سب سے بڑی فضیلت تقدم فی الاسلام ہے، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل مین یہ فضیلت سب سے زیادہ نمایان ہے، لیکن اس فضیلت مین اُن کے ساتھ دو عورتین بھی شامل ہین، یعنی حضرت خدیجہؓ، اور سمیہؓ، یا ام ایمنؓ، چنانچہ صحیح بخاری مناقب ابوبکرؓ مین حضرت عمارؓ سے روایت ہے،

Marfat.com

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومامعہ الا خمسۃ اعبد وامرأتان وابوبکر،

مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت مین دیکھا ہے کہ آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتین اور حضرت ابوبکرؓ تھے،

تقدمِ اسلام کے بعد سب سے بڑی فضیلت تقدم فی الہجرۃ ہے، اور اس فضیلت مین تمام مہاجراتِ اولات صحابہ کی شریک ہین، چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری ملل ونحل مین لکھتے ہین،

فلسنا نشک ان المہاجرات الا ولات من نساء الصحابۃ رضی اللہ عنہم کن شارکن الصحابۃ فی الفضل ففاضلۃ ومفضولۃ وفاضل ومفضول ففیض من یفضل کثیرا من الرجال و فی الرجال من یفضل کثیرا منہن وما ذکر اللہ تعالیٰ منزلۃ من الفضل الا وقد دخل النساء مع الرجال فیہا کقولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات[1]

ہم کو اسمین شک نہین ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیبیون مین مہاجراتِ اولات فضیلت مین صحابہ کی شریک ہین، انمین کسی عورت کو کسی عورت پر اور کسی مرد کو کسی مرد پر فضیلت حاصل ہے، عورتون مین بعض عورتین بہت سے مردون پر فضیلت رکھتی ہین، اور اسی طرح مردون مین بعض مرد بہت سی عورتون پر فضیلت رکھتے ہین، خدا نے فضیلت کا کوئی درجہ ایسا نہین بیان کیا جس مین مردون کے ساتھ عورتون کو شامل نہ کیا ہو، مثلاً خدا کا یہ قول کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتین،

اسلام مین سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی ہجرت ہی، اور اس ہجرت مین ایک صحابیہ کو ایک ایسا شرف حاصل ہوا جس پر تمام مہاجرینِ حبشہ کو ناز تھا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے

[1] ملل ونحل جلد ۴ صفحہ ۱۲۶،

کہ جب ہم کو مدینہ کی طرف رسول اللہ صلعم کی ہجرت کا حال معلوم ہوا تو ہم نے بھی اپنی قوم کے ۵۳ یا ۵۲ آدمی کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کشتی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے سوا قضا کشتی حبش مین جا پڑی، اور ان لوگون کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور اون کے رفقا سے ہو گئی، چنانچہ حضرت جعفرؓ نے ان لوگون سے کہا کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے یہان بھیجا ہے، اور یہین اقامت کا حکم دیا ہے، تم لوگ بھی ہمارے ساتھ اقامت کرو، ان لوگون نے وہان اقامت اختیار کی، یہان تک کہ جب خیبر فتح ہوا تو سب کے سب ایک ساتھ آئے، اور خیبر ہی مین رسول اللہ صلعم سے ملے اس موقع پر ان لوگون کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ جو لوگ غزوۂ خیبر مین شریک نہ تھے، اون مین اُن کے سوا رسول اللہ صلعم نے کسی کو مالِ غنیمت سے حصہ نہین دیا، ان لوگون سے بعض صحابہ نے کہا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، حضرت اسما بنت عمیسؓ بھی ان ہی لوگون کے ساتھ حبشہ سے آئی تھین، و ایک روز حضرت حفصہؓ کی ملاقات کو گئین تو حضرت عمرؓ بھی آ گئے، اور اُن کو دیکھکر پوچھا کہ یہ کون ہی؟ حضرت حفصہؓ نے جواب دیا کہ اسما بنت عمیس، ان کا نام سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ حبشیہ ہے، یہ بحریہ (یعنی سمندر کی رہنے والی) ہی، حضرت اسما بنت عمیسؓ نے کہا کہ ہان ہم ہین، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلعم کے مستحق ہین، یہ سنکر حضرت اسما برہم ہوئین اور کہا کہ عمر تم غلط کہتے ہو، خدا کی قسم تم رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہتے تھے، اور آپ تمھارے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے اور تمھارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے، اور ہم حبش کی دور ترین مبغوض جگہ مین پڑے ہوئے تھے، ہم کو ایذا دیجاتی تھی، ہم خائف رہتے تھے، اور یہ سب کچھ صرف خدا اور خدا کے رسول کی ذات کے لئے تھا، خدا کی قسم تم نے جو کچھ کہا ہے اب تک اس کا ذکر رسول اللہ صلعم سے نہ کرونگی نہ کھانا کھاؤن گی، نہ پانی پیونگی، خدا کی قسم کسی قسم کا جھوٹ نہ بولون گی، کجروی نہ اختیار کرون گی اور اس واقعہ مین کوئی اضافہ نہ کرونگی، چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو انھون نے اس واقعہ

بیان کیا، اور آپ نے اسکو سنکر فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہین ہین، عمر اور ان کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہے، اور تم اہلِ کشتی کی دو ہجرتین ہین، حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ ابو موسیٰ اور دوسرے کشتی والے جوق کے جوق میرے پاس آتے تھے، اور اس حدیث کو پوچھتے تھے، ان کیلئے دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ مسرت خیز اور باعظمت نہ تھی، حضرت ابو موسیٰؓ بار بار مجھ سے اس حدیث کو پوچھتے تھے[1]

فضیلت کی ایک بڑی وجہ محبتِ رسول ہے، اور اس محبت کی وجہ سے بعض صحابیات کو وہ درجۂ تقرب رسول حاصل ہوا جو صرف مخصوص صحابہ کو حاصل تھا، صحیح مسلم مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کے سوا بجز حضرت ام سلیمؓ (حضرت انسؓ کی ماں) کے کسی عورت کے پاس تشریف نہین لیجاتے تھے، چنانچہ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے اُن پر رحم آتا ہے، کیونکہ ان کے بھائی میرے ساتھ شہید ہوئے تھے[2] جس لطف و محبت کے ساتھ آپ ان کے گھر تشریف لیجاتے تھے، اسی لطف و محبت کے ساتھ وہ آپ کی خدمت گذاری بھی کرتی تھین، بخاری کتاب الاستیذان مین ہے کہ جب آپ اون کے گھر تشریف لیجاتے تھے تو وہ آپ کے لئے بچھونا بچھا دیتین، آپ آرام فرماتے، جب سو کر اُٹھتے تو وہ آپ کا پسینہ ایک شیشی مین جمع کر لیتین، مرتے وقت وصیت کی کہ کفن مین حنوط کے ساتھ عرق مبارک بھی شامل کیا جائے، حضرت انس بن مالکؓ کی خالہ ام حرام کو بھی اکثر یہ شرف حاصل ہوتا تھا، چنانچہ معمول تھا کہ جب آپ قباء کو تشریف لیجاتے تو ان کے پاس ضرور جاتے، وہ اکثر کھانا لیکر پیش کرتین، اور آپ نوش فرماتے، آپ سو جاتے تو وہ آپ کے بالون سے جوئین نکالتین[3]،

---

[1] مسلم باب من فضائل جعفر بن ابی طالب و اسماء بنت عمیس و اہل سفینتہم [2] صحیح مسلم باب من فضائل ام انسؓ بن مالک و بلالؓ

[3] بخاری کتاب الجہاد صفحہ ۳۹۱،

Marfat.com

مخصوص صحابیات کے علاوہ قومی حیثیت سے بھی بعض صحابیات کو بعض معاشرتی فضائل حاصل ہین

اوران فضائل مین اس قبیلے کی تمام صحابیات شامل ہین، مثلاً ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانیؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انھون نے یہ معذرت کی کہ میرا سن زیادہ ہوگیا، اور میرے لڑکے ہین، (جنکی پرورش میرے لئے ضروری ہی) اس موقع پر آپ نے عموماً قریشی عورتون کی یہ فضیلت بیان کی

خیر نساء رکبن الابل نساء قریش	شتر سوار عورتون مین سب سے بہتر قریش کی
احناہ علی یتیم فی صغرہ و	عورتین ہین، بچپن مین اپنے یتیم بچے سے محبت
ارعاہ علی زوج فی ذات یدہ،	رکھتی ہین، اور اپنے شوہر کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرتی ہین،

انصار کا قبیلہ اسلام مین ایک خاص درجۂ فضیلت رکھتا ہی، اور اس قبیلہ کے مرد اور عورت دو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکسان محبوب تھے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہی، کہ ایکبا انصار کی عورتین اور انصار کے لڑکے ایک شادی کی تقریب سے واپس آرہے تھے، آپ نے دیکھا تو کھڑے ہوگئے، اور تین بار فرمایا کہ "تم لوگ میرے نزدیک تمام لوگون سے زیادہ محبوب

دوسری روایت مین ہے کہ ایک انصاریہ صحابیہ اپنے بچے کو ساتھ لے کر آئین، اور آپ ان سے گفتگو فرمائی، اور اسی سلسلہ مین دوبارہ فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، تم تمام لوگون مین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو"[۲]

ان فضائل کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاے راشدین نے بھی صحابیات کی قدر و منزلت کو قائم رکھا، چنانچہ صحیح مسلم مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن کی ملاقات کو تشریف لیجایا کرتے تھے، آپ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے

[۱] مسلم باب من فضائل نساء قریش، [۲] بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار انکم احب الناس

فرمایا کہ آؤ چلین، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اون کی ملاقات کو جایا کرتے تھے، اسی طرح ہم بھی اون کی ملاقات کر آئین، چنانچہ جب اون کے پاس پہنچے، تو وہ رو پڑین، ان لوگون نے کہا کیون روتی ہو، خدا کے پاس رسول اللہ صلعم کا جو درجہ ہے، وہ نہایت بہتر ہے، بولین، مین اسلئے نہین روتی کہ مین اس سے ناواقف ہون، بلکہ اسلئے روتی ہون کہ وحی کا آسمانی سلسلہ ٹوٹ گیا، اس پر یہ دونون بزرگ بھی رو پڑے[۱]،

عام صحابیات کے علاوہ ازواجِ مطہرات کو جو عزت حاصل تھی، عورتون کی تاریخ مین اوسکی نظیر نہین مل سکتی، جب رسول اللہ صلعم کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سجدے مین گر پڑے، لوگون نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہین؟ بولے "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، پھر ازواجِ مطہرات کی موت سے بڑھکر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی[۲]"

مقام سرف مین حضرت میمونہؓ نے وفات پائی، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے، بولے کہ "یہ میمونہ ہین، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو[۳]"

بعض صحابہ عزت و محبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات پر اپنی جائدادین وقف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ازواجِ مطہرات کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار ہزار پر فروخت کیا گیا[۴]،

خلفا ازواجِ مطہرات کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ازواجِ مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے طیار کرائے تھے، جب اون کے پاس میوہ یا اور کوئی کھانے کی عمدہ چیز آتی، تو اُن پیالون مین کر کے تمام ازواجِ مطہرات کی خدمت مین بھیجتے[۵]،

---

[۱] مسلم باب من فضائل ام ایمنؓ، [۲] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السجود عند الآیات، [۳] نسائی کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ صلعم فی النکاح، وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ صلعم، [۴] ترمذی کتاب المناقب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، [۵] موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب حرمۃ اہل الکتاب والمجوس،

Marfat.com

سنہ ۲۳ھ مین جب حضرت عمرؓ امیر الحاج بنکر گئے تو ازواجِ مطہرات کو بھی نہایت عزت کے ساتھ ہمرا
لے گئے، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو سواریون کے ساتھ کر دیا تھا یہ لوگ آگے پیچھے
چلتے تھے، اور کسی کو سواریون کے قریب آنے نہین دیتے تھے ازواجِ مطہرات منزل پر اترتی تھین
تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کسی کو قیامگاہ کے متصل آنے کی اجازت نہین دیتے تھے

عام مسلمانان ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو حسن عقیدت رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا
ہے، کہ لوگ عام طور پر حضرت عائشہؓ کی خدمت مین چھوٹے چھوٹے بچون کو لاتے تھے، اور وہ ان کے لئے دعا
برکت فرماتی تھین[1]، حضرت عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے دامنِ تربیت مین پرورش پائی تھی، انکا
بیان ہے کہ لوگ دور دور سے میرے پاس حاضر ہوتے تھے، اور چونکہ مجھکو حضرت عائشہؓ سے تقرب حاصل
تھا، اسلئے بوڑھے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے تھے، جوان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے اور مجھا
ہدیہ دیتے تھے، اور اطرافِ ملک سے خطوط بھیجتے تھے[2]،

غرض ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد دونون کا درجہ یکسا
بلند کیا، اور خلفاے راشدین اور عام مسلمانون نے اس درجہ کو قائم رکھا، لیکن صحابیات کو یہ درجہ صرف
مذہب، اخلاق اور حسنِ معاشرت کی بنا پر حاصل ہوا تھا، اور آج بھی ان ہی چیزون سے عورتین اپنے
کو بلند کر سکتی ہین،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، [2] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن، [3] ادب المفرد
باب الکتابۃ الی النساء وجوابہن،

Marfat.com

Marfat.com

دارالمصنفین کا قابلِ فخر کارنامہ،

سیر الصحابہؓ

سیرۃ النبی کے بعد مسلمانون کے لئے جن مقدس ہستیون کے کارنامے اور سوانح حیات مشعلِ راہ ہوسکتے ہین، وہ حضرات صحابۂ کرام ہین، دارالمصنفین نے پندرہ برس کی جانفشانی وکوشش سے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا، اور اردو مین صحابۂ کرام کے حالات وسوانح اور اخلاق وحسنات کی دس ضخیم جلدین احادیث وسیر کے ہزارون صفحات سے چنکر مرتب کین اور بہ حسن وخوبی شائع کیں، ضرورت ہے کہ حق طلب اور ہدایت ورہنمائی کے جویان مسلمان ان صحیفون کو پڑھین، اور اس شمعِ ہدایت کی روشنی مین چلین، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اُن کے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدون کی علٰحدہ علٰحدہ قیمتین حسب ذیل ہین، جنکا مجموعہ ۳۳ سے ۴ ہوتا ہے، لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف پچیس ۲۵ روپیہ مین یہ دس جلدین کامل تذر کیجاتی ہین، پیکنگ ذمہ دارالمصنفین

محصول ذمہ خریدار،

جلد اوّل - خلفائے راشدینؓ، ۸ سے — جلد ششم ۶ - سیر الصحابہؓ ششم، ۸ سے

جلد دوم ۲ - مہاجرینؓ اوّل، للعہ — جلد ہفتم ۷ - سیر الصحابہؓ ہفتم، ۸ سے

جلد سوم ۳ - مہاجرینؓ دوم، ۸ سے — جلد ہشتم ۸ - سیر الصحابیاتؓ، ۱۴ سے

جلد چہارم ۴ - سیر انصارؓ اوّل، ۸ سے — جلد نہم ۹ - اُسوۂ صحابہؓ، اوّل، ۸ سے

جلد پنجم ۵ - سیر انصارؓ، دوم، ۸ سے — جلد دہم ۱۰ - اُسوۂ صحابہؓ، دوم، للعہ

(مینیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ)

(طابع - محمد اویس وارثی)

Marfat.com

سلسلۂ دار المصنفین نمبر ۳۲

طبقات الامم

مصنفہ

قاضی ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی المتوفی ۴۶۲ھ

کا اردو ترجمہ

جسمیں

دنیا کی مختلف قوموں اور خصوصاً مسلمانوں کے علوم وفنون کی تاریخ ہے،

از

قاضی احمد میاں اختر (جوناگڑھی)

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید سنہ ۱۳۴۶ھ سنہ ۱۹۲۸ء

Marfat.com

135829

Marfat.com

انتساب

اُن مذہبی، قومی، اور علمی خدمات کی بنا پر جو علّامہ
(الحاج) سیّد سلیمان صاحب ندوی مُدت دراز سے ملک
مین انجام دے رہے ہین، اس ناچیز ترجمہ کو ان کے
اسم گرامی سے مُعنون کرتا ہون،

ھمی شرم دارم کہ پایے ملخ را
سوئے بارگاہِ سلیمان فرستم،

"مترجم"

Marfat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱	انتساب	الف
۲	گذارش	ب
۳	تذکرۂ مصنف	۱-۱۷
۴	**مضامینِ کتاب**	
۵	امم قدیمہ	۱
۶	امم قدیمہ کا مذہب	۴
۷	طبقاتِ امم بلحاظ پیشہ	〃
۸	اہلِ چین	۵
۹	ترک	〃
۱۰	تحصیلِ علم سے محرومی کے اسباب	۶
۱۱	جلابقہ و برابرہ	۷
۱۲	اہلِ علم اقوام	۱۱
۱۳	اہلِ ہند	۱۳
۱۴	علوم	〃
۱۵	طب	〃
۱۶	الٰہیات	〃
۱۷	نجوم	۱۵
۱۸	موسیقی	۱۸
۱۹	علم اخلاق	〃
۲۰	علم حساب	۱۹
۲۱	شطرنج	〃
۲۲	علمائے ہند	۲۰
۲۳	اہلِ فارس	〃
۲۴	ملوکِ فرس	〃
۲۵	مدتِ سلطنت	۲۱
۲۶	فضائلِ ملوک	۲۲
۲۷	علومِ فارس	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۲۸	مدتِ عالم مطابقِ نجوم	۲۲
۲۹	تصانیفِ نجوم	۲۳
۳۰	مذہب	〃
۳۱	زردشت	۲۴
۳۲	علومِ کلدان	۲۶
۳۳	بابل کا منارہ	〃
۳۴	نمرود	〃
۳۵	نمرود ابراہیم	〃
۳۶	بختنصر	۲۷
۳۷	علوم	〃
۳۸	علم نجوم	〃
۳۹	علماء	〃
۴۰	ہرمس بابلی	۲۸
۴۱	برجس	۲۹
۴۲	دالیس	〃
۴۳	اصطفن	〃
۴۴	علومِ یونان	۳۰
۴۵	اسکندر اعظم	〃
۴۶	بطالسہ	۳۱
۴۷	حدود	〃
۴۸	زبان	〃
۴۹	مذہب	۳۲
۵۰	علماء	〃
۵۱	اینڈوقلیس	〃
۵۲	فیثاغورس	۳۴
۵۳	سقراط	۳۵
۵۴	افلاطون	〃

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۵۵	ارسطو	۳۶
۵۶	ارسطو اور اسکندر اعظم	۴۰
۵۷	قسطا بن لوقا	۴۳
۵۸	بقسراط	″
۵۹	علمائے طبعیات	۴۴
۶۰	علمائے ریاضیات	۴۵
۶۱	ارشمیدس	۴۶
۶۲	فطون	″
۶۳	طیموخارس	″
۶۴	افرخس	۴۷
۶۵	بطلیموس القلوذی	″
۶۶	المجسطی	۴۹
۶۷	فلاسفۂ یونان کے فرقے	۵۰
۶۸	ابوبکر رازی	۵۳
۶۹	**علوم روم**	۵۴
۷۰	حدود	۵۴
۷۱	بنائے رومہ و سلطنتِ روم	″
۷۲	مذہب	۵۶
۷۳	علما و فلاسفہ	″
۷۴	بختیشوع	۵۷
۷۵	یوحنا بن ماسویہ	″
۷۶	حنین بن اسحاق	۵۸
۷۷	مسیح بن حکیم	۵۹
۷۸	نسطاس بن جریج	۶۰
۷۹	ثابت بن قرہ	″
۸۰	سنان بن ثابت	″
۸۱	**علوم مصر**	۶۱
۸۲	حدود	۶۲
۸۳	مذہب	″
۸۴	علوم	۶۳

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۸۵	ہرمس مصری	۶۳
۸۶	علما بعد از طوفان	۶۴
۸۷	ہرمس ثانی	۶۵
۸۸	یرقلس اسکندرانی	″
۸۹	ثاؤن اسکندرانی	″
۹۰	علمائے کیمیا و طب	۶۶
۹۱	علمائے احکام نجوم	″
۹۲	**علوم عرب**	۶۷
۹۳	عرب بائدہ	″
۹۴	عرب باقیہ	″
۹۵	عرب جاہلیت	″
۹۶	طبقات عرب جاہلیت	۶۹
۹۷	مذاہب عرب	۷۰
۹۸	عرب کے بت پرست	۷۱
۹۹	اخبارِ عرب	۷۳
۱۰۰	نجوم جاہلیت	۷۵
۱۰۱	فلسفہ	۷۶
۱۰۲	جزیرۃ العرب	″
۱۰۳	سد مارب، سیل عرم، انتشارِ قبائل	۷۷
۱۰۴	عہدِ اسلام	۷۹
۱۰۵	طب عربی	۸۰
۱۰۶	حارث بن کلدۃ الثقفی	۸۱
۱۰۷	ابن ابی رمثۃ التیمی	″
۱۰۸	خالد بن یزید	۸۲
۱۰۹	عہد عباسی	″
۱۱۰	علومِ فلسفہ کی تحصیل	۸۴
۱۱۱	عبداللہ بن المقفع	″
۱۱۲	ہیئت و نجوم	۸۵
۱۱۳	رصد مامونی	۸۷
۱۱۴	علمائے اسلام	۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱۱۵	یعقوب کندی	۸۸
۱۱۶	احمد بن طیب سرخسی	۹۱
۱۱۷	زکریا رازی	″
۱۱۸	فارابی	۹۲
۱۱۹	علماے نجوم	۹۴
۱۲۰	احمد بن عبداللہ خجنی	″
۱۲۱	الفرغانی،	″
۱۲۲	بنو موسیٰ،	۹۵
۱۲۳	عمر بن فرخان الطبری	″
۱۲۴	البتانی	۹۶
۱۲۵	النیریزی	″
۱۲۶	حسن بن صبّاح	۹۷
۱۲۷	محمد بن اسماعیل نوبختی	″
۱۲۸	علی بن اماجور	″
۱۲۹	ابو معشر فلکی	″
۱۳۰	حسین بن حصیب	۹۸
۱۳۱	احمد بن یوسف (ابن الدایہ)	۹۹
۱۳۲	احمد بن مثنیٰ	″
۱۳۳	مرورروزی	″
۱۳۴	ابن الآدمی	″
۱۳۵	ہمدانی	۱۰۰
۱۳۶	ابن یونس	۱۰۲
۱۳۷	ابن ہیثم	″
۱۳۸	الفزاری	″
۱۳۹	یعقوب بن طارق	۱۰۳
۱۴۰	اسحاق بن عمران	۱۰۴
۱۴۱	جابر بن حیان	۱۰۵
۱۴۲	ذوالنون مصری	۱۰۶
۱۴۳	علی بن ربن طبری	″
۱۴۴	ابن الجزّار	″

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱۴۵	ابن المجوسی،	۱۰۷
۱۴۶	**علوم اندلس**	۱۰۸
۱۴۷	اندلس کا مختصر احوال	″
۱۴۸	حدود	۱۰۹
۱۴۹	علماے اندلس	۱۱۰
۱۵۰	ابو عبیدہ بلنسی	۱۱۱
۱۵۱	ابن السمینہ	۱۱۳
۱۵۲	محمد بن اسماعیل	″
۱۵۳	خلیفہ الحکم	″
۱۵۴	الفرضی	۱۱۶
۱۵۵	ابو ایوب عبدالغافر	″
۱۵۶	السرّی	″
۱۵۷	ابو بکر بن ابی عیسیٰ	۱۱۷
۱۵۸	الاقلیدس	″
۱۵۹	ابو القاسم العدوی،	″
۱۶۰	مسلمہ بن احمد	۱۱۸
۱۶۱	ابن السمح	۱۱۹
۱۶۲	ابن الصفار	″
۱۶۳	الزہری	۱۲۰
۱۶۴	الکرمانی	″
۱۶۵	ابن خلدون	۱۲۱
۱۶۶	ابن الصفار کے تلامذہ	″
۱۶۷	ابن برغوث	″
۱۶۸	الواسطی	″
۱۶۹	ابن شہر	″
۱۷۰	ابن العطار	۱۲۲
۱۷۱	ابن السمح کے تلامذہ	″
۱۷۲	القرشی	″
۱۷۳	عبداللہ بن احمد سرقسطی	″
۱۷۴	ابراہیم الہرزی	۱۲۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱۷۵	ابن برغوث کے تلامذہ	۱۲۳
۱۷۶	ابن اللیث	〃
۱۷۷	ابن حیّ	〃
۱۷۸	ابن الجلاّب	۱۲۴
۱۷۹	ابن الوقشی	〃
۱۸۰	ابن حمیس	۱۲۵
۱۸۱	علمائے فلسفہ	〃
۱۸۲	اہل طلیطلہ	۱۲۶
۱۸۳	اہل سرقسطہ	〃
۱۸۴	اہل بلنسیہ	〃
۱۸۵	ابن حزم	〃
۱۸۶	ابن سیدہ	۱۲۹
۱۸۷	علمائے طبیعیات والٰہیات	۱۳۰
۱۸۸	اطباء	〃
۱۸۹	حمدین بن ابان	〃
۱۹۰	الحرّانی	۱۳۱
۱۹۱	یحییٰ بن اسحاق	〃
۱۹۲	سعید بن عبدالرحمٰن	〃
۱۹۳	احمد بن حکم	۱۳۴
۱۹۴	محمد بن تملیح	〃
۱۹۵	ابن الکتانی	۱۳۵
۱۹۶	عبدالملک تقفی	〃
۱۹۷	عمرو احمد الحرانی	〃
۱۹۸	ابن عبدون الجبلی	۱۳۶
۱۹۹	ابن الکتانی،	〃
۲۰۰	ابوالعرب	۱۳۷
۲۰۱	البغونش	۱۳۸
۲۰۲	وزیر ابو المطرف	〃
۲۰۳	عبدالملک بن زہر	۱۳۹
۲۰۴	ابن الذہبی	۱۴۰
۲۰۵	ابن النباش	〃
۲۰۶	ابن خمیس	〃
۲۰۷	ابن عساکر	〃
۲۰۸	علمائے نجوم	۱۴۱
۲۰۹	ابن الخیاط	〃
۲۱۰	عبیداللہ بن خلف	〃
۲۱۱	**علوم بنی اسرائیل**	۱۴۲
۲۱۲	طریقۂ حساب سنین یہود	〃
۲۱۳	تفرق یہود	۱۴۴
۲۱۴	علمائے یہود	۱۴۵
۲۱۵	ماسرجویہ	〃
۲۱۶	اسحاق بن سلیمان	〃
۲۱۷	سہل بن بشر	۱۴۶
۲۱۸	حسدای بن اسحاق	〃
۲۱۹	منجم بن انفوال	۱۴۷
۲۲۰	مروان بن جناح	〃
۲۲۱	اسحاق بن قسطار	〃
۲۲۲	ابن جبرول	۱۴۸
۲۲۳	حسدائے بن حسدائی	〃
۲۲۴	احبار یہود	۱۴۹

Marfat.com

گذارش

سنہ ۱۹۲۰ء مین مجھے طبقات الامم کے ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور مین نے اپنے محترم علامہ سید سلیمان ندوی سے استصواب کیا تو انھون نے نہ صرف میرے اس خیال کی تائید کرکے میرے عزم کو اور بھی پختہ کر دیا، بلکہ دارالمصنفین کے سلسلۂ تصانیف مین اُسے شائع کرنے کا وعدہ بھی فرمایا، اگرچہ اسی وقت سے مین نے ترجمہ کا کام شروع کر دیا تھا، لیکن ریاستی ملازمت کی لگاتار مصروفیتون، اور فرائض کی اہم ذمہ داریون نے مجھے عرصۂ دراز تک دستکش ہونے پر مجبور کر دیا، اور اسی اثنار مین کبھی خالی الذہن ہوکر کچھ لکھنے لکھانے کا موقعہ نہ ملا، جب مجھے بکلّی فراغِ خاطر نصیب ہوا تو مین اوّلین فرصت مین اس ادھورے کام کی تکمیل پر مستعد ہوگیا، اور بحمداللہ کہ اب یہ ترجمہ مکمل ہوکر قارئینِ کرام کے ہاتھون مین پہنچنے کا شرف حاصل کرتا ہے،

یہ یاد رہے کہ اس ترجمہ مین عنوانات اکثر مترجم کے قائم کئے ہوئے ہین، نیز حتی الامکان مصنف کے اصل ماخذون کا حوالہ بہم پہنچایا گیا ہے، اس کے علاوہ تاریخی، جغرافی، اور لغوی ذیلی حواشی کا اضافہ کیا ہے، کتاب مین جو نام مذکور ہین، ان کی بابت مزید معلومات دوسری مستند کتابون کے حوالہ سے مہیا کئے گئے ہین، شروع مین مصنف کے سوانح، مضامین کی فہرست، اور آخر مین اشخاص اور مقامات کے نامون وغیرہ کے مفصل انڈکس دیئے گئے ہین،

چونکہ طبقات کے دونون مطبوعہ نسخے اغلاط اور تصحیفات سے بھرے ہوئے ہین اور انکی تصحیح کی کوئی صورت نہ تھی، اس لیے جہانتک ہمسے سکا متعدد معتبر کتابون کی مدد سے نامون اور سنون وغیرہ کے علاوہ اصل قلمی نسخون اور طباعت کی اکثر غلطیون کی تصحیح کر دیگئی ہے، اس پر بھی اگر ترجمہ مین اس قسم کی کوئی فروگذاشت نظر آئے تو اس کو بتقاضاے انسانی خطا و نسیان پر محمول کر کے درگذر کیا جائے، کہ مترجم نے اپنے نزدیک کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا، ومن بلغ جهده فقد بلغ عذره، بعض ضروری حواشی کہین چھوڑ دیئے ہون تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی تحقیق سے مترجم قاصر رہا ہے،

آخر مین مین اپنے فاضل دوست اور ہموطن مولوی مبین عبدالعزیز صاحب راجکوٹی (پروفیسر عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) کا ممنون ہون کہ بعض مشکلات کے حل مین انھون نے میری امداد فرمائی ہے، نیز میرے مکرم دوست جناب مولوی عبدالشکور صاحب سورتی (تاجر کتب عربیہ بمبئی) کا شکریہ ادا کرنا بھی مجھ پر واجب ہے کہ اس ترجمہ کے اثنا مین مجھے ان کے عظیم الشان کتب خانہ سے بہت کچھ مستفید ہونے کا موقعہ ملتا رہا ہے،

احقر

الحرّ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ مُصنّف[1]

اندلس کے اسلامی عہد مین جو قابل ترین علما گذرے ہین، ان مین قاضی صاعد کا نام نامی خصوصیت کیساتھ قابلِ ذکر ہے؛ اگرچہ افسوس ہے کہ ایسے جیّد عالم، فاضل، فلسفی اور سائنٹسٹ کے حالات سے مورخین نے بالکل اعتنا نہین کیا، سوائے **ابن بَشکُوال** کے جس نے صرف چار سطرون مین اس یگانۂ روزگار فاضل اجل کے حالات لکھدینا کافی سمجھا، سیر و اخبار کی کتابون مین اکثر صاعد کا نام حوالہ کے طور پر آتا ہے، لیکن ان کی زندگی کے متعلق کچھ بھی معلومات حاصل نہین ہوتین، اس لیے ان کے حالات کا پتہ لگانا ہمارے لیے بہت دشوار ہو گیا ہے، اس وقت ہمارے پاس ان کی ایک عظیم الشان علمی یادگار کتاب **طبقات الامم** کی صورت مین موجود ہے، جو خوش قسمتی سے قلمی نسخون سے پہلے بیروت اور پھر مصر مین شائع ہوئی ہے

---

[1] ہمنے "صاعد اندلسی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو رسالہ معارف (بابتہ ستمبر ۱۹۲۵ء) مین چھپ چکا ہے، یہان اوسی کو تھوڑی سی ترمیم کیساتھ نقل کر دیا ہے، آخر [2] اس کتاب کو سینٹ جوزف کالج بیروت کے ایک عیسائی پروفیسر لیورنڈلوئی شیخو نے ایک قلمی نسخہ پر سہی، جو اسے دمشق سے دستیاب ہوا تھا، پہلے اپنے عربی رسالہ **المشرق** ۱۹۱۱ء مین، اور بعد ازان ۱۹۱۲ء مین برٹش میوزیم کے دو قلمی نسخون سے تصحیح کرکے مستقل تدوین و طباعت یورپ شائع کیا، چند سال پیشتر ایروتی اڈیشن پر سے ایک اور اڈیشن مصر مین چھپا ہے، طبقات کا مطبوعہ نسخہ بہت غلط ہے، اس لیے پڑھتے وقت احتیاط کرنی چاہیے، اور اس کی

(دیکھیے صفحہ ۲)

Marfat.com

اور اپنے مصنف کی زندگی کے بعض پہلوؤن پر روشنی ڈالتی ہے، اسکی مدد سے ذیل مین ہم ان
مختصر حالات قلمبند کرتے ہین،

نام نسب، ولادت | صاعد نام، باپ کا نام احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن صاعد، کنیت ابو القاسم، نسب
کے لحاظ سے وہ عربی النسل اور خاندانِ بنو تغلب سے ہین، اصل وطن آبائی قرطبہ، مُریّہ مین سنہ ۴۲۰ھ
(سنہ ۱۰۲۹ء) مین پیدا ہوئے،[1]

تحصیلِ علوم | معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے تمام علوم متداولہ، حدیث، فقہ، ادب، تاریخ، فلسفہ، طب
ریاضیات، ہیئت و نجوم وغیرہ کی تحصیل کی تھی، اور ان علوم مین کافی مہارت اور دستگاہ بہ
پہنچائی تھی، امام ابن حزم (المتوفی سنہ ۴۵۶ھ) فتح بن قاسم اور ابو الولید ہشام بن احمد المعروف بہ

بقیہ حاشیہ) مختلف روایات پر جو آخر کتاب مین شامل ہین، ایک نظر ضرور ڈال لینی چاہیئے، میرے مکرم دوست مولانا میمن
نے اطلاع دی ہے کہ طبقات کا ایک عمدہ قلمی نسخہ ریاست رام پور کے سرکاری کتب خانہ مین موجود ہے مگر سہ کیف الو
الی سعادو دونھا الخ، [1] کتاب الصلہ لابن بشکوال ص ۲۳۴ طبع مجریط، صفدی نے نکت الہمیان (ص ۲۰۴) مین ابن
ترجمہ مین صاعد کا حوالہ دیا ہی، اور ان کو صاعد الجیانی لکھا ہے یعنی منسوب بہ جیان جو قرطبہ سے شرقی جانب، افریخ و دو
کا ایک وسیع صوبہ ہی، (معجم البلدان ج ۳ ص ۱۰۵) صاعد کے نام مین اختلاف پایا جاتا ہی، چنانچہ ابن القفطی نے ایک جگہ انکا نام صاعد بن الحس
اسی طرح حاجی خلیفہ نے ان کو ابن صاعد قرطبی، ابن صاعد مالقی لکھا ہی، اور دو جگہ انکا سنہ وفات ۲۵۰ غلط لکھا ہی، [2] ان کی نسبت
طبقات مین لکھتے ہین :-

"مختلف علوم و فنون مین انکی مہارت بہت وسیع ہی، صاحب الرائے، نقاد، اور علم ہندسہ، منطق، نحو، لغت، شعر، خطابت، فقہ،
حدیث، اور علم کلام کے متبحر عالم ہونے کے علاوہ وہ شاعر بلیغ ہین، علم الانساب اور تاریخ و سیر مین ان پر کوئی فضیلت
تہین رکھتا، سنہ ۴۳۳ھ مین طلیطہ مین ان سے ملا تھا، مین نے مدت مدید تک ان کی خدمت مین رہ کر تحصیلِ علوم کی اور
ان سے تعلیم پائی تو مین نے ان کو علم کا ایک بحر زخار، معدنِ شرافت و نجابت اور مکارم اخلاق مین عجیب و غریب فضائل
سے متصف پایا" (صہ ۹)

جیسے فضلاے عصر سے فن حدیث مین استفادہ[1] کیا، اوران سے حدیث روایت کی، نہایت ذکی الطبع، وسیع المعلومات اورصاحب روایت و درایت[2] تھے، فن نجوم مین خود صاعد کا بیان ہے کہ اُنھون نے اندلس کے ایک عالم ریاضیات ابوجعفر احمد بن خمیس طلیطلی سے بہت کچھ اخذ کیا ہے[3]۔ علوم نظری و عملی مین اُن کی وسعتِ معلومات اور تبحر علمی کی مثالین طبقات مین بکثرت نظر آتی ہین،

عہدۂ قضاۃ فضیلت علمی کیساتھ ہی صاعد کو خوش قسمتی سے عزت دنیوی بھی حاصل تھی، امیر المامون یحیٰی بن انطا فروالی طلیطلہ نے جو علم دوست اور اہل علم کا سرپرست تھا، ان کو طلیطلہ کے عہدۂ قضاۃ پر مامور کیا تھا، ابن بشکوال نے لکھا ہے کہ وہ اپنے معاملات مین آزاد تھے اور حقوق کے مقدمات مین صرف ایک شاہد کی شہادت قبول کرلیتے، دوسرا شاہد اسکی سوگند کو ٹھہراتے اور شہادتِ خط پر فیصلہ دیتے تھے،

اہل علم کے تعلقات اندلس کے مشاہیر علمار سے صاعد کے گہرے تعلقات رہے ہین، طبقات مین اُنھون نے بعض بعض مقامات پر اپنے ان تعلقاتِ علمی کو ظاہر کیا ہے،

۱- ابو مروان عبید اللہ بن خلف الاستجی نے جو علم نجوم و احکام نجوم کا محقق عالم اور اپنے زمانہ

---

[1] ان تینون بزرگون مین سے ابن حزم اور ابن الوقشی کا تذکرہ صاعد نے طبقات مین لکھا ہی، فتح بن قاسم کے حالات مجھے معلوم نہین ہوئے، امام ابن حزم کے حالات جو صاعد نے لکھے ہین وہ ذاتی واقفیت پر مبنی ہین، اس لیے قفطی، ابن خلکان، ابن ابی اصیبعہ، ذہبی، مراکشی، اور مقری نے صاعد کے حوالہ سے نقل کیا ہے،

[2] ابن بشکوال، [3] ابن خمیس کی تعریف صاعد کی زبانی یہ ہے :-

"ہندسہ، نجوم، اور طب کے عالم، علوم اللسان مین دخل رکھتے تھے، فن شعر مین بھی اچھی مہارت تھی. . . . . علم الاعداد، ہندسہ، فرائض وغیرہ مین دستگاہ بہم پہنچائی تھی، . . .

. . . . ہیئت و نجوم سے ان کو اچھی واقفیت تھی. مین نے اس فن مین بہت کچھ ان سے اخذ کیا ہی (صلہ)

Marfat.com

کا بیمثل ماہرِ فن تھا، اصولِ علم نجوم پر ایک محققانہ رسالہ لکھا تو اسکی ایک نقل اپنے ہاتھ سے لکھکر صاعد کو بھیجی، چنانچہ لکھتے ہین :-

وله فی التسییرات ومطارح الشعاعات وتعلیل بعض اصول الصناعة رسالة فاضلة لم یتقدمه احدٌ الیها۔ کتب بها الیّ من مدینة کی نکہ[1]	عملِ تسییرات کواکب اور شعاعون کے مواضع سقوط (کے معاینہ) اور فن نجوم کے بعض اصول کی توجیہ پر اسکا ایک محققانہ رسالہ، جس مین کوئی شخص اس سے سبقت نہین لیجا سکا، شہر کونکہ سے اس نے مجھے یہ رسالہ لکھ کر بھیجا تھا،

۲- اسحاق بن قسطار اندلس کا ایک یہودی عالم تھا جو فلسفہ، منطق، طب وغیرہ مین اچھی مہارت رکھتا تھا، صاعد کیساتھ اس کے دوستانہ روابط تھے، اس کے تذکرہ مین لکھتے ہین :-

کان حمید المذهب جمیل الاخلاق جالسته کثیرًا فما رأیت یهودیًا مثله فی رجاحته وصدقه وکمال مروّته[2]	خوش اطوار اور با اخلاق تھا، مین اکثر اس کے پاس بیٹھا کرتا تھا، متانت و سنجیدگی اور کمالِ مروت مین کسی یہودی کو میں نے اس کے مانند نہین دیکھا،

اس سے صاعد کی بے تعصبی اور مروت و اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ باوجود مذہبی آدمی ہونے کے وہ غیر مذاہب کے اہل علم سے گہرے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، موجودہ زمانہ مین اسکی مثال کم نظر آئے گی، اس قسم کے علمی روابط سے متعلق چند مثالین اور بھی پائی جاتی ہین، مگر بخوفِ طوالت ہم ان کو قلم انداز کرتے ہین،

وفات صاعد نے اسی عہدۂ قضاۃ پر بعمر ۷۴ سال شوال ۴۶۲ھ (۱۰۷۰ء) مین بمقام طلیطلہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا، طلیطلہ کے ایک عالم یحییٰ بن سعید الحدیدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی[3]،

تبحر علمی صاعد کے تبحر علمی اور وسعتِ معلومات کی زندہ مثال خود ان کی کتاب طبقات الامم ہے،

---

[1] طبقات الامم (بیروت) ص ۸۶ [2] طبقات ص ۸۹- [3] ابن بشکوال،

Marfat.com

س سے چند مثالین بطور نمونہ ہم یہان درج کرتے ہین، تاکہ ان کی وسعتِ نظر اور محققانہ طرز
یا کچھ اندازہ ہو سکے،

ایخ | تاریخ مین ان کا پایہ بہت بلند اور طرز محققانہ ہے، مورخانہ تدقیق، اور اصولِ روایت و درا
بن یہ البیرونی اور ابن خلدون سے کسی طرح کم رتبہ نہین ہین، افسوس ہی کہ ان کی تاریخی تصنیفات
ست بردِ زمانہ سے ناپید ہو چکی ہین، ورنہ ان کے تاریخی طرزِ تحریر کا صحیح اندازہ ہو سکتا، اقوامِ عالم
کی تاریخ پر ان کو خاص طور پر عبور تھا، اور اس وضع پر انھون نے ایک کتاب جو امع اخبار الامم
لکھی تھی، طبقات مین وہ اقوام قدیمہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے، ان کے مساکن و معاشی، انکی
زبان، ان کے رسوم و عوائد، اور ملل و ادیان کا بیان جس تحقیق و تدقیق، جامعیت و اختصار
کے ساتھ کرتے ہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہمارے زمانہ مین بیٹھے ہوئے موجودہ
تحقیقات سے فائدہ اٹھا کر لکھ رہے ہین، علماے تاریخ سے جہان کہین اختلاف ہوتا ہے تو وہ
اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہین،

شاہانِ ایران کی مدتِ سلطنت عرب مورخین مین متنازع فیہ رہی ہے، البیرونی نے آثار
الباقیہ مین، اور حمزۂ اصفہانی نے سنی ملوک الارض مین[1] اس سے متعلق مؤبدانِ مجوس کی مختلف
روایتین نقل کی ہین، اس بارہ مین علماے مغرب کے اقوال کو البیرونی نے آثار مین غلط ٹھہرایا
ہے، صاعد نے اپنی تحقیق کی بنا پر ملوکِ فارس کی مدتِ سلطنت تین ہزار ایک سو چونسٹھ (۳۱۶۴) سال لکھی
ہے جو البیرونی کی بتائی ہوئی مدت کے مطابق نہین ہے، مورخین کے اس اختلاف پر صاعد نے
اپنی کتاب اخبار الامم مین مفصل بحث کی ہے، چنانچہ لکھتے ہین،،-

[1] ملاحظہ ہو آثار الباقیہ ص ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۲۱، ۱۳۱ طبع یورپ، سنی ملوک الارض ص ۱۲
تا ۱۴ و ص ۱۰ تا ۲۲ طبع کاویانی،

Marfat.com

ولاهل العلم بتاريخ الامم تنازع فی تقدم مملكة الفرس ليس هذا موضع ذكره وقد اتينا باختلافهم فی ذالك فی كتابنا فی جوامع اخبار الامم عن العرب والعجم واصح ما قيل فی ذالك الخ[1]

مملکتِ فارس کی مدتِ سلطنت علماے تاریخ الامم کے نزدیک مبحوث فیہ ہے اور یہ اس کے ذکر کا موقع نہین ہے، موصوف کے اس اختلاف کو اور اس مسئلہ مین صحیح ترین قول کو ہم اپنی کتاب جوامع اخبار الامم عن العرب والعجم مین بیان کر چکے ہے،

قدیم تاریخی امور مین صاعد نے مسعودی اور ہمدانی ایسے نامور مورخون کو خاص طور پر اپنا بنایا ہے، چنانچہ امم قدیمہ کے مذاہب، ان کے مساکن و معایش وغیرہ کے متعلق انھون نے تمامتر مسعودی سے اخذ کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاعد کس قدر وسیع النظر مورخ تھے، اس ترقی یافتہ زمانہ مین بھی اس موضوع پر اگر ہم کچھ لکھنا چاہین تو صاعد کے اختیار کئے ہوئے مآخذ سے بے نہین ہو سکتے، صاعد کی تصانیف تمامتر تاریخی ہین، اس لحاظ سے وہ پہلے مورخ ہین، بعد ازآن

تاریخ علوم

مصنفینِ اسلام مین صاعد پہلے شخص ہین جنھون نے علومِ اقوام کی تاریخ لکھی، اور ان کے بعد بھی ہمین نہین معلوم کہ کسی نے آج تک عربی مین اس موضوع پر قلم اٹھایا ہو، اگرچہ ابن الندیم نے الفہرست ایسی ضخیم اور مبسوط کتاب لکھدی تھی، مگر وہ کثرتِ اسماے کتب کی وجہ سے ایک طول طویل خشک فہرست ہے، پھر وہ کسی خاص ترتیب پر مرتب اور مدون نہین ہے اس لیے وہ کوئی باقاعدہ علوم کی تاریخ نہین کہی جا سکتی، صاعد سب سے پہلے مصنف ہین جو علومِ قبل و بعد از اسلام، ان کی ابتدا اور تدریجی ترقیون سے ہم کو روشناس کراتے ہین، کسی قوم کی "علمی تاریخ" (دیا لٹریری ہسٹری) لکھنا یورپ کی اوّلیات مین شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ سب سے یہ شرف علم پرست مسلمانون ہی کو پہنچتا ہے،

[1] طبقات ص ١٥،

Marfat.com

تاریخ طبیعی | نوع انسانی سے قبل نوع حیوانی کے وجود اور ان کے معدوم ہو جانے سے متعلق
نیچرل ہسٹری کا ایک اہم نظریہ ہے جو سائنس دانون مین مختلف فیہ ہے، بعض کا خیال ہے
کہ نوع انسانی کے وجود مین آنے سے پیشتر نوع حیوانی روے زمین پر ضرور موجود تھی، لیکن
آتش فشان پہاڑون اور زلزلون کے تصادم سے وہ ہلاک ہوگئی، بعض علما، جو ڈارون کے
ہمخیال ہین، اس بات کے قائل ہین کہ وہ فنا نہین ہوئی، بلکہ اسکی جگہ اس سے بہتر انواع کے
حیوانات نے لے لی ہے، بعض کی رائے ہے کہ انسان ہی نے اس کو مار مار کر فنا کر دیا، لیکن جون
جون تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، یہ قیاسات محض پیش پا فتادہ اور دور از کار معلوم
ہوتے ہین، چنانچہ حال ہی مین تاریخ طبیعی کے ایک عالم مسٹر پرٹیر (PRATER) نے "ازمنۂ
قدیمہ کے حیوانات" پر تقریر[1] کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ تمام تاویلات جو پیش کیگئی ہین محض ظنیات ہین،
جو کسی طرح تیقن نہین ہین، بعض علماے سائنس کو ان قیاسات کے تسلیم کرنے سے انکار ہے یعنی
کہ وہ نہ تقدیم نوع انسانی کے قائل ہین اور نہ اس بات کو مانتے ہین کہ انسان ہی نے اس نوع
کو معدوم کر دیا انھین مین سے ایک علامہ صاعد کو بھی سمجھنا چاہیئے، جو ایسی رائے کو فلسفہ و حکمت سے
بعید سمجھتے ہین، چنانچہ قدماے مصر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین:-

کانوا یرون انه کان فی عالم الکون والفساد	قدماے مصر یہ رائے رکھتے تھے کہ عالم کون و فساد مین نوع
قبل نوع الانسان انواع کثیرة من الحیوان	انسان سے پہلے کئی انواع حیوانات موجود تھین، جنکی عجیب و غریب
علی صور غریبة وتراکیب شاذة ثم کان	صورتین تھین، جب نوع انسانی وجود مین آئی اور وہ ان پر
نوع الانسان فغلب تلک الانواع وقاتلها	غالب ہوگئی تو اس نے ان مین سے اکثر کو فنا کر دیا، اور
حتی افنی اکثرها وشرد بقیتها الی البراری	بقیہ حیوانات کو مار مار کر جنگلون مین بھگا دیا،

[1] مطبوعۂ روزنامہ بمبئی کرانیکل" مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء۔ یہ لکچر بمبئی کی نیچرل ہسٹری سوسائٹی کے جلسہ منعقدہ ۲۱ جولائی ۱۹۲۵ء مین دیا گیا تھا

Marfat.com

والفلوات فمنهم الغيلان والسعالى وغير ذالك مِمَّا ذكره عنهم الوصفی[1] فی تاريخ المؤلف فی اخبار مصر فان كان ذلك حق غيهم فما البعد هم فی هذا الرأی من نظام الحكمة وقانون الفلسفة[2]

انھی حیوانات مین سے غول (بیابانی) اور سعالی ہین ذکر الوصفی نے اپنی تاریخ مصر مین کیا ہے، اگر یہ صحیح ہے لوگ اپنی اس رائے مین نظام فلسفہ اور قانونِ حکمت کس قدر دور جا پڑے تھے،

فلسفہ | صاعد کو فلسفہ و حکمت سے ایک خاص مناسبت ہے، طبقات مین علوم قدیمۂ یونان حکماے یونان پر جو کچھ انھون نے تحریر فرمایا ہے اس سے فلسفہ مین انکی زبردست واقفیت ثبوت ملتا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے ارسطو کے فلسفہ کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا، فارابی کی اغراض فلسفۃ افلاطون وارسطاطالیس کا ایک نسخہ ان کو پہنچا تھا، جسکی انھون نے مین بڑی تعریف کی ہے[3]، وہ ارسطو کے بڑے حامی اور مدّاح ہین، اسلام کے وہ مایۂ ناز فلا طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی جنھون نے ارسطوا یسے عظیم الشان فلسفی پر سخت اعتراضات ہین اور کئی مسائل علمی مین اسکی مخالفت کی ہے، صاعد ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

وكان شديد الانحراف عن ارسطاطاليس — یہ ارسطو کے سخت مخالف تھے، وہ ارسطو کے اپنے ا

---

[1] الوصفی یا الوصیفی (جیسا کہ طبقات کے ایک نسخہ مین پایا جاتا ہے) نام کے کسی مصنف کا پتہ نہین چلتا، امام سیوطی نے ح کے دیباچہ مین ان تمام کتابون کے نام گنائے ہین جو تاریخ مصر پر لکھی گئی ہین، مگر ان مین بھی الوصیفی کی کسی تاریخ کا ذکر نہیں ہوتا ہو کہ یہ الصدفی کی تصحیف ہو گی کہ مصر کے نامور مورخ عبدالرحمن بن احمد بن یونس الصدفی المتوفی سنہ ۳۴۷ھ کی دو کتابین تاریخ مصر پر ہین، (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۷۸) بہت ممکن معلوم ہوتا ہو کہ یہ کتاب "کتاب الموصلی فی اخبار جس کا ذکر امام ابن حزم نے اپنے رسالہ مین کیا ہو (دیکھو نفح الطیب ج ۲ ص ۱۳۰ مصر) سطر ۵ طبقات ص ۳۹، سطر ۳ "صفو

وعانبّاله فی مفارقته معلمه افلاطون وغیره من متقدمی الفلاسفة فی کثیر من آرائهم وکان یزعم انه فسد الفلسفة وغیّر کثیرًا من اصولها، وما أظنّ الرازی احنقه علی ارسطاطالیس وحداه الا الی تنقصه الا ما تاه ارسطاطالیس واراد الرازی مخالفته فی علم الالهی وکتابه من طب الروحانی وغیر ذالک من کتبه الدالة علی استحسانه لمذهب الثنویة فی الاشراک والآراء البراهمة فی ابطال النبوّات و لاعتقاد عوام الصابئة فی التناسخ، ولو ان الرازی وفقه الله تعالیٰ للرشد وحبب الیه نصر الحق لوصف ارسطاطالیس بانه محص آراء الفلسفة ونخل مذاهب الحکماء، فنقی خبثها وأسقط غثّها، وانتقی لبابها واصطفیٰ خیارها فاعتقد منها ماتی جبه العقول السلیمة وتراه البصائر

افلاطون وغیرہ فلاسفۂ متقدمین کی اکثر آرا، کو ترک کر دینے پر سخت معترض تھے، ان کی رائے تھی کہ ارسطو نے فلسفہ کو خراب کر ڈالا، اور اس کے اکثر اصولوں کو متغیر کر دیا، لیکن میرے خیال مین رازی کے ارسطو پر اس قدر برہم ہونے اور اسکی تنقیص کرنے کا بجز اس کے اور کوئی سبب نہین ہی کہ ارسطو نے علم الالہی اور طب روحانی وغیرہ تالیفات مین فرقۂ ثنویہ[1] سے شرک مین اور براہمہ سے ابطالِ نبوت مین اور عام صابئہ سے تناسخ مین ہم آہنگی کا اظہار کیا ہے، اور اس بنا پر رازی نے اسکی مخالفت کی ہی، اگر خدا رازی کو ہدایت کی توفیق عطا کرتا اور وہ امدادِ حق کے خواہان ہوتے تو ارسطو کی بابت یون کہتے کہ اس نے تو آرا، فلسفیہ کو پاک صاف کر دیا، مذاہب حکما، کو چھان کر ان کا میل کچیل نکال کر پھینکدیا، لب لباب الگ کر دیا، اور ماصفا کو لے لیا جو باتین عقل سلیم، صاحبانِ نقد و بصیرت اور پاک نفس لوگون کے نزدیک واجب تھین اُنپر اپنا اعتقاد رکھا، اس طرح وہ حکما، کا پیشوا اور علما، کے محاسن کا جامع بنگیا،

[1] فرقۂ ثنویہ دو چیزون یعنی نور اور ظلمت کو قدیم اور ازلی مانتا ہے، بخلاف مجوس کے کہ وہ ظلمۃ کو حادث اور نور کو ازلی مانتے ہین، (شہرستانی برحاشیۂ ابن حزم ج ۲ ص ۸۱-۸۰)

Marfat.com

الناقدة وتدين به النفوس الطيبة، و

اصبح امام الحكماء وجامع فضائل العلماء[1]

منطق | طبقات مین صاعد نے منطق اور علماے منطق کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، اس سے فن مذکور مین انکی دسترس ظاہر ہوتی ہے، کندی کی منطقی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے صنعت تحلیل (ANALYSIS) کی فروگذاشت پر اس طرح تنبیہ کرتے ہین:-

وقلما ينتفع بها في العلوم لانها خالية من صناعة التحليل التي لا سبيل الى معرفة الحق من الباطل في كل مطلوب الا بها واما صناعة التركيب وهي التي قصد يعقوب في كتبه هذه اليها فلا ينتفع بها الا من كانت عنده مقدمات عتيدة فحينئذ يمكن التركيب ومقدمات كل مطلوب لا تو جد الا بصناعة التحليل و لا ادري ما حمل يعقوب على الاضراب عن هذه الصناعة الجليلة هل جهل مقدارها ام ضن عن الناس بكشفه واي هذين كان فهو نقص فيه[2]

بہت کم لوگ ان (منطقی تصانیف) سے استفادہ کر سکتے ہین، کیونکہ وہ طریقہ تحلیل سے خالی ہین جو حق و باطل کی تمیز کے لیے لازمی ہے. ترکیب کو البتہ یعقوب نے اپنی منطقی تصانیف مین بیان کیا ہے، لیکن تیار مقدمات کے بغیر کوئی شخص ان سے فائدہ نہین اٹھا سکتا کہ (مقدمات) کے بغیر ترکیب ہی ناممکن ہے، اور ہر مطلوب شے کے مقدمات بغیر تحلیل کے نہین حاصل ہوتے، نہین معلوم کہ یعقوب کو اس اہم صنعت تحلیل سے کس نے باز رکھا، کیا وہ اس کی قدر سے ناواقف تھا یا لوگون پر اس کو ظاہر کرنے مین اس نے بخل سے کام لیا خواہ کچھ ہی سبب ہو مگر اس مین یہ ایک طرح کا نقص ہے،

مگر ابن ابی اصیبعہ اس کو صاعد کی زیادتی سمجھتا ہے اور لکھتا ہے کہ درحقیقت کندی کی تصنیف

[1] طبقات ص ۳۳، [2] " ص ۵۲،

Marfat.com

مین کوئی بات ایسی نہین ہے جو اس کے علم سے مستفید ہونے اور اسکی کتابون کے مطالعہ سے باز رکھے،[1]

ملل و ادیان | صاعد نے مذاہب اقوام کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا، چنانچہ اس موضوع پر ان کی ایک کتاب مقالات اھل الملل والنحل ہے جو ان کی دوسری تصانیف کی طرح مفقود ہوگئی ہے، وہ لکھتے ہین کہ اس کتاب مین انھون نے ہندوستان کے تبون، ان کے زمانہ، ادوار دا کوار، کواکب، ان کے راس حمل مین جمع ہوجانے سے عناصر اربعہ کی تمام مخلوقات کے تبا ہوجانے، نیز ہر دور کواکب مین مولدات کی نشاۃ الثانیہ کے متعلق اہل ہند کی مختلف آرار کو بھی بیان کیا ہے[2]، اس لحاظ سے اندلس مین ابن حزم کے بعد صاعد دوسرے شخص ہین جنھون نے ملل ونحل پر کتاب لکھی، جو اگر آج موجود ہوتی تو ملل ابن حزم کے تکملہ کا کام دیتی،

فن نجوم | اس فن سے قاضی صاحب کو بہت دلچسپی ہے، اور اس چھوٹی سی کتاب مین انھون نے نجوم واحکام نجوم سے اپنی پوری واقفیت اور مہارت تامہ کا ثبوت دیا ہے، منجمین اور علماے ہیئت پر خردہ گیریان کی ہین اور جابجا انکے اغلاط پر تنبیہ کی ہے،

---

[1] مسلمہ ابن احمد المریطی نے جو اندلس مین ریاضیات کا امام تھا، اپنی زیج مین محمد بن موسی الخوارزمی کی زیج کے سنہ فارسی کو سنہ ہجری سے بدل دیا تھا، لیکن جو غلطیان اصل مصنف نے کی تھین وہ ترجمہ مین بھی قائم تھین، انھون نے ان اغلاط پر اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین تنبیہ کی ہے، چنانچہ لکھتے ہین:-

ووضع اوساط الکواکب فیہ لاول تاریخ الھجرۃ وزاد فیہ جدا ول حسنۃ علی انہ	اس کتاب مین اوساط کواکب کو اس نے ابتدائے سنہ ہجری سے لیا ہے، اور عمدہ جدولون کا اضافہ کیا ہے،

[2] طبقات الاطبا ج ۲ ص ۲۰۸، [2] طبقات ص ۱۲-۱۳-

Marfat.com

اتبعه علیٰ خطئه فیه ولم ینتبه علیٰ مواضع الغلط منه وقد نبهت علیٰ ذالك فی کتابی المؤلف فی اصلاح حرکات النجوم والتعریف بخطأ الراصدین[1]،

مگر یہ کہ اس نے غلطیون مین بھی خوارزمی کی پیروی ہے اور غلط مقامات سے اس کو آگاہی نہین ہوئی ہمنے اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین ان اغلا کو دکھایا ہے،

۲- عبداللہ بن احمد السرقسطی (المتوفی ۴۳۸ھ) نے جو ہیئت و نجوم کا امام تھا، ہندوستان کے زبردست ہیئت دان برہم گپتا (۶۲۸ء) کی کتاب برہم سدھانت پر اعتراضات کئے تھے اور ایک رسالہ لکھا تھا، جس مین اسکی غلطیان دکھائی تھین، صاعد نے ان اعتراضات کی تردید کی اور ان کی غلطیون پر اپنی کتاب مین تنبیہ کی، چنانچہ فرماتے ہین،

ورأیت رسالة له کتب بها الیٰ ابی مسلم بن خلدون الاشبیلی یذکر فیها فساد مذهب السند هند فی حرکات الکواکب وتعدیلها ویحتج باشیاء قد رددنا علیه وبیّنا موضع الغلط منها فی کتابنا المؤلف فی اصلاح حرکات الکواکب والتنبیه علیٰ خطأ المنجمین[2]

مین نے اس کا ایک رسالہ دیکھا ہے جو اس نے ابی مسلم ابن خلدون اشبیلی کو لکھ کر بھیجا تھا، اس مین اس حرکات و تعدیل کواکب سے متعلق طریقۂ سدھانت کی خرابی کا ذکر کیا ہے، اس کے دلائل کی ہم نے تردید کی ہے، اور اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین اس کی غلطیان دکھائی ہین،

فن طب | اگرچہ اس فن مین صاعد نے اپنی کسی تصنیف کا ذکر نہین کیا، تاہم ان کی کتاب کے بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فن طب مین بھی ان کو دخل تھا،

ابو مروان عبدالملک بن زہر اشبیلی اندلس کا ایک نامور طبیب تھا، جسکی شہرت کا آ

[1] طبقات ص ۶۹- [2] ؍؍ ص ۷۳، ۷۲

شرق ومغرب مین پھیل چکا تھا، اس کے تذکرہ مین لکھتے ہین :-

له فی الطب آراء شاذة منها منعه من	طب مین اس کی انوکھی رائین ہین، مثلاً حمام کی ممانعت،
لحمام واعتقاده انه یعفّن الاجسام	جس کے متعلق اسکی رائے ہے کہ یہ اجسام کو متعفن
یفسد ترکیب الامزجة وهذا رأی	اور امزجہ کی ترکیب مین فساد پیدا کر دیتا ہے، حالانکہ یہ
خالف فیه الاوائل والاواخر ویشهد	رائے متقدمین اور متاخرین دونون کے خلاف ہے اور
بخطئه العوام والخواص بل اذا استعمل	خواص وعوام سب اس رائے کے غلط ہونے پر شاہد
علی الترتیب الذی یجب بالتدریج ینبغی	ہین، بلکہ اگر اس تدریجی ترتیب سے جو ضروری ہے،
ان یکون ریاضة فاضلة ومهنة	حمام کیا جائے تو بہت بڑی جسمانی ورزش ہے اور
نافعة لتقتیحه المسام وتطریته	مسامات کو کھولنے، فضول مواد سے جسم کو پاک کرنے
للفضول وتلطیفه لما غاظ من	اور کیموسات غلیظہ کو لطیف بنانے مین بے حد
الکیموسات[1]،	مفید ہے،

تصانیف | صاعد کی تصنیف سے حسب ذیل کتابین ہین :-

(۱) مقالات اهل الملل والنحل

(۲) اصلاح حرکات النجوم والتعریف بخطأ الراصدین

(۳) جوامع[2] اخبار الامم من العرب والعجم

(۴) صنوان الحکمة[3] ؟

---

[1] طبقات ص۸۵، [2] نمبر ۱ سے ۳ تک کا ذکر خود صاعد نے طبقات مین کیا ہے اسی طرح نمبر ۳ اور ۴ کا ذکر ابن سعید نے کیا ہے (دیکھو مقری ج ۲ ص ۱۳۶ مصر) [3] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۵۱ و ص ۸۹ و طبقات الحکماء کے تحت مین طاش کبری زادہ نے اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :- ص

Marfat.com

(۵) تاریخ الحکماء[۱]،

(۶) تاریخ الاندلس[۲]

(۷) تاریخ الاسلام

(۸) التعریف بطبقات الامم،

یہ تمام کتابین آج مفقود ہین جنمین سے سوائے طبقات الامم کے عام کتب خانون مین کسی ایک کا بھی پتہ نہین چلتا،

طبقاتُ الامم،

یہ کتاب قرون وسطی کی علمی تاریخ ہے جسمین تمام دنیا کی علمی قومون کے علوم وفنون

بقیہ حاشیہ صـ۱۳) وقد اعتنیٰ بذالك كثيرون منهم الصاعد الذی هو من مشاهیر الحكماء وصنّف فیها كتاب (صنوان الحكمة) ورأیته فی عنفوان الشباب وهو كتاب لطیف لكنّی نسیت اسم مصنفه (مفتاح السعادة ج ۱ صـ۲۳۵)

اور اس فن کی طرف کئی لوگون نے توجہ کی ہے، ان مین صاعد بھی ہین جو مشاہیر حکمارین سے ہین، انھون نے اک پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام صنوان الحکمۃ ہے، آغاز جوانی مین اس کتاب کو دیکھا تھا وہ چھوٹی سی کتاب ہے مصنف کا نام مجھے یاد نہین رہا،

کتاب اور مصنف دونون کا نام بیان کر دینے کے بعد مصنف کا نام یاد نہ رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس لئے عبارت مین صَنَّفَ کی بجائے صُنِّفَ پڑھا جائے تو صحیح معنی یہ ہونگے کہ "علاوہ ازین اس موضوع پر ایک کتاب صنوان الحکمۃ بھی تصنیف کیگئی ہے جس کے مصنف کا نام یاد نہین رہا" کبری زادہ کی اس عبارت کو نواب صدیق حسن خان نے (ابجد العلوم ج ۱ صـ۳۵۵) بعینہ نقل کر لیا ہے، گویا خود انھون نے یہ کتاب دیکھی تھی، اسی طرح صاحب کشف الظنون کو کبریٰ زادہ کی دھوکہ ہوا ہے کہ اس نے اس کتاب کو صاعد سے منسوب کیا ہے، حالانکہ درحقیقت یہ صاعد کی تصنیف نہین ہے،

Marfat.com

حالات درج ہین، مصنف نے اسمین امم قدیمہ کے طبقات علمی اور تاریخی حیثیت سے قائم کئے ہین، اور اقوام عالم کے متعلق بہت مفید اور کارآمد باتین منظم اور مدون طریقہ پر جس اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھی ہین، وہ کسی تالیف بہ سیق مین بہت کم نظر آتی ہین، صاعد نے یہ کتاب ۴۶۰ھ مین اپنی وفات سے صرف دو سال پیشتر لکھی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدۃ العمر علمی مشاغل اور تصنیف و تالیف مین منہمک رہے ہین، اس کتاب نے اہل اندلس کے ہان بڑی قبولیت اور شہرت حاصل کرلی تھی، وہ اس پر بجا طور سے فخر کرتے تھے، اور اہل مشرق کو یہ کتاب روایۃً سناتے تھے، چنانچہ جب اندلس کے ایک عالم ابو محمد عبداللہ بن محمد مرزوق الیحصبی حج کو جاتے ہوئے اسکندریہ سے گذرے تو انھون نے ابو طاہر سلفی (المتوفی ۵۷۶ھ) کو یہ کتاب سنائی، یہ کتاب یحصبی نے ابن برّال سے اور ابن برّال نے خود صاعد سے سنی تھی[1]، مشرق مین بھی اس کتاب کی خاصی قدر و منزلت ہوئی، ابو الفرج ابن العبری نے اپنی

[1] بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) ابن خلکان نے فارابی کے تذکرہ (ج ۲ ص ۴۰۷) مین صاعد سے نقل کرتے ہوئے ان کی کتاب طبقات الحکماء کا حوالہ دیا ہے، مگر عبارت منقول عنہ بالفاظہا طبقات الامم مین موجود ہے، پھر آگے چل کر ابن خلکان نے طبقات الاطبا نامی ان کی ایک کتاب کے حوالہ سے متی بن یونس کی وفات کا ذکر کیا ہے جو طبقات الامم مین بعینہ موجود ہے، اسی طرح کبریٰ زادہ نے (مفتاح العلوم ج ۱ ص ۲۱۸) مین صاعد کی تاریخ الحکما کا ذکر کیا ہے نیز ابن سعید نے صاعد کی کتاب التعریف باخبار علماء الامم من العرب والعجم کا نام لکھا ہے (مقری ج ۲ ص ۳۶۲ امصریان تمام باتون سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ اخبار الحکما، طبقات الحکما، طبقات الاطبا اور اخبار علماء الامم دراصل ایک ہی کتاب کے مختلف نام ہین، اور کہ یہ کتاب علماء و حکما کے حالات مین طبقات الامم کا خلاصہ ہے، ۲ کاسیری (CASERI) نے ویرا لیسکیوریال کی قلمی کتابون مین تاریخ الاندلس اور تاریخ الاسلام کا ذکر کیا ہے (ببلوتھیکا عربیکو ہسپانا ج ۲ ص ۲۴۱)

[1] التکملہ لکتاب الصلۃ لابن الابار ج ۲ ص ۴۶۳ طبع مجریط و نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲ طبع مصر،

کتاب مختصر الدول مین اہل عرب وعلوم عرب سے متعلق دو ٹکڑے اس کتاب سے نقل کر
ہین[1]، اسی طرح ابن خلکان، ابن القفطی، ابن ابی اصیبعہ، مراکشی (صاحب المعجب) ذہبی وغیر
نے اس کتاب سے اخذ کیا ہے، ان مین سے بعض نے تو صفحے کے صفحے بلا حوالہ نقل کر لئے ہین
حاجی خلیفہ نے اس کتاب سے بخوبی استفادہ کیا ہے، اور اسکی بڑی تعریف کی ہے[3]، علم الرصد
بیان مین اس نے ایک طویل اقتباس اس کتاب سے نقل کیا ہے[4]، اسی طرح فصل ثانی مین جس
عنوان "فی منشأ انزال الکتب واختلاف الناس وانقسامھم" ہے اس نے صاعد سے حرف
نقل کیا ہے، اور حوالہ تک نہین دیا[5]

یہ دیکھکر یقیناً حیرت ہوتی ہے کہ قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے طبقات کا اکثر حصہ اپنی کتا
مین محفوظ کر لیا ہے، کہ اگر طبقات کا کوئی نسخہ سرے سے موجود نہ ہوتا تب بھی ان تمام اقتباسا
کو جمع کر کے طبقات کا ایک ناقص اڈیشن تیار ہو سکتا تھا، غالباً بہت کم مصنفین صاعد کی طر
خوش قسمت ہونگے جنکی کوئی کتاب اس کثرت سے نقل کیگئی ہو، اور زمانۂ تصنیف سے لیکر دو
صدیون تک اس قدر مقبول رہی ہو کہ نامور مصنفین اس سے استفادہ کرتے چلے آئے ہون
آج اس ترقی یافتہ زمانہ مین بھی ہم ان کی تحقیقات سے بے نیاز نہ رہ سکین،

ماخذ | صاعد کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھون نے اس کتاب مین اپنے ماخذون کا جابجا ذ
دیا ہے، اور جہان کہین کسی سے زبانی روایت سنی ہے تو اس کے نام کی بھی تصریح کر دی ہے
اس کتاب مین صاعد نے حسب ذیل ماخذ کا ذکر کیا ہے:-

---

[1] ص ۱۵۸-۱۵۹-و ۲۳۵-۲۳۶، طبع یسوعیین بیروت،

[2] ابن خلکان ج ۱ ص ۳۴۱، ج ۲ ص ۷۷، المعجب (مصر) ص ۴ و ۲۶، ۲۰۶ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص (ابن حزم) [4] دیکھو تاریخ الحکما للقفطی اور عیون الانبا، لابن ابی اصیبعہ، [5] فقال "انہ صغیر الجسم کثیر النفع (ج ۲ ص ۱۲) ص ۵ ج ۱ ص ۲۱

Marfat.com

۱۔ کتاب الاکلیل وصفۃ جزیرۃ العرب للہمدانی،

۲۔ کتاب المعارف لابن قتیبہ،

۳۔ التنبیہ والاشراف للمسعودی،

۴۔ کتاب الالوف وکتاب المذاکرات لابی معشر الفلکی،

۵۔ کتاب الفہرست لابن الندیم

۶۔ صلۃ التاریخ الطبری للفرغانی،

۷۔ زیج ابن الآدمی معروف بہ نظام العقد،

۸۔ تاریخ الاطباء لابن جلجل اندلسی[1]،

ان مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاعد کا مذاق علمی وتاریخی کس قدر بلند وصحیح، اور نظر انتخاب کس قدر اعلیٰ تھی!

---

[1] تعجب ہوتا ہے کہ صاعد نے اپنے مآخذ مین ابن جلجل کی "اخبار الاطباء والفلاسفہ" کا کہین ذکر نہین کیا، حالانکہ ابن ابی اصیبعہ کی کتاب مین اس کے جو منقولات پائے جاتے ہین ان کا بہت سا حصہ صاعد مین بھی مشترک ہے، ابن جلجل چوتھی صدی ہجری کے اواخر مین گذرا ہے، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ صاعد اس سے واقف نہین تھے کیونکہ انھون نے اطباء کے سلسلہ مین ابن جلجل کا ذکر کیا ہے،

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا کے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال مین اگرچہ تمام انسان نوعِ واحد تھے، لیکن صرف تین باتون، یعنی اخلاق، صورت، اور زبان سے، ان مین امتیاز پایا جاتا تھا[1]

امم قدیمہ تاریخ قدیم اور طبقاتِ امم کے ماہرین کا خیال ہے کہ اگلے زمانہ مین قبائل کی تقسیم اور زبانون کے اختلاف سے پہلے لوگ سات قومون مین منقسم تھے:-

(۱) اہلِ فارس۔ ان کی سکونت گاہین "ارضِ معمور" کے وسط مین تھین، ان کے شہرون کی حدود ان پہاڑون سے لیکر جو شمالِ عراق مین عقبۂ حلوان سے متصل ہین، اور جن مین ماہان، گرج، دینور، ہمدان، قم، قاشان، وغیرہ شہر ہین) آرمینیہ، باب الابواب (شہر بند)

[1] محققینِ یورپ نے صورت، اخلاق، اور زبان کے علاوہ ایک چوتھی چیز رنگ کا بھی اضافہ کیا ہے، مگر یہ صورت کے تحت مین آجاتا ہے، یہان لفظ اخلاق کو عادات، مذاق، اور مزاج و طبیعت پر مشتمل سمجھنا چاہیئے، اسی طرح صورت کا اطلاق شکل و شباہت، رنگ، چہرہ کی ساخت وغیرہ پر کرنا چاہیئے، یہ مسئلہ انتھراپالوجی (علم الانسان) سے تعلق رکھتا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد دوم ص۱۰۸ تا ص۱۲۳ طبع نہم، لفظ "انتھراپالوجی" [2] امم قدیمہ کے مساکن و معاشی، انکی زبان، ان کے مذہب، اور جسم انسانی پر آب و ہوا کے اثرات وغیرہ کے متعلق صاعد نے تمام تر مسعودی سے ملخصاً نقل کیا ہے ملاحظہ ہو التنبیہ والاشراف ص۲۳ ص۲۴ ص۶۷ ص۸۵

Marfat.com

(جو بحرِ خزر (کاسپین سی) کے کنارہ پر واقع ہے) طبرستان، بوقان، بیلقان، اران، شابران
رَے، طالقان اور جُرجان تک، اور بلادِ خراسان، نیشاپور، مرو، سرخس، ہراۃ، خوارزم، بلخ
بخارا، سمرقند، فرغانہ، چاچ وغیرہ سے لیکر سجستان (سیستان) کرمان، فارس، اہواز، اصفہ
اور اس کے نواح تک تھے، یہ تمام ممالک ایک ہی سلطنت کے ماتحت تھے، ان کا بادشا
بھی ایک ہی تھا، اور زبان بھی بجز تھوڑے سے اختلاف کے فارسی تھی، مگر حروفِ تہجی کی تر
وترکیب سب مین برابر تھی بعدازآن اس اختلافِ زبان نے رفتہ رفتہ بہت کچھ اختلاف
پیدا کر دیا چنانچہ فارسی کی مختلف شاخین پہلوی، دری وغیرہ کہلائین[1]،

۲- کلدانی، ان کو سُریانی اور بابلی بھی کہتے ہین، اور ان کی مختلف شاخین تھین، مثلاً
اشوری[2] کوثانی[3]، ارمانی[4]، اور جرامقہ[5]، جو موصل اور نبط (سوادِ عراق) کے باشندے تھے، ان
کے شہر بھی معمورۂ ارض کے وسط مین عراق، الجزیرہ (میسوپوٹامیا) (جو دجلہ و فرات کے مابین
دیارِ ربیعہ و مُضر کے نام سے مشہور ہے) شام، اور جزیرۃ العرب کے نام سے مشہور ہین، جزیرۃ العر
حجاز، نجد، تہامہ، غور، اور یمن کے درمیان واقع ہے، اور زبید سے لیکر صنعاء، عدن، عرض

[1] پہلوی منسوب بہ فہلہ: اسکا اطلاق پانچ شہرون: اصفہان، رے، ہمدان، نہاوند اور آذربائجان پر ہوتا ہی، اور دری منسوب بہ
دروازۂ ملوک، اس زبان کو وہ لوگ بولتے تھے جو شاہانِ فارس کے درِ دولت پر رہا کرتے تھے، (کشف الظنون ج ۱ صفحہ طبع یورپ) مفاتیح ا
پہلوی قدیم فارسی زبان ہی جو زردشت (پیغمبرِ ایران) کے زمانہ کی ہی. (تاریخ ادبیات ایران جلد اوّل صفحہ مصنفہ براؤن)

[2] انھی اشوریون کو Assyrians بھی کہتے ہین، اہل بابل و کلدان نے اپنے خدا کا نام "اشور" رکھا تھا، اسی نسبت سے یہ اشوری کہلاتے ہین،
موجودہ اثری تحقیقات نے اسپر بہت کچھ روشنی ڈالی ہی، [3] منسوب بہ کوثی یہ بابل مین ایک مقام کا نام ہی جسکو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مولد ہونیکا
حاصل ہی (معجم البلدان ج ۷، صفحہ ۲۹۱) انھی کو Kassaeans یا Kassi کہتے ہین، یہ اسیریا کی ایک جنگ آزما پہاڑی قوم تھی جو دائرۂ حکومت سے
اور بعد کو مطیع ہوگئی [4] ان کو Aram کہتے ہین، یہان ارمانی کی بجائے انکو آرامی کہنا زیادہ مناسب ہوگا، یہ ایک قبیلہ کا نا
[5] اسکا واحد جرمقانی ہی، بادیہ شام کے وحشی قبائل،

Marfat.com

بحر، حضرموت اور عمان وغیرہ بلادِ عرب تک پھیلا ہوا ہے، یہ تمام شہر ایک ہی فرمانروا کے زیرِ اقتدار تھے، وہان کی زبان سُریانی تھی، اور یہ قدیم زبان حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت لوط وغیرہ انبیاء علیہم السّلام کی زبان تھی[1]، پھر سُریانی سے دو اور زبانین عبرانی اور عربی پیدا ہوئین، عبرانی یعنی بنی اسرائیل[2] ملک شام پر قابض ہوکر وہین سکونت پذیر ہوئے، اور عربون نے جزیرۃ العرب اور الجزیرہ (میسو پوٹامیا) پر قابض ہوکر وہین بود و باش اختیار کی، اور سریانیون (کلدانیون) مین سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے عراق کی طرف چلے آئے اور عراق مین ان کا عظیم الشان پایۂ تخت شہر کلوذی تھا[3]،

۳- **اہل یونان و روم**- اہل فرنگ، جلالقہ[4]، بُرجان، صقالبہ[5]، اہل روس، بُرغر، لان وغیرہ اقوام جو بحر بُنطُس[6] (بحر اسود) اور بحیرۂ مانیطس (باسفورس) کے گرد و نواح کے ان مقامات مین رہتی ہین جو ارضِ معمور کے غربی اور شمالی رُبع مین واقع ہین، ان کی سلطنت اور زبان ایک تھی،

۴- **قبطی**، یعنی اہل مصر، اور جنوب کی سیہ فام اقوام حبشی، زنگی اور نوبی کے علاوہ مغرب

---

[1] سریانی کو حضرت آدمؑ وغیرہ کی زبان بتانا ایک طرح کا مبالغہ ہے، محققین اس سے زیادہ تسلیم نہین کرتے کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان تھی [2] عبرانی بنی اسرائیل اور یہود یہ تینون الفاظ مختلف ہین، چنانچہ ان کو زبان کے لحاظ سے عبرانی، نسل کے لحاظ سے بنی اسرائیل اور مذہب کے لحاظ سے یہود کہتے ہین [3] عراق مین بغداد کے قریب ایک جگہ جہان کئی گانون ہین، اسی کو کالڈیا کہتے ہین اور اسی کی نسبت کلدنی یا کلدانی خلافِ قاعدہ آیا ہے (تاریخ الحکما للقفطی ص۲۲۰ مصر) [4] جلیقا (گلیشیا) کے باشندے، جو جزیرۂ اندلس کے شمال مین واقع ہے، غالباً اس سے مراد قوم گال کے لوگ ہین، جو فرانس کے اصلی باشندے تھے، [5] وہ یورپین قوم جس کو Slave کہتے ہین، روس، بلگیریا، اور سرویا کے باشندے ہین، (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج۲۲ ص۱۴۵) [6] عربی کتابون مین اکثر بنطس یا نیطاس غلط لکھا ہوا نظر آتا ہے، اصل مین یہ Pontus ہے اور بنطس اسکا معرب ہے، اسی کو بحر اطرابزوندہ بھی کہتے ہین، [7] اصل مین یہ Maiotic یا طرابزون ہے، غالباً مایطس Maeotis (مایطس) کی تحریف ہے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص۵۸۲،

Marfat.com

کے برابرہ اوران کی ہمسایہ قومین جو بحراد قیانوس (اطلانتک) تک آباد ہین، ان سب کی
اور مملکت ایک ہی تھی،

۵- اَتراک، ترکون کی اقوام مختلفہ مثلاً خزیخیہ، کیماک، تغزغز، سریر، جیلان، خزران
طیلسان، کشک، برطاس وغیرہ، ان کی زبان اور مملکت ایک تھی،

۶- اہل ھند، ہندوستان، سندھ اور اس کے اطراف کے باشندے، ان کی
اور مملکت ایک ہی تھی،

۷- اہل چین- عامور بن یافث بن نوح علیہ السلام کے شہرون یعنی ملک چین اور اس
نواحی کے باشندے، ان کی سلطنت اور زبان بھی ایک ہی تھی،

امم قدیمہ کا مذہب تمام بنی نوع انسان ان سات قومون مین منقسم تھے، اور مذہبًا وہ سب
سب صابئہ تھے، جو جواہر علویہ اور اجرام سماویہ مین سے "سبعہ سیارہ وغیرہ" کو بتون کی صورت مین
کرکے ان کی پرستش کرتے تھے،[1] پھر ان مین اختلاف پیدا ہوا اور ان کی زبانین اور مذاہب
مختلف ہوگئے،

طبقاتِ امم بلحاظ اشتغال ان اُمم قدیمہ کو ہم نے کثرتِ فرق اور اختلافِ مذاہب کے باوجود
طبقون مین منقسم پایا:-

طبقۂ اوّل- وہ قومین جنھون نے تحصیلِ علوم کی طرف توجہ کی، اور مختلف اقسام علم
کے موجد ہوئے،

طبقۂ دوم- وہ قومین جنھون نے علوم کی طرف ایسی توجہ نہین کی جس کی وجہ سے و

[1] محققینِ یورپ بھی اس نظریہ کے قائل ہین (ملاحظہ ہو ڈریپر یورپ کا ارتقاء ذہنی ج ۱ ص۳) امم قدیمہ کے اس اعتق
اور اس کے حق و باطل ہونے کے متعلق امام رازی نے مفصل بحث کی ہے، ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۲ ص۲۱۲ تا ص۲۱۳،

Marfat.com

علم طبقہ مین شمار ہونے کی مستحق ہون، اس لیے نہ ان سے کوئی نتیجۂ فکریہ دنیا کو پہنچا، نہ فائدۂ حکمیہ

طبقۂ اوّل مین آٹھ قومین ہین :-

اہلِ ہند، اہلِ فارس، کلدانی، عبرانی، یونانی، رومی، مصری، اور عرب،

طبقۂ دوم مین اقوام مذکورۂ بالا کے سوا بقیہ تمام قومین ہین یعنی اہلِ چین، یاجوج و ماجوج[1]

ک، برطاس، سریر، خزر، جیلان، خزران، کشک[2]، لان، صقالبہ، بلغر، روس، برجان، برابرہ،

رسیاہ فام اقوام حبش، نوبیا اور زنجبار کے باشندے، ان سب مین اہلِ چین اور اتراک زیادہ

امور اور مشہور ہین، اہلِ چین تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ عظمتِ سلطنت اور وسعتِ مملکت

کے اعتبار سے تمام اقوام مین فائق ہین، ان کی سکونت گاہین تمام اقصاے مشرق سے لیکر

خط معدل النہار[3] کے مابین شمال مین ہفت اقلیم کی انتہائی آبادی تک ہین صنعت و حرفت،

کل صنائع اور دستکاری مین وہ تمام اقوام عالم پر سبقت لے گئے ہین، کیونکہ وہ ان فنون مین

بہ نسبت دیگر اقوام کے بہت متحمل اور مستقل مزاج واقع ہوئے ہین،

اتراک | یہ بھی کثیر التعداد اور وسیع المملکت قوم ہے، ان کی سکونت گاہین خراسان (زیرِ حکومتِ

---

[1] ترکون کے ۲۲ قبائل جنمین سے ایک قبیلہ "ترک ہے"۔ انھی کے فساد فی الارض کی وجہ سے سکندر نے وہ سد بند ھوائی تھی، اور جو اس کے نام سے مشہور ہے، معجم البلدان ج ۵ ص ۲۹۹ البیرونی نے بھی ان کو مشرقی ترکون کی ایک قسم لکھا ہے جو اقلیم پنجم و ششم کے انتہائی جنوب مین رہتے ہین (آثار الباقیہ ص ۱۴۱ طبع یورپ) [2] معدل النہار ایک فرضی دائرہ ہے جو شمالی و جنوبی قطبین فلک کے افق پر موجود ہونے کے وقت فلک کو دو برابر حصون مین منقسم کر دیتا ہے اور مشرق سے مغرب تک ایک رات دن مین حرکت کر کے دورہ ختم کرتا ہے، گویا معدل النہار سے فلک الافلاک کے دو برابر ٹکڑے ہو جاتے ہین ایک شمالی دوسرا جنوبی، (مفاتیح العلوم للخوارزمی ص ۱۲۵) [3] یہ تمام ترکون کے قبائل ہین تفصیل کے لیے دیکھو مروج الذہب للمسعودی برحاشیۂ مقری ج ۱ ص ۱۵۵، معجم البلدان ج ۲ ص ۳۷۰،

اسلامی) کے مشرق چین کے مغرب، اور شمال ہند کے درمیان سے شمال کی انتہائی آبادی تک واقع ہوئے ہین، فنونِ جنگ کی مشق اور آلاتِ حرب کا طریقہ استعمال ان کا خاص فن ہے جسمین انھون نے اس قدر مہارت حاصل کرلی ہے کہ حملہ آوری، شہسواری، نیزہ بازی اور تیراندازی مین وہ اپنا ثانی نہین رکھتے،

تحصیل علوم سے محرومی کے اسباب

ان تمام طبقاتِ انسانی مین سے جو طبقہ تحصیلِ علوم سے بے بہرہ رہا وہ بہ نسبت انسانون کے زیادہ تر بہائم سے مشابہ تھا، اس لیے کہ جو قومین مثل صقالبہ اور بلغر وغیرہ کے، ہفت اقلیم کے آخر مین (جو شمال مین انتہائی آبادی ہے) بلاد شمالی مین دور تک چلی گئی تھین، جہان بعدِ آفتاب کی وجہ سے ہوا مین برودت اور فضاے آسمانی مین کثافت پیدا ہوگئی تھی، لہذا ان کے مزاج سرد اور اخلاط غلیظ ہوگئے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بدن بڑے ہوگئے، رنگ سپید ہوگیا، اور بال لٹک گئے، چنانچہ باریک بینی، ذہن کی تیزی سے محروم رہین اور جہالت وحماقت ان پر غالب ہوگئی[1]

جو قومین خطِ معدل النہار کے قریب اور اس کے پیچھے جنوب کی انتہائی آبادی تک سکونت پذیر ہوئین، ان کے سرون سے آفتاب کے قرب نے وہان کی ہوا مین حدت وتمازت اور فضا مین لطافت پیدا کردی، جس سے ان کے مزاج گرم اور اخلاط سوختہ، رنگ کالے، بال گھونگھروالے ہوگئے، لہذا تفوق عقلی اور استحکامِ بصیرت اُن مین نہ رہی، غیظ وغضب ان پر غالب ہوگیا، اور جہالت وحماقت ان مین سرایت کرگئی، انھی مین سے تمام سیہ فام قومین ہین،

---

[1] انسانون کے الوان، ابدان اور اخلاق پر آب وہوا کے اثرات پر امام المورخین ابن خلدون نے اپنے مقدمۂ تاریخ مین کافی بحث کی ہے، (ملاحظہ ہو مقدمہ ص۸۰ تا ص۸۳) حکماے یونان مین جالینوس وغیرہ، اور حکماے اسلام مین یعقوب کندی اور مسعودی اس نظریہ کے قائل تھے، طامس بکل نے اپنی تاریخِ تمدن مین اس پر بحث کی ہے،

Marfat.com

بش، نوبہ، اور زنج کے انتہائی شہرون مین آباد ہوئین،

لاقہ اور برابرہ | یعنی اطرفِ مغرب کے تمام باشندے، جو طبقۂ بالا مین شامل ہین، یہ وہ قومین ہین
نکو خدائے تعالیٰ نے سرکشی اور جہالت سے مخصوص، اور ظلم و عداوت سے معمور کر دیا ہے، تاہم
ہ شمال مین نہین آباد ہوئے، کہ اس سے متاثر ہوتے، نیز وہ جنوب مین نہین مقیم ہوئے، کہ اس جگہ کی
اثیران کو کوتہ دست بنا دیتی، بلکہ ان کی سکونت گاہین، معتدل الہوا شہرون کے قریب واقع
ہوئی ہین، چنانچہ جلاّقہ کی سکونت گاہین اقلیم پنجم کے بعض مغربی حصون اور ان سے متصل
قلیم ششم کے بعض حصون مین تھین، اور برآبرہ کی سکونت گاہین اقلیم دوم کے مغربی شہرون اور
س سے متصل اقلیم سوم اور اقلیم چہارم کے بعض حصون مین تھین، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے
نی مہربانی سے مخصوص کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی نعمتون سے محروم رکھتا ہے

اس طبقہ سے تعلق رکھنے والی بقیہ قومین، جنکی کسی بات کا ذکر ہم نے نہین کیا، جہالت مین
نھی کے برابر ہین، اگرچہ ان کے مراتب مین اختلاف ہے، لیکن وہ تمام امور متذکرۂ بالا مین سب کے
سب مشترک ہین، یعنی یہ کہ انھون نے فلسفہ و حکمت کی تحصیل کے لیے اپنی دماغی قوتون کا
ستعمال نہین کیا، باایںہمہ ان مین سے اکثر مشرق یا مغرب، جنوب یا شمال کے رہنے والے
شہری اور بدوی، اس سیاست ملکی، اور قانون الٰہی سے خالی نہ تھے جو انسان کو ایک نظام
کے ماتحت لے آتی اور ان پر حکومت کرتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس نظام انسانی اور اس
عقلی شیرازہ بندی سے سوائے بادیہ نشینون، افریقہ کے وحشیون وغیرہ غیر متمدن لوگون کے
کوئی خارج نہین ہو سکتا،

طبقۂ اوّل: وہ قومین جنھون نے تحصیلِ علوم کی طرف توجہ کی

یہ طبقہ خدا کے برگزیدہ بندون مین سے ہے، کیونکہ اس نے نفس ناطقہ[1] کے فضائل کی تحصیل مین (جو بنی نوع انسان کی

نبیاد اور اسکی سرشت مین داخل ہے) اپنی پوری ہمت صرف کردی، اور جن باتون کی طرف
اہل چین، اتراک اور ان کے مقلدین متوجہ ہوئے (یعنی نفس کے غضبی[1] اخلاق مین منافست
اور حیوانی قوتون پر تفاخر) ان سے یہ سمجھ کر احتراز کیا کہ یہ باتین حیوانات مین بھی پائی جاتی ہین
بلکہ بعض امور مین تو وہ انسانون سے بڑھ کر ہین، جیسے صنعت اور تشکیل مین شہد کی مکھی جو اپنی
کے خانے بنانے مین بہت متحمل اور مستقل مزاج واقع ہوئی ہے، یا مکڑی جو متناسب اور
متقاطع دائرون کا جالا اپنے رہنے کے لیے تنتی ہے، اس قسم کے حیوانات سے عجیب و
غریب صنائع اور افعال ظاہر ہوئے ہین، چنانچہ اہل عرب کے ہان یہ مثلین رائج ہین:-

۱- اصنع من السُّرفة (سرفہ[2] سے زیادہ کاریگر) یہ ایک قسم کا کیڑا ہے جو حمض مین ہو
وہ اس درجہ چابکدست ہے کہ درخت کی بہت پتلی شاخون سے ایک مربع گھر بناتا ہے،

۲- اصنع من تَنَیِّطٍ[3] (بیئے سے زیادہ صناع) یہ ایک چابکدست پرندہ ہے، اسکا
گھونسلا درخت مین لٹکا ہوا ہوتا ہے،

جرأت وشجاعت مین شیر، اور چیتے وغیرہ درندون کی مثال دیجاتی ہے کیونکہ انسان
ان کی سی پیش قدمی اور جرأت کا دعویٰ نہین کرسکتا، اسی طرح سخاوت بخل وغیرہ اخلاق مین بعض

---

[1] حاشیۂ قابل) یہ نفس انسانی کی ایک قوت ہے جس کی بدولت انسان مختلف چیزون مین باہمد گر تمیز کرسکتا ہے اور
اشیاء کو بنظر تعمق مطالعہ کرنے کا شوق اس کے دل مین پیدا ہوتا ہے، [1] یعنی انسان کے دل مین غصہ اور دلیری پیدا
خطرناک کامون مین گھسنے اور دوسرون پر غلبہ اور فوقیت حاصل کرنے کا جوش پیدا ہونا وغیرہ [2] یہ ایک مسور
کے برابر کیڑا ہوتا ہے، جو درخت مین نقب لگا کر اس کی پتلی ڈالیون سے مکڑی کے جالے کی طرح گھر بناتا ہے جو مقو
ہوتا ہے، اور ڈالیون کے سرے ملا کر ایک مربع دروازہ بناتا ہے، کہتے ہین کہ انسان نے مربع قبرین بنانا اسی سے سیکھ
[3] مجمع الامثال للعسکری ص۱۳۲ ا مبئی) دو شاخون کے بیچ مین اسکا گھونسلا بعینہ ایک بوتل کی طرح لٹکتا ہوا نظر آتا ہے اسمین وہ انڈے دیتا ہے اور
ص۱۲

Marfat.com

وانات کو انسان پر فوقیت حاصل ہے، چنانچہ عرب مین یہ مثلین رائج ہین،

اَسخیٰ من دیک[1]	مرغ سے زیادہ سخی،
اجرأ من لیث[2]	شیر سے زیادہ جری،
اجرأ من ذُباب[3]	مکھی سے زیادہ جری،
اختل من ذئب[4]	بھیڑیئے سے زیادہ مکار اور حیلہ گر،
اخبث من ثعلب و من ضب	لومڑی اور گوہ سے زیادہ بد باطن،
اجشع من کلب[5]	کتے سے زیادہ حریص اور طمّاع،
اظلم من حیّۃ[6]	سانپ سے زیادہ ظالم،
اکسب من ذرّۃ ونملۃ ومن دُبّ[7]	چیونٹی، ذرّہ (چھوٹی چیونٹی) اور ریچھ سے زیادہ کسبِ معاش مین محنتی،
اجبن من نعامۃ	شتر مرغ سے زیادہ بزدل،
اَھدیٰ من قطاۃ[8]	بھٹ تیتر سے زیادہ دوربین،
احذر من عقعق[9]	عقعق سے زیادہ چوکنا اور ہوشیار،
ابخل من کلب[10]	کتّے سے زیادہ بخیل،

[1] جمہرۃ ص۱۲۱ [2] یہ مثل یون ہے:- اجرأ من لیث بخفّان، خفّان بمعنی کچھار (جمہرۃ ص۸۵) [3] چونکہ بہت بیباک ہے اور بادشاہون کی ناک اور ان کے تاج پر جا بیٹھتی ہے، بلکہ شیر کی ناک پر بیٹھنے سے بھی نہین چوکتی اس لیے اسکی یہ جرأت ضرب المثل ہوگئی، (جمہرۃ ص۸۵) [4] " ص۸۲ [5] جشع بمعنی شدتِ حرص، چونکہ کتا جب کوئی چیز کھانے لگتا ہی تو بہت سرعت کیساتھ حریص بنکر کھاتا ہے، اس لیے یہ مثل مشہور ہوئی (جمہرہ ص۸۶) [6] جمہرۃ ص۱۳۸ [7] جمہرۃ ص۱۷۱ [8] مجمع الامثال للمیدانی ج۲ ص۲۲۶ [9] جمہرۃ ص۱۰۲، [10] کتے کو جب کوئی چیز ہاتھ لگ جاتی ہے تو وہ اس مین سے کسی کو حصہ نہین دیتا، جمہرۃ الامثال للعسکری ص۶۶،

Marfat.com

الحّ من الحنفساء[1]

اجبن من صِفرد[2] ٹڈی سے زیادہ بزدل،

اروغ من ثعلب[3] لومڑی سے زیادہ مکار،

اصبر من عود[4] بوڑھے اونٹ سے زیادہ متحمل؛

احنّ من ناب[5] من اونٹنی سے زیادہ اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے آواز

اسی طرح اس سے بھی کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ جسمانی قوی اور حواس کی تیزی

بعض جانورون کا حاسہ انسانی حاسہ سے بڑھا ہوا ہے، چنانچہ حسب ذیل مثلین عرب مین رائج ہ

ابصر من عُقاب[6] عقاب سے زیادہ دوربین،

ابصر من فرس[7] گھوڑے سے زیادہ دوربین،

اصحّ من ذئب وظليم[8] بھیڑیئے اور نر شترمرغ سے زیادہ تندرست،

اضبط من نملة[9] چیونٹی سے زیادہ صابر کہ وہ اپنے سے چند در چند مکھی کی گٹھلیون کا بوجھ

اسمع من قِرد[10] بندر سے زیادہ سننے والا،

---

[1] مجمع الامثال للمیدانی، [2] جمہرۃ ص۵۴ [3] ,, ص۲۲۴، [4] پوری مثل یہ مصرع ہے: اصبر من عیر بجنبہ حذ
یعنی مُسن اونٹ سے زیادہ صبر کرنیوالا جسکی دونون پسلیون مین زخم ہو یہ زخم اوپر سے اچھا ہوکر اندر ہی اندر فساد پیدا کرتا ہے (ج
[5] المیدانی ج ا ص۵۴ اس مین یہ مثل احنّ من شارف ہے، شارف کے معنی بھی من اونٹنی کے ہین، [6] جمہرۃ ص۶۱ ک
عرب گھوڑے کو بہت تیز نظر اور دوربین خیال کرتے ہین، اور کوئی صفت ایسی نہین جسکو وہ گھوڑے سے منسوب
ہون، (جمہرۃ ص۶۲، [8] امثال المیدانی ج ا ص۲۸۲ [9] جمہرۃ ص۱۳۵،
[10] کہتے ہین کہ بندر اونٹ کے سمون کی آواز ایک دن کے واسطہ سے سن لیتا ہے اور فوراً چل پڑتا ہے
(جمہرۃ ص۱۲۱)

اسمع من سمع[1] بجو سے زیادہ سننے والا،

اسمع من فرس بیصاء[2] گھوڑے سے، بیابان مین، زیادہ سننے والا،

اسمع من دلدل[3] سیہی سے زیادہ سننے والا،

اسرع من فرس[4] گھوڑے سے زیادہ تیز رو،

ان کے علاوہ اور بھی متعدد مثلین جانورون کی نسبت مشہور ہے،

غرض کہ قوائے انسانی اور فضائل بشری کو پسند کرنے اور جانورون اور درندون کی مشابہت سے دور رہنے کا یہ مقصد ہے، یہ اہل علم لوگ شمع ظلمت، ہادیان طریقت انسانون کے پیشوا اور قومون کے برگزیدہ تھے جنھون نے اپنی آفرینش کا مقصد اور اسکی غرض وغایت سمجھا، فصلاۃ اللہ علیھم ویا وحشۃ الدینا لفقدھم[4]،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہی، تحصیل علوم کی طرف توجہ کرنے والے طبقہ مین آٹھ قومین شامل ہین، اب ہم ان کے علوم اور ان کے علماء کے حالات حتی الامکان ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کرین گے، انشاء اللہ،

---

[1] سمع اس جانور کو کہتے ہین جو بھیڑیئے اور بجو کے اجتماع سے پیدا ہوا ہو (جمہرہ ص۱۲۱)

[2] المیدانی ج ۱ ص۲۳۵، اہل عرب کا خیال ہے کہ گھوڑا اپنے ایک بال کے ٹوٹ کر گرنے کی آواز تک سن لیتا ہے، یہ محض مبالغہ ہے، ورنہ بال کی آواز ہی نہین ہوتی (جمہرہ ص۱۲۱)

[3] المیدانی ج ۱ ص۲۴۰،

[4] ان پر خدا کی رحمت ہو، اور دنیا کو ان کے فقدان پر جس قدر بھی افسوس ہو کم ہے،

علومِ ہند

سب سے پہلی قوم اہل ہند ہین جو بڑی تعداد، اور وسیع مملکت والے ہین، تمام شاہان سلف نے علم و دانش مین اُنکی مہارت اور فضیلت کا اعتراف کیا ہے،

چین کے بادشاہ کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بڑے سلاطین پانچ ہین، یعنی فغفورِ چین[1] راجۂ ہند، خاقانِ ترک، شاہِ ایران، اور قیصرِ روم، باقی سب ان کے اتباع ہین، وہ ان کو حسب ذیل القاب سے یاد کرتے تھے:-

(۱) ملک النّاس (انسانون کا بادشاہ) چین کے بادشاہ کو کہتے تھے، کہ اہل چین حکومت کے نہایت فرمانبردار اور قوانینِ سیاست کی پابندی کرنے مین تمام انسانون سے بڑ

(۲) ملک الحکمۃ (حکمت کا بادشاہ) علوم کی طرف توجہ اور ان مین ترقی کرنے کی وجہ ہندوستان کے بادشاہ کو کہتے تھے،

(۳) ملک السّباع (درندون کا بادشاہ) بادشاہ ترک کو، ترکون کی شجاعت اور کثرت جنگجوئی کی وجہ سے کہتے تھے،

(۴) ملک الملوک، (شاہنشاہ) شاہِ ایران کو وسعتِ مملکت، شوکتِ سلطنت اور قدر و منزلت کے لحاظ سے کہتے تھے، کہ اس کا دائرۂ حکومت وسط معمورۂ ارض کے تمام بادشاہ پر محیط تھا، اور بخلاف تمام بادشاہون کے وہ دنیا کے بہترین اقلیم پر حکمران تھا،

(۵) ملک الرّجال (مردون کا بادشاہ) قیصرِ روم کو کہتے تھے، کیونکہ اہل روم زمانۂ

[1] یہ القاب ہم نے اضافہ کئے ہین، اصل متن مین نہین ہین، اس خیال سے کہ بار بار لفظ ملک یا بادشاہ کی تکرار نہ ہو

لی تمام اقوام مین سب سے زیادہ خوبصورت، خوش اندام، اور خوش باش تھے،

اہل ہند | تمام قدیم قومون کے نزدیک ملک ہند حکمت کی کان اور عدل وسیاست کا سرچشمہ تھا، اہل ہند دانشمند، اولوالعزم اور بلند رائے رکھنے والے ہین، ان کی امثال اور لطائف عجیب و غریب، اور ضرب الامثال مشہور ہین،

ان کے جسم کی رنگت اگرچہ سیاہی مائل ہے، اس لیے وہ تمام اقوام سیہ فام مین شمار کیے گئے ہین، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان قومون کی بد اخلاقی، کمینہ خوئی اور ضعف عقلی سے محفوظ رکھا ہے، بلکہ سفید رنگ، اور گندم گون اقوام مین سے اکثر پر ان کو فضیلت عطا کی ہے، بعض منجمین کی رائے مین زحل اور عطارد ملک ہند کی حالت طبیعی پر حکمران ہین، لہذا حکومت زحل کے سبب ان کا رنگ سانولا ہوگیا، عطارد کی وجہ سے ان کی عقلون مین صفائی، اور مشارکت زحل سے وقت نظر اور تعمق علم مین ان کے ذہنون مین لطافت پیدا ہوگئی،

علوم | اہل ہند، چونکہ تمام اقوام سیہ فام مثل حبشیون، زنگیون اور نوبیون کے برعکس لطیف الطبع اور اہل تمیز تھے[1] لہذا وہ علم ہندسہ اور حساب کی طرف متوجہ ہوئے اور علم ہیئت و نجوم اور تمام علوم ریاضیہ مین ان کو بہرۂ وافی اور ید طولیٰ نصیب ہوا،

طب | علاوہ برین فن طب مین بھی وہ سب سے زیادہ ماہر ادویہ کی قوتون سے بخوبی واقف تھے، موالید ثلاثہ کی طبیعتون، اور خواص موجودات کا ان کو بخوبی علم تھا، ان کے فرمانروا بلند سیرت اور کامل سیاست دان تھے،

مذاہب | علم الٰہی مین وہ سب کے سب خدا کی توحید کے قائل اور شرک سے بری ہین، باقی اس کے اور اقسام مین وہ مختلف ہین[2]، چنانچہ ان مین سے یہ دو فرقے ہین:-

---

[1] مروج الذہب للمسعودی برحاشیۂ مقری ج ۱ ص ۹۵، ۲ [2] اہل ہند کے مذاہب و اعتقادات کے لیے ملاحظہ ہو شہرستانی ج ۲ ص ۲۳۶ تا ۲۵۶ برحاشیۂ ابن حزم؛

Marfat.com

۱۔ براہمہ (برہمن) (۲) صابئہ

۱۔ براہمہ[1]۔ یہ فرقہ قلیل التعداد لوگون کا ہے، جو اہل ہند کے نزدیک شرفا رخیال کئے جاتے ہین، ان مین بعض "حدوثِ عالم" کے قائل ہین اور بعض "قدمِ عالم" کے، مگر نبوتون کے انکار، ذبائح اور ایذا رسانیِ حیوانات کی حرمت پر سب متفق ہین،

۲۔ صابئہ، یہ عوام اہل ہند کا ایک کثیر التعداد فرقہ ہے جو "ازلیتِ عالم" کا قائل اور اس کو "علۃ العلل" یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ معلول سمجھتا ہے، وہ ستارون کی تعظیم کرتا ہے، ان کے مجسمے بناتا ہے، اور ہر سیارے کی خاصیت کے مطابق جو اس کو معلوم ہوتی ہے اُن پر قربانیان چڑھاتا ہے، تاکہ ان قربانیون کے ذریعہ سے ستارون کی قوتون کو اپنے اندر جذب کرلین، اور عالم سفلی مین ان کو تمام تدابیر پر قادر و مختار بنادین، وہ ان مجسمون کے مختلف نام رکھتے ہین، اور ان بتون کے زمانون سیارون کے ادوار[2] و اکوار[2]، اور ان کے رأس حمل مین جمع ہوجانے سے عناصر اربعہ کی تمام مخلوقات کے تباہ ہوجانے نیز ہر دور کوکب مین مولدات کی نشأۃ الثانیہ سے متعلق اہل ہند کی مختلف رائین ہین جنکو ہم نے اپنی کتاب مقالات اہل الملل والنحل مین بیان کیا ہے،

ہمارے ملک سے ہندوستان کی بعدِ مسافت، نیز ہمارے ان کے درمیان کئی ممالک کے حائل ہونے کی وجہ سے ان کی تصنیفات، ان کے علوم، اور مذاہب سے ہم کو ایک حصۂ قلیل کے سوا کچھ نہین پہنچا،

---

[1] براہمہ کے لیے دیکھو ملل ونحل لابن حزم ج ۱ ص ۶۹، [2] اہل نجوم کی اصطلاح مین ۳۶۰ شمسی برس کا ایک دور اور ۲۰ قمری برس کا ایک کور ہوتا ہے، (مفتاح السعادۃ لطاش کبریٰ زادہ ج ۱ ص ۳۲۲ طبع حیدرآباد)

Marfat.com

نجوم | علم نجوم مین اہل ہند کے تین مشہور مذاہب یہ ہین:-

۱- السند ہند- (سدھانت)

۲- الارجبہر (آریہ بھٹ)

۳- الارکند (کھنڈ کھاڈیکا)

۱- مذہب سدھانت[1]، انکے علم نجوم مین سدھانت کے سوا کوئی طریقہ حساب نجوم ہمکو نہین پہنچا، محمد بن ابراہیم الفزاری، حبش بن عبداللہ بغدادی، محمد بن موسیٰ الخوارزمی اور حسین بن محمد معروف بہ ابن الادمی وغیرہ منجمین اسلام نے اسی مذہب

---

[1] یہ مذہب ہندوستان کے زبردست ہندو منجم برہم گپتا مصنف برہم سدھانت کی طرف منسوب ہے، بطلیموس اور فیثاغورث کی کتابون کی اشاعت سے پہلے عربون نے اسی کی کتاب سے علم ہیئت کے مسائل سیکھے تھے، اس کتاب کا اصل نام "برہم اسپتھی سدھانت" (علم ہیئت کی صحیح کتاب منسوب بہ برہم) ہی جسکا آخری جز لیکر قدیم عرب مصنفین نے "سندھند" اور بعد والون نے "السند والہند" بنا دیا ہی! اس کتاب کا عربی مین ترجمہ ہوا تھا جو آج مفقود ہی، ڈاکٹر سخاؤ لکھتے ہین کہ اصل سنسکرت کا قلمی نسخہ موجود ہے جس کے ترجمہ یا اشاعت کی ابتک نوبت نہین آئی، ۱۸۱۷ء مین اس کتاب کے بعض ریاضی حصے کا ترجمہ کول بروک نے شائع کیا تھا، اس کے بعد ۱۹۰۲ء مین سدھاکر دویدی نے اسکا اصل سنسکرت مین شائع کر دیا، (میموئرس آف دی آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا نمبر ۱۲) (ہندؤن کا علم نجوم ص۴۵) برہم گپتا نے یہ کتاب تیس سال کی عمر مین تصنیف کی تھی، اور ۸۶۲ء (مطابق ۲۸۵ھ) مین خاندان سری جایا کے راجہ دیا گھر مُوکھا کو پیش کی تھی جو عربی مین آکر فیغر ہو گیا ہی! مشہور اسلامی مورخ البیرونی نے اپنی کتاب تحقیق ماللہند مین اس کو بکثرت استعمال کیا ہے، اس نے کتاب مذکور (ص۷۴) مین سدھانت کے مضامین کی فہرست بھی دے دی ہے، اور کتاب الہند لکھتے وقت اس نے ترجمۃ ما فی براھم سدھانند من طرق الحساب کے نام سے عربی مین اس کا ترجمہ شروع کیا تھا، (دیکھو ص۳) محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے بھی سدھانت کا ایک خلاصہ عربی مین تیار کیا تھا، (الفہرست لابن الندیم ص۲۷۴)۔ سدھانت کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ ادب الہند از ویبر جرمنی ص۲۵۹ علم الفلک تاریخہ عند العرب از کرلونلینو طبع روما ص۵۰ تا ص۱۵۵ ؛

نجوم کے تتبع مین یہ کتین تصنیف کی ہین، بقول ابن آلادمی سدھانت کے معنی[1] زمانۂ قدیم ہین،
سدھانت والون کا بیان ہی کہ ساتون سیارے اپنے اوجات[2] اور جوزہرات[3] کے
ساتھ ہر سال راس حمل مین خاصکر ہر چار ارب بتیس کروڑ برس شمسی مین جمع ہوتے ہین، جو
ان کے نزدیک تکوینِ عالم کی مدت ہے. کیونکہ ان کا خیال ہے کہ تمام سیارے اور ان کے
اوجات وجوزہرات جب برجِ حمل کے حصۂ اوّل مین یکجا جمع ہوجاتے ہین، تو روے زمین کی
تمام موجودات تباہ و برباد ہوجاتی ہین، اور عالم سفلی زمانۂ دراز تک ویران اور خراب رہتا ہی
یہان تک کہ وہ سیارے اور ان کے اوجات وجوزہرات بروجِ فلک مین منتشر ہوجاتے
ہین جب یہ ہوچکتا ہے تو پھر از سرِ نو تکوینِ عالم شروع ہوتی ہے اور عالم سفلی اپنی اصلی حالت پر
لوٹ آتا ہے، ان کے نزدیک ابدالآباد تک بلا نہایت اسی طرح ہوتا رہے گا؛

ان کے ہان "مدت عالم" سے متعلق کواکب اور ان کے اوجات وجوزہرات کے
لیے ادوار مقرر ہین جنکو ہم نے اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین بیان کیا ہے،

---

[1] یہ معنی بالکل غلط ہین، سنسکرت مین اس کے معنی "اصول" کے ہین، ملاحظہ ہو کلاسیکل ڈکشنری آف ہندو
متھالوجی ص۲۹۲، [2] اوج کی جمع، اصل مین یہ لفظ سنسکرت اُچ (उच्च) کا معرب ہے، اور
عربی کے لاطینی تراجم مین AUX) ہوگیا ہے، خوارزمی اس کو فارسی لفظ اوک یا اورہ کا معرب بتاتے ہین
مفاتیح العلوم ص۱۲۸) اہل نجوم کی اصطلاح مین کواکب کے نقطۂ رفعت کو اوج کہتے ہین،
[3] اصل فارسی لفظ گوزجہر (گوزچہرہ) یا جوزجہر (جوزچہرہ) کا معرب ہے، یعنی شکل جوز (مفاتیح ص۱۲۸)
منجمین کی اصطلاح مین اس کو "عقدتین" یا راس والذنب" کہتے ہین، مراد ان سے کواکب کے وہ نقطے ہین
دو برجون مین بیک وقت گذرتے ہین، سنسکرت مین ان کو راہو اور کیتو اور انگریزی مین
DRAGONS HEAD اور DRAGONS TAIL کہتے ہین،

Marfat.com

۲- آریہ بھٹ کا مذہب[1]، اس کے متبعین، پیروانِ سدھانت سے مدتِ عالم کے سوا باقی تمام امور مین متفق ہین، کیونکہ ان کی بیان کردہ مدتِ عالم- یعنی کواکب کا جامع اوجات و جوزہرات رأسِ حمل مین جمع ہوجاتا، سدھانت والون کی مقرر کردہ مدت (چار ارب بتیس کرور) کا ایک ہزار واں ($\frac{1}{1000}$) حصہ ہے[2]، ان کے ہان ارجبھر (آریہ بھٹ) کے یہی معنی ہین[3]۔

۳- مذہب الارکند (کھنڈ کھاڈیکا[4]) اس مذہب نجوم کے عاملین حرکاتِ کواکب اور مدتِ عالم مین ان دونون فریقون سے مختلف ہین، لیکن مجھے اس اختلاف کی حقیقت نہین معلوم ہوئی

---

[1] آریہ بھٹ ہندوستان کا ایک مشہور منجم تھا، ڈاکٹر کرن جرمنی نے اسکی اصلی کتاب مع شرح ۱۸۷۴ء مین شایع کی ہے جسکا نام "آریہ بھٹام" ہے، اسمین خود آریہ بھٹ لکھتا ہے کہ وہ ۴۷۶ء مین پیدا ہوا تھا، پٹنہ کا باشندہ تھا، ۲۳ برس کی عمر مین کتابین لکھنی شروع کین، آریہ سدھانت، جو غالبًا اسکی آخر عمر کی تصنیف ہے، اٹھارہ ابواب مین حساب و نجوم کی ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے، عرب مصنفین کا اسکی کتاب کو سدھانت سے ماخوذ سمجھنا محض غلط ہے کہ آریہ بھٹ برہم گپتا سے کوئی دو صدی پیشتر گذرا ہے، غالبًا اسکی کتاب کا عربی مین ترجمہ نہین ہوا تھا، (آریہ بھٹ کے لیے ملاحظہ ہو علم الفلک ص۱۵۲، ۱۵۴؛ کلاسیکل ڈکشنری ص۲۹۲؛ ادب الہند از ویبر ص۲۵۶)

[2] یعنی تینتالیس لاکھ بیس ہزار، [3] عرب مصنفین کا آریہ بھٹ یا ارجبھر کے معنی ایکہزار دان حصہ" سمجھنا کس قدر مضحکہ انگیز ہے! الفزاری اور یعقوب ابن طارق نے یہی معنی سمجھے ہین، دیکھو کتاب الہند ص۲۱۱۔

[4] یہ ایک چھوٹی سی زیج ہے جسکو برہم گپتا نے سدھانت تصنیف کرنے کے بعد تیار کی تھی، اسمین اس نے سدھانت سے جداگانہ اصول قائم کئے ہین (کتاب الہند ص۲۰۶) اس زیج کا عربی مین ترجمہ ہوچکا تھا، مگر وہ بہت مبہم اور مغلق تھا اسلیے البیرونی نے اس کی تہذیب و اصلاح کرکے ایک صحیح اڈیشن تیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچوین صدی ہجری سے پہلے الارکند کا عربی ترجمہ موجود تھا (دیکھو فہرست کتب البیرونی مندرجہ آثار الباقیہ) ڈاکٹر سخاؤ لکھتے ہین کہ اس کے عربی ترجمہ کا کوئی قلمی نسخہ اس وقت یورپ کے کتب خانون مین موجود نہین ہے، الارکند کی تفصیل کے لیے دیکھو علم الفلک ص۱۷۲، ص۱۷۳

Marfat.com

موسیقی فن موسیقی مین انکی ایک کتاب مسمّٰی بیاذ[1] فراور اسکی شرح ثمار الحکمۃ ہم کو پہنچی ہے جنمین راگون کے اصول اور ترکیبِ نغمات کے قواعد کا بیان ہے،

علم اخلاق اصلاحِ اخلاق اور تہذیبِ نفس مین ان کی ایک کتاب کلیلہ و دمنہ[2] ہم تک پہنچی ہے، جس کو حکیم برزویہ[3]، نوشیروان بن قباد بن فیروز شاہِ ایران کے لیے ہندوستان سے ایران

---

[1] یہ نام قفطی، ابن ابی اصیبعہ، اور طبقات کے مختلف نسخون مین تین چار طرح سے آیا ہی، یعنی ناقر، تناقر، بیاقر، یا بیاقر، اسکی اور صورتین بھی ہوسکتی ہین، مثلاً تناقر، ناقر، تیاقر وغیرہ، اصل کتاب کے نام اور اسکے عربی ترجمہ کے متعلق افسوس ہی کہ کچھ پتہ نہین چلتا اس مطلب کیلئے مین نے بیسیون کتابین دیکھ ڈالین، سنسکرت کی قلمی کتابون کی فہرستین بھی ٹٹولین مگر ناکامی ہوئی، صرف اسقدر پتہ چلتا ہی کہ ہندوؤن کی فن موسیقی کی بعض کتابین بہت پہلے عربی مین ترجمہ کیگئی تھین، (ملاحظہ ہو تاریخ ادب الہند از ڈاکٹر ویبر صہ ۲۷۳ اور اسکا نوٹ نمبر ۳۱۹) ایک کتاب موسیقی مین "سنگیت رتناکر" ہے جو غالباً نوین صدی عیسوی کی تصنیف ہی ممکن ہی کہ یہ رتناقر اسکی بگڑی ہوئی صورت ہو اور شروع مین سے "ر" حذف ہوکر "تناقر" اور پھر رفتہ رفتہ مسخ ہوگیا ہو، واللہ اعلم،

[2] اصل سنسکرت کتاب کا نام پنچ تنتر ہے اور ہتوپدیش اسکا خلاصہ ہی، اصل سنسکرت اور پہلوی ترجمہ دونون مفقود ہین، اور آج جس قدر بھی تراجم اس کتاب کے موجود ہین، وہ صرف اسی عربی ترجمہ کے طفیل مین ہین، دنیا کی مختلف زبانون مین اسکا ترجمہ ہوچکا ہی، (ملاحظہ ہو شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی کی تاریخ کلیلہ و دمنہ اور ویبر کی ادب الہند صہ ۲۱۲) پروفیسر میکس مولر نے تمام تراجم کا ایک شجرہ تیار کیا ہی، البیرونی نے اصل سنسکرت سے پنچ تنتر کو عربی مین ترجمہ کرنے کا خیال کیا تھا، چنانچہ لکھتا ہی: "میرا خیال تھا کہ مین پنچ تنتر کا ترجمہ کرون جو ہمارے ہان کلیلہ و دمنہ کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ فارسی، ہندی اور عربی تراجم کی وجہ سے یہ کتاب دور دور تک پھیل گئی ہی لیکن مترجمین نے اصل متن مین تحریف سے کام لیا ہی، مثلاً عبداللہ ابن المقفع کہ اس نے ضعیف العقائد لوگون کے دلون مین وسوسہ ڈالنے اور مذہب مانی کے عقائد ان کے دلون مین بٹھانے کی غرض سے حکیم برزویہ کے متعلق ایک باب اصل متن مین بڑھایا ہے" (تحقیق ماللہند صہ ۷۶)

[3] برزویہ ایک فاضل طبیب تھا، فارس و ہند کے علوم مین کامل دستگاہ رکھتا تھا اس نے ہندوستان کا سفر کیا تھا، اور فلاسفۂ ہند کی کتابون کا مطالعہ کیا تھا (طبقات الاطباء ج ۱ صہ ۳۰۸)

Marfat.com

لے گیا تھا، اور ہندی (سنسکرت) سے فارسی (پہلوی) مین اس کا ترجمہ کیا تھا، پھر عبداللہ ابن مقفع نے فارسی سے عربی مین اس کا ترجمہ کیا[1]، یہ کتاب نہایت مفید اور عمدہ مطالب پر مشتمل ہے،

علم حساب حساب غُبار (۱ سے ۹ تک کی گنتی) انھی سے ہم کو پہنچا ہے، جسکو ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے پھیلا کر لکھا ہے، یہ بہت مختصر اور سہل حساب ہے، اور اسکی ترکیب عجیب ہے، جو اہلِ ہند کی ذکاوتِ طبع، قوتِ اختراع، اور حسنِ ایجاد کی شاہد ہے،

شطرنج[2] ان کے صحیح نتائجِ فکر، ایجاداتِ عقلِ سلیم، اور عجیب و غریب صنائع سے ہم کو جو چیز ملی ہے

---

[1] اس عربی ترجمہ کو مشہور فرانسیسی مستشرق ڈساسی نے ۱۸۱۶ء مین شائع کیا، اور اس کے بعد ایک قدیم ترین قلمی نسخہ سے بیروت کے آبا الیسوعیین نے اپنے مطبع کاثولیکیہ سے اسکا ایک نفیس اڈیشن چھاپا ہے،،

[2] لفظ شطرنج کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے، بعض اہل علم اس کو سنسکرت "چُترانگ" (چار اعضاء) کا معرب بتاتے ہین، اور بعض عجمی "شش رنگ" کا معرب بتاتے ہین، پھر اس کے متعلق بھی بکثرت اختلاف ہے کہ شطرنج کا واضع کون تھا، مگر عام خیال یہ ہے کہ شطرنج اہل ہند کی ایجاد ہے، علمائے یورپ نے اسپر محققانہ بحثین کی ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اصل سنسکرت تصانیف مین شطرنج کا کہین ذکر تک نہین، البتہ بیرونی شہادتین اس کی تائید کرتی ہین جیسا کہ سر ولیم جونس نے ثابت کیا ہے، (ملاحظہ ہو تحقیقات ایشیاج ۲ صفحہ ۱۵۹۔ صفحہ ۱۶۰) کہتے ہین کہ ہندوستان کے راجہ دابشلیم (دیوا شلیم، دیوسرامر، یا دیوشرمن) کے درباری طبیب بیدپا (ودیاپتی) نے اس کو وضع کیا تھا، راجہ نے نوشیروان کسریٰ کو یہ کھیل ہدیتہً بھیجا تھا، فارس سے یہ مسلمانون کے ہاتھ آیا، اور مسلمانون نے اس کو بہت کچھ ترقی دی، غالباً گیارہوین صدی یا اس سے کچھ پہلے اہل یورپ کو یہ کھیل مسلمانون سے پہنچا غرض کہ آجکل کی شطرنج کا ماخذ عربی کھیل ہے جیسا کہ ڈاکٹر ڈریپر وغیرہ محققین کا خیال ہے (شطرنج کے لئے ملاحظہ ہو، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۵ صفحہ ۵۹۶ طبع نہم، جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۵ء ایشیاٹک ریسرچز ج ۲ مین سر ولیم جونس کا مضمون شطرنج کی ہندی اصلیت پر صفحہ ۱۵۹

وہ شطرنج کا کھیل ہے، خانہائے شطرنج کے دو چند اعداد کے متعلق اہل ہند ایسے رموز و اسرار (فلکی) کے معتقد ہین[1] جنکا ادراک انسان کی خارجی قوتون سے باہر ہے، بخلا شطرنج کے مہرون اور ان کی مخصوص چالون پر غور کرنے سے ایک عظیم الشان مقصد حاصل ہوتا ہے، یعنی اس کی بدولت، دشمن سے محفوظ رہنے کے طریقے، اور آفتون سے جان بچا کر نکل جانے کی تدابیر معلوم ہوتی ہین،

کنکہ ہندی[2] ان کے عالمانِ ہیئت و نجوم مین کنکہ ہندی کے حالات ہم تک پہنچے ہین کیونکہ ابو معشر جعفر بن عمر بلخی نے کتاب الالوف مین بیان کیا ہے کہ کنکہ ہندوستان کے قدیم علمائے نجوم مین سب سے مقدم ہے، وہ کون سے زمانہ مین گذرا ہے ہم اسکی تحدید نہین کر سکتے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے زائد اس کے حالات ہم کو نہین ملے،

علومِ فارس

اہل فارس بلند مرتبہ اور دارائے شرف و فضیلت تھے، اقلیم و وطن کے لحاظ سے وہ تمام قومون سے شریف ہین، سیاست و آئینِ جہانبانی مین ان کے بادشاہ دیگر اقوام کی بہ نسبت سربرآوردہ تھے، اور ہمین نہین معلوم کہ کسی قوم کے پاس اسقدر عرصۂ دراز تک سلطنت قائم رہی ہو

شاہانِ ایران ان کے فرمانروا ان کو منتشر نہین ہونے دیتے تھے، ان کے رؤسا دشمنون سے ان کی حفاظت کرتے تھے، اور جو ان سے نبرد آزما ہوتا، اون کے ذریعہ سے ان پر غالب آتے تھے

---

[1] مروج الذہب للمسعودی (برحاشیہ مقری) ج ۱ ص ۹۳ [2] تمام سنسکرت لٹریچر کی تاریخ مین نجوم کے عالمون کے اس نام کا کہیں ذکر تک نہین آتا، البتہ گنکیانہ نام کا ایک قدیم طبیب ہے، جس کو عرب مصنفین کنکہ یا کنلہ کہتے ہین (ادب الہند ص ۲۶۸ کا نوٹ ابن ابی اصیبعہ نے بحیثیت طبیب و منجم کنکہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور اسکی طبی و نجومی تصانیف کا ذکر کیا ہے (طبقات الاطبا، ج ۲ ص ۳۲)

Marfat.com

اور مظلومون کو ظالمون کے پنجۂ ستم سے نجات دلاتے تھے، اوران سے ہمیشہ وہ کام لیتے تھے جنسے ان کو بقاء وقیام حاصل ہو اور وہ ایک سلسلے مین وابستہ رہین، ان کے بادشاہ یکے بعد دیگرے یہی طریقہ اختیار کرتے چلے آئے تھے،

مدتِ سلطنت مملکتِ فارس کی مدتِ سلطنت علماے تاریخ کے نزدیک مبحوث فیہ ہے[1]، اور یہ اس کے ذکر کا موقع نہین ہے، مورخین کے اس اختلافِ آرار کو ہمنے اپنی کتاب جوامع اخبار الامم عن العرب والعجم مین بیان کیا ہے، اس بارہ مین صحیح ترین قول یہ ہے[2]:-

۱۰۰۰ سال، ابتداے حکومت کیومرث (بن ایمم بن لود بن سام بن نوح) ابوالآباء اہل فارس سے لیکر شاہانِ ایران کے طبقۂ دوم کے پہلے بادشاہ منوچہر کی ابتداے سلطنت تک،

۲۰۰ سال، شاہ منوچہر سے لیکر شاہان فارس کے طبقۂ ثالث کے پہلے بادشاہ کیقباد بن روزع تک،

۱۰۰۰ سال، شاہ کیقباد سے لیکر شاہانِ فارس کے چوتھے طبقۂ "ملوک الطوائف" یعنی طبقۂ ثالث کے آخری بادشاہ دارابن دارا کے سکندر کے ہاتھ سے قتل ہونے تک،

۵۳۱ سال، "ملوک الطوائف" کے پہلے بادشاہ کی ابتداے حکومت سے لیکر طبقۂ پنجم کے پہلے ساسانی بادشاہ اردشیر بن بابک تک،

۴۳۲ سال، اردشیر بن بابک کی ابتداے سلطنت سے لیکر مملکتِ ایران کے انقراض تک یعنی حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے عہدِ خلافت مین ۳۲ھ

---

[1] اس اختلاف کے لیے دیکھو حمزہ اصفہانی کی سنی ملوک الارض صہ ۱۲، صہ ۱۹، صہ ۱۷۔ صہ ۲۲ طبع برلن؛ اور آثار الباقیہ للبیرونی صہ ۱۰۳، صہ ۱۱۱، صہ ۱۲۱، صہ ۱۳۱، طبع یورپ، [2] صاعد کی بیان کردہ مدت البیرونی اور حمزہ دونون کی بتائی ہوئی مدتون سے مختلف ہے؛ یہ نہین معلوم ہو سکا کہ صاعد کا ماخذ کونسا ہے؟

Marfat.com

مین یزدجرد بن شہریار کے قتل ہونے تک،

کل مدتِ سلطنت ۳۱۶۴ سال،

اگرچہ ان کی مدتِ سلطنت کا ذکر ہمارے کتاب کے موضوع سے خارج تھا، تاہم ہمنے اس کو اس لیے بیان کیا کہ اس سے ان کی عظمتِ مملکت و شوکت کی ایک جھلک دکھلائین، اسی عظمت و جلالتِ شان کی وجہ سے وہ تمام شاہانِ روے زمین کے نزدیک ملک الملوک (شاہنشاہ) کہلانے کے مستحق تھے، جیساکہ ہم اوپر لکھ آئے ہین،

فضائل ملوک شاہانِ ایران کے بزرگترین فضائل جنمین وہ بہت مشہور ہین، ان کی سیاست دانی، انتظامِ مملکت داری، اور آئینِ جہانبانی ہے، خصوصًا خاندانِ ساسانی کے، فرمانروا تو ایسے گذرے ہین کہ کسی زمانہ مین ان کے سے کریم الطبع مستقل مزاج، عادل اور نامور بادشاہ نہین

علوم اہل فارس نے علم طب کی طرف خاص طور پر توجہ کی تھی، احکام نجوم، اور عالم سفلی مین کواکب کا علم ان کو تھا، ان کے ہان سیارون کی قدیم زیچین تھین اور حرکاتِ نجوم مین مختلف مذاہب (طریقے) تھے، انھی مین سے ایک طریقہ پر ابو معشر جعفر بن محمد بلخی نے اپنی زیج الکبیر تصنیف کی ہے، اور بیان کیا ہے کہ ایران اور اسکی نواحی کے علماء متقدمین کا یہی طریقہ

مدتِ عالم بحساب نجوم بیان کیا جاتا ہے کہ "مدتِ عالم" ان کے ہان سدھانت کی مدت (جو اربع تیئیس کروڑ) کا بارہ ہزار دو سو (۱۲۱۰۰) حصہ (یعنی تین لاکھ ساٹھ ہزار) ہے، اس مدت ان کے نزدیک اوساطِ کواکب، بلا اوجات و حوزہرات، رأس حمل مین جمع ہوتے ہین،

ابو معشر نے اس طریقہ حساب نجوم کی بہت تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ: "فارس، بابل، ہند اور چین کے تمام حساب دان اور اکثر اقوام جو فنِ نجوم سے واقف ہین، اس بات پر متفق ہین کہ تمام ادوار مین اس فرقہ کا دور صحیح ترین ہے، جس کو "مدتِ عالم" (سنینِ عالم) کہتے تھے،

شتہ کی وہ قدیم قومین جنکو نجوم مین دستگاہ حاصل تھی، اسی نام سے نامزد کرتی تھین، لیکن
رے زمانہ کے لوگ اس کو "سنین اہل فارس" کہتے ہین،

مانیفِ نجوم | احکامِ نجوم مین اہل فارس کی عظیم الشان تصانیف ہین، جنمین سے ایک کتاب
جاتِ فلک کی شکلون پر ہے، جو زردشت سے منسوب کیجاتی ہے[۱] ایک کتاب التفسیر[۲] ہے
ر کتاب جاماسپ[۳] ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے،

سب | بعض علماے تاریخ کا بیان ہے کہ اہل فارس ابتداءً نوح علیہ السلام کے دین کے
ائق موحد تھے، پھر جب بوذاسف مشرقی[۴]، حفار یعنی صابۂ[۵] کا مذہب لیکر ایران کے تیسرے
رمانہ طہمورث کے پاس آیا تو اس نے یہ مذہب قبول کر لیا، اور اہل فارس کو اس کے قبول

۵ پروفیسر نلینو اطالوی مستشرق، کی رائے مین اہل فارس کے پاس، دراصل احکامِ نجوم مین سوائے زیچ شہریار کے اور کی
ر بھی ایسی نہ تھی جو زردشت سے منسوب ہو، احکامِ نجوم مین جتنے اقوال زردشت سے منسوب ہین وہ اہل عرب کو یونانی
سریانی سے پہنچے ہین (دیکھو علم الفلک صـ۱۸۹ صـ۱۹۰) ۲ کتاب التفسیر عموماً اہل عرب ترند کی شرح یا ترند کو کہتے ہین، یہان
ین معلوم مصنف کی کیا مراد ہے؟ ۳ احکامِ نجوم مین کسی کتاب کی نسبت جاماسپ سے صحیح نہین ہو سکتی کہ جاماسپ خود ایک
رضی شخصیت ہے، آج کل بھی عربی و فارسی کتابین مثل جاماسپ نامہ وغیرہ جاماسپ سے منسوب پائی جاتی ہین، بالکل موضوع
ور جعلی ہین، اور عہد اسلام کے بہت بعد کو تیار کیگئی ہین، (دیکھو علم الفلک صـ۲۱۳) ۴ بوذاسف کے متعلق یورپین مستشرقین
کا خیال ہے کہ وہ کیتھولک چرچ کا ایک عیسائی راہب "جوزافت" ہے، مگر البیرونی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل
کوئی مشرق کا صابی یا حنیفی تھا، جیسا کہ خود صاعد کی تحریر سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے (ملاحظہ ہو آثار الباقیہ صـ۲۰۱
طبع یورپ) ۵ مسعودی (التنبیہ - صـ۹۱ - صـ۹۰) کے تتبع مین صاعد حفار اور صابۂ کو ایک ہی سمجھتے ہین حالانکہ
درحقیقت یہ دونون جداگانہ اور مستقل حیثیت رکھتے ہین، شہرستانی نے ان دونون مذاہب کے اختلافات پر مفصل بحث کی ہے،
اور ان کے مناظرات نقل کئے ہین (ملاحظہ ہو ملل والنحل صـ۳ ج ۱ ۱۱۴-۱۴۶ طبع بمبئی)

کرنے پر مجبور کیا، جس کو انھون نے اختیار کر لیا، اور اٹھارہ سو برس تک اس پر قائم رہے، اس کے بعد سب کے سب مجوسی ہو گئے،

زردشت[1] ان کے مجوسی ہونے کا سبب یہ تھا کہ زردشت نے یستاسپ (گشتاسپ) شاہِ ایران کے عہدِ حکومت کے تیسوین سال مین ظہور کیا، اور دین مجوسی کی دعوت دی، جس کے اعتقادات مین آگ اور تمام روشنیون کی پرستش، نور و ظلمت سے ترکیبِ عالم، اور پانچ قدیم چیزون، (قدمار خمسہ) یعنی باری تعالیٰ، اہلیس، ہیولیٰ، زمان، مکان، وغیرہ شریعت مجوس کے اعتقادات شامل ہین، یستاسپ نے اس کو قبول کر لیا، اور دین مجوس پر قائم رہا، پھر اہل فارس کو بجبر مجوسی بنانے کے لیے ان سے جنگ آزمائی کی اور سب کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا، انھون نے صابیہ کا مذہب ترک کر دیا، اور زردشت کو نبی مرسل تسلیم کیا[2]، اس کے بعد وہ تیرہ سو برس تک زردشت کے

---

[1] ولیم جیکسن امریکی جس نے زرتشت اور مذہب زرتشتی کا کامل غور و تفحص کیساتھ عرصۂ دراز تک مطالعہ کیا ہے، اپنی کتاب "زرتشت پیغمبر ایرانِ قدیم" (مطبوعۂ ۱۸۹۹ء) مین ان نتائج پر پہنچا ہے کہ:-

"زرتشت واقعی ایک تاریخی شخصیت ہے۔ دراصل وہ میڈیا کا باشندہ اور دہان کے قبیلۂ مجوس سے تھا، مگر اپنے مذہب کی اشاعت مین اُسے پہلے پہل بلخ مین کامیابی حاصل ہوئی، جہان وہ گشتاسپ (یستاسپ) کو اپنے مذہب مین لانے مین کامیاب ہو گیا، اور یہین سے یہ مذہب تمام ایران مین پھیل گیا، اس نے ۵۵۳ء قبل مسیح مین بعمر ۷۷ سال وفات

اگرچہ جیکسن کے یہ نتائج جو اس نے متعدد تاریخی شہادتون سے استنباط کئے ہین، عام طور پر تسلیم نہین کئے گئے تاہم تاریخی شہادتین بڑے زور سے اس کی مؤید ہین اور مشہور محققین ڈارمسٹیٹر ڈیسٹ وغیرہ جیکسن کے ہم خیال ہین، اسی کے قریب ہمارے اسلامی مورخ البیرونی کی تحقیق ہے، (ملاحظہ ہو تحقیق ماللہند صفحہ ۱۰۱، صفحہ ۱۱۱ طبع یورپ)

[2] التنبیہ والاشراف ۹۳ صفحہ ۹۱،

Marfat.com

مذہب پر قائم رہے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ملک پر فوج کشی کی اور مدائن[1] پر قابض ہوگئے جو ان کا پایۂ تخت تھا، عراق اور اس کی نواحی سے لیکر بلادِ خراسان تک ان کو نکال دیا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ۳۲ھ مین ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد (ثالث) بن شہریار کو قتل کر کے مملکتِ ایران کا بکلی استیصال کر دیا، ایرانیون کی ایک تعداد کثیر قادسیہ[2]، جلولاء[3]، اور نہاوند[4] وغیرہ کی لڑائیون مین قتل ہوگئی، ان مین سے ایک جماعت اسلام لائی اور بقیہ دین مجوسی پر قائم رہے جنکی نسلین عراق، اہواز[5] اور قبل اسلام کے بلاد فارس، اصفہان، خراسان وغیرہ مین یہود و نصاریٰ کی طرح ذمیون کی حیثیت سے اب تک موجود ہین،

---

[1] عراق مین ملوکِ ساسان کا قدیم پایۂ تخت، اصل فارسی مین اسکا نام توسفون تھا، معرب ہوکر طیسفون اور طیسفونج ہوگیا (معجم البلدان ج ۷، ص ۱۳۱) اہل یورپ اس کو "Ctesiphon" کہتے ہین، [2] قادسیہ عراق عرب کا مشہور شہر تھا، اب ویران پڑا ہوا ہے، حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین ۱۶ھ مین اہل اسلام نے بسرکردگی سعد بن ابی وقاصؓ ایران پر فوجکشی کی تھی، یہ جنگ چار دن تک جاری رہی تھی، روز اول کو "یوم ارماث" دوم کو "یوم اغواث"، سوم کو "یوم عماس" اسکی رات کو "لیلۃ الہریر" اور روز چہارم کو "یوم القادسیہ" کہتے ہین (معجم البلدان ج ۷، ص ۶-۳۵) [3] جلولاء خراسان کے راستہ مین ایک قصبہ ہے یہان ۱۶ھ/۶۳۷ء مین اہل اسلام بسرکردگی ہاشم بن عتبہ ۱۲ ہزار کی فوج کیساتھ اہل فارس کیساتھ معرکہ آرا ہوئے تھے جسمین تقریباً ایک لاکھ آدمی ایرانیون کے مارے گئے (معجم البلدان ج ۳ ص ۱۲۹) [4] عراق عجم کا ایک بڑا شہر جو ہمدان سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے، یہ بھی حضرت عمرؓ کی خلافت مین ۲۰ھ/۶۴۰ء مین فتح ہوا تھا، اس معرکہ مین سردار فوج حذیفہ بن الیمانؓ تھے، اس لڑائی مین تقریباً تیس ہزار عجمی مارے گئے، چونکہ اس فتح سے پورے عراق عجم پر اہل اسلام کا قبضہ ہوگیا تھا اس لیے اس فتح کا نام "فتح الفتوح" رکھا گیا، (فتوح البلدان فتح نہاوند)

[5] عراق اور فارس کے درمیان ایک قصبہ خوزستان ہے جسمین ۱۴ بڑے شہر ہین ان مین سب سے بڑا شہر اہواز ہے، اس کو ہرمزان یا ہرمز شہر بھی کہتے ہین (معجم البلدان ج ۱ ص ۳۵۸)

Marfat.com

علومِ کلدان،

کلدانی بلحاظ سلطنت قدیم ترین ہین، انھین مین سے نمارده اور جبابرہ[1] ہوئے ہین، اونکا پہلا بادشاہ نمرود بن کوش بن حام، اس قصر کا بانی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید مین اس طرح آیا ہے

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ[2]

وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انھون نے حیلہ سازی کی تو اللہ نے ان کی عمارت کو جڑ سے اکھیڑ دیا اور انکے اوپر سے چھت ٹوٹ کر گری اور اس طرح عذاب اُن پر نازل ہوا کہ ان کو خبر تک نہ تھی،

قصرِ بابل ابو محمد حسن بن احمد بن یعقوب ہمدانی معروف بہ "ذی الدمینہ" (صاحب کتاب سرائر الحکمۃ وکتاب الاکلیل) کا بیان ہے کہ اس قصر نمرودی کی بلندی، جو اہل علم نے بیان کی ہے، پانچہزار گز، اور اس کا عرض پندرہ سو گز ہے[3]،

نمرود اہل بابل کا خیال ہے کہ یہی نمرود (بابلی)، جو بانیِ قصر ہے، طوفانِ نوح کے بعد تمام دنیا کے بادشاہون مین پہلا بادشاہ ہوا ہے،

نمرود ابراہیمؑ انھین مین سے وہ نمرود بن کنعان بن سنحاریب بن نمرود اکبر (بانیِ قصر) ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمعصر تھا،

---

[1] نمارده نمرود کی جمع ہے، ملوک فارس کے اور کیان کو عرب مصنفین جبار اور جبابرہ کہتے ہین، (مفاتیح العلوم صـ ۶۳) [2] سورۂ النحل رکوع ۱۴ آیتہ ۱، [3] اس مینار کے طول وعرض کے متعلق زمانۂ حال کی کسی تصنیف مین ہم کو کوئی تحقیق نہین ملی، امام رازی نے بھی اسکی بلندی پانچہزار گز لکھی ہے اور اسکو اس قدر بلند بنانے کا سبب یہ لکھا ہے کہ نمرود یہ چاہتا تھا کہ اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ جائے اور وہان کے رہنے والون کو قتل کر دے، اسی مکر کی طرف آیت مذکور مین اشارہ ہے (تفسیر کبیر ج ۵ صـ ۲۱۳)

Marfat.com

بخت نصر بخت نصر بن مردزاذان بن سنخاریب بھی انھی مین ہوا ہے، جو نمرود (اصغر) بن کنعان کی اولاد مین سے تھا، اور جس نے بنی اسرائیل سے جنگ کرکے ان کے بکثرت آدمیون کو قتل کر دیا، اور بقیۃ السیف کو غلام بنا لیا تھا، مصر پر چڑھائی کرکے اس کو فتح کر لیا اور متعدد شہرون پر قابض ہوگیا تھا، بخت نصر بابل اور کلدانیون کے تمام شہرون پر حکمران رہا، یہانتک کہ اہل فارس اُن پر حملہ آور ہوئے، ان کی سلطنت پر غالب آگئے، اور ان مین سے اکثر کو ہلاک کر دیا، اس لیے ان کے حالات و آثار مفقود و ناپید ہوگئے،

علوم کلدانی علما، علم و فضل کے لحاظ سے بہت بلند رتبہ، اور علوم و فنون، ریاضیات و الٰہیات مین سربرآوردہ تھے، رصد کواکب کی طرف بھی انھون نے توجہ کی تھی، تاثیرات و احکام نجوم موالید کی قوتون اور ان کے خواص کے علم مین ان کو درجۂ تحقیق حاصل تھا،

ستارون کی قوتون کو جلب کرنے، مناسب قربانیون اور مخصوص تدابیر کے ذریعہ سے ان کی شعاعین جذب کرنے، اور ان کی تاثیرات ظاہر ہونے کے لیے ہیکل[1] بنانے کا طریقہ دنیا کی بقیہ اقوام کو انھی نے سکھایا ہے، اسی لیے فن سحر مین، طلسمات[2] وغیرہ کی قسم سے عجیب و غریب افعال و نتائج ان سے سرزد ہوئے،

علماء کلدانیون کے جید اور مشہور عالمون مین سے ہرمس بابلی ہمارے ہان مشہور ہے جو یونانی فلسفی **سقراط** کا ہمعصر تھا، ابو معشر جعفر بن محمد بن عمر بلخی نے کتاب الالوف مین ہرمس کی بابت لکھا ہے کہ اسی نے علم نجوم مین قدما کی تصنیفات، اور کتب فلسفہ وغیرہ کی تصحیح کی، جو خراب ہو چکی

---

[1] ہیکل کو مندر سمجھنا چاہیے، جسمین انبیا اور سلاطین کی تصاویر رکھی جاتی تھین، اور کواکب سبعہ کی شبیہین بنا کر انکی پرستش کیجاتی تھی،

[2] طلسم اس کپڑے کو کہتے تھے جسپر جادو کی عبارت لکھی ہوتی تھی، یا گلے مین پہننے کے جواہرات اور تختیان ہوتی تھین، جنپر کسی معبود باطل کی تصویر یا جادو کی کچھ عبارت کھود دیتے تھے، یہ لفظ یونانی زبان کا ہے،

Marfat.com

تھین، اس نے خود بھی مختلف علوم مین کئی کتابین تصنیف کین،

ابو معشر کا بیان ہے کہ ہرمس نام کے چند اور لوگ بھی ہین، ان مین سے ایک ہرمس وہ ہے جو قبل طوفانِ نوح گذرا ہے، اسی کو اسرائیلیون نے اخنوخ یعنی ادریس علیہ السّلام خیال کیا ہے، طوفانِ نوح کے بعد ان ہرامسہ[1] مین کئی لوگ صاحب علم وفہم ہوئے ہین، ان مین دو بہت سربرآوردہ ہین، ایک وہ جس کا ذکر اوپر گذرا، اور دوسرا ہرمس حکیم فیثاغورث مصری کا شاگرد تھا

ہرمس بابلی کے طریقۂ علم نجوم سے جو کچھ کہ ہم کو پہنچا ہے، اور جو اس کے تقدم اور فضیلت علمی پر دلالت کرتا ہے، کواکب کی شعاعون کے مطارح (مواضعِ سقوطِ اشعّہ) اور بروجِ فلک کی ہمواری مین اسکا ایک خاص نظریہ ہے، علاوہ ازین احکامِ نجوم مین اسکی تصنیف سے کتاب الطول، کتاب العرض[2]، اور کتاب قضیب الذہب ہین،

---

[1] ہرمس دراصل ایک فرضی شخصیت ہے، کوئی اسکو اخنوخ (Enoch) بتاتا ہے جسکا ذکر توریت مین آیا ہے، کوئی حضرت ادریس علیہ السّلام مراد لیتا ہے، بعض تین ہرامسہ کے وجود کے قائل ہین، اور تیسرے ہرمس کی طرف، نجوم کیمیا اور سحر مین کئی کتابین منسوب کرتے ہین، چنانچہ ابن الندیم قفطی، ابن ابی اصیبعہ وغیرہ کی کتابون مین ان ہرامسہ کا ذکر آتا ہے، اصل مین ہرمس ایک یونانی لفظ، اور یونانیون کے ایک معبود (دیوتا) کا نام ہے، جسکو اسکندر اعظم کے زمانہ سے مصریون نے تحوت (Thoth) دیوتا قرار دیا ہے، چنانچہ یہ مصر مین خدا مانا جاتا تھا، اور اسی کی طرف قدمائے مصر تمام علوم کا اختراع منسوب کیا کرتے تھے، (ملاحظہ ہو علم الفلک ص۱۴۲، ص۱۴۳، ۲ پر دفیہ تلینو کی رائے مین (فن کیمیا کی کتابون سے قطع نظر کرکے) یہ پہلی کتاب ہے جو یونانی سے عربی مین ترجمہ کیگئی، اس کتاب کا نام عرض مقنع النجوم ہے، اسکا ایک قلمی نسخہ ۱۱۷۱ھ کا لکھا ہوا میلان (اٹلی) کے کتبخانۂ امبروسانیہ مین موجود ہے، ذی القعدہ ۱۲۵ھ مین اس کتاب کا عربی ترجمہ ہونا بیان کیا گیا ہے، اس حساب سے گویا دولت امویہ کے انقراض سے صرف سات سال پیشتر یہ ترجمہ ہوا تھا، اس سے یہ اہم نتیجہ نکلتا ہے کہ یونانی کتابون کے تراجم کی ابتدا دولت امویہ مین ہو چکی تھی، (دیکھو علم الفلک ص۱۴۲، ص۱۴۳)

Marfat.com

برجس | علمای کلدان مین ہرمس کے بعد برجس ہی، اسکی تصنیف سے کتاب اسرار النجوم، ہیئت، سلطنتون اور لڑائیون کے علم مین ہے،

والیس | یہ بادشاہ تھا، اسکی تصانیف سے کتاب الصور اور کتاب البزیدج[۱] ہین جو موالید اور ان کے استخراجات پر بطور مبادیات کے ہین،

اصطفن بابلی | احکام نجوم مین اس کی ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت مین تھا[۲]

---

[۱] والیس یا فالیس رومی احکام نجوم کے مشہور علمار مین سے تھا، وہ اد یانوس اور انطونینوس ملوک روم کے زمانہ مین دوسری صدی عیسوی کے نصف مین گذرا ہی، لاطینی مین اس کا نام Vettius Valens ہے اور یونانی مین والیس، اور اسی یونانی تلفظ کے مطابق اہل عرب اس کو والیس کہتے ہین، (علم الفلک ص۱۹۲) یہ سمجھ مین نہین آتا کہ صاعد نے والیس کو جو ایک رومی مصنف ہی کلدانیون اور بابلیون مین کیون شمار کر لیا؟ [۲] عربی کتابون مین مختلف صورتون مین نظر آتا ہی، مثلاً الربدح، الزبرج، الدبدح، الابرمح اور الیرتدج، والیس نے یونانی زبان مین ایک کتاب احکام نجوم پر لکھی تھی کسی ایرانی منجم نے اس کتاب کا پہلوی مین ترجمہ کیا اور شروح وحواشی کیساتھ حکیم بزرجمہر کے نام سے منسوب کر دیا، اسی اصلی یونانی کے پہلوی ترجمہ کا نام بزیدج، فرزیدک یا گزیدہ ہے، جس کے معنی منتخب پہلوی ہین، اصل کتاب پہلوی اور عربی ترجمہ کے سوا مفقود ہی، لیڈن کے کتب خانہ مین "کتاب بزرجمہر فی مسائل النجوم" کے نام سے جو کتاب ہے، وہ نلینو کی رائے مین اسی کتاب عربی ترجمہ کا ایک قلمی نسخہ ہی، نیز برلین (جرمنی) کے کتب خانہ مین "کتاب المسائل فی احکام النجوم لیعقوب بن علی القصرانی" کے نام سے جو کتاب محفوظ ہے وہ بھی بقول نلینو اسی کے ترجمہ کا ایک قلمی نسخہ ہے، سب سے عجیب بات یہ ہے کہ عرب منجمین کا جنھون نے اس کتاب کو استعمال کیا ہی، یہی خیال تھا کہ یہ کتاب اہل فارس کے طریقۂ نجوم پر ہے، ان کو یہ معلوم ہو سکا کہ یہ اصل مین یونانی ہی، (علم الفلک ص۱۹۲ - ص۱۹۲) [۳] طبقات کے متن مین وکان عند شعیب النبی علیہ السلام چھپا ہے جو بالکل غلط ہی، شیخو نے اس کی تصحیح نہین کی، قفطی نے (ص۵۰) جو صاعد ہی سے ناقل ہے مبعث لکھا ہے، اور یہی صحیح ہے،

حرکات نجوم اور علم ہیئت مین بابلیون کے مذہب سے ہم کو کم یا زیادہ کچھ بھی نہین پہنچا، نہ تو اس فن مین ان کے مذہب نجوم یا ارصادات سے کچھ ہمارے پاس موجود ہی[1] سوائے اس رصد کے جس کو بطلیموس القلوذی (Claudius) یونانی نے کتاب المجسطی مین ان سے نقل کیا ہے کہ حرکات کواکب متحیرہ کی تصحیح کے لیے اس کو اسکی ضرورت پڑی تھی، کیونکہ اس بارہ مین اپنے یونانی اصحاب سے اسکو کوئی رصد نہین ملی تھی جس پر وہ اعتماد کرتا،

علومِ یونان،

اہل یونان تمام اقوامِ عالم مین جلیل القدر، شہرۂ آفاق اور عظیم الشان بادشاہون والے ہین،

سکندر اعظم اسکندر بن فیلبوس مقدونی معروف بہ ذی القرنین[2] انھی مین سے ہے جس نے دارا بن دارا بادشاہِ ایران سے اس کے دارالسلطنت مین معرکہ آرائی کرکے اسکی عظمت و شان کو خاک مین ملادیا، اور اس کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی، پھر وہ ہندوستان، ترکستان اور چین کے مشرقی سلاطین پر حملہ آور ہوا، اور بعض پر غالب آیا، ان سب نے اس کی اطاعت پر تسلیم

---

[1] فی زمانہ ماہرین آثارِ قدیمہ نے بابلیون کے متعدد آثار فلکیہ کا پتہ چلایا ہے، جو اینٹون کی تختیون پر لکھے ہوئے برآمد ہوئے ہین، جرمن مستشرقین سٹراسمائیر الفنگ اور گویگر نے ان کو چھپوا دیا ہے،

[2] یہ وہ ذوالقرنین نہین ہے جس کا ذکر قرآن مجید مین وارد ہے، ذوالقرنین کے متعلق بکثرت اختلاف پایا جاتا ہے، بعض اسکو اسکندر اعظم مقدونی سمجھتے ہین، اور بعض محققین اسکو حمیری بادشاہ قرار دیتے ہین، اس کے حمیری بادشاہ ہونے کے متعلق محققین کا اتفاق ہے، ملاحظہ ہو حمزہ اصفہانی صہ ۸۱ آثار الباقیہ للبیرونی صہ ۳۶ تا صہ ۴۲ تفسیر کبیر ج ۵ صہ ۵۲۴ - صہ ۵۲۵، شمس العلوم للحمیری صہ ۱۲-۱۳،

Marfat.com

تم کر دیا، اس بخشیں بہا تحفے اور ہدایا نظر گذرانے اور خراج کے طور پر بڑی بڑی رقمین پیش کین، پھر
ہ ہندوستان کے انتہائی ممالک، حدودِ چین، اور تمام ممالک مشرقی پر تاخت و تاراج کرتا رہا،
تی کہ تمام روے زمین کے فرمانروا ؤن نے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے اس کے شہنشاہِ ہفت
لیم ہونے کا اعتراف کیا،

بطالسہ | اسکندر کے بعد یونان کا ایک خاندان جو بطالسہ کے نام سے مشہور ہے برسرِ حکومت
دگیا، بطالسہ جمع ہے بطلیموس کی (کہ ان مین سے ہر ایک کا نام بطلیموس تھا،) انھون نے کئی ممالک
پنے قبضۂ اقتدار مین کر لیے، اور لوگون کو اپنا محکوم بنا لیا. بالآخر رومیون نے ان پر غالب آکر انکی
لطنت کا استیصال کر دیا، اور ان کی مملکت کو اپنی حدودِ سلطنت کیساتھ شامل کر کے ایک
بردست رومی سلطنت قائم کی، جس طرح اہل فارس نے بابلیون کی سلطنت کو جبکہ وہ ان پر
الب آگئے تھے، اپنی سلطنت کیساتھ ضم کر کے ایک ایرانی سلطنت قائم کی تھی،

دود | بلادِ یونان معمورۂ ارض کے شمالی مغربی ربع مین واقع ہین، ان کے جنوب مین بحر روم
ادِ شام، اور بلاد خزر ہین، شمالی جانب لان اور اس سے متصل تمام ممالک شمال، اس کے
غرب مین وہ بلادِ روم ہین جنکا پایۂ تخت شہر رومہ تھا، اور مشرقی سمت مین شہر ارمینیہ باب
لابواب، (دربند) اور وہ خلیج[۲] ہے، جو بحرِ روم (میڈی ٹیرنین) اور بحر اسود (بلیک سی) کو ملاتی ہے
ور جو بلاد یونان کے بیچ مین سے ہو کر نکلی ہے، اس طرح کہ بلادِ یونان کا ایک بڑا حصہ خلیج
ذکور کے مشرق مین، اور چھوٹا حصہ اس کے جنوب مغرب مین واقع ہے،

بان | اہل یونان کی زبان کو اغریقیہ (گریک) کہتے ہین جو بہت وسیع زبان ہے،

[۱] Ptolemy انھی بطالسہ کو کہتے ہین، اسکی جمع بطالمہ بھی آتی ہے [۲] عرب جغرافیہ نویس درۂ دانیال، بحر مرمرہ
اور باسفورس کو ایک ہی خلیج سمجھتے ہین،

Marfat.com

مذہب عوام اہل یونان کا مذہب صابئیت (ستارہ پرستی) تعظیم کواکب اور بت پرستی تھا،

علماء ان کے علماء کو فلاسفہ کہتے ہین، جس کا واحد فیلسوف[1] ہے، یونانی زبان مین اس کے معنی "محبِ حکمۃ" ہین، فلاسفۂ یونان بلحاظِ طبقات رفیع المرتبت اور قدر و منزلت کے اعتبار سے اہل علم مین بہت بلند درجہ رکھتے ہین، کہ انھون نے علومِ فلسفہ کی تمام اصناف آریاضیات منطق، طبیعیات، الٰہیات، سیاست منزل، اور سیاست مدن سے بخوبی اعتنا کیا تھا، ان فلاسفہ مین یونانیون کے ہان ان پانچ شخصون کا درجہ بہت بلند ہے:-

۱- اِنبذقلیس (Empedocles)

۲- فیثاغورس (Pythagores)

۳- سقراط (Socrates)

۴- افلاطون (Plato)

۵- ارسطاطالیس (Aristotales)

انبذقلیس حضرت داؤد علیہ السلام کا ہمعصر تھا جیسا کہ مورخین کا بیان ہے، اس نے لقمان[2]

---

[1] یہ دو لفظون فیلا اور سوفا سے مرکب ہے، فیلا کے معنی محب اور سوفا کے معنی حکمۃ و فلسفہ ہین (شہرستانی ج ۲ صـ۱۵۳ طبع بمبئی مفاتیح العلوم صـ۷۹ مصر) مگر ابن ابی اصیبعہ نے بحوالۂ الفارابی لکھا ہے کہ فیلا کے معنی ایثار اور سوفیا کے معنی حکمت ہین، اس لیے اس شخص کو جس نے تحصیل حکمت کے لیے اپنی زندگی وقف کردی ہو فیلوسوفوس کہتے ہین جو فیلاسوفا سے مشتق ہے (ج ۲ صـ۱۳۴)

[2] لقمان کی شخصیت اور زمانہ مین بہت کچھ اختلاف ہے، بعض مورخین عر نے لکھا ہے کہ لقمان نبی نہ تھا بلکہ ایک نامور حکیم تھا، اور بنی اسرائیل مین سے کسی کا غلام تھا جسکو اس کے مالک بہت سا مال دیکر آزاد کردیا تھا، وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ مین ایلہ اور مدین کے اطراف مین رہتا تھا، بعض نے اس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے باعورا کا بیٹا بتایا ہے، مستشرق دیرنبورگ "حکایاتِ لقمان" مین باعورا

شام مین حکمت سیکھی، پھر جب یونان پلٹ کر آیا تو اس نے تخلیقِ عالم سے متعلق بعض ایسی باتین بیان کین جو ظاہر معاد کے خلاف تھین[1]، اس لیے بعض لوگون نے اسے چھوڑ دیا، فرقۂ باطنیہ[2] کی ایک جماعت اپنے فلسفہ کا اصل ماخذ ابندقلیس کے فلسفہ کو بتاتی ہے، ان کا خیال ہے کہ فلسفۂ ابندقلیس کے رموز و اسرار ایسے ہین جنسے بہت کم لوگ واقف ہو سکتے ہین[3]، فرقۂ باطنیہ کا پیرو محمد بن عبداللہ بن مسرۃ الجبلی[4] ساکنِ قرطبہ اس کے فلسفہ[5] سے بہت شغف رکھتا تھا، اور اسکی کتابون کا بکثرت مطالعہ کیا کرتا تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲) بعور، اور لقمان کو بلعام کا ترجمہ سمجھتا ہے، بعض محققین کا قول ہے کہ لقمان قوم عاد کا ایک بادشاہ تھا جس کی کنیت ابو طویل العمری ابوالنسور (گدھون کا باپ) تھی: نشوان بن سعید الحمیری لکھتا ہے کہ جمہور کے قول کے مطابق وہ نبی نہین تھا، بلکہ قین بن جسر قضاعی کا غلام تھا، اور لقمان حمیری ایک حکیم اور عالم تھا، جس نے موسم مقرر کئے اور ان موسمون کے نام پر مہینون کے نام رکھے امام سہیلی نے لقمان کو حبشی اور ایلہ کا باشندہ بتایا ہے، اس کا نام لقمان بن عنقاء بن سدد تھا، جسکا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے اور اسکے بیٹے کا نام ثاران ہے، یہ لکھا ہے کہ لقمان بن عاد حمیری ایک اور شخص تھا، (روض الانف ج ۱ ص ۲۶۶) لقمان کی قبر مین مین بتائی جاتی ہے، سجستانی نے لقمان کا ذکر معمرین مین کیا ہے، اور خضر کے بعد اس کو سب سے زیادہ طویل العمر بتایا ہے کہ اس نے ساڑھے تین ہزار برس کی عمر پائی تھی (معارف ابن قتیبہ ص ۱۹، مسعودی برحاشیۂ مقری ج ۱ ص ۶۲، شمس العلوم للحمیری ص ۹۶ ص ۹۵، کتاب المعمرین للسجستانی ص ۳ ص ۴، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱، ص ۱۲۷ طبع یازدہم، [1] اس موضوع پر اسکی ایک تصنیف مورخ قفطی نے بیت المقدس کے کتب خانہ مین دیکھی تھی بقول قفطی ارسطو نے معاد کے متعلق ابندقلیس کی رایون کی تردید کی ہے، (قفطی ص ۱۳) [2] فرقۂ اسماعیلیہ کو عام طور پر باطنیہ کہتے ہین، کیونکہ ان کی رائے ہے کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ضرور ہوتا ہے، دراصل یہ شیعون کا ایک فرقہ ہے، جو امام اسماعیل بن جعفر الصادقؓ کی امامت کا قائل ہے، اس فرقہ کی مختلف شاخین قرامطہ، ملاحدہ، دروز، ماسونیہ وغیرہ ہین، عراق مین وہ باطنیہ اور قرامطہ کے نام سے مشہور تھے، (تفصیل کے لیے دیکھو شہرستانی برحاشیہ ابن حزم ج ۲ ص ۲۹ تا ص ۳۶) [3] قفطی لکھتا ہے کہ مین نے جو کتاب اس کی دیکھی تھی، اسمین اس قسم کی کوئی بات از قسم رموز و اسرار نہین پائی جاتی (ص ۱۳) [4] اندلس کا باشندہ فقیہ زاہد اور

Marfat.com

بند قلیس پہلا شخص ہی جو مذہب "توحید فی الصفات" کا قائل ہوا، یعنی یہ کہ تمام صفاتِ باری تعالیٰ ایک ہی شے کو مستلزم ہین، مثلاً یہ اگر کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ عالم، جواد، اور قدرت سے متصف ہی، تو اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ وہ الگ الگ اُن صفات سے متصف ہے، جو ان اسمار مختلفہ کے ساتھ مخصوص ہین، بلکہ درحقیقت وہ ایک ہی ہے جس مین کسی حیثیت سے تکثر نہین پیدا ہوتا، بخلاف تمام موجودات کے کہ تمام وحدانیاتِ عالم مین تکثیر پائی جاتی ہے، خواہ وہ اُن کے اجزار مین ہو یا معانی مین، یا نظائر مین، لیکن ذات باری تعالیٰ ان باتون سے ارفع اعلیٰ ہے، توحید فی الصفات مین ابوالہذیل بن العلاف مصری[1] کا بھی یہی مذہب[2] تھا،

۲۔ فیثاغورس | بند قلیس سے کچھ مدت کے بعد گذرا ہے، اس نے مصر مین حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے تلامذہ سے، جبکہ وہ بلادِ شام مین داخل ہوئے تھے، حکمت سیکھی تھی، اور ان سے قبل مصریون سے علم ہندسہ حاصل کیا تھا، اس کے بعد جب وہ یونان پہنچا تو علم ہندسہ، طبیعیات اور علم دین سے اس نے یونانیون کو روشناس کرایا، اس نے اپنی ذہانت اور طباعی سے علم اور ترکیب نغمات (موسیقی) ایجاد کرکے کسراتِ اعداد پر اس کی بنیاد رکھی، اور دعویٰ کیا کہ یہ اس کو نورِ نبوت سے حاصل ہوئی ہے، اعداد کے خواص و درجات کے مطابق جمع و ترکیبِ عالم متعلق اس کے عجیب رموز و اسرار اور بعید از قیاس آرار ہین[3]،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) عابد تھا، شعر و ادب مین بھی دخل رکھتا تھا، فرقۂ باطنیہ کا معتقد ہونے کی وجہ سے بدنام تھا فتح بن خاقان نے اسکا مخفف (دیکھو مطمح الانفس ص۶۷، ص۶۶) [5] ابند قلیس کی فلسفیانہ آرار و اقوال کیلئے دیکھو شہرستانی ج ۱ ص۱۶۲، ص۱۵۹ طبع بمبئی، ابند قلیس پہلا شخص اربعہ عناصر کا قائل ہوا، اور یہی خیال اب تک مسلمانون مین چلا آتا ہی، [1] محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول معروف العلاف مشہور عالم اسلام اور معتزلی ۱۳۱ھ مین پیدا ہوا، اور آخر عمر مین نابینا ہو کر ۲۲۷ھ مین بمقام بصرہ فوت ہوا، ابن خلکان ج ۱ ص۱۰۱ نکت الہمیان

[2] معتزلہ کا ایک فرقہ "ہذیلیہ" اسی کی طرف منسوب ہے، ابوہذیل کی آرار کیلئے دیکھو شہرستانی ج ۱ ص۲۲-۲۴ طبع بمبئی [3] حکیم فیثاغورس کی آرار کیلئے دیکھو شہرستانی ج ۱ ص۶۲-۶۸، طبع بمبئی،

Marfat.com

امرِ معاد مین اس کی رائے بند قلیس کے قریب قریب ہے، یعنی یہ کہ عالم طبیعی کے اوپر ایک اور عالم روحانی ہے جس کی خوشی سوادی اور خوش منظری کا ادراک کرنے سے عقل انسانی قاصر ہے، اور صرف نفس پاک ہی اس کی خواہش کرسکتا ہے، ہر نیک سرشت انسان جس کا نفس کبر و نخوت حسد و حسد سے پاک ہے وہی اس عالم روحانی تک پہنچنے کے قابل ہوسکتا ہے، جواہر روحانی یعنی حکمت الٰہی سے واقف ہوسکتا ہے، تب لذائذِ نفس اس کو بلا طلب حاصل ہوتے ہین، جیسے راگ اور گانے کہ متواتر بلا تکلیفِ طلب حاسۂ سمع کو محفوظ کرتے ہین، (تمیٹک) فن موسیقی وغیرہ مین فیثاغورث کی عمدہ تصانیف ہین،

۲۔ سقراط | یہ حکیم فیثاغورس کا شاگرد تھا، اس نے علوم فلسفہ مین سے صرف الٰہیات کی تحصیل پر اکتفا کی، وہ لذائذ دنیوی سے کنارہ کش ہوکر تارک الدنیا ہوگیا، اس نے یونانیون کی بت پرستی کی علانیہ مخالفت کی، اوران سے سرپرآوردہ افراد سے مناظرہ ومباحثہ کیا، اس لیے انھون نے عوام کو اس کا سخت مخالف بنادیا، اور بادشاہِ وقت کو اس کے قتل پر مجبور کیا، اس نے رعایا کی دلجوئی اور تسکین کے لیے سقراط کو قید کردیا، پھر اہل یونان کے اس فتنۂ عظیم سے بچنے کے لیے بادشاہ نے اس کے ساتھ متعدد مناظرے کئے جو تحریری صورت مین محفوظ ہین، پھر اس کو زہر کا پیالہ پلادیا،

سقراط کی وصایا نہایت عمدہ اور اس کے آداب وحکم بہت مشہور ہین[1]، مسئلہ صفات مین اسکا مذہب فیثاغورس اور بند قلیس کے قریب قریب ہے، مگر معاد کے متعلق اوس کی رائین کمزور خالص فلسفہ سے بعید اور مذاہب محققہ کے خلاف ہین،

۳۔ افلاطون | یہ بھی فیثاغورث سے تعلیم حاصل کرنے مین سقراط کا شریک تھا، مگر فلسفہ مین سقراط کے بعد مشہور ہوا، شریف النسب اور اہل علم کے خاندان سے تھا، تمام علوم فلسفہ پر اس نے عبور

[1] سقراط کی آثار واقوال کے لیے دیکھو شہرستانی ج ۲ ص ۲-۵ طبع بمبئی،

Marfat.com

حاصل کیا تھا، اسکی تصنیف سے بہت سی کتابین ہین، اس کے شاگردون مین سے ایک جماعت مشہور ہوئی، وہ ٹہلتے ہوئے فلسفہ کا درس دیتا تھا اس لیے وہ اور اس کے تلامذہ مشائین کے لقب سے مشہور ہوئے، وہ آخر عمر مین تعلیم و تدریس کا کام اپنے لائق اور فاضل تلامذہ کو سپرد کرکے خدا کی عبادت کے لیے خلوت نشین ہوگیا تھا، اسکی تصنیف سے حسب ذیل کتابین ہین،

۱- کتاب فادن (Phaedon) علم النفس مین،

۲- کتاب السیاسۃ المدینہ

۳- طیماؤس الروحانی، عوالم عقلیہ ثلاثہ یعنی عالم ربوبیہ، عالم عقل اور عالم نفس کی عقلی ترتیب،

۴- طیماؤس الطبیعی، عالم طبعی کی ترکیب پر،

یہ دونون (۳ و ۴) کتابین اوس نے اپنے شاگرد طیماؤس (Timaeus) کو لکھ کر بھیجی تھین،

۵ ارسطاطالیس | یہ نیقوماخوس (Nicomachus) فیثاغوری کا بیٹا تھا، نیقوماخوس کے معنی "فاضل اعداد" اور ارسطاطالیس کے معنی "جامع الفضیلت" کے ہین، جیسا کہ ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی نے بیان کیا ہے[1]، نیقوماخوس فیثاغورس کا پیرو تھا، ارتماطیقی مین اسکی مشہور تصنیف ہے[2]، اس کا بیٹا ارسطاطالیس افلاطون کا شاگرد تھا، اور کہتے ہین کہ وہ افلاطون کی خدمت مین بیس سال تک رہا تھا، افلاطون اس کو اپنے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتا تھا، اور اس کو "عاقل" کہا کرتا تھا

---

[1] التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۱۱۶ طبع لیڈن، ابن الندیم نے ارسطاطالیس کے معنی محب الحکمۃ لکھے ہین (قفطی ص ۲۱۲) حاجی خلیفہ نے عجیب تماشا کیا ہے کہ نیقوماخوس وشرحہ قاہر الخصوم کو دو کتابین سمجھ کر کشف الظنون مین درج کردیا ہے! یہ وہی نیقوماخوس ہے جو ہمارے کاتبون کی عنایت سے اب تک "نقوماجس" پڑھا جاتا ہے!

[2] اس کی کتاب ارتماطیقی دو مقالون مین ہے اور اصل یونانی مین ۱۵۳۰ء مین بمقام پیرس طبع ہوچکی ہے عربی مین بھی اس کا ترجمہ ہوا تھا،

Marfat.com

رسطاطالیس پر فلسفۂ یونان کا خاتمہ ہوگیا کہ وہ خاتم فلاسفہ اور "علمائے یونان کا سردار" تھا، ارسطو
یہا شخص ہے جس نے فنِ استدلال کو تمام منطقی صنائع سے علیحدہ کرکے، اس کو اشکال ثلاثہ[1] پر
ائم کردیا، اور ان کو علوم نظری کا آلہ بنا دیا، اسی وجہ سے "صاحب المنطق"[2] اس کا لقب ہوگیا،
صانیف[3] تمام علومِ فلسفہ میں اس کی عمدہ تصانیف ہیں جنکی دو قسمیں ہیں،

(۱) عمومی (۲) خصوصی،

(۱) خصوصی

(۲) عمومی، اسکی دو قسمیں ہیں:-

۱- تذکرے، جنکو پڑھکر ارسطو کے کل علم پر مذاکرہ کیا جاسکتا ہے، یہ سترکتابیں ہیں جو
اس نے اوفارس کے لیے لکھی تھیں،

۲- تعلیمی جن سے حسب ذیل علوم کی تحصیل کیجاتی ہے،

(ا) علوم فلسفہ (طبیعیات والٰہیات، ریاضیات)

(ب) اعمالِ فلسفہ (اخلاقیات)

(ج) آلاتِ فلسفہ (منطقیات)

(الف) علومِ فلسفہ میں اسکی بعض تصانیف علوم ریاضیہ بعض علوم طبعیہ، اور بعض علوم الٰہیہ

---

[1] اشکال ثلاثہ یعنی شکل اول، شکل ثانی، شکل ثالث،

[2] اس کو معلم اول بھی کہتے ہیں کہ فن منطق کا پہلا مدون یہی ہے،

[3] ارسطو کی تصانیف کی یہ ترتیب جو صاعد نے قائم کی ہے، کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذری، ارسطو کی تصانیف کی مفصل فہرست کے لیے دیکھو تاریخ الحکماء للقفطی ص۳۲ ص۳۶ طبع مصر، قفطی نے جو فہرستِ کتب نقل کی ہے، وہ "لیموس کی یونانی فہرست سے ماخوذ ہے جس کی اصل یونانی ضائع ہوگئی ہے، چنانچہ ارسطو کی تصانیف کے نام اس عربی فہرست کے ذریعہ محفوظ رہ گئے،

Marfat.com

مین ہین :-

۱- علوم ریاضیہ مین اسکی تصنیف سے کتاب المناظر، کتاب الخطوط اور کتاب الحیل ہین،

۲- علوم طبیعی مین اسکی بعض کتابین ان امور پر ہین جو تمام طبائع مین عام ہوتے ہین، اور بعض کتابین ان امور پر ہین جو ہر طبیعیہ کے ساتھ مخصوص ہین،

(الف) قسم اوّل مین اسکی کتاب سمع الکیان ہے، اس کتاب مین اشیاء طبیعیہ کے مبادی امثال مبادی اور ملحقاتِ مبادی اور مشابہات ملحقاتِ مبادی کی تعداد کا بیان ہے، (مبادی مین عنصر اور صورت، امثال مبادی مین (یعنی جو درحقیقت مبادی نہین بلکہ ایک خاص نسبت سے ہین) عدم، ملحقات مبادی مین زمان ومکان، اور مشابہ ملحقات توالی مین خلاء اور لامتناہی ہین)

(ب) قسم ثانی کی بعض کتابین اشیاء غیر موجودۃ فی الخارج کے بیان مین اور بعض موجودہ فی الخارج کے بیان مین ہین، اوّل الذکر کا بیان اس کی کتاب السماء والعالم کے دو مقالون مین ہے، اور آخر الذکر مین سے بعض کا علم خاص ہے اور بعض کا عام، علم عام مین سے بعض استحالات مین ہین اور بعض حرکات مین، استحالات کا بیان اسکی کتاب الکون والفساد مین، اور حرکات کا بیان، کتاب السماء والعالم کے دو آخری مقالون مین ہے،

علم خاص مین سے بعض مفردات مین اور بعض مرکبات مین، مفردات مین اسکی کتاب آثار العلویہ مین ہین، اور مرکبات مین سے بعض اشیاء مرکبہ کے کلیات مین ہین اور بعض اشیاء مرکبہ کے اجزاء کے بیان مین کلیاتِ مرکبات کا بیان اسکی کتاب الحیوان اور کتاب النبات اور اجزائے مرکبات کا، کتاب النفس، کتاب الحس والمحسوس، کتاب اجزاء الصحۃ والسقم اور کتاب الشباب والہرم مین،

۳- الٰہیات مین اس کی جو کتابین ہین اس کے تیرہ مقالے ہین جو اس کی کتاب مابعد الطبیعۃ[1]

[1] اس کتاب کا ترجمہ Aristolelian Metaphysics کے نام سے انگریزی مین ہو چکا ہے،

Marfat.com

مین شامل ہین،

(ب) اعمالِ فلسفہ (اخلاقیات) مین اسکی کتابین اصلاح اخلاق نفس مین ہین، اور بعض سیاست مین، اصلاح اخلاقِ نفس مین اس کی دو کتابین کتاب کبیر اور کتاب صغیر (جو اس نے اپنے بیٹے (نیقوماخوس) کے لیے لکھی تھین[1]) اور اوذیمیا ہین، سیاسیات مین بعض کتابین سیاست مدن (پولیٹکل اکانمی) اور بعض سیاست منزل (ڈومیسٹک اکانمی) پر ہین،

(ج) آلاتِ فلسفہ مین اسکی آٹھ منطقی کتابین[3] ہین اور ہمین نہین معلوم کہ اس سے قبل کوئی

---

[1] محققین کا خیال ہی کہ ارسطو اس کتاب کو وسیع پیمانہ پر لکھنا چاہتا تھا، مگر یہ کتاب ناتمام رہی، البتہ اس کا اول اور آخری حصہ مکمل ہی اور وہ ارسطو ہی کا لکھا ہوا ہی، ارسطو کے بیٹے نیقوماخوس نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین کی تھی اس لیے اس کو "اخلاق نیقوماخوس" بھی کہتے ہین

NIGOMACHIAN ETHIOS کہتے ہین، غالباً یہان مصنف کی مراد کتاب کبیر سے ہی ہوگی، اگر واقعی اس سے مراد اخلاق کبیر ہے تو وہ براہ راست ارسطو کی تصنیف نہین ہی، بلکہ وہ مشائی اسکول کے کسی بعد کے مصنف کی تصنیف ہی، اور اخلاق اوذیمس (Eudemian Ethics) سے ماخوذ ہی، ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صـ۵۱۳ ج ۲ طبع نہم، [2] در اصل یہ ارسطو کی کتاب کا خلاصہ ہی جو اس کے شاگرد اوذیمس (Eudemus) کا لکھا ہوا ہی، اور اسی کو "اخلاق اوذیمس" کہتے ہین، یہ کتاب ارسطو کے اصول اخلاق سے بعض باتون مین مختلف ہی، اسکے بعض ابواب "اخلاق نیقوماخوس" سے لیکر بعد مین اضافہ کر دیئے گئے ہین، چنانچہ یہ ابواب اب ان دونون کتابون مین مشترک ہین، (انسائیکلوپیڈیا بشرح صدر)

[3] یہ آٹھ کتابین حسب ذیل ہین :-

(۱) قاطیغوریاس یا Catagories (المقولات) (۲) باری آرمینیاس یا Hermeneutica (التفسیر) (۳) انولوطیقا (الاولی) Analytica Priora (تحلیل القیاس) (۴) انولوطیقا (الثانی) Analytica Posteria (البرہان) (۵) طوبیقا یا Topica (الجدل) (۶) سوفسطیقا یا Sophistica (المغالطات) (۷) ریطوریقا یا Rhetorics (الخطابۃ) (۸) بوطیقا یا Poetics (الشعر)

(تفصیل کے لیے دیکھو قفطی صـ۲۶ سطر ۲۵) یہی آٹھ کتابین متقدمین کے ہان منطق کی مانی گئی ہین، لیکن جب منطق کی تہذیب و ترتیب ہو چکی

شخص ان کتابون کی جمع و تالیف مین اس پر سبقت لے گیا ہو، خود ارسطو نے ان کتابون مین سے
چھٹی کتاب سوفسطیقا کے آخر مین اس کا ذکر کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"رہی صنعتِ منطق اور بنائے قضایا (یعنی استنتاجِ قضیہ اور بنائے اشکال اربعہ) تو ہم نے
قبل ازین اسکی کوئی بنیادی اصل متقدمین مین سے کسی کے ہان نہین پائی، بلکہ سعی بلیغ اور جہد
طویل کے بعد ہم نے اس کو دریافت کیا، اور ہرچند کہ ہم اس کے موجد اوّل ہین، تاہم ہم نے
اسکی حدود مقرر اور اس کے اصول مرتب کر دیئے ہین، اور کوئی ضروری بات جس کا ہونا اس مین
لازمی اور ضروری تھا، فروگذاشت نہین کی، جیسی کہ علوم و فنون کے مبادیات کی عموماً حالت
ہوا کرتی ہے، بلکہ ہم نے تو اس فن کو مکمل، اس کی بنیاد کو مستحکم، اس کے قواعد کو پختہ، اس کی جڑ کو
مضبوط اور اس کے مقاصد و اعلام کی تشریح و توضیح کر دی ہے، کوئی شخص جسکو ہمارے بعد
اس فن پر کامل عبور حاصل ہو تو اُسے چاہیئے کہ اگر وہ اس مین کوئی نقص پائے تو اسکو
معاف کر دے، اور ہماری محنت و تکلیف کا خیال کرتے ہوئے اس کو ایک عظیم الشان
احسان خیال کرے (ظاہر ہے) کہ جب کوئی شخص اپنی پوری کوشش صرف کر دے تو وہ
گویا معذوری کی حد تک پہنچ جاتا ہے[1]"

ارسطو اور اسکندر اعظم ارسطو، اسکندر بن فیلقوس بن اسکندر المقدونی کا اتالیق تھا، اور اسی کی تعلیم و تربیت کے زیر اثر اسکندر سیاست ملکی اور آئین حکمرانی مین عمل پیرا تھا، اسی کی بدولت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) تو حکمائے یونان نے "کلیاتِ خمسہ" کے متعلق ایک رسالہ اور بڑھا کر نو کتابین کر دین، یہ سب کتابین مسلمانون نے ترجمہ
کین اور فلاسفۂ اسلام مثل فارابی، ابن سینا، ابن رشد وغیرہ نے انکی شرحین اور تلخیصین لکھین (مقدمۂ ابن خلدون صفحہ ۴۶۵)

[1] سٹر پوسٹ (صفحہ ۵) نے اپنی کتاب "مخالفات ارسطو" (Aristotle on fallacies)
کے صفحہ ۹۵ مین اس عبارت کو اصل یونانی سے ترجمہ کیا ہے، صاعد کا متن مین اسی کے مطابق ہے،

Marfat.com

یونان مین شرک موقوف اور عدل ونیکی کا ظہور ہوا، اسکندر کے نام ارسطو کے کئی فاضلانہ خطوط[1]
ہین، جنمین اس نے اسکندر کو دارا بن داراشاہِ ایران پر فوج کشی کی ترغیب دلائی ہے، ان
مین سے ایک خط اسکندر کے ہندوستان سے لکھے ہوئے اس خط کا جواب ہے، جس مین
ہندوستان کے بالائی حصہ مین سکندر نے بیت الذہب مین جو کچھ دیکھا تھا، اس کا تذکرہ
کیا ہے، یہ بیت الذہب[2] ایک بتخانہ تھا جس مین بودھ کا بت رکھا ہوا ہے جو اجرام علویہ کا مجسمہ تھا،
ارسطو نے اس خط سے اس کو جواب[3] دیا ہے، جس مین اس کو پند و نصیحت کی ہے اور ترکِ دنیا

---

[1] اسکندر کے نام ارسطو کے خطوط مورخ مسعودی نے اپنی کتاب فنون المعارف وماجری فی الدہور السوالف مین نقل کیے ہین، نیز التنبیہ والاشراف مین بعض خطوط کے اقتباسات درج کیے ہین (التنبیہ ص۱۵۲ ص۲۰۲ ص۲۰۱ لیڈن) ارسطو کے بعض خطوط کے اقتباسات البیرونی نے بھی اپنی کتاب مین نقل کیے ہین (دیکھو تحقیق ماللہند ص۶ ص۵ طبع یورپ) [2] بیت الذہب کے متعلق ارسطو نے جو خطوط اسکندر کو جوابًا لکھے تھے انکا جو مجموعہ رسائل بیت الذہب کے نام سے مشہور ہے، مسعودی کے زمانہ مین عام طور پر متداول تھا، ارسطو کے اس جواب کو مسعودی نے اپنی کتاب فنون المعارف مین پورا نقل کیا ہے، اور التنبیہ والاشراف (ص۲۰۱ ص۲۰۲) مین بھی اسکا جواب دیا ہے، [3] یہان قطعی طور پر یہ نہین معلوم ہوتا کہ ہندوستان مین کونسی جگہ یہ بتخانہ واقع تھا، یہان صاعد کا ماخذ مسعودی کی کتاب التنبیہ والاشراف (ص۲۰۱ و ص۲۲۱) ہے لیکن اس نے بھی "اعالی ارض ہند" کے سوا کوئی مزید تصریح نہین کی، مقدسی اور یاقوت وغیرہ نے ملتان کے تحت مین بیت الذہب کے نام سے بودھ کے ایک مندر کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس بیت الذہب کی مناسبت سے عرب فاتحین جو پہلی صدی ہجری کے آخر مین یہان آچکے تھے ملتان کو بھی فرج بیت الذہب کہتے تھے، اس مندر اور اس مین رکھے ہوئے بت کے انھون نے مفصل حالات لکھے ہین جو قیمتی جواہرات سے بنا ہوا تھا (معجم البلدان ج۸ ص۲۰۱ ص۲۰۲) البیرونی نے بھی کتاب الہند (ص۱۱۶) مین ملتان کے ایک مشہور بت کا ذکر کرتے ہوئے اسکی جو ہیئت بتائی ہے وہ عین مقدسی اور یاقوت کے بیانات کے مطابق ہے محقق رینا ود نے بھی رسالہ جرنل ایشیاٹک (بابت ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۵ء) مین ملتان کے اسی بت کا ذکر کیا ہے، ان تمام بیانات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ صاعد نے جس مندر (بیت الذہب) اور اس کے بت کا ذکر کیا ہے وہ یہی ملتان کا بت ہے، اسکندر ۳۲۶ ق م مین ہندوستان پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کا ملتان کی طرف جانا بھی تاریخ سے ثابت ہے،

Marfat.com

اور نعمت دائمی کے حصول کی ترغیب دلائی ہی۔

غرضکہ یونانیون کے ہان یہ پانچ بڑے فلسفی تسلیم کئے گیے ہین، اور انھون نے فنونِ فلسفہ کے ساتھ اعتنا، کی ہے، ان کے علاوہ ان مین اور بھی مشاہیرِ فلاسفہ گذرے ہین، مثلاً تالیس ملطی[۱]، تلمیذ فیثاغورس، ذیمقراطیس[۲]، جو "جزولایتجزی[۳]" کا قائل تھا، اور اس کے متعلق اوسکی ایک کتاب بھی ہی، اور انکساغورس[۴] وغیرہ جو ارسطو سے پہلے گذرے ہین، یا اس کے ہمعصر تھے، ارسطو کے بعد بھی کئی لوگون نے اس کا اتباع کیا، اور اسکی کتابون کی شرحین لکھین، ان مین ثامسطیوس[۵]، اسکندر[۶] افرودسی، فرفوریوس[۷]، بزرگترین ہین، یہ تینون ارسطو کی کتابون کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) مگر یاقوت نے جس زمانہ کا ذکر کیا ہی اس سے تقریباً ایک ہزار سال پیشتر کا یہ واقعہ ہے ممکن ہی کہ اس وقت بھی یہی مندر اور اس کا بت موجود ہون، اور ہزار سال تک برابر قائم رہے ہون، البیرونی نے ہندون کے حساب سے اس بت کی تاریخ اپنے زمانہ تک ۴۲۴۱۷۶ سال بتائی ہی، اور چونکہ یہ بت لکڑی کا بنا ہوا تھا، جس پر چمڑا منڈھا ہوا تھا اسلیے اس نے تعجب ظاہر کیا ہی کہ اس قدر عرصہ دراز تک یہ لکڑی کا بت کیونکر رہ سکا، گویا اس حساب سے خود اسکندر کے زمانہ مین اس بت کی عمر دو لاکھ برس سے زائد تھی! [۱] Thales مشہور فیلسوف، فیثاغورث کا استاد اس نے فلسفہ اور طبیعیات کی تحصیل کے لئے مصر کی تھی (قفطی صفحہ ۶۰) [۲] Demacretius رومی النسب یونانی فیلسوف، کا ہمعصر تھا (قفطی صفحہ ۱۲۵) [۳] جسم مرکب کے اجزا تقسیم ہوتے ہوتے ایسے اجزا ترکیبی باقی رہتے ہین جنکی تقسیم و تجزی ناممکن ہوتی ہی، انہ کو اجزائے لایتجزی کہتے ہین، [۴] Anaxagoras ارسطو سے قبل اس کا معاصر تھا (قفطی صفحہ ۴۲، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱ صفحہ) [۵] Themistius جالینوس کے بعد گذرا ہی، ارسطو کی کتابون کا شارح تھا (قفطی صفحہ ۵۰) [۶] Alexander Aphrodesius کتب ارسطو کا مشہور شارح جو ایتھنز مین تقریباً دوسری صدی عیسوی مین گذرا ہی (الفہرست صفحہ ۵۲) افرودسی منسوب بہ شہر افرودسیاس اہل عرب اسکی شروح کو بہت اہمیت دیتے تھے، چنانچہ انھون نے اسکی اکثر شروح کا عربی مین ترجمہ کیا اسکی اکثر [illegible] اصل یونانی مین ابتک محفوظ ہین بعض تصانیف اصل یونانی مین چھپ چکی ہین (دیکھو انسائیکلوپیڈیا ج ۱ صفحہ ۴۸۶) [illegible] صور (شام) کا باشندہ تھا چنانچہ اہل عرب کے ہان فرفوریوس صوری کے نام سے پکارا جاتا ہی، ارسطو کی کتابون کا شارح تھا، اسکی کتابون کا عربی مین ترجمہ ہوا تھا [illegible]

Marfat.com

بہترین عالم اور کتبِ فلسفہ کی تفہیم مین فرد تھے،

قسطا بن لوقا[1] بعلبک (شام) کا باشندہ، اور یعقوب بن اسحاق کندی کا ہمعصر تھا، یہ ان متاخرین حکماے یونان مین سے تھا جو دولتِ عباسیہ کے عہد مین گذرے ہین، وہ علم حساب، ہندسہ، نجوم منطق، اور طبعیات کا محقق عالم، اور فن طب کا ماہر تھا، اس کی تصانیف مختصر اور عمدہ ہین، ان مین سے ایک کتاب ہندسہ کے مبادی پر ہے جو سوال وجواب کی صورت مین لکھی گئی ہے اور بے نظیر ہے، ایک کتاب ہیئت وحرکاتِ نجوم کے مبادی مین، ایک کتاب حیوان ناطق و حیوانِ صامت کے فرق پر، ایک کتاب نفس اور روح[2] کے فرق پر، ایک کتاب نسبتِ اخلاط پر اور ایک جوششِ خون پر ہے،

ان کے علاوہ ایسے علماء کی ایک تعداد کثیر گذری ہے، جنھون نے بعض اصنافِ فلسفہ کی تحصیل کی تھی،

بقراط[3] علماے طبعیات ومنطقیات کا امام تھا، اور علوم طبعیہ اور طب کا خاص ذوق رکھتا تھا، جالینوس نے بقراط کی تصانیف کی جو فہرست لکھی ہے[4]، وہ متعدد اوراق پر مشتمل ہے جس مین اس نے ان کتابون کے پڑھنے اور سمجھنے کا درجہ اور طریقہ بتایا ہے، ان کتابون کی تعداد سو سے زاید ہے،

---

[1] یونانی کتابون کا مشہور عیسائی مترجم، المقتدر باللہ (۲۹۵ھ - ۳۲۰ھ) کے عہد مین تھا، اسکی تصانیف اور مفصل حالات کے لیے دیکھو قفطی ص۱۷۳، طبقات الاطبا ج ۱ ص۱۴۲، [2] اس کتاب کو لوئی شیخو اڈیٹر المشرق نے اپنے رسالہ مین شائع کیا ہے (المشرق ۱۴: ۹۴۲)

[3] Hippocrates مشہور یونانی طبیب، فن طب مین اسکی کئی کتابین مسلمانون نے ترجمہ کی تھین، افلاطون اور ارسطو اپنی کتابون مین ایک ماہر طبیب کی حیثیت سے اس کا حوالہ دیتے ہین، مفصل حالات کیلئے دیکھو قفطی ص۶۴ تا ص۶۷، طبقات الاطبا ج ۱ ص۲۴ تا ص۳۶، یعقوبی ج ۱ ص۱۰۴ تا ص۱۲۹، شہرستانی ج ۲ ص۱۰۱، التنبیہ والاشراف ص۱۳۱، ص۱۳۲، [4] ابن ابی اصیبعہ نے اس کتاب کا نام فینکس Phoenix بتایا ہے، جو اصل متن یا ترجمہ کی صورت مین اس کے زمانہ تک موجود تھی (دیکھو طبقات ج ۱ ص۱۰۳)

Marfat.com

جالینوس[1] مسیح سے تقریباً دوسو سال کے بعد، بقراط سے چھ سو سال کے بعد اور اسکندر سے کچھ اوپر پانچ سو سال کے بعد گذرا ہے، ہمین نہین معلوم کہ ارسطو کے بعد ان دونون فاضلون یعنی بقراط اور جالینوس سے بڑھکر علم طبیعیات کا کوئی زبردست عالم گذرا ہو،

علماے طبیعیات ان دونون کے سوا استقلیفادیس[2]، اراسیسطراطیس[3]، لوقس[4] اور بولس[5] وغیرہ علوم طبیعیہ مین مشہور ہوئے ہین، مگر ان مین سے اکثر ضعیف الرائے اور بعید از صواب تھے جن کی غلطیون کو ارسطو اور جالینوس نے اپنی کتابون[6] مین دکھایا ہے اور صحیح و واضح دلائل و براہین سے ان کی غلط رایون کی تردید کی ہے،

---

[1] جالینوس کے مفصل حالات اوسکی تصانیف اور اسکی آرا و اقوال کیلئے دیکھو قفطی ص۸۵ تا ص۹۲ یعقوبی ج ۱ ص۱۲۸ تا ص۱۳۳ جالینوس نے خود اپنے حالات تفصیل سے لکھے ہین، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ نے اس کے حوالہ سے اسکا مبسوط تذکرہ لکھا ہے، دیکھو طبقات ج ۱ ص۱۰۱ تا ص۱۰۳ جالینوس کی تصانیف کے عربی تراجم کے لیے دیکھو الفہرست ص۲۹۰۔ ڈاکٹر میکڈانلڈ کیمبل نے اپنی کتاب "طب عربی" (مطبوعہ سنہ ۱۹۲۶ء ٹرنبر کمپنی لندن ۲ جلد) کی دوسری جلد تمام تر جالینوس کے ان لاطینی تراجم کی فہرست کے لیے وقف کردی ہے جو عربی یا عبرانی تراجم سے قرون وسطیٰ مین ترجمہ کیے گئے تھے۔ [2] Asclepiades

روم کے یونانی علماے طبیعیات مین سے تھا، سنہ ۱۲۴ قبل مسیح پیدا ہوا تھا، (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ ص۶۷۹) [3] Erasistratus

اراسیسطراطیس یونان کا قدیم عالم طبیعیات اور بقراط کا شاگرد طب اور علم تشریح ابدان سے متعلق اسکی آرا کو جالینوس نے اپنی کتابون مین بیان کیا ہے، ابن ابی اصیبعہ نے اگرچہ اسکا کوئی خاص تذکرہ نہین لکھا لیکن متفرق مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کے دو شخص تھے، جو اول و ثانی کے نام سے پکارے جاتے ہین، یہان اراسیسطراطیس ثانی مراد ہے، دیکھو تذکرۃ الاطبا حالات بقراط و جالینوس [4] یونانی طبیب اور بقراط کا شاگرد ابن ابی اصیبعہ نے بقراط کے ترجمہ مین اس کا ذکر کیا ہے، [5] قدیم یونانی طبیب، اطباے یونان نے اپنی کتابون مین اس کے اقوال نقل کیے ہین (قفطی ص۶۰) [6] جالینوس کے تذکرہ مین صاحب طبقات الاطبا نے ان کتابون کے نام لکھے ہین اور انکا موضوع بحث بتایا ہے)

Marfat.com

علمائے ریاضیات مین ابلونیوس[1] نجار ہے جسکی کتاب المخروطات اُن خطوط منحنیہ[2] کے علم مین ہے، جو سیدھی ہین نہ گول،

اقلیدس[3] باشندۂ صور (شام) مصنف مبادی علم ہندسہ معروف بہ کتاب لارکان[4]، کتاب المفروضات کتاب المناظر وکتاب تالیف اللحون وغیرہ،

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کندی نے اپنے ایک رسالہ مین[5] لکھا ہے کہ یونان کے کسی بادشاہ کے کتب خانہ مین سے دو کتابین نکلین جو ابلونیوس نجار کی طرف منسوب تھین اور ان مین ان مجسمات خمسہ[6] کا بیان تھا جن سے زیادہ کسی کرہ مین نہین آسکتے، اب اس کو ایسے آدمی کی جستجو ہوئی جو اس کے لیے ان کتابون کی شرح لکھدے، تو اقلیدس کے سوا جو اپنے زمانہ مین ہندسہ کا جیّد عالم تھا، اور کوئی شخص نہ ملا، اس نے ان دونون کتابون کی شرح لکھی، اور ان کتابون کے لکھنے سے ابلونیوس کا جو مقصد تھا اس کو بیان کیا، پھر اقلیدس نے ان مجسمات سے واقف ہونے کے لیے ایک مقدمہ کا بھی اضافہ کر دیا، اس سے وہ تیرہ[13] مقالے تیار ہو گئے جو اقلیدس

---

[1] Apollonius اسکندریہ کا مشہور عالم ریاضی، اسکی کتاب المخروطات کا ترجمہ بنو موسیٰ نے عربی مین کیا تھا اقلیدس سے بہت پہلے گذرا ہے (قفطی ص۴۱ و ص۴۵) [2] Conic sections [3] Euclid ۲۷۲ برس ق م گذرا ہے، اصل مین وہ شام کا باشندہ تھا، مگر چونکہ اسکی تصانیف تمامتر یونانی زبان مین ہین، اسلیے یونانی حکما مین شمار ہوتا ہے، تفصیل کے لیے دیکھو قفطی ص۴۵، ص۴۶. [4] یونانی مین اسکا نام Στοιχεῖα یعنی الارکان ہے، اس کے بعد رومیون نے اس کا نام "اسطقسات" رکھا، مسلمانون نے ان اسکو "اصول اقلیدس" کہتے ہین جسکو کثرتِ شہرت کے سبب صرف اقلیدس کہدیتے ہین یورپ کو یہ کتاب عربی زبان مین ملی اور اڈیلرڈ آف باتھ نے عربی ہی سے اس کا لاطینی مین ترجمہ کیا، یہ کتاب مدارس مین عام طور پر متداول ہے، [5] اس کا نام "رسالہ فی اغراض اقلیدس" ہے (قفطی ص۴۲) [6] یعنی کسی کرہ کے اگر ٹکڑے کئے جاوین تو ان کی جو شکلین ہونگی وہ پانچ سے زائد نہ ہونگی، ان مین سے ہر شکل کا ٹکڑا گویا ایک مجسمہ ہے،

کی طرف منسوب ہوئے، پھر کسی[1] نے اقلیدس کے بعد اور دو مقالون کا اضافہ کیا اور ابلونیوس سے جو باتین رہگئی تھین یعنی ان مجسمات خمسہ کی باہمی نسبتین اور ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے کا طریقہ، ان کو بھی لکھدیا،

آرشمیدس[2] ریاضیات کا عالم، اسکی تصنیف سے کتاب المستع فی الدائرہ اور کتاب الکرہ والاسطوانہ وغیرہ کتابین ہین،

فطون[3] یونان کے آخری عہد سلطنت مین گذرا ہے، اور کتاب العدد والمساحۃ کا مصنف ہے، اس کی تصانیف مشہور ہین،

(ان کے علاوہ) سنبلقیوس[4]، جو اقلیدس کے بعد تھا، خرمیدس[5]، اور ابوسندرونیوس[6] بھی علمائے ریاضیات سے تھے،

طیموخارس[7] مشہور رصدوان، اس کی بعض رصدون کا بطلیموس نے اپنی کتاب (المجسطی) مین تذکرہ کیا ہے، اور اس کا زمانہ اپنے سے ۴۲۰ سال پیشتر بتایا ہے،

---

[1] یہ دو مقالے اقلیدس کے شاگرد ابسقلاوس Hypsicles نے اضافہ کئے تھے (قفطی ص۷۲) ۲- Archi-

medes یا ارخمیدس سسلی مین ۲۸۷ ق م مین پیدا ہوا اور ۲۱۲ ق م مین مرگیا، اسکی بعض تصانیف کے اصل متن اور ان کے لاطینی تراجم چھپ گئے ہین، دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ ص۳۸ قفطی ص۴۸ ص۴۹، [3] قفطی نے اس کے تذکرہ (ص۱۷۱) مین لکھا ہے کہ بعض اس کو قسطون بھی کہتے ہین بعض جگہ قطون اور قبطون بھی آیا ہے، بہرحال یہ پتہ نہین چلتا کہ اس کا اصل نام کیا ہے، یہ حکیم بطلیموس ہمعصر تھا، [4] Sporus ہندس، ریاضی دان، شرح اقلیدس کا مصنف، رومی الاصل تھا، (قفطی ص۱۲۰)

[5] Charmedes یونان کا ریاضی دان حکیم جو اقلیدس کے بعد گذرا ہے، حکیم افلاطون کا مامون تھا (قفطی ص۵۰ اور سقراط کے تلامذہ مین سے تھا (تاریخ فلسفہ قدیم ازبین ص۶۲) [6] قفطی نے اسکو ابوسندرنیوس لکھا ہے، اصل تلفظ نہین معلوم ہوسکا، اقلیدس کے بعد گذرا ہے غالباً یہ پسیدونیوس (Poseidonios) کی تصحیف ہے، جو ۱۳۵ ق م مین گذرا ہے، [7] متن مین طیمولاؤس لکھا

Marfat.com

انھی (علماے ریاضیات) مین سے منلاؤس[1]، تاؤدیوس[2]، مصنف کتاب الاکر بھی[3] تھے،
میطن[4] اور اقطیمن[5]، یہ دونون شہر اسکندریہ (مصر) کے مشہور رصد دان تھے، اور بطلیموس سے ۱۷۵
برس پیشتر گذرے ہین،

اوخس[6] | میطن اور اقطیمن سے تقریبًا تین سو برس بعد گذرا ہے، صحیح رصدون کا واضع تھا، اور
اس کے معرکۃ الآرا مباحث ومسائل ہین،

بطلیموس القلوذی[7] | مصنف کتاب المجسطی، کتاب الجغرافیا، کتاب المناظر، کتاب المقالات الاربع

---

[6] یہ جائز ہے، قفطی نے طیموخارس لکھا ہے اور یہی صحیح ہے (قفطی ص۱۲۸) Timocharis مدرسۂ اسکندریہ

مین نجوم کا زبردست عالم تھا، ۳۰۰ برس قبل مسیح گذرا ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۲ ص۴۸۶) [1] اسکندریہ کا عالم ریاضیات
وفلکیات، پہلی صدی عیسوی مین گذرا ہے، اس کی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا گیا تھا (قفطی ص۲۱۱) انسائیکلوپیڈیا
مین لکھا ہے کہ اس مصنف کی جو تصنیفات یورپ کو ملین، وہ عربی مین ملین ورنہ ان کی اصل مفقود ہے، [2] اس کے حالات کے
متعلق پتہ نہین چلتا کہ وہ کس زمانہ مین تھا، مگر بعض قیاسات اس کے مؤید ہین کہ وہ ایک صدی قبل مسیح گذرا ہے، Theodosius اس کے نام کا اصل تلفظ ہے، اسکی کتاب الاکر عربی زبان مین دسوین صدی عیسوی مین ترجمہ کیگئی تھی،
اور عربی سے اس کا لاطینی ترجمہ بارہوین صدی مین ہوا تھا، جو ۱۵۱۸ء مین بمقام وینس شائع ہوا، مگر چونکہ یہ ترجمہ لاطینی غلط تھا اس لئے دوبارہ
اصل متن یونانی کیساتھ ۱۵۲۷ء مین ویانا سے شایع کیا گیا، [3] قیادوسیس کی کتاب الاکر مترجمہ قسطابن لوقا (سنہ۲۲۴ھ) کا ایک قلمی نسخہ بنگال کی
ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ مین موجود ہے (مخطوطات سوسائٹی مذکور کی فہرست کتب عربی نمبر ۷۶۰) [4] Menelaus
اسکندریہ کا مشہور ریاضی دان اور ماہر ہیئت ونجوم (قفطی ص۲۱۱) [5] میطن کا ہمعصر ریاضیات اور فلکیات کا عالم، (قفطی ص۲۱۱)
[6] Hipparchus سے اسمیں مجسطی مین بہت کچھ اخذ کیا ہے، اور اسکی آرار کو نقل کیا ہے (قفطی ص۲۰۵) [7] Ptolemaeus Claudius

(بطلیموس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو تاریخ یعقوبی ج ۱ ص۱۵۰ - ص۱۶۱، قفطی ص۷۶ سنہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ ص۸۶ طبع نہم)

Marfat.com

فی احکام النجوم، کتاب الموسیقی، کتاب الانواء، کتاب القانون (ماخوذ از مجسطی) وہ اِدریانوس[1] اور انطونینوس[2]، ملوکِ روم کے عہدِ حکومت مین تھا، اور افرخس سے دوسواسی برس کے بعد گذرا ہے، مدعیانِ علم تاریخ الامم مین سے اکثر لوگ بطلیموس کو ان بطالمۂ یونان مین شمار کرتے ہین، جو اسکندر کے بعد بادشاہ ہوئے[3]، حالانکہ یہ ایک فاش غلطی ہے، اس لیے کہ بطلیموس نے اپنی کتاب المجسطی کے مقالۂ سوم کی نوع ثالث (جو تمام حرکاتِ شمس اور ان کی رصد سے متعلق تمام احوال کی جامع ہے) بیان کیا ہے کہ اس نے عہد ادریانوس کے انیسوین برس مین اعتدال خریفی کا بذریعہ رصد مشاہدہ کیا تھا، جس کو سنہ نخبت نصر کے سال اوّل سے لیکر اس وقت کے اعتدال خریفی تک ۹، ۸ برس، ۳۰ دن، اور ۶ گھنٹے گذرے ہین، پھر ان سنین کو اس نے اس طرح تقسیم کیا ہے کہ سنہ نخبت نصر سے لیکر سے اسکندر ماقدونی (اسکندر ذی القرنین کے دادا) کی وفات تک ۴۲۴ سال مصری (قبطی) اور اسکندر کی وفات سے اغسطس (آگسٹس) روم کے پہلے بادشاہ تک ۲۹۴ سال ہوتے ہین، اور اغسطس کے سال اوّل سے اعتدال خریفی مذکور کی رصد تک ۱۶۱ برس ۶ دن اور چند گھنٹے، اس تفصیل اور عمدگی سے بطلیموس نے اپنے زمانہ کی تصریح کردی ہے، لہذا اس کا زمانہ عہدِ اغسطس سے ۱۶۱ برس بعد ہے، اقوام گذشتہ کی تاریخ کے ماہرین اس بات پر متفق ہین کہ یہ اغسطس وہ رومی بادشاہ ہے جو خاندان بطالمہ

---

[1] Hadrianus سنہ ۱۱۷ء - سنہ ۱۳۸ء مین روم کا بادشاہ تھا، اڈریانوپل اسی کا آباد کیا ہوا ہے المتولد سنہ ۷۶ء

[2] Antoninus ادریانوس کے بعد سنہ ۱۳۸ء مین روم کا بادشاہ ہوا، سنہ ۸۶ء مین پیدا ہوا تھا، سنہ ۱۶۱ء مین مرگیا (انسائیکلوپیڈیا ج ۲ ص ۱۳۹)

[3] حمزہ اصفہانی نے بطلیموس صاحب مجسطی کو یکے از بطالمہ خیال کیا ہے، (ص ۱۵ سنی الملوک الارض طبع کاویانی،)

یونان کی آخری ملکہ قلوپطرا (کلیوپیٹرا) پر غالب آیا تھا، صرف اسی بات سے اس شخص کی تردید ہو جاتی ہے جو بطلیموس کو بطالمۂ یونان سے خیال کرتا ہی، اور یہی دلیل انشاء اللہ اسکے ثبوت کیلئے کافی ہوگی[1]

علم حرکات النجوم اور اسرار فلکیات کا بطلیموس پر خاتمہ ہے کہ اسی نے اس فن کی تدوین و ترتیب کی ہے، جو یونانیون، رومیون، وغیرہ اہل مغرب کے ہان متفرق اور غیر منضبط تھا بطلیموس کی بدولت یہ فن مرتب اور منظم ہوا اور اسی نے اس کے غوامض حل کئے،

المجسطی[2] مجھے نہین معلوم کہ بطلیموس کے بعد کوئی شخص مجسطی کی سی کتاب لکھنے پر قادر ہوا ہو، یا اس کے معارضہ کی جرأت کر سکا ہو، بلکہ اسکی بجائے بعض نے اسکی شرح لکھی ہے. جیسے فضل بن حاتم نیریزی نے، اور بعض نے اسکی تلخیص اور اختصار کیا ہے، جیسے محمد بن جابر البتانی نے، بطلیموس کے بعد اس فن کے علماء کی یہی غایت تھی جہانتک پہنچنے کی وہ آرزو کرتے تھے اور ان کی تمام سعی و توجہ کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ کتاب المجسطی کو باقاعدہ سمجھنے اور اس کے تمام اجزاء کی ترتیب پر حاوی ہونے مین ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے، جہانتک ہمین معلوم ہے، علوم قدیمہ وجدیدہ مین سے کسی علم پر کوئی کتاب آج تک ایسی نہین لکھی گئی جو اس کی تمام جزئیات پر حاوی اور محیط ہو، بجز ان تین کتابون کے، ایک تو یہی المجسطی علم ہیئتہ اور

---

[1] یہ استدلال تمامتر مسعودی سے منقول ہی التنبیہ والاشراف ص ۱۲۹-۱۳۰ مگر اس نے ایک جداگانہ طریقہ پر حساب کیا ہی تقطی کا بیان تمامتر صاعد سے منقول ہے

[2] اصل یونانی مین اس کا نام میجالی سنطاکسس (Megalisis Toxistis) ہے جس کے معنی ترتیب کبیر یا نظام کبیر ہین، عربون نے اس لفظ کو مجسطی اور الف لام ملاکر المجسطی بنا دیا، عربی مین اسکے کئی تراجم ہوئے متعدد شروح اور خلاصے لکھے گئے، یہ کتاب مسلمانون ہی کے طفیل مین یورپ پہنچی اور عربی سے لاطینی مین اسکا ترجمہ کیا گیا جو ۱۵۱۶ء مین پیرس مین چھپ چکا ہی پھر اصل یونانی نسخہ ملا اور فرنچ مین اسکا ترجمہ ہوا، عربی علم ہیئت کی کتابون مین اس کے متعدد اقتباسات پائے جاتے ہین (تفصیل کیلئے دیکھو کشف الظنون ج ۲ ص ۳۵۱ دائرۃ المعارف لفظ بطلیموس، محاضرات جویدی (طالیانی) ص علم الفلک ص ۲۲۰ ص ۲۲۶، برٹانیکا ج ۲ ص ۸۰ طبع ہنم)

حرکاتِ نجوم مین، دوسری کتاب ارسطو کی فنِ منطق[1] مین، اور تیسری کتاب[2] سیبویہ بصری کی نحو عربی مین، کہ ان تینون مین سے ہرایک کتاب اپنے اصول و فروعِ علمی کے لحاظ سے بجز غیر اہم چیزون کے جامع اور مکمل ہے، اور تمام چیزون پر احاطہ کر لینے کا شرف اور تکمیل کی فضیلت تو خدا ہی کے لیے ہے جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہین،

الغرض یہ نامور علماء و مشاہیر فلکِ یونان کے درخشان آفتاب تھے جن کے پرتوِ انوار سے اہل دنیا ہدایت یاب ہوئے، اور ان کے آثار علمیہ سے لوگون نے استفادہ کیا، ان کے بعد بھی کئی حکماء و فلاسفہ یونان مین گذرے ہین جنکے حکم و نوادر کو مولفین نے اپنی کتابون مین جمع کیا ہے،

فلاسفۂ یونان کے فرقے حنین بن اسحاق مترجم اور ابو نصر محمد بن نصر فارابی منطقی وغیرہ علمائے فلسفہ نے بیان کیا ہے کہ فلاسفۂ یونان کے سات فرقے (اسکول) ہین جن کے نام سات چیزون کے نام سے مشتق ہین،

۱- اس شخص کے نام سے جو اس فلسفہ کا معلم تھا،

۲- اس شہر سے جہان سے اس فلسفہ کی ابتدا ہوئی تھی،

۳- اس مکان یا جگہ سے جہان اسکا درس دیا جاتا تھا،

---

[1] کتب ثمانیہ منطقیہ سے مراد ہے، یہ آٹھون کتابین دراصل ایک ہی کتاب کے ابواب ہین، [2] کتاب سیبویہ علم نحو عربی کی معرکۃ الآرا کتاب ہی، سب سے پہلے جرمنی رسالہ مجلۃ الآداب المشرقیہ (Z.D.M.G.) مین اور پھر ویانا پیٹرسبرگ، پیرس، اکسفورڈ اور لیکیور یال کے قلمی نسخون پر سے ڈورنبرگ مستشرق نے ۱۸۸۹ء مین پیرس سے شائع کی، مصر مین بھی اب چھپ گئی ہی،

[3] ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر ملقب بہ سیبویہ متقدمین و متاخرین مین اس کے برابر کوئی نحو کا عالم نہین گذرا علمی طور پر سب سے پہلے اسی نے نحو کے اصول وضع کئے بعمر ۴۰ سال ۱۸۰ھ مین وفات پائی (ابن خلکان ج ۱ ص ۳۸۵ ص ۳۸۶ بغیہ للسیوطی ص ۳۶۶)،

Marfat.com

۴ اس طرزِ معاشرت سے جسکا یہ فرقہ التزام کرتا تھا،

۵ اس فرقہ کی فلسفیانہ رایون سے،

۶ ان رایون سے جو تعلیمِ فلسفہ مین ان کی غرض و مطلوب سے متعلق ہوتی تھین،

۷ ان افعال سے جو اُنسے تعلیمِ فلسفہ مین ان فلاسفہ سے سرزد ہوتے تھے،

(مذکورۂ بالا اشتقاقات کے مطابق علی الترتیب) ان فرقون کے نام حسب ذیل ہین

۱- فیثاغورثیہ، (PYTHAGORIANS) حکیم فیثاغورث معلمِ فلسفہ کی طرف منسوب ہے،

۲- قورینیہ، (CYRENAIC) منسوب بہ شہر قورینہ[1] (CRYENS) جو (اس کے بانی) حکیم ارسطیفوس[2] (ARISTIPPUS) کی جاے ولادت تھا

۳ رواقیہ (STOICS) یعنی اصحاب المظلہ (چھت والے) شہر اثینیہ (ایتھنیز) کے ہیکل کی چھت سے منسوب ہے جس کے نیچے بیٹھکر حکیم کرسفُس[3] (CHRY SIPPUS) اپنے شاگردون کو درس دیا کرتا تھا،

۴- کلابیہ (DOGMATICS) حکیم دیوجانس[4] (DIOGENES) کلبی سے منسوب ہے، یہ فرقہ فرائض انسانی (جنکی بجاآوری ہر متمدن انسان پر فرض ہے) کی بجاآوری کا

---

[1] یہ وہی شہر رَقّہ ہے جو شام مین حمص کے قریب واقع ہے (قفطی صہ ۱۵)

[2] سقراط کا شاگرد اور فلسفۂ سقراط کا پیرو، چوتھی صدی عیسوی مین گذرا ہے، ریاضیات مین اسکی تصانیف کا عربی مین ترجمہ ہوا تھا، (دیکھو قفطی صہ ۵۱، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ صہ ۵۰۶ طبع نہم)

[3] یونان کا غیر مشہور فلسفی تین سو برس قبل مسیح گذرا ہے، اسکی تعلیمات یا تصانیف سے کچھ بھی نہین معلوم ہوا، (دیکھو انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۶ صہ ۷۵۵، قفطی صہ ۱۲۴) [4] قدیم یونانی فیلسوف چار سو برس قبل مسیح گذرا ہے، اسکی فلسفیانہ آرا کیلئے دیکھو شہرستانی ۲ صہ ۳۵ (قفطی صہ ۱۲۵ انسائیکلوپیڈیا

سخت مخالف اور اپنے اعزا و اقارب کے سوا تمام ابنائے جنس سے بغض و عداوت رکھنے کا قائل تھا
اسی وجہ سے وہ کلابیہ کہلاتے تھے، زینا کہ یہ صفت اکثر کتون مین پائی جاتی ہے،

(۵) مانعہ حکیم فورون[1] (PHYF: RON) کا فرقہ ہے جو اسکی فلسفیانہ رایون کی طرف منسوب ہے

(۶) ابیقوریہ[2] (EPIC RIANS) ان کو اصحاب اللذہ بھی کہتے ہین، کہ ان کے
فلسفہ کی غایت حصولِ لذت ہی، جو اس فلسفہ سے واقف ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے،

(۷) مشائین (PERIPETATICS) افلاطون[3] اور ارسطو کے فرقے مشائین کہلاتے
ہین کہ وہ ٹہلتے ہوئے فلسفہ کا درس دیتے تھے تاکہ ریاضتِ نفس کیساتھ ریاضت جسمانی بھی
حاصل ہو،

ان مین فیثاغورثیہ اور افلاطونیہ دو بڑے فرقے ہین، اور وہ فلسفہ کے رکن خیال کئے جاتے ہین
ان مین قدماے فلاسفہ صرف اس فلسفۂ طبیعیہ کو اختیار کرتے تھے جسکو پیروانِ فیثاغورث
تالیس ملطی، اور یونان و مصر کے عوام صابۂ نے اختیار کیا تھا، بعد ازان متاخرین فلاسفہ مثل سقراط
افلاطون، ارسطو اور ان کے مقلدین فلسفۂ مدنیہ کی طرف مائل ہوئے، چنانچہ ارسطو نے اپنی کتاب
الحیوان مین بیان کیا ہے کہ:-

"زمانۂ سقراط کے ایک صدی بعد لوگ فلسفۂ طبیعیہ کو چھوڑ کر فلسفۂ مدنیہ کی طرف متوجہ ہو گئے"[4]

---

[1] یونان کا قدیم ماہر علم طبیعیات، اس کا فرقہ فلسفہ کی باقاعدہ تعلیم و تدریس کی ممانعت کرتا تھا اس لئے مانعہ کہلایا
تعجب ہے کہ قفطی (ص۱۷۱) نے فورون کے متبعین کو اصحاب اللذہ بتایا ہے جو غلط ہے،

[2] اس کا بانی اپیکوریس المتولد ۳۳۶ ق م تھا، اس کا فلسفہ یہ تھا کہ آیندہ حشر نشر کچھ نہین اس لیے جس قدر ہو سکے
یہان عیش کرنا چاہیئے، اس کی آرار کے لیے دیکھو شہرستانی ج ۲ ص۱۲ طبع بمبئی، [3] پیروانِ افلاطون کو اشراقیین
بھی کہتے ہین، [4] التنبیہ والاشراف للمسعودی ص۱۱۶-۱۱۷ لیڈن،

Marfat.com

متاخرین مین سے ایک جماعت نے فیثاغورس اور اس کے متبعین کے مسلک پر کتابین تصنیف کی ہین اوران مین قدیم فلسفہ طبیعی کی حمایت کی ہے،

ابوبکر رازی | اس مبحث پر کتابین لکھنے والون مین ایک ابوبکر محمد بن زکریا رازی بھی ہین، یہ ارسطو کے سخت مخالف تھے، وہ اس پر سخت برہم تھے کہ ارسطو نے اپنے استاذ فلاطون وغیرہ فلاسفہ متقدمین کی اکثر رایون کو ترک کر دیا، ان کی رائے تھی کہ ارسطو نے فلسفہ کو خراب کر ڈالا، اور اس کے اکثر اصولون کو متغیر کر دیا، لیکن میرے خیال مین رازی کے ارسطو پر اس قدر برہم ہونے اور اس کی تنقیص کرنے کا بجز اس کے اور کوئی سبب نہین ہے کہ ارسطو نے علم الالہی، اور طب روحانی وغیرہ کی تالیفات مین فرقہ ثنویہ[1] کے مذہب شرک اور براہمہ کے عقائد البطال نبوت اور عام صابۂ کے عقیدۂ تناسخ کے ساتھ پسندیدگی کا اظہار کیا ہے، اور اس بنا پر رازی نے اس کی مخالفت کی ہے، اگر خدا رازی کو ہدایت کی توفیق عطا کرتا اور وہ امداد حق کے خواہان ہوتے تو ارسطو کی بابت یون کہتے کہ اس نے تو آرائے فلسفہ کو پاک و صاف کر دیا، مذاہب حکماء کو چھان کر ان کا میل کچیل نکال کر پھینک دیا، ان کے لب لباب اور ماصفا کو لے لیا، جو باتین عقل سلیم، صاحبان نقد و بصیرت اور پاک نفس لوگون کے نزدیک واجب تھین ان پر اپنا اعتقاد رکھا، چنانچہ وہ حکماء کا پیشوا اور علماء کے محاسن کا جامع بنگیا،

لیس علی اللہ بمستنکر — ان یجمع العالم فی واحد[2]

خدا کے لیے یہ بات کچھ ناممکن نہین ہے، — کہ وہ تمام دنیا کو ایک شخص کی ذات مین جمع کر دے

---

[1] فرقہ ثنویہ "اصلین قدیمین" یعنی نور و ظلمت کو قدیم اور ازلی مانتا ہے بخلاف مجوس کے کہ وہ ظلمت کو حادث اور نور کو ازلی مانتے ہین، نیز جوہر، طبع، فعل، جہت، مکان، اجناس، ابدان اور ارواح مین ان دونون (نور و ظلمت) کے اختلاف کے قائل ہین، (شہرستانی برحاشیہ ابن حزم ج ۲ ص ۸۱-۸۰)

[2] یہ شعر مشہور عربی شاعر ابو نواس کا منجملہ ان اشعار کے ہے جنہین اس نے امین الرشید کو مخاطب کیا ہے اور فضل بن یحییٰ برمکی کی خبر سگالی اور دولت اندیشی کی طرف اس کو توجہ دلائی ہے دیکھو (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۳۱)

Marfat.com

عُلومِ رُوم

رومیون کی مملکت وسیع اوران کے بادشاہ عظیم الشان تھے، ان کے شہر بلادِ یونان سے متصل، اوران کی زبان یونانیون کی زبان سے مختلف ہے، کہ یونانیون کی زبان اغریقیہ (گریک) اور رومیون کی زبان لاطینی ہے،

حدود | بلادِ روم کے جنوب مین بحرِ روم بلادِ روم کی حد ہے، جو طنجہ[1] اور شام کے درمیان مغرب سے لے کر مشرق تک پھیلا ہوا ہے، اس کے شمال مین اقوام شمالی مثل روس، بلغر وغیرہ کے شہر اور بحرِ اوقیانوس کے (اطلانتک) بعض حصے اس کی حد ہین، مشرق مین بلادِ یونان کے حدود ہین، اور اقصاے اندلس مین مغربی جانب سے بحرِ اوقیانوس اسکی حد ہے، یہ ممالک تین حصون مین منقسم اور ایک دوسرے سے علیحدہ طور پہ ممتاز تھے، ان کے مشرقی جانب بلادِ المانیہ (جرمنی) اور بلادِ یونان کی حدود ہین، وسط مین بلادِ فرانس اور اقصاے مغرب مین بلادِ اندلس ہین، بلادِ المانیہ کا شہر رما اس تمام مملکت کا پایۂ تخت تھا،

بناے رومہ و سلطنتِ روم | ولادتِ مسیح سے قبل رومہ کی بنا ڈالی گئی تھی، اس کا بانی رملش لاطینی تھا جس کے نام سے یہ شہر منسوب ہے، یہ سلاطینِ روم مین پہلا مشہور فرمانروا تھا، لاطینی (بزنطینی) بناے رومہ کے بعد سے اس مملکت پر سات سو چھیس برس یعنی ملوکِ قیاصرہ کے پہلے بادشاہ اغسطس (اگسٹس) کے عہدِ حکومت تک قابض رہے، اس کے بعد اگسٹس مذکور نے ملوکِ یونان پر غالب آکران کی سلطنت کو اپنی مملکت کیساتھ ملا کر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرلی،

[1] مراکش کا بندرگاہ،

Marfat.com

ں کا طول مشرق سے مغرب تک یعنی بلادِ آرمینیہ سے مغرب مین اقصاے اندلس تک
ب سو مرحلہ[1] (۲۴۰۰ میل) اوران دونون ممالک کا پایۂ تخت شہر روما تھا،
۳۳۵ سال تک یہی حالت قائم رہی، اس کے بعد قسطنطین (Constantine)
یلانی نے جو صابیہ کا مذہب ترک کر کے عیسائی بنگیا تھا، خلیج (باسفورس) کے کنارہ پر بلاد
نان کے وسط مین ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو اس کے نام پر قسطنطنیہ (Constantia
nople) کے نام سے موسوم ہے، اور وہین وہ اقامت پذیر ہوا، اس وقت سے لیکر
ارے زمانہ تک یہ شہر سلطنتِ روم کا پایہ تخت رہا ہی، اوسوقت سے سلاطینِ روم معزز و معتبر
طینیون کو شہر روما مین اپنا جانشین اور نائب السلطنۃ مقرر کرتے تھے، جو بحیثیت گورنر یا عامل
ن کے حکم سے قابض و متصرف ہوتے تھے، لیکن نہ تو وہ تاج پہن سکتے تھے اور نہ بادشاہ
لاتے تھے،

اسی طریقہ سے سلاطینِ روم تمام بلادِ روم پر حکومت کرتے رہے، آخر کار ایک مدت
مید کے بعد وہ تمام قومین مثل صقالبہ، برجان، وغیرہم کے جو ان کی مطیع و منقاد تھین طاقتور ہوکر
ان کے حلقۂ اطاعت سے باہر ہوگئین، اور ہر قوم نے اپنی جداگانہ حکومت قائم کرلی، حتی کہ
سنہ ۹۴۰ھ مین والیِ روما[3] بھی ان کی اطاعت سے منحرف ہوگیا، اور جب کہ اس کی حکومت
مستحکم ہوگئی اور جمعیت بڑھ گئی تو اس نے تاج شاہی زیبِ سر کیا اور بادشاہ بن بیٹھا، قسطنطین
بن لیون[4] (۹۱۲ء) نے اس پر چڑھائی کرنے کے لیے فوجین روانہ کین مگر وہ
شکست خوردہ واپس آئین، ناچار صلح کرنی پڑی اور اس وقت سے یونان کے مغربی شہرون

[1] چوبیس میل یعنی ایک دن کے سفر کو مرحلہ کہتے ہین، [2] اس کی ماں کا نام ہیلانہ (Helena) تھا
اسلیے اسکو ہیلانی کہا جاتا ہی، [3] آٹھوا اول از ملوک الممان، [4] قسطنطین (Constantine) ہفتم معروف بہ
Porphyrogenitus سنہ ۹۵۹ء

Marfat.com

سے لیکر بلادِ قسطنطنیہ کے اطراف تک لاطینیون کی سلطنت علٰحدہ ہوگئی، اوراس کے صوبجات یونان کے صوبجات سے دور پڑ گئے، کیونکہ ان دونون ممالک کے بیچ مین ترکون کے وہ قبائل ڈیرہ ڈالے پڑے ہوئے تھے، جو وہان کی اکثر آبادیون کو تباہ و برباد کرتے پھرتے تھے، اور آج بھی قسطنطنیہ سے روم جانا ہو تو بحری راستہ کے بغیر کوئی شخص وہان تک نہین پہنچ سکتا[1]

مذہب زمانۂ قدیم سے اہل روم مذہبًا صابی تھے، پھر جب قسطنطین بن ہیلانی بانی قسطنطنیہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا اور اہل روم کو بھی اسکی دعوت دی تو انھون نے اسکو قبول کیا اور اپنے دین صابی یعنی ہیکلون اور بتون کی تعظیم و پرستش وغیرہ سے دست بردار ہوکر سب کے سب عیسائی بنگئے، ایک عرصہ تک وہان مذہب عیسوی کی اشاعت روزافزون اور ترقی پذیر رہی، یہان تک کہ روم کی اکثر ہمسایہ قومین جلالقہ، صقالبہ، برجان، روس، مصر کے تمام قبطی وغیرہ، نیز تمام اقوام سیہ فام مثل اہل حبش و نوبہ بھی اس مذہب مین داخل ہوگئین

علماء و فلاسفہ شہر رومہ وغیرہ مین اہل روم کے جید حکماء و علماء گذرے ہین، جو مختلف اصناف فلسفہ کے ماہر تھے، اکثر لوگون کی رائے مین وہ مشہور فلاسفہ جنکو ہم اوپر یونانیون مین شمار کر چکے ہین، سب کے سب رومی تھے، مگر صحیح یہ ہے کہ وہ یونانی[2] تھے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے،

---

[1] التنبیہ ص ۱۰۰ مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۲۰ھ مین ترکون کے وحشی قبائل یعنی بجناک یا بجنی، بجغرد اور نوکرد (جو مشرق مین روم کے انتہائی شہرون مین سے شہر ولندر سے منسوب ہوکر ولندریہ کہلاتے ہین) ان پانچ مقامات: طابلا، تراقیہ، مقدونیہ، ملیونسیہ، اور سالونیکہ پر قابض ہوگئے تھے، وہان وہ تاخت و تاراج کرتے پھرتے تھے، اور قسطنطنیہ سے روم تک جو تقریبًا چالیس روز کی مسافت ہے خشکی کا راستہ رد کے ہوئے تھے،

[2] التنبیہ والاشراف ص ۱۱۵ لیڈن،

صل بات یہ ہے کہ ان دونون قومون کی ہمسایگی، اختلاط وانتقالِ سلطنت، اور اتحادِ وطن مملکت کی وجہ سے اکثر لوگون کو ان کے علمار کے مخلوط حالات پہنچے ہین، اسلیے ان حکمار و فلاسفہ کی شناخت مین ان کو دھوکا ہوا ہے، محققین مورخین کے نزدیک یہ دونون قومین علوم فلسفہ کی تحصیل واعتنار مین مشہور اور اہل علم مین بلند رُتبہ ہین، مگر اس مین اہل یونان کا پایہ بلند ہے جس سے خود اہل روم یا کسی اور کو مجالِ انکار نہین ہے، واللہ اعلم،

خلفار عباسیہ کے عہد مین نصاریٰ اور صابئی علما، کی ایک جماعت تھی، مجھے نہین معلوم کہ وہ یونانی تھے یا رومی یا کہ وہ انکی ہمسایہ قومون مین سے تھے، چنانچہ عیسائیون مین

بختیشوع[1] اور اس کا بیٹا جبرائیل بن بختیشوع دونون اعلیٰ درجہ کے طبیب گذرے ہین، بختیشوع پہلے ابو العباس السفاح کا ندیم اور معالج تھا، اس کے بعد ابو جعفر منصور کا ملازم رہا، اسکی وفات کے بعد اس کا بیٹا خلفائے عباسیہ کے دربار مین اسی عہدہ پر مامور ہوا، بختیشوع کی تصانیف فن طب مین مشہور ہین،

یوحنا بن ماسویہ[2] پہلے ہارون رشید اور پھر مامون کا طبیب خاص تھا، خلیفہ المتوکل[3] کے زمانہ تک زندہ رہا، اسی کو ہارون نے قدیم یونانی کتابون کے ترجمہ کا کام سپرد کیا تھا، جو انقرہ[4] (انگورہ) وغیرہ بلادِ روم کی فتح کے زمانہ مین ہاتھ لگی تھی، ان مین سے اکثر کا ترجمہ یوحنا نے کیا، فن طب مین اس کی تصنیفات حسب ذیل ہین :-

---

[1] بختیشوع اور اس کے بیٹے جبرائیل کے مفصل حالات کے لیے دیکھو قفطی ص۱۷۰ ص۳۷۳ طبقات الاطبار ج ۱ ص۱۲۵۔ ص۱۳۸

[2] ابو زکریا یحیی (یا) یوحنا ابن ماسویہ عیسائی طبیب المتوفی ۲۴۳ھ ۸۵۷ء اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو الفہرست ص۲۹۰ طبقات الاطبار ج ۱ ص۱۷۵ قفطی ص۲۴۸۔ ص۲۵۶، ۳ سنہ ۱۳۲ھ

[4] انگورہ، ایشیائے کوچک کا ایک شہر جو آجکل ترکی جمہوریت کا پایۂ تخت ہے،

Marfat.com

(۱) کتاب البرہان
(۲) کتاب البصیرۃ
(۳) کتاب الکمال
(۴) کتاب الحمیات
(۵) کتاب الفصد والحجامۃ
(۶) کتاب الجذام،
(۷) کتاب الحمام
(۸) کتاب اصلاح الاغذیہ
(۹) کتاب المعدۃ
(۱۰) کتاب الادویۃ المسہلۃ
(۱۱) قرابادین معروف بالمشجر[۱]

حنین بن اسحاق ابوزید[۲] حنین بن اسحاق، یوحنا بن ماسویہ مذکور کا شاگرد اور عہدِ اسلام کے ائمۂ مترجمین مین سے تھا، وہ یونانی اور عربی زبان کا عالم تھا، عربی کی تحصیل اس نے بصرہ مین خلیل بن احمد[۳] سے کی تھی، اور سب سے پہلے یہی کتاب العین[۴] کو بغداد مین لایا تھا، خلیل بن احمد سرزمین فارس مین

---

[۱] کتاب المشجر کا ایک قلمی نسخہ بانکی پور (پٹنہ) کے کتبخانہ مین ہی (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص۱۰۳۱) [۲] حنین کے مفصل حالات کیلئے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص۱۶۷، ص۱۶۸ طبقات الاطبا، ج ۱ ص۱۸۴، مت ۲ قفطی ص۱۱۷ مت ۱۲۲، [۳] ابوعبدالرحمن خلیل بن احمد بن عمر بن تمیم الفراہیدی الازدی علم نحو ولغۃ کا امام، اسلام مین یہ پہلا شخص ہی جو بنی صلعم کے بعد احمد کے نام سے موسوم ہوا، سنہ۱۷۰ھ مین اس نے وفات پائی، تفصیل کیلئے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص۱۷۲، بغیۃ الوعاۃ للسیوطی ص۲۴۳ ص۲۴۵ مفتاح السعادۃ ج ۱ ص۹۲ ص۹۶ [۴] خلیل بن احمد نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تھا کہ اسی اثنا مین اس کا انتقال ہوگیا، چنانچہ اسکے تلامذہ نے اسکو پورا کردیا، کہتے ہین کہ خلیل نے جس قدر لکھا تھا وہ سب انھون نے اس مین سے خارج کردیا، اسی لیے تمام علمائے لغت کا اتفاق ہی کہ یہ کتاب خلیل کی تصنیف نہین ہی، معلوم ہوتا ہی کہ چودھوین صدی عیسوی تک یہ کتاب موجود تھی، فی زمانا بالکل مفقود ہے اس کتاب کی ترتیب علم الاعضاء کے اصول پر رکھی گئی ہے، جو عین سے شروع ہوکر یا تک ختم ہوتی ہی، اور اسی لیے اس کا نام کتاب العین رکھا گیا (ابن خلکان ج ۱ ص۱۷۳، بغیۃ الوعاۃ ص۲۴۵ کشف الظنون ج ۲ ص۲۰۹، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۵ ص۷۰ طبع یازدہم) ابوبکر محمد بن الحسن الزبیدی الاشبیلی المتوفی سنہ۳۷۹ھ نے المستنصر کے حکم سے کتاب العین کا مختصر لکھا ہی جسمین وہ خود کہتے ہین کہ کتاب العین خلیل کی اپنی تصنیف نہین ہی مختصر العین کا ایک قلمی نسخہ فاس کے کتب خانۂ جامع القرویین مین محفوظ ہے، بعض حامیانِ ادب عربی نے جنگ یورپ سے قبل اس کتاب کو چھپوانا

Marfat.com

ین بلکہ بصرہ مین گذرا ہے، اور وہین اس نے ۲۷۳ھ مین وفات پائی ہے، خلیل اور حنین کی وفات
ن ۹۰ سال کا تفاوت ہے، فانظر! ابن الندیم نے کتاب الفہرست[1] مین حنین کی تاریخ وفات
زدوشنبہ ۲۳ ماہ صفر ۲۶۰ھ لکھی ہے، اور یہی صحیح ہے (اس کے بیٹے) اسحاق بن حنین
ے ۲۹۸ھ/۹۱۱ء مین وفات پائی،

ابو معشر نے کتاب المذاکرات مین لکھا ہے کہ اسلام مین ماہر مترجمین صرف چار گذرے
ن، حنین بن اسحاق، یعقوب بن اسحاق کندی، ثابت بن قرہ حرانی اور عمر بن فرخان الطبری
ن نے بقراط اور جالینوس کی کتابون کے تراجم کی توضیح وتلخیص کی، اس کی تصانیف[2] بلند پایہ
اعلیٰ موضوعات پر مشتمل ہین (جو حسب ذیل ہین)

(۱) کتاب المنطق (۳) کتاب الاغذیہ

(۲) مبادی منطق (۴) کتاب تدبیر الناقہین

(۵) کتاب ادویۃ المسہلۃ

حنین خلیفہ المتوکل کے عہد مین فوت ہوا، اور اپنے بعد دو بیٹے چھوڑے، ایک کا
م اسحاق اور دوسرے کا نام داؤد تھا، اسحاق[3] فن ترجمہ مین اپنے باپ کا جانشین ہوا اور
ضیات مین ید طولیٰ حاصل کیا، اور داؤد[4] ایک اچھا طبیب بنا،

ع بن حکیم | طب مین اسکی ایک مشہور قرابادین ہے،

حافیہ ص۵۸) شروع کیا تھا، مگر پھر یہ کام کسی وجہ سے رک گیا، (الزہراء ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ ص۱۵۳۰) [1] ص ۲۹۴،

[2] حنین کی تصانیف کے لیے دیکھو طبقات الاطباء ج ۱ ص ۱۹۹ تا ۲۰۰ قفطی ص ۱۱۹ ص ۱۲۰، [3] دیکھو اسحاق کا تذکرہ قفطی مین ص ۵۷

[4] کے مفصل حالات کے لیے دیکھو طبقات الاطباء ج ۱ ص ۲، ص ۲۰۱، ابن خلکان ج ۱ ص ۲۶۷-۲۶۶، [5] ابن ابی اصیبعہ نے
ہا ہے کہ یہ زیادہ مشہور نہین ہوا، نہ اسکی کوئی تصنیف ملتی ہے، صرف اس کی ایک قرابادین پائی جاتی ہے، طبقات الاطباء ج ۱ ص ۱۸۸

Marfat.com

نسطاس ابن جریج مصری[1] اخشید بن طغج[2] کے عہدِ سلطنت مین فن طب کا زبردست ماہر تھا،

ثابت بن قرہ[3] مذہبًا صابی اور حران (شام) کا باشندہ تھا، بڑا فیلسوف تمام علوم اور اصناف فلسفہ کا ماہر، اور اصول کلیاتِ فلسفہ کا پیرو تھا، منطق، حساب، ہندسہ اور نجوم مین اس کی عمدہ تصانیف ہین، یعقوب بن اسحاق کندی اور قسطا بن لوقا کا ہمعصر تھا، اور یہ تینون اسلامی سلطنت مین فلسفہ کے امام سمجھے جاتے تھے،

ثابت نے آفتاب کی متعدد رصد بغداد مین بعہد مامون کی تھی، اس کو اس نے ایک کتاب مین درج کیا تھا جسمین اس نے سنہ شمسی، آفتاب کے مقامِ اوج، سنہ شمسی کی مقدار گردشِ آفتاب کی مقدار اور اس کی صورۃ تعدیل کو بذریعۂ رصد معلوم کرکے بیان کیا ہے،

سنان بن ثابت ثابت بن قرہ کا بیٹا، فن طب کے محققین مین سے تھا، وہ المطیع[4] کی خلافت اور

ثابت بن بویہ[5] دیلمی الاقطع معروف بہ معز الدولہ کے زمانۂ حکومت مین تھا، ابن الندیم نے کتاب[6] الفہرست مین لکھا ہے کہ ثابت بن قرہ کا سنہ ولادت ۲۲۱ھ / ۸۳۶ء اور سنہ وفات ۲۸۸ھ / ۹۰۱ء ہے، ثابت خلیفہ مامون کا زمانہ نہین پایا، بلکہ وہ المعتضد[7] کے آغازِ خلافت مین پیدا ہوا تھا، اور سنان[8] ۳۱

مین اور اس کا بیٹا ثابت بن سنان ۳۶۵ھ / ۹۷۶ء مین فوت ہوا،

---

[1] NICETAS.B. GEORGE قفطی نے اس کو مصری لکھا ہے اور اسکی تصانیف کا ذکر بھی کیا ہے، (تاریخ الحکما صہ ۲۲۱)

[2] اس کا اصل نام ابو بکر محمد بن طغج ہے اور اخشید لقب ہے جس کے معنی ملک الملوک یا شہنشاہ ہین، خاندان اخشید کا فرمانروا المتوفی سنہ ۳۳۴ھ (ابن خلکان ج ۲ صہ ۴۱۰، صہ ۴۱۱)

[3] ثابت کے مفصل حالات کیلئے ملاحظہ ہو ابن خلکان ج ۱ صہ ۱، صہ ۱۰۱، کتاب الفہرست صہ ۲۷۲، طبقات ج ۱ صہ ۲۱۵، صہ ۲۲۰، تاریخ الحکما، صہ ۸۰، صہ ۸۵، وہ سنہ ۲۲۱ھ مین پیدا ہوا اور سنہ ۲۸۸ھ مین فوت ہوا، اسکی کئی تصانیف کے قلمی نسخے یورپ کے کتبخانون اور مصر کی خدیویہ لائبریری مین موجود ہین (اکتفاء القنوع صہ ۲۳۶)

[4] فضل بن المقتدر باللہ عباسی بغداد نہاد خلیفہ سنہ ۳۴۳ھ / ۹۴۶ء مین خلیفہ ہوئے اور تین سال رہکر معزول کئے گئے،

[5] ابو الحسن احمد بن احمد بن ابی شجاع بویہ، عضد کا چچا، عراق و اہواز پر حکمران تھا، ۲۱ سال ۱۱ مہینے حکومت کرنے کے بعد بغداد مین سنہ ۳۵۶ھ مین وفات پائی، (ابن خلکان ج ۱ صہ ۵۶، صہ ۵۷)

[6] صہ ۳۰۲

[7] مامون کے بعد خلیفہ ہوا، از سنہ ۲۷۹ھ تا سنہ ۲۸۹ھ،

Marfat.com

علومِ مصر

اہل مصر ازمنۂ گذشتہ مین صاحب عز وجاہ، اور عظیم الشان مملکت والے تھے، جنپر ان کے آثار قدیمہ یعنی عمارتین، ہیکل، اور دار العلوم، جو اس ملک مین ہمارے زمانہ تک موجود ہین، ان کی نسبت دنیا بھر کا اتفاق ہے کہ ہفت اقلیم مین کہین ان کی نظیر نہین ہے، مصر کے جو آثار قبل طوفانِ نوحؑ موجود تھے ان کے حالات غیر معلوم ہین، البتہ ان مین سے اہرام[1] برابی[2] اور وہان کے پہاڑون مین کھدے ہوئے تہ خانے اب تک باقی ہین،

طوفانِ نوحؑ کے بعد سے اس ملک کی آبادی قبطی، یونانی، رومی، اور عمالیق وغیرہ اقوام سے مخلوط ہو گئی، جنمین قبطیون کی تعداد زیادہ تھی، اسکا سبب یہ تھا کہ مختلف اقوام قدیمہ

---

[1] اہرام دراصل سلاطینِ مصر کے مقبرے ہین، متقدمین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت ادریسؑ نے طوفانِ نوحؑ سے بچنے کے لیے ان کو تعمیر کرایا تھا، اہرام کے متعلق اس قسم کی بے سر و پا روایتین بہت مشہور ہین جو بقول علامہ حموی خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہین رکھتین (معجم ج ۸ ص ۵۵۴) ان کی ساخت اول تو مساکن کے طور پر نہین ہے پھر ان مین سے بعض پختہ اینٹون سے بنے ہوئے ہین، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ سے بچنے کی روایت بے اصل ہے، ظن غالب یہ ہے کہ یا تو یہ صابئہ کے ہیکل اور صنم خانے ہین یا ان کے بزرگون کے مقبرے ہین، ابن فضل اللہ العمری کے نزدیک اسکی قوی دلیل یہ ہے کہ صابئی مذہب کے لوگ ان اہرام کی حج و زیارت کیلئے آیا کرتے تھے، (مسالک الابصار ج ۱ ص ۲۳۵-۲۳۶) سلاطینِ مصر کی قبرین ہونے کی روایت عام طور پر مشہور ہے، اور تسلیم کیجاتی ہے (دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص ۱۲، شمس العلوم للحمیری ص ۱۰۹، مفاتیح العلوم ص ۷۵) [2] مصر کے قدیم مندرون اور ہیکلون کو کہتے ہین، برابی جمع قبطی زبان مین ہیکلون کو کہتے ہین ان مین مختلف قسم کے حیوانات پتھر مین کھدے ہوئے ہین (معجم البلدان ج ۲ ص ۹۵-۹۶) عام طور پر ہر ہیکل اور پرانی عمارت کیلئے بھی یہ لفظ مستعمل ہے (رحلۃ ابن جبیر ص ۶۱ طبع یورپ)

Marfat.com

مثل عمالقہ[1]، اہل یونان، اور رومیون کی مصر مین کثرتِ آمد ورفت کی وجہ سے یہ قومین
مین مخلوط ہوگئین، لہذا ان کی صحتِ نسب مشتبہ ہوگئی، اور ان کی نسل کا خالص ہونا
سے پوشیدہ رہا، اس لیے ہم یہان ان کی جاے سکونت کے لحاظ سے ان کا ذکر
پر اکتفا کرتے ہین،

حدود | بلادِ مصر کی حد طول مین بحرِ روم کے جنوب یعنی برقہ[2] سے لیکر خلیج ایلہ (قلزم) تک
جو بحر الہند (بحر حبش وزنج اور بحر ہند وچین) سے نکلی ہے، اور عدن کا ساحل ہے
کی مسافت تقریبًا چالیس دن کی ہے، عرض مین اسکی حد اسوان سے لیکر جو بالائی مصر
کا ایک شہر ہے، (اور جسکی پیمایش صعیدِ مصر سے سرزمینِ نوبیا تک ہے) شہر رشید[3] اور
بالمقابل ان مقامات تک ہے جہان سے رودِ نیل بحرِ روم مین گرتی ہے، اس کی مسا
تقریبًا تیس دن کی ہے،

مذہب | اہل مصر زمانۂ قدیم مین صابئی المذہب تھے، بتون کی پرستش اور ہیکلون سے
طلب کرتے تھے، پھر دین عیسوی ظاہر ہوا تو عیسائی بنگئے، اور مسلمانون کی فتح مصر
تک وہ اس مذہب پر قائم تھے، پھر مسلمانون کی فتح کے بعد بعض ان مین سے اسلام
اور بقیہ لوگ اپنے مذہب پر بدستور قائم رہے (جنکی نسلین) آج تک (اسلامی حکو
مین) ذمیون کی حیثیت سے رہتی ہین،

---

[1] اصل مین یہ دو مختلف قومون کا نام ہے جنمین سے ایک کو عماق وعمالقہ اور دوسری کو عمالیق کہتے ہین، اول الذ
سے مراد وہ ملوکِ حمیر ہین جو شام مین تھے، موخر الذکر جنھین عمالیق اولی بھی کہتے ہین وادی کنعان اور فلسطین کے باشند
فراعنۂ مصر تھے یہان آخر الذکر مراد ہین شمس العلوم للحمیری ص۲۷۷ [2] ایک ساحلی صوبہ کا نام ہے جو اسکندریہ اور افریقیہ کے مابین واقع ہے
اس مین کئی شہر اور قریے ہین، (معجم البلدان ج ۲ ص ۱۳۳) [3] اسکندریہ کے قریب ساحلِ نیل پر ایک شہر ہے (معجم ج ۲ ص ۲۷۵)

Marfat.com

علوم | قبل طوفانِ نوح جو قدماءِ مصر تھے انھون نے علوم کی طرف توجہ اور حکمت و فلسفہ کے باریک نکتون سے بحث کی تھی، وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ عالمِ کون و فساد مین، نوعِ انسان سے پہلے مختلف قسم کے حیوانات موجود تھے جنکی عجیب و غریب صورتین تھین، جب نوعِ انسانی وجود مین آئی اور ان پر غالب ہو گئی تو اس نے اکثر کو فنا کر دیا اور بقیہ حیوانات کو مار مار کر جنگل مین بھگا دیا، انھی حیوانات مین سے غُول اور سُعالی[1] ہین جنکا ذکر الوصفی[2] نے ان کے بیان کے مطابق اپنی تاریخِ مصر مین کیا ہی، اگر یہ صحیح ہے کہ ان کی یہ رائے تھی تو وہ لوگ اپنی اس رائے مین نظامِ فلسفہ اور قانونِ حکمت سے کس قدر دور جا پڑے تھے![3]

رس مصری | علماء کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ تمام علوم قبل الطوفان کا واضع ہرمس اوّل ہا جو صعید مصر مین سکونت پذیر تھا، اسی کو عبرانی (بنی اسرائیل یا یہود) إخنوخ بن یارد بن

---

[1] غول کی جمع غیلان، اہل عرب اسکو ایک قسم کا حیوان یا شیطان سمجھتے تھے جو ان کے زعم مین انسان کو کھا جاتا ہی (قاموس) بعض فلاسفہ کے نزدیک غول ایک انوکھی قسم کا حیوان ہی جو انسان اور حیوان دونون سے مشابہت رکھتا ہے، (مروج الذہب بحاشیہ نفح الطیب ج ۲ ص ۲۷) سعالی جمع ہے سِعْلاۃ کی، از قسم جنیات، کہتے ہین کہ یہ جنون کی ساحرہ ہوتی ہی (روض الانف ج ۱ ص ۳۱) زمخشری کی رائے مین غول "مردم خوار حیوانات یا آدمیون کی قسم سے ہے، (کشاف ص ۱۲۰۵ طبع کلکتہ) سعلاۃ اور غول در اصل ایک ہی قسم کے خیال کئے جاتے ہین، [2] اس نام کے کسی مصنف کا پتہ نہین چلتا، امام سیوطی نے حسن المحاضرہ کے دیباچہ مین ان تمام کتابون کے نام گنائے ہین جو تاریخ مصر پر لکھی گئی ہین مگر ان مین بھی الوصفی کی کسی تاریخ کا ذکر نہین ہے، طبقات الامم کے ایک نسخہ مین اسکو الوصیفی لکھا ہے، شاید یہ الصدفی کی تصحیف ہو کہ مصر کے نامور مورخ عبدالرحمن بن احمد بن یونس الصدفی المتوفی ۳۴۷ھ کی تصنیف سے دو کتابین تاریخ مصر پر ہین، (ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲۷) ایک کتاب کا نام العقیدہ فی اخبار الصعید اور دوسری کا نام طبقات العلماء المصرین ہے (اکتفا، ص ۲۴۵) بہت ممکن ہی کہ یہ "کتاب الموصلی فی اخبار مصر" ہو جس کا ذکر امام ابن حزم نے اپنے رسالہ مین کیا ہے، (دیکھو نفح الطیب ج ۲ ص ۱۳۰) [3] دیکھو تذکرۂ مصنف شروع کتاب مین،

Marfat.com

مہلائیل بن انوش بن شیث بن آدم (علیہم السّلام) کہتے ہین، اخنوخ سے مراد ادریس علیہ السّل
ہین، کہتے ہین کہ یہی سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے جواہر علویہ (اجرام سماوی) اور حرکات
کو بیان کیا ہے، انھین نے سب سے اوّل ہیکل تعمیر کرکے ان مین خدائے تعالیٰ کی بزرگی اور بڑ
بیان کی، اور پہلے پہل انھین نے علم طب کو دریافت کیا، اور اپنے زمانہ کے لوگون کے لیے ا
ارضی وسماوی کے بیان مین قصائد موزون کئے، کہتے ہین کہ سب سے پہلے انھین نے لوگون کو ط
سے ڈرایا اور خبر دی کہ ایک بلائے آسمانی آگ اور پانی کی شکل مین زمین پر نازل ہونیوا
ہے، چنانچہ اس خوف سے کہ کہین علوم وفنون تلف اور برباد نہ ہو جائین انھون نے صعـ
مین اہرام اور برابی تعمیر کرائے، اور تمام علوم وفنون، صنائع وآلات کو ان مین منقوش ا
کندہ کرا دیا، تاکہ ان کے بعد آنے والون کے لیے علم کا فیضان جاری رہے، اور اون
نقش دنیا سے مٹنے نہ پائے،

علوم اور علما، طوفانِ نوح کے بعد مصر مین ریاضیات، طبعیات، الٰہیات وغیرہ علوم فلسـ
طلسمات ونیرنجات[1]، مرایائے محرقہ[2] اور فن کیمیا وغیرہ کے علما موجود تھے، قدیم زمانہ مین مـ
دارالعلم اور پایۂ تخت شہر مَنُف تھا، جو فسطاط سے بارہ میل کی مسافت پر واقع ہے، لیکـ
اسکندر نے شہر اسکندریہ آباد کیا تو لوگ وہان کی خوشگوار آب وہوا کی وجہ سے مَنُف
چھوڑ کر اسکندریہ چلے گئے، اسی زمانہ سے یہ مصر مین علم وحکمت کا مرکز بنگیا، پھر جب مسلمانـ

---

[1] نیرنگ کا معرب ہے جس کے معنی "افسون" کے ہین،

[2] علم المناظر کی ایک شاخ ہے، اس فن مین مسلمانون کی تصانیف کے نام ابن الندیم نے لکھے ہین، معلوم
کہ مسلمان اس علم کے ذریعہ سے جنگی امور مین مدد لیتے تھے، فوج کشی اور قلعون کے محاصرہ مین اس فن سے
جاتا ہے (دیکھو کشف الظنون ج ۲ ص۱۱۷۶، مفتاح السعادۃ ج ۱ ص۳۱۲)

Marfat.com

صر کو فتح کر لیا اور حضرت عمرو بن عاص رضؓ نے دریاے نیل کے کنارے مصر کا مشہور شہر فسطاط آباد
یا تو اہل مصر کے علاوہ عرب و عجمی سب وہان جا بسے، اس وقت سے لیکر آج تک وہ مصر
کا پایۂ تخت ہے،

ہرمس ثانی مصر کے قدیم علما مین ہرمس ثانی ایک جید فلسفی، زبردست سیاح، علم جغرافیہ، شہرون
کی بنا، اور ان کے باشندون کی طبائع کا بہت بڑا ماہر تھا، فن کیمیا مین اس کی ایک معرکۃ الآرا
تصنیف ہے، نیز زہریلے حیوانات کے بیان مین اس کی ایک کتاب ہے،

بر قلس اسکندرانی[1] علم حساب کا عالم تھا، اسکی تصنیف سے ایک کتاب مقالات الاربع عدد کی
حقیقت اور اس کے خواص مین ہے،

تاؤن اسکندرانی[2] ہندسہ، ہیئت و نجوم کے علما مین سے تھا، اس کی ایک تصنیف کتاب الافلاک
ہے، جسمین اس نے ہیئتِ افلاک، ان کی تعداد، حرکاتِ نجوم کی مقدار کو غیر مدلل طور پر اسی
طرح لکھا ہے جس طرح بطلیموس نے اپنی کتاب المجسطی مین لکھا ہے، اس کی ایک اور تصنیف
کتاب القانون ہے جسمین اس نے بطلیموس کی رائے کے مطابق کواکب کی تعدیل اور ان کی تقویم
کی تشکلون کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ماہرینِ طلسمات کی رائے کے مطابق اس مین
حرکاتِ اقبال و ادبارِ فلک کا اضافہ کیا ہے،

---

[1] (PROCLUS) مشہور ریاضی عالم، پانچوین صدی عیسوی مین گذرا ہے، قفطی نے اس کا نام برقطوس
لکھا ہے (صفحہ) جو برقلس کی تصحیف ہے، اسطرلاب ذات الحلق پر اس کی ایک کتاب ہے۔

[2] (THEON) چوتھی صدی عیسوی کے وسط مین گذرا ہے، اس کی زیج کا عربی ترجمہ ہوا تھا، قفطی نے
(صفحہ) اسکا مختصر تذکرہ لکھا ہے، پھر صفحہ ۳۰۱ پر فنون کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونون ایک ہی ہین
اور کہ فنون تاؤن کی تصحیف ہے،

Marfat.com

اسطانوس[1] مصر کے علما، واعیان مین سے تھا، فن کیمیا مین اسکی معرکۃ الآرا تصانیف ہین،

علماے اسکندریہ انھی مین سے وہ علماے اسکندریہ بھی تھے جنھون نے حکیم جالینوس کی کتابون کا اختصار کر کے مکالمات کے طور پر ان کو مرتب کیا، ان کتابون کا حسنِ اختصار، اصولِ کلام سے ان کی واقفیت فن طب مین ان کی دسترس پر شاہد ہے،

انقیلاؤس[2] ان سب کا سرگروہ انقیلاؤس تھا، جس نے جالینوس کے متفرق کلام سے تیرہ مقالے "اسرارِ حرکت" پر جمع کئے جو اس موضوع پر ہین کہ اگر کوئی شخص کسی مرضِ مزمن مین مبتلا ہونے کی حالت مین جماع کرے تو اس کو کیا ضرر پہنچیگا، اور یہ کہ کس چیز سے اسکی یہ مضرت دفع ہو سکتی ہے

علماے احکام نجوم ان کے علما منجمین مین سے ایک والیس[3] ہے، اسکی مشہور تصنیف کتاب البرہ رومی ہے، جسمین اس نے موالید ثلاثہ اور ان سے پہلے جو چیزین پیدا ہوئین ان کو احکامِ نجوم کے مقدمہ کے طور پر بیان کیا ہے، اور ایدغز[4] (اندرزگر) نے اپنی کتاب الموالید مین ولیس سے نقل کیا ہے کہ موالید پر اسکی دس کتابین ہین، جو اس موضوع پر لکھی ہوئی تمام کتابون کے ہین، اور اسکا قول ہے کہ جس علم کی نسبت کوگون کا خیال ہو کہ وہ ان کتابون مین نہین ہے، مین اسکی تصدیق نہین کر سکتا کہ وہ موجود تھا یا ہوگا،

حکمو

مذکورۂ بالا علماے اسکندریہ کا زمانہ خاص اور مکمل حالات مجھے نہین معلوم ہوئے، اور مصریون فلسفہ سے ان شہادتون کے لحاظ سے جو صعید مصر کے آثار اور اس کے اطراف کے وہ عظیم الشان کارنامے عجائب ابرابی کی صورت مین انکی وسعتِ علم اور نفاستِ طبع پر دلالت کرتے ہین، دے رہے ہین ہم تک بہت کم پہنچا ہے

---

[1] غالباً یہ اصطفانوس الاسکندرانی (STEPHEN) ہے [2] دیکھو قفطی ص۵۱، طبقات الاطبا ج ۱ ص۱۰۳ [3] تعجب ہے کہ حکما صاعد نے والیس کو کلدانی علما مین شمار کیا اور دوسری جگہ پھر اسی کو مصری علما مین بیان کرتے ہین، [4] یہ فارسی لفظ اندرزگر کی بدترین تصحیف ہے، فارسی مین اس کے معنی مشیر یا معلم کے ہین، مستشرق ٹلینو کی رائے مین اندرزگر بن زاذان فرخ نامی ایک ایرانی منجم تھا جو دولت ساسانیہ کے آخر مین یا پہلی صدی ہجری مین گذرا ہے، یہ اسی کی کتاب ہے جو پہلوی سے عربی مین ترجمہ کی گئی تھی (علم الفلک ص۲۱۲)

Marfat.com

علومِ عرب

اہل عرب کے دو فرقے ہین :-

۱- عرب بائدہ ، ۲- عرب باقیہ

بائدہ ان کی تعداد کثیر تھی، مثل عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالقہ، جرہم، جنکا نام ونشان انقلاب نے صفحۂ دہر سے مٹا دیا، حالانکہ ان کے بادشاہ جلیل القدر اور ان کے حالات عام طور مشہور تھے، جن کے وجود سے عالمانِ تاریخ قدیم کو انکار کی گنجایش نہین ہے، صدیون پیشتر کے انقراضِ مملکت کی وجہ سے ان کے حالات مفقود اور ہمارے لیے ان کے آثار واقفیت حاصل کرنے کے اسباب منقطع ہو گئے ہین،

باقیہ اسکی دو اصلین قحطان اور عدنان ہین، اور ان کی دو حالتین ہین :-

۱- جاہلیّت ۲- اور اسلام

جاہلیت اپنی عظمت شان کے لحاظ سے مشہور ہین، پہلے ان کا بادشاہ قبیلۂ قحطان مین سے تھا، پھر قبائلِ حمیر، ہمدان، کندہ، لخم، دوس اور حنفہ مین سے ہونے لگا، ان مین شاہی خاندان صوار کا تھا جو عبد شمس (ابن وائل بن یغوث بن حیران بن قیطان بن عمریب بن یرین امین بن ابی الہمیسع بن حمیر[1]) کے قبیلہ سے تھا، اور باقی تمام ملوکِ (قبائل) ان کے تھے، ملوک سادہ، جبابرہ اور تبابعہ اسی خاندان بنی صوار مین سے تھے جو قدیم جاہ وعظمت کے

---

[1] یعنی برباد ہو جانے والے قبائل، ان کو عرب مورخین بائدہ اسلیے کہتے ہین کہ وہ اپنے ملک (عرب) سے نکل کر برباد گئے، یا انقلابات وحوادث سے مٹ گئے، [2] دیکھو تاریخ ابن خلدون (ج ۲ ص۱۵ طبع مصر)

Marfat.com

مالک تھے اور مضبوط سلطنت رکھتے تھے، انھون نے کئی ممالک پر تاخت وتاراج کرکے ا
متزلزل کر دیا، اور تمام دنیا مین سب سے زیادہ عظیم الشان یادگارین اور اپنے مشہور حالا
چھوڑ گئے، مثل یعرب بن قحطان، سبا بن یشجب، حارث الرائش، ابرہتہ ذوالمنار، ع
الاذعار، افریقس (بانیِ افریقہ) شمر یرعش (بانیِ سمرقند) تبع اکبر، تبع اوسط، جس کا نام اسعد
کنیت ابوکرب[1] تھی، اسی کی نسبت ابوتمام[2] (شاعر) شہر عمّوریہ[3] کی تعریف کرتے ہوئے کہتا

وبرزۃ الوجہ قد أعیت ریاضتھا — اس (عمّوریہ) کے بے نقاب چہرہ پر قابو پانے
کسریٰ وصدت صدودًا عن ابی کرب[4] — تک عاجز آگیا اور اس نے ابوکرب سے بھی بے ر

تبعِ اصغر کا نام عمرو بن حسان بن ابوکرب ہے، آثارِ احکام نجوم مین ان ملوکِ عرب کا
خاص مسلک تھا، اور طبائعِ نجوم کے علم کی طرف وہ خاص طور پر مائل تھے، ہمدانی (ابومح
بن احمد بن یعقوب) نے کتاب الاکلیل مین (جو حمیر کی تاریخ اور ان کے انساب پر
لکھی ہے) لکھا ہے کہ ملوکِ حمیر اپنے عمّال اور سردارانِ لشکر کو تا وقتیکہ ان کا زائچۂ ولا
معلوم کر لیتے اور اس کے بروجِ فلک وکواکب کے دلائل کو اپنے دلائل کے مطا
موافق نہ پا لیتے مقرر نہین کرتے تھے، جب وہ کسی قوم کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے تو ا
نیک ساعتین اختیار کرتے اور قیام وبقاے سلطنت کے لیے زمانۂ دراز تک طالع نیک
کیا کرتے، جب کہ وہ ان کے حسب منشا ہو جاتے تو وہ فتح ونصرت اور عزت وشہر

---

[1] قبیلۂ جرہم کا تاجدار، ین اسکو تبع بھی کہتے ہین (دیکھو سیرۃ ابن ہشام بر حاشیۂ روض الانف ص۲۳ ۔ ص۲۴ ومتن سمط شمس العلوم ص۱۲) [2] عربی کا نامور شاعر صاحب حماسہ (سنہ ۱۹۲ھ، سنہ ۲۳۱ھ) مفصل حالات کے لیے دیکھو ابن خ ج ۱ ص۱۲۱ نزہتہ الالبا ص۲۱۳، [3] رومیون کے ایک شہر کا نام، اسکو AMMORUIM بھی کہتے ہین، ابوتمام [4] پچھلے زمانہ مین ایرانیون کی حکومت ایشیاے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی اور وہان رومن ایمپائر سے انکی مع لڑائیان ہوئی تھ

تب حاصل کر لیتے تھے، لیکن انھون نے کواکب کو بذریعۂ رصد معائنہ کرنے اور ان کی
ت کو معلوم کرنے کی طرف توجہ نہین کی تھی اور نہ علومِ فلسفہ سے کچھ حاصل کیا تھا، اسی طرح
نہین معلوم ہوا کہ عہدِ جاہلیت کے بادشاہون نے ان علوم سے کچھ بھی بحث کی ہو،

عرب جاہلیت | ملوکِ عرب کے علاوہ، عہدِ جاہلیت کے عام عرب ان دو طبقون مین منقسم
تھے:

۱- اہل مدر، یعنی شہر کے باشندے، جو کھجورون اور انگورون کی کاشت اور مویشیون
ات بسر کرتے تھے، تجارت کے لیے مختلف ممالک مین جاتے اور اسی قسم کے اور پیشے
رتے تھے، مگر ان مین کوئی مشہور فلسفی یا عالم نہین پیدا ہوا،

(۲) اہل وبر[1]۔ بادیہ نشین اور صحرانورد تھے، اونٹون کے دودھ اور گوشت پر بسر کرتے تھے،
ب چارہ اور پانی کے تلاش کرنے اور صحرانوردی کا زمانہ آتا تو جدھر بجلی کے چمکنے ابر کے
ٹھنے اور رعد کے کڑکنے کے آثار معلوم ہوتے وہ اس طرف جانورون کو چرانے لیجاتے
بارانی مقامات کی جستجو کرتے پھرتے اور جب تک گھاس چارہ مساعدت کرتا اور اونٹون
رانا ممکن ہوتا، اس وقت تک وہ وہان خیمہ زن ہوتے، پھر سبز گھاس اور پانی کی تلاش مین
ں کھڑے ہوتے، اسی طرح ہر وقت سفر و حضر مین ان کی زندگی بسر ہوتی تھی، جیسا کہ
نقب العبدی[2] (شاعر) اپنی اونٹنی کی نسبت کہتا ہے:-

تقول اذا درأت لها وضینی	جب مین اس (اونٹنی) کے پالان پر تنگ کسکر باندھتا
أهذا دينه ابدا ودينی	ہون تو کہتی ہے "ہائے کیا یہی دائمی سفر و اقامہ اسکی اور میری
أكل الدهر حل[3] وارتحال	عادت بنی رہیگی، کیا سدا یہی سفر و قیام لگا رہیگا؟ ترس یہ مجھپر
أما يبقى علی ولا يقينی	کیون نہین کھاتا اور مجھے کیون نہین بچاتا"

---

[1] دبر یعنی اون، چونکہ یہ لوگ اون کے بنائے ہوئے خیمون مین رہا کرتے تھے اسلئے ان کو اہل وبر کہتے ہین۔ [2] محصن بن شابہ قدیم
جاہل شاعر، اس نے اپنا نام المثقب رکھ لیا تھا، (تفصیل کے لیے دیکھو الشعر و الشعراء لابن قتیبہ ص۸۸، طبع مصر)،
[3] المثقب کا یہ قصیدہ بتما مہا المفضلیات ج۲ ص۱۲ اور تمام طبقات الشعراء لابن سلام مطبوعہ لیڈن ص۶۹ مین موجود ہے،
اور تہذیب الالفاظ ص۶۱ مین تبریزی نے تقول اذا الخ کی شرح بھی لکھی ہے۔

Marfat.com

سخت گرمیون اور موسم بہار مین ان کا یہی طریقہ تھا، مگر جب جاڑون کے دن آ
اور زمین سرد ہو جاتی تو وہ عراق کے سبزہ زار دن اور نواح شا
مین چلے جاتے، اور شہرون اور گانون کے قریب جا بستے، جہان وہ صعوبات زند
اور مصائب زمانہ کی مشقتین جھیلتے اور جب تک وہان رہتے متفق ہو کر ضروریات زند
مین ایک دوسرے کے شریک حال، اور دشمنون کے دفاع، ہمسایونکی امداد، اور عورتو
کی حفاظت کے لیے ہر وقت مستعد رہتے تھے،

مذاہب عرب قبل از اسلام[1] باین ہمہ ان کے مذاہب مختلف تھے، قبیلۂ حمیر آفتاب پرست
بنی کنانہ چاند کو پوجتے تھے، اور قبیلۂ بنی تمیم دبران[2] کی عبادت کرتا تھا، اسی طرح قیس
عبور[3] کی، قبیلۂ اسد عطارد کی، اور لخم وجذام مشتری کی پرستش کرتے تھے، قبیلۂ طے سہیل
پرستار تھا، ثقیف وایاد لات نامی بت کو (جو بالائے نخلہ[4] مین تھا) پوجتے تھے، پھر ایاد
بکر بن وائل کعبۂ سنداد[5] کی پرستش کرنے لگے، بنی حنیفہ[6] نے اپنا ایک بت حیس (کھجورون

---

[1] مذاہب عرب کی تفصیل کے لیے دیکھو الملل والنحل للشہرستانی ج ۳ صفحہ ۲۱۹، صفحہ ۲۳۶ بر حاشیۂ ابن حزم اصنام عرب کے
ہشام بر حاشیۂ روض الانف للسہیلی صفحہ ۶۱ [2] چھوٹے ستارون مین سے ہے، [3] شعریٰ نام کے دو ستارے ہین ایک
شعری العبور اور دوسرے کو شعری الغمیصاء کہتے ہین، اول الذکر برج جوزاء کے ستارون مین سے ہے، اور کلب ا
کہلاتا ہے، ثانی الذکر روشنی مین کم ہے اور یہی ایک ستارہ ہے جو آسمان کو عرضاً طے کرتا ہے، اسی کی نسبت یہ ارشاد الہ
کہ "انہ ھو رب الشعریٰ" (بلوغ الارب ج ۳ صفحہ ۲۲۲) [4] مابین مکہ وطائف ایک مقام کا نام ہے، [5] کوفہ کے اسفل
نجران کے اس پار واقع ہے، یہ نام دراصل ایک نہر کا ہے جو اس مقام پر تھی اور جہان قبیلۂ ایاد اترا کرتا تھا، وہان "ذوداد
نام کا ایک قصر بنا ہوا تھا جسکے حج کو قبیلۂ ایاد کے لوگ جایا کرتے تھے، (معجم البلدان ج ۵ صفحہ ۱۲۹۔ صفحہ ۱۵۰) [6] عرب کا ایک مشہور قبیلہ جو
وائل کی ایک شاخ تھا، سنہ ۹ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تھا، مسیلمۂ کذاب اسی قبیلہ

Marfat.com

ی سے ملاکر بنایا ہوا) سے بنا رکھا تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے، ایک سال جب قحط پڑا تو
ہ اس کو نوش کر گئے، چنانچہ ایک شاعر[1] ان کی نسبت کہتا ہے،

اکلت حنیفة ربہا — بنی حنیفہ نے قحط سالی کے ایام مین
عام التقحم والمجاعہ — اپنے رب کو کھالیا، اور اپنے خدا کا مطلق
لم یحذروا من ربہم — اندیشہ نہ کیا کہ انجام کار انھین کیا
سوء العواقب والتباعہ — سزا ملے گی،

ابن قتیبہ[2] نے لکھا ہے کہ قبائلِ ربیعہ وغسان اور بنو قضاعہ مین سے بعض نصاریٰ تھے،
میر، بنو کنانہ، بنو حرث بن کعب، اور کندہ کے قبائل یہودی تھے، بنو تمیم مجوسی تھے اور زرارہ
ن عدس، اس کا بیٹا حاجب، اقرع بن حابس، اور وکیع بن حسان کا دادا ابو سود انھین
ین سے تھے، الحاد وزندقہ قریش مین حیرہ کے باشندون سے آیا تھا، اور بت پرستی کا عرب
ین عام رواج تھا، اس کے بعد مذہب اسلام کا ظہور ہوا،

عرب کے بت پرست عرب کے تمام بت پرست توحید کے قائل تھے[3] ان کی بت پرستی دین
صابئہ (یعنی کواکب اور ہیکلون مین ان کے نام پر بنائے ہوئے بتون کی تعظیم) کی قسم سے
تھی، وہ ایسی بت پرستی نہ تھی جیسا کہ مذاہب امم سے ناواقف لوگون کا خیال ہے، یعنی کہ
وہ ان بتون کو دنیا کا خالق مانتے تھے، حالانکہ کوئی صائب الرائے اور عقلمند آدمی اس
رائے کو ہرگز تسلیم نہ کریگا، خود ارشادِ خداوندی اس کی بیّن دلیل ہے :-

ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ — ہم ان بتون کو صرف اس لیے پوجتے ہین کہ وہ ہم کو

[1] اس شاعر کا نام نہین معلوم ہو سکا، مسیلمۂ کذاب سے پہلے زمانۂ جاہلیت مین انھون نے یہ بت بنایا تھا، البیرونی نے آثار الباقیہ صـ۲۱ مین یہ اشعار نقل کئے ہین، نیز دیکھو محیط المحیط لفظ "تبع" [2] کتاب المعارف طبع مصر صـ۳۵
[3] مسعودی برحاشیۂ مقری ج ۱ صـ۲، وج ۲ صـ۶، ایمان العرب فی الجاہلیہ للنجیرمی صـ۱۲۔ صـ۱۳،

Marfat.com

سُر نفی[1] خدا سے قریب کردین،

البتہ بعث ونشر اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے انکار[2] پر نص قرآنی وارد ہوئی، کہ ان مین سے عام طور پر لوگ ان کے منکر تھے، اور معاد، اور جزا وسزا کے قائل نہ تھے عالم کو اگرچہ مخلوق وحادث مانتے تھے، لیکن اس کو ابدی سمجھتے تھے، بعض ان مین سے ایسے بھی تھے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے معتقد تھے، چنانچہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر کسی کی قبر پر اونٹنی[3] ذبح کیجائے تو وہ حشر کے دن اس پر سوار ہو کر اُٹھے گا، اور جس کسی نے ایسا نہین کیا تو اس کا حشر پیدل ہوگا، اس کے متعلق جریۃ بن اشیم فقعسی[4] (جاہلی شاعر) اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے

یاسعد إمّا اهلکنّ فانّنی	ای سعد! اگر مین مرجاؤن (تو یاد رکھ)
اوصیك أنّ اخا الوصاة الاقرب	مین تجھے وصیت کرتا ہون کہ وصیت قریب ترین انسان ہی کو کیجاتی ہے
لاتترکن اباك یمشی خلفهم	کہین اپنے باپ کو اس حال مین نہ چھوڑنا کہ سب اٹھنے والون کے پیچھے
لعبًا یخرّ علی الیدین وینکب[5]	ہاتھون کے بل گرتا اور لڑکھڑاتا ہوا چلے،
إحمل اباك علی بعیر صالح	ایک بہترین اونٹ پر اپنے باپ کو سوار کیجیو اور
وتّق الخطیئة انّه هو أصوب	گناہ سے بچیو کہ یہی عمدہ بات ہے،

---

[1] سورۃ الزمر ع ۴، [2] انکار بعث ونشر پر نص قرآنی وارد ہوئی ہے: قالوا ان هی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یهلکنا الا الدهر وما لهم بذالك من علم ان هم الا یظنون (دیکھو مسعودی برحاشیۂ مقری ج ۲ ص ۶) [3] اس اونٹنی کو وہ بلیۃ کہتے تھے (روض انف) [4] جریۃ بن الاشیم بن عمرو بن وہب بن دثار بن نفیس بن طریف، مطیر بن الاشیم کا بھائی، یکے از شیاطین بنی اسد شرح حماسہ ج ۲ ص ۱۲۹ طبع مصر، [5] یہ اشعار ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۱۳۶ مصر اور شہرستانی پر ابن حزم ج ۱ مین (باختلاف بعض الفاظ) موجود ہین، ان کے علاوہ یہ اشعار ہم کو کہین نہین ملے،

Marfat.com

ولعلی مما ترکت مطیۃ — شاید میرے ترکہ مین سے بھیڑ کے بچون کی ایک اونٹنی بھی ہے اور جب وقت
فی البھم ارکبھا اذا ئیل ارکبُ[1] — ہونے کی اجازت ملے گی تو مین اس پر سوار ہو سکون گا،

علوم عرب لغت، شاعری، اور خطابت اہل عرب کے علوم و فنون تھے، جنپر وہ بہت مفتخر اور نازان تھے اور یہی ان کی تاریخ و سیر اور جغرافیہ کی کان ہین، ابو محمد ہمدانی لکھتے ہین، کہ عجمیون اور عربون کی تاریخ صرف اہل عرب ہی سے حاصل ہوئی ہے، کیونکہ عمالقہ، جرہم، آل سمیدع بن ہوتہ، اور بنی خزاعہ جو مکہ مین سکونت پذیر ہوئے، ان کو عرب عاربہ، فراعنۂ مصر اور اہل کتاب کے حالات کا پورا علم تھا، اور وہ تجارت کے لیے مختلف ملکون اور شہرون مین جاتے تھے، اس لیے ان کو ان مقامات کے باشندون کے تاریخی حالات سے واقفیت حاصل ہوئی، اسی طرح اسعد ابوکرب اور بخت نصر کے عہد سے عرب کے جو لوگ حیرہ مین عجمیون کی ہمسائگی مین مقیم ہوئے ان کو اہل عجم کے حالات و اخبار، حمیر کی لڑائیون، اور ممالک پر ان کی فوج کشیون کا علم ہوا، عبید بن شریہ[2]، محمد بن السائب الکلبی[3]، اور ہیثم بن عدی[4] نے تمام حالات انھی سے روایت کیے ہین،

[1] امام سہیلی نے صرف یہ شعر، روض الانف ص۹۶ مین بلا نام شاعر، خطابی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور "یمشی خلفہ" کی جگہ "یحشر مرۃ" اور "تعبا" کی جگہ "عدوا" لکھا ہے۔ [2] عبید بن شریۃ الجرہمی اس نے اسلام کا زمانہ پایا تھا، اور مشرف باسلام ہوا تھا، امیر معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس کو صنعاء (یمن) سے دمشق بلوایا تھا، جب حاضر ہوا تو اس سے گذشتہ اخبار و حالات اور شاہان عرب و عجم کی تاریخ، زبانون کے باہمی اختلاف اور نوع انسان کے مختلف بلاد مین متفرق ہونے کے اسباب دریافت کیے، عبید نے اس کے جو جوابات دیئے وہ امیر معاویہ کے حسب الحکم مدون، اور عبید کی طرف منسوب کیے گئے، کتاب الملوک واخبار الماضین، اور کتاب الامثال اسکی تصانیف ہین، عبید عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہا (الفہرست ص۸۹، ابن خلکان ج ۲ ص۳۰۳) جاحظ لکھتا ہے کہ فلسفہ، فن تقریر اور فن سیاست مین عبید بن شریہ جرہمی نہایت قدیم شخص ہے، (البیان والتبیین ج ۱ ص۱۳۶) سجستانی نے کتاب المعمرین (ص۳۹، ص۴۱) مین معاویہؓ کے ساتھ اس کے بعض سوال و جواب

اسی طرح قبیلۂ غسان کے جو مشائخ شام مین داخل ہوئے وہ رومیون، بنی اسرائیل، اور یونانیون کے حالات واخبار سے باخبر تھے؛ قبیلۂ تنوخ وایاد کے جو لوگ بحرین مین وارد ہوئے ان سے طسم وجدیس کے حالات اور نصر کی اولاد مین سے قبیلۂ ازد کے جو لوگ عمان مین پہنچے ان سے سندھ، ہندوستان، اور ایران کے بہت سے حالات معلوم ہوئے، طے کی دو دو پہاڑیون (آجا وسلمیٰ) مین جو لوگ رہے ان سے آل اذینہ اور جرامقہ کے حالات پہونچے، جو لوگ یمن مین اقامت گزین ہوئے ان کو تمام قومون کے حالات سے آگاہی حاصل ہوئی، کیونکہ ان کو حمیر کے دارالسلطنت مین ان کے زیر سایہ رہنے کا موقع ملا جو مشرق ومغرب اور جنوب وشمال مین آتے جاتے رہتے تھے[1] ان مین سے کوئی بادشاہ ان ممالک اور وہان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نقل کیے ہین، اسکی کتاب اخبار الماضیین کے اقتباسات مسعودی کی کتاب مین پائے جاتے ہین، مسعودی کے زمانہ تک یہ کتاب عام طور پر مشہور ومتداول تھی (مروج الذہب ج ۲ بر حاشیہ مقری (صفحہ ۱۶۲) اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ حیدرآباد کے کتب خانہ مین موجود ہے جیسا کہ ہمارے دوست پروفیسر میمن عبدالعزیز صاحب نے ہم سے ذکر کیا ہے،

[2] ابو المنذر محمد بن السائب، ابن الندیم نے بحوالۂ ابن الکوفی محمد بن ملک لکھا ہے تفسیر، انساب کا ماہر، کوفہ کا باشندہ تھا، اور وہین ۱۴۶ھ مین وفات پائی، ابن خلکان ج ۱ صفحہ ۹۳ ۔ ۹۴، ابن الندیم (الفہرست صفحہ ۹۵ ۔ صفحہ ۹۸) نے اس کی ۱۴ تصانیف کا ذکر کیا ہے، جن مین سے جمہرۃ النسب اسکوریال کے کتب خانہ مین اور اسکی دوسری جلد برٹش میوزیم مین موجود ہین، اسکی کتاب الاصنام باعتناء احمد زکی پاشا ۱۹۱۴ء مین چھپ گئی ہے، ابن الانباری نے اپنی شرح مفضلیات مین اس کی کتاب الکلاب کا اقتباس نقل کیا ہے،

[3] ابو عبدالرحمن ہیثم بن عدی اخبار واشعار عرب کا مشہور راوی خارجی تھا، خلفاء عباسیہ مین سے منصور، مہدی، اور رشید کی مجلس مین باریاب ہوتا تھا، اسکی تصنیف سے کئی کتابین ہین ۱۳۰ھ مین پیدا ہوا اور ۲۰۶ھ مین وفات پائی، (ابن خلکان ج ۲ صفحہ ۲۰۳ تا صفحہ ۲۰۶)

[4] ابن خلدون کے نزدیک سلاطین حمیر کا یمن سے براہ مغرب افریقہ وبربر تک اور مشرق کی طرف سے ترک اور تبت کے شہرون پر حملہ آور ہونا از قبیل خرافات ہے، ملاحظہ ہو مقدمۂ تاریخ،

باشندون کے حالات معلوم کئے بغیر کسی ملک پر چڑھائی نہین کرتا تھا،

اہل عرب قوتِ گویائی اور لطافتِ زبان کے سبب سے روایات کو بکثرت یاد رکھتے تھے کیونکہ وہ فلک بروج کے اوس درمیانی دائرہ کے نیچے رہتے تھے جو آفتاب کی رفتار سے پیدا ہوتا ہی اور جس مین "ہفت کواکب" (جو تمام چیزونکے حالات بتاتے ہین) گھومتے رہتے ہین،

ہیئت ان علوم کے ساتھ اہل عرب کو ستارون کے اوقاتِ طلوع وغروب اور انوار (نکھتر و) وامطارِ کواکب کا علم تھا، اس علم کو انھون نے معرفتِ حقایق کے لیے علمی طور پر حاصل نہین کیا تھا، بلکہ اس کو انھون نے کثرتِ اعتنا، اور تجربۂ طویل سے حاصل کیا تھا کہ اسبابِ معیشت کی فراہمی مین ان کو اس علم کے جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی، انوار کواکب مین ابوحنیفہ احمد بن[1] داؤد الدینوری کی ایک عمدہ کتاب[2] ہے جو علم نجوم سے متعلق عربون کے علم ہیئت، انوار کواکب[3] اور

---

[1] نحو، لغت، ہندسہ، حساب اور ہیئت کے نامور عالم، عابد وزاہد اور ثقہ تھے، مختلف اصناف علوم مین انکی تصنیفات ہین، بعض محققین کا خیال ہے کہ ابن قتیبہ نے ان کی بعض کتابین اپنے نام سے منسوب کرلی ہین، (مروج الذہب برحاشیۂ مقری ج ۲ ص ۱۱۳) جمادی الاول ۲۸۲ھ مین اور بقول بعض ۲۹۰ھ مین وفات پائی، معجم الادبا، ج ۱ ص ۱۲۳۔ ص ۱۲۷، نزہتہ الالبا لابن الانباری ص ۳۰۶، خزانۃ الادب للبغدادی ج ۱ ص ۲۵، بغیۃ الوعاۃ للسیوطی ص ۱۳۲

[2] کتاب الانواء کا ذکر ابن الندیم نے الفہرست (ص ۵۸) مین، البیرونی نے آثار الباقیہ (ص ۳۳۶ ص ۳۴۱) مین کیا ہی، ابن سیدہ اندلسی نے المخصص ج ۹ ص ۱، ص ۱ مین کتاب الانواء سے نقل کیا ہے نیز عبدالرحمن صوفی نے کتاب الصور مین (جسکا قلمی نسخہ میرے محترم علامہ محمد یوسف صاحب کھٹکھٹے ایم اے، ایل ایل بی ساکن بمبئی کے پاس ہے اور میری نظر سے گذرا ہی) اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اسکی بڑی تعریف کی ہی، کتاب الازمنہ للمرزوقی مین اسی کتاب کے اقتباسات پائے جاتے ہین، (دیکھو کتاب مذکور طبع حیدرآباد دائرۃ المعارف)

[3] یہ لفظ اصل عربی ہے، اور قبل از اسلام مستعمل تھا، جب یونانی تقاویم کا عربی مین ترجمہ ہوا تو یہ لفظ اس اصطلاح کے لیے استعمال کیا گیا، منجمین نے سال کے چار حصے کئے ہین، ان مین سے ہر حصہ کی سات انواء ہوتی ہین اور ہر نوء کے تیرہ دن ہوتے ہین، اس وقت معین مین آفتاب بارہ برجون کو طے کرتا ہی، ہندی مین اسکو نکھتر کہتے ہین،

Marfat.com

ان کے اثر سے پانی برسنے ہواؤن کے چلنے اور تعیینِ اوقات وغیرہ پر مشتمل ہے،

فلسفہ | علم فلسفہ سے خدائے تعالیٰ نے اہلِ عرب کو کچھ بھی بہرہ ور نہین فرمایا، اور نہ ان کی طبیعتین اس فن کی استعداد و مناسبت رکھتی تھین[1]. مجھے نہین معلوم کہ خالص عربون مین سے یعقوب بن اسحاق کندی اور ابو محمد حسن بن ہمدانی کے سوا کوئی بھی فلسفہ مین مشہور ہوا ہو، ان دونون کا تذکرہ اپنے اپنے مقام پر آئے گا،

جزیرۃ العرب | بلادِ عرب جزیرۃ العرب کے نام سے مشہور ہین، اس کو جزیرہ اسلئے کہا گیا ہے کہ یہ ملک مغرب، جنوب، اور مشرق مین تین طرف سے سمندر سے محیط ہے، اس کے مغرب مین جدہ، جار، ایلہ اور بحر احمر کی خلیج ہے جو زبردست بحر زنج اور بحر ہند (انڈین اوشن) سے نکلی ہے، اس کے جنوب مین بحر عدن ایک بڑا سمندر ہے، اور مشرق مین عمان، بحرین، بصرہ اور فارس کی خلیج ہے جو بحر ہند سے نکلی ہے، جزیرۃ العرب کے شمال مین نواحِ شام اور جنوب مین بلادِ عرب کی حدود بلاد ثمود یعنی بلادِ حجر[2] سے لے کر دومۃ الجندل[3] اور اس متصل، ان شہرون تک ہین،

---

[1] یا للعجب! صاعد سا واقف حال اتنی موٹی غلطی کرے جس شخص نے متعدد عربی فلاسفہ کے حالات لکھے ہون جو خود بھی فلسفی اور عربی النسل ہو وہ ایسی بے بنیاد بات کہے؟ کچھ سمجھ مین نہین آتا، جس شخص نے ابن خلکان اور قفطی کی تصانیف مطالعہ کی ہین وہ رائے کی غلطی کو تسلیم کرلیگا، سیکڑون مشاہیرِ اسلام کا سلسلۂ نسب دیکھنے سے معلوم ہوگا، کہ وہ نسلاً خالص عرب تھے، باایں ہمہ وہ فلسفہ و حکمت مین یکتائے زمانہ تھے، بدقسمتی سے ابن خلدون جیسا علامۂ دہر بھی اس غلطی مین مبتلا نظر آتا ہے، بھلا اس سے بڑھ کر اور کون فلسفی ہوگا جس نے مقدمہ جیسی لازوال کتاب لکھدی ہے، باایں ہمہ وہ عربی النسل ہی جسکا سلسلۂ نسب وائل بن حجر تک منتہی ہوتا ہے جو حضور صلعم کے صحابہ مین سے تھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی جلے دل شعوبی نے یہ افتراء کہی ہین اور دوست دشمن سبھی انکو نقل کرتے چلے آئے ہین،

[2] بلاد ثمود سے مراد بلاد حجر ہین جو شام مین واقع ہین [3] دمشق سے سات دن کے راستہ پر ایک شہر ہے جسکو اثنائے غزوۂ تبوک مین خالد بن ولید نے آنحضرت صلعم کے حکم سے فتح کیا تھا، معجم البلدان ج ۲ ص ۱۰۶

جو بادیہ سماوہ[1] کے اوپر تک چلے گئے ہین،

جزیرۃ العرب چار بڑے حصون حجاز، نجد، تہامہ اور یمن مین منقسم ہے، اس کا طول عدن اور نواحِ شام کے مابین تقریبًا ۹۶۰ میل ہے، اور اس کا عرض ساحلِ بحر، یلملم، جار، جدہ، اعذب اور اس سے متصل ریفِ عراق[2] کے مابین تقریبًا ۶۰۰ میل ہے،

سیل عرم اور تفرقِ قبائل

مآرب اور اس کے مضافات کے ویران ہونے تک ملک یمن شاہ حمیر شمر یرعش، اور حضرت داؤد علیہ السلام حاکم بنی اسرائیل اور کیخسرو سوم (از ملوک طبقہ ثالث شاہانِ ایران) کے عہد یعنی طوفانِ نوح سے ۲۰۶۰ برس بعد تک ملک یمن قبائلِ قحطان کا وطن رہا، مآرب کی تباہی کا باعث (جس کی تصدیق تاریخ سے ہوتی ہے) سیلِ عرم[3] کا وہ چھوٹا طوفان ہے جس نے مآرب کے بند کو توڑ کر مآرب کی بیشتر آبادیون اور اس کے کئی شہرون کو غارت کر ڈالا، مآرب کے باشندے قبیلۂ ازد اور ان کے ہمسایہ قبائل تھے جب مآرب پر تباہی آئی تو ان کے قبائل منتشر ہو کر مندرجہ ذیل مقامات مین چلے گئے،:-

---

[1] کوفہ اور شام کے مابین جو سطح میدان ہے اسکو بادیۂ سماوہ کہتے ہین معجم ج ۵ ص ۲۱۲ ریف عربی زبان مین اس سرزمین کو کہتے ہین جو پانی سے قریب ہونے کے باعث تر و تازہ اور قابلِ زراعت ہو جلد دجلہ و فرات کے قرب سے اسکو ریفِ عراق کہا جاتا ہے،

[2] عرم خاص ایک بند کا نام ہے، صنعاء (یمن) کے جنوب مشرق مین شہر مآرب ہے جسے شہر سبا بھی کہتے ہین، یہ شہر عبد شمس ملقب بہ سبا بن یشجب کے نام سے مشہور ہے، مآرب مین بلق نامی دو پہاڑیان واقع ہین، انھی پہاڑیون کے درمیانی حصہ مین اس نے ایک بہت بڑی شہر پناہ کی دیوار بنوائی تھی اور بہت دور سے وہان نہر لایا تھا، شہر کا بڑا حصہ اسی شہر پناہ پر واقع تھا، آخر ایک سال اس کثرت سے پانی برسا اور سیلاب آیا کہ یہ سد عرم جسمین بہت سا پانی جمع رہتا تھا ٹوٹ گئی اور سیلاب وہان کے باشندون، ان کے باغات، مال و متاع اور مویشیون کو بہا لے گیا، اس حادثہ سے عرب کے کئی قبائل متفرق ہو کر مختلف مقامات مین چلے گئے، قرآن مجید نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فارسلنا علیہم سیل العرم الخ (سورۂ سبا) مفصل

Marfat.com

(۱) اوس وخزرج — جو آگے چلکر انصار کہلائے، ملک حجاز مین یثرب یعنی مدینۃ الرسول صلعم مین

(۲) بنی خزاعۃ — مکہ اور ارضِ تہامہ مین، جو مکہ کی نواحی مین ہے،

(۳) وادعۃ، یحمد، خزام، جدیل، مالک، حارث، عتیک — عمان مین، ان کو ازدِ عمان کہتے ہین

(۴) ماسحہ، مذید عان، لہب، غامد، لیثکر، بارق، علی بن عثمان، شمران حجر بن ہند، دوس، — جبل السراۃ مین، یہ ایک عظیم الشان پہاڑ ہے جو طول مین سرزمینِ یمن سے لے کر نواحِ شام تک بلادِ عرب کو تقسیم کر دیتا ہے،

(۵) مالک بن عثمان بن اوس — عراق مین،

بقیہ حاشیہ صفحہ) حالات کے لیے دیکھو مروج الذہب للمسعودی بر حاشیۂ مقری ج ۲ صفحہ تا صفحہ سنی ملوک الارض لحمزۃ الاصفہانی صفحہ برلین، معجم البلدان ج ۶ صفحہ ۱۵۷، عرم کے معنی مین اہل لغت کا اختلاف ہے محققین مثل ابو عبیدہ، امام سہیلی، یاقوت وغیرہ کے نزدیک اس کے معنی "بند" کے ہین، (دیکھو روض الانف صفحہ ۱۵، معجم ج ۶ صفحہ ۱۵۷، تفسیر کبیر ج، صفحہ ۱۲) نکلسن لکھتے ہین کہ ممکن ہے کہ "تفرقِ سبا" کا واقعہ تاریخی حقیقت پر مبنی ہو لیکن سد مآرب اس کے بعد بھی زمانۂ دراز تک قائم تھی، اس کے موجودہ کتبات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط تک سد کا کام دیتی رہی ہے: یہ سیلاب ۵۴۵ء سنہ ۵۴۷ء مین آیا تھا، سنہ ۵۳۹ء سنہ ۵۴۳ء مین یمن کے حبشی حاکم ابرہہ نے اس کے بعض حصہ کی مرمت کرائی تھی، (تاریخ ادب العرب از نکلسن صفحہ ۱۵) اس وقت سے اب تک اس تعمیر کو تقریباً دو ہزار آٹھ سو چوبیس سال گزر چکے ہین، اس قدر مدت گذر جانے پر بھی اس بند کا ایک ثلث حصہ اب تک بدستور باقی ہے،

Marfat.com

۶- جفنۃ، آل محرق بن عمرو بن عامر اور قضاعہ } شام مین،

جزیرۃ العرب سے نکلکر شام اور الجزیرہ (میسوپوٹامیہ) کے شہرون دیار ربیعہ کی طرف، ایاد و ربیعہ کے سوا، ہجرت کرنے والے قبائل عرب کے حالات بیان کرنیکا یہ موقع نہین ہے، اس کے متعلق جو کچھ ہم کو معلوم ہوا ہے اس کو ہم نے اپنی کتاب جوامع اخبار الامم عن العرب والعجم مین بیان کیا ہے،

یہ حالت تھی اہل عرب کے مذاہب، ان کی سکونت گاہون اور معاش کی، اب ہم عرب اسلام کے حالات حتی الامکان اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہین،

عہد اسلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریفہ کے وقت عرب کا ملک پراگندہ اور اسکا نظام درہم و برہم تھا، خداوند تعالیٰ نے اس پراگندگی اور بدنظمی کو تنظیم و تشکیل سے بدل دیا، اور عرب کے قبائل مین سے قحطان و عدنان کو جزیرۃ العرب پر مسلط کردیا، جو خدائے واحد پر ایمان لائے، اور اس کی اطاعت پر کمربستہ ہو گئے، بت پرستی اور تعظیم کواکب کو ترک کرکے خدائے واحد کی تعظیم تحمید ربوبیت، اور توحید کے اقرار مین رطب اللسان ہو گئے، بعث و نشر، حدوث عالم اور جزا و سزا کے معتقد، اعمال و عبادات صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ امور شریعت اسلامیہ کے پورے پابند ہو گئے،

ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سرور کائنات (علیہ الوف التحیات) نے وفات پائی، آپ کی وفات شریف کے بعد حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان پھر انکے بعد حضرت علی (رضوان اللہ علیہم) آپ کے جانشین قرار پائے، ان خلفاء راشدین رضی

Marfat.com

کئی ملکون پر چڑھائی کی، بہت سے بادشاہون کو مغلوب کیا اور متعدد ممالک پر قابض ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک سلطنتِ اسلام نے وسعت و عظمت مین اس مقام تک ترقی کر لی تھی، جسکی نسبت مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

زویت لی اقاصی الارض فأریت مشارقها وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منها[1]

زمین کے دور دراز حصے میرے لیے سمیٹ دیئے گئے اور مجھے دنیا کے تمام مشرقی ممالک دکھائے گئے، عنقریب جتنا حصہ کہ میرے لیے سمیٹا گیا ہے وہان تک میری امت کا دائرۂ حکومت وسیع ہو جائے گا،

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے ہاتھون عراق وخراسان وغیرہ ممالک سے اہل فارس کی حکومت کو زائل کر دیا، اور ملک شام سے رومیون اور مصر ونواحیِ مصر سے قبطیون کی حکومت کو مٹا دیا،

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے خدا نے عدنان کو عرب کا بادشاہ بنا دیا، پھر یہ سلسلۂ حکومت آپ کے چچازاد بھائیون اور بنی قریش مین منتقل ہو گیا کہ اور قرنون کے متعلق یہی سنت الٰہی جاری رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[2] انھی دنون کو ہم لوگون مین یکے بعد دیگرے لاتے رہتے ہین

طب عربی ابتداے اسلام مین اہل عرب نے اپنے علم زباندانی اور احکام شرعیہ کی واقفیت کے سوا کسی اور علم کی طرف توجہ نہین کی تھی، البتہ فن طب سے عرب کے بعض افراد واقف تھے، اور عام طور پر لوگ اس سے ناآشنا نہ تھے، کیونکہ تمام لوگون کو اس کی ضرورت

[1] صحیح مسلم باب الفتن ج ۲ ص ۳۹۲ دہلی، [2] سورۂ آل عمران ۱۴۰،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ذریعہ سے اسکی ترغیب دی تھی،

یاعباد اللہ تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داءً الا وضع لہ دواءً الا واحداً وھو الھرم[1]

اے خدا کے بندو! علاج کراؤ کہ خدائے تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں ہے جسکی دوا نہ پیدا کی ہو سوائے بڑھاپے کے کہ اسکا علاج نہیں،

حارث بن کلدہ[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد باسعادت مین عرب کے اطبا مین سے تھا، اس نے فارس اور یمن مین جاکر علم طب حاصل کیا تھا، وہ عود بیچا کرتا، اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ تک بقید حیات تھا،

ابن ابی رمثہ تمیمی[3] یہ وہ صحابی ہین جنکا بیان ہے کہ "مین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانون کے بیچ مین مہر نبوت[5] دیکھی تو مین نے آپ سے عرض کی مین اسکا معالج ہون، اگر حکم ہو تو اس کا علاج کرون (یعنی اس کو کاٹ ڈالون) آپ نے فرمایا:-

انت رفیق والطبیب اللہ[6] تم (صرف) پابکدست ہو اور طبیب تو خدا ہی ہے،

---

[1] صحیح الترمذی ج ۲ صـ ۲۶ طبع میرٹھ ۱۳۱۲ھ خرجہ البخاری ایضاً (کتاب الطب ج ۲ صـ ۸۴۷ مرتبہ محدث سہارنپوری) وابن ماجہ (ابواب الطب صـ ۲۵۳ دہلی) وابوداؤد (کتاب الطب ج ۳ صـ ۱۸۳) [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو طبقات الاطبا ج ۱ صـ ۱۰۹ تا صفحہ ۱۱۲ قفطی صـ ۱۳-۱۲۔ [3] تذکرۂ ابن ابی رمثہ کے لیے دیکھو طبقات ج ۱ صـ ۱۱۶، [4] ابن ابی الصیعہ نے اس کی یہ اسناد نقل کی ہے وروی نعیم عن ابن ابی عیینہ عن ابن الجبر عن زیاد عن بقیط عن ابن ابی رمثہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (ج ۱ صـ ۱۱۶) [5] عام طور پر مشہور ہے کہ یہ واقعی مہر نبوت تھی جس پر کبوتر بیٹھا کرتا تھا مگر محققین فن حدیث کے نزدیک یہ غیر مستند ہے، اصل مین حضور کے دونون مبارک شانون کے بیچ مین کچھ گوشت ابھرا ہوا تھا جس پر تل تھے اور کچھ بال اُگے ہوئے تھے (ملاحظہ ہو روض الانف للسہیلی ج ۱ صـ ۱۱۹) حافظ مغلطائی نے محققین کے تمام اقوال کو یکجا جمع کر دیا ہے (دیکھو سیرۃ مغلطائی صـ ۹) [6] نہایہ لابن اثیر ج ۲ صـ ۹۹ طبع مصر، ابن جلجل نے اسکے یہی معنی لیے ہین یعنی "رفیق" سے مراد "رفیق اللہ" (طبقات الاطبا ج ۱ صـ ۱۱۷)

Marfat.com

ابن الجیر الکنانی[1] یہ ایک طبیب ماہر تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ خلافت مین تھا. وہ جب بیمار ہوتے تو اس کو اپنا قارورہ دکھاتے تھے،

خالد بن یزید[2] فن طب اور کیمیا کا عالم تھا، اس فن مین اس کے کئی رسائل اور عمدہ اشعار ہین، جو اسکے علم و فضل اور مہارتِ فن پر دلالت کرتے ہین،

عہد عباسی بنو امیہ کے عہدِ سلطنت مین اہل عرب کی علمی حالت یہ تھی جو مذکور ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکومت بنی ہاشم کو تفویض فرمائی تو لوگون کی ہمتین اور ان کی عقلین خوابِ غفلت سے بیدار ہوئین، چنانچہ سب سے پہلے خلیفہ ثانی ابو جعفر منصور[3] عباسی (عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم) کی توجہ علوم کی طرف منعطف ہوئی، وہ علم فقہ کا متبحر عالم اور علوم فلسفہ خصوصاً علم نجوم مین سربرآوردہ ہونے کے ساتھ ہی علم کا شیدائی اور اہل علم کا دلدادہ تھا، پھر جب خلیفہ ہفتم عبداللہ المامون[4] بن ہارون الرشید (بن مہدی بن ابو جعفر منصور) تخت خلافت کا

---

[1] اس کا نام عبدالملک بن ابجر ہے، اسکندریہ کی یونانی تعلیم کا افسر تھا، پھر جب حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اسکندریہ فتح کرلیا تو یہ ان کے ہاتھ پر اسلام لایا (طبقات الاطبا ج ۱ ص ۱۱۶) [2] ابو ہاشم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان (خاندان بنی امیہ، کیمیا، طب وغیرہ علوم و فنون کا جید عالم تھا، المتوفی ۸۵ھ مزید حالات کے لیے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص ۱۶۸ و ص ۱۶۹ اس کو فن کیمیا کا بانی کہا جاتا ہے، کہ اسلام مین اسی نے سب سے پہلے فن کیمیا کی تحصیل کی تھی، اور اس فن مین کتابین تصنیف کی تھین، محقق البیرونی نے اسکو "اسلام کا سب سے پہلا حکیم" لکھا ہے (آثار الباقیہ ص ۳۰۲) لیکن علامہ ابن خلدون کے نزدیک چونکہ اہل عرب کی بدویت ان کے ماہر فنون وصنائع ہونے کے منافی ہے، اس بنا پر وہ لکھتے ہین کہ یہ خالد ایک دوسرے شخص کا نام ہے جو عیسائی تھا (مقدمہ ص ۵۰۲ بولاق) یہ سوءِ ظن کی انتہا ہے، کیا اس کے بعد بھی حامیان ابن خلدون یہ کہہ سکتے ہین کہ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ جاہلیت کے عربون کی نسبت ہے: کتاب الاغانی ج ۱۶ ص ۸۴ تا ص ۸۸ مین خالد کا مفصل تذکرہ ہے، [3] خلافت عباسیہ کا دوسرا تاجدار ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء مین اپنے بھائی السفاح کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا اور ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء مین وفات پائی [4] ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء - ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء، مامون کے مفصل حالات اور اسکے علمی کارنامون کیلئے دیکھو المامون مؤلفہ علامہ شبلی

Marfat.com

ارث ہوا تو اس نے اس کام کو جسکی ابتدا اس کے دادا منصور نے کی تھی، تکمیل کو پہنچا دیا، یعنی اسکی
ہمت بلند اور ذاتِ گرامی نے کتب علمیہ کی جستجو کرنے اور ان کو علمی خزانون سے ڈھونڈھ نکالنے
پر اس کو آمادہ کیا، اس نے قیاصرۂ روم سے تعلقات پیدا کئے، ان کو قیمتی تحفے اور ہدایا بھیجے، اور
ان کے عوض مین ان سے فلاسفۂ یونان کی کتابین جو ان کے پاس تھین طلب کین[1]، انھون نے
افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس، اور بطلیموس وغیرہم فلاسفۂ یونان کی وہ تمام کتابین، جو ان کے
پاس موجود تھین مامون کی خدمت مین روانہ کین، مامون نے ان کا ترجمہ کرانے کے لیے فن
ترجمہ کے مشاق ماہرین کو مقرر کیا، اور ان کو ترجمہ کرنے کی ترغیب دلائی، چنانچہ جس قدر اور
جہان تک ممکن تھا اس کے لیے کتابون کا ترجمہ کیا گیا، پھر اس نے لوگون کو ان کتابون
کے پڑھنے پڑھانے کی طرف رغبت اور شوق دلایا، اس وجہ سے اس کے عہد مین فلسفہ کی
گرم بازاری اور ہر طرف اسی کی حکومت قائم ہو گئی، مامون کی اس دلچسپی اور شوق کو دیکھ کر اہل
علم کو ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش پیدا ہو گئی، کیونکہ مامون ان کا ہمجلیس اور
ان کے مناظرات و مذاکرات علمیہ سے لطف اندوز ہوتا تھا، اور ان کو مقرّب بارگاہ بنا کر بلند مراتب

[1] تاریخ کا یہ ایک نہایت ہی افسوناک واقعہ ہے کہ جب علم پرست مامون نے قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ تھیافلس کو
ایک خط مین یہ لکھا کہ لیون نامی عالم کو بغداد آنے کی اجازت دیجائے تاکہ وہ یہان آکر مجھے ریاضیات کی تعلیم دے،
مین اپنی مصروفیتون کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو خود حاضر ہوتا، اس فرمائش کے عوض مین مامون نے ایک سو قنطار سونا پیش کیا
اور دائمی صلح کا وعدہ کیا، لیکن اس جاہل نیطینی بادشاہ نے جو اپنے تعصب نسلی و مذہبی اور اہل اسلام کے بغض و عناد سے
دیوانہ ہو رہا تھا، مامون کی استدعا کو رد کر دیا اور جواب دیا کہ، وہ علوم جنھون نے رومیون کے نام کو آسمانِ شہرت
پر چمکایا ہے، ایک وحشی (عرب) کو نہین سکھائے جا سکتے" شرم! شرم۔ (یورپ کا ارتقاء ذہنی از ڈاکٹر ڈریپر مترجمہ
جلد دوم) ریناں کے ہم خیال و ہم مذہب ذرا اپنے گریبان مین منھ ڈالکر دیکھین!

اور عنایات شاہانہ سے سرفراز کیا کرتا تھا، غرض کہ تمام علماء، فقہا، محدثین، متکلمین، اہل لغت، مورخین، ماہرینِ انساب، اور شعرائے نامور سب کے ساتھ مامون کا یہی برتاؤ تھا، اسلیے اس کے زمانہ مین علماء کے ایک گروہ نے علومِ فلسفہ مین کمال حاصل کیا اور اپنے بعد والون کے لیے طب کی تحصیل کا راستہ صاف کر دیا، اور ادب کے اصول اور طریقے وضع کئے، تا آنکہ دولت عباسیہ زمانہ عروج و تنظیم مین سلطنتِ روما (رومن ایمپائر) کی ہمسری کرنے لگی، پھر (رفتہ رفتہ) اس کا تنزل و انحطاط شروع ہوا، تیسری صدی ہجری کے آخر مین ملک مین بدنظمی اور ابتری کے اسباب پیدا ہو گئے، عنانِ حکومت ترک (حاجیون) اور حرم سراؤن کے ہاتھ مین آگئی، اس کے بعد سے لوگ علم سے کنارہ کش اور فتنہ و فساد کی مزاحمتون کے باعث اس سے دست بردار ہو گئے، اور اب وہ تقریباً ہمارے زمانے مین بالکل مٹ جانا چاہتا ہے، لیکن ہر حال مین خدا کا شکر ہے،

علومِ فلسفہ کی تحصیل اخبارِ عرب کے اس مقدمہ کے بیان کرنے کے بعد اب ہم اس بات کا ذکر کرینگے کہ عہد عباسیہ مین مسلمانون مین سے خواہ وہ عجمی ہون یا عرب، علومِ فلسفہ کی کس کس نے تحصیل کی، علومِ فلسفہ مین سے سب سے پہلے منطق اور علم نجوم کی طرف توجہ کیگئی،

عبداللہ بن المقفع[1] ابو جعفر منصور عباسی کا کاتب[2]، یہ پہلا شخص ہے جس نے عہد عباسیہ مین علم منطق

[1] ابن المقفع اصل مین مجوسی تھا، پھر مسلمان ہو گیا، پہلے اس کا نام روزبہ ابن داذویہ تھا اور بعد از اسلام عبداللہ رکھا گیا، اس کا باپ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین عراق اور فارس کے ٹیکس وصول کرنے پر مامور تھا، کسی سے بجبر روپیہ وصول کرنے کی پاداش مین اسکو سخت سزا دیگئی جس کی وجہ سے اسکا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا، لہذا اسکو المقفع کہنے لگے، ابن المقفع بصرہ مین ۱۴۵ھ مین قتل کیا گیا، دیکھو الفہرست ص۱۱۵، ابن خلکان نے حسین بن منصور حلاج کے ترجمہ مین اس کا مفصل تذکرہ لکھا ہے، دیکھو وفیات الاعیان ج۱ ص۱۴۹ تا ص۱۵۱

[2] کاتب کا عہدہ مشرقی حکومتون مین قریب قریب وہی ہوتا تھا جو اہل کل سکریٹری یا میر منشی کا ہوتا ہے،

Marfat.com

ن شہرت حاصل کی، اس نے ارسطو کی تین منطقی کتابون قاطیغوریاس، باری ارمیناس، اور
لوطیقا کا عربی مین ترجمہ کیا، جو منطقی اشکال مین ہین، وہ لکھتا ہے، کہ اس کے زمانہ تک اول الذکر
تاب (قاطیغوریاس) کے سوا ارسطو کی کسی کتاب کا ترجمہ نہین ہوا تھا، اس نے مبادیِ منطق
فرفوریس صوری کی کتاب ایساغوجی[1] کا عربی مین ترجمہ کیا[2]، اور سہل و سلیس عبارت مین اسکی شرح
لمی اعلاوہ ازین اس نے ہندی کتاب کلیلہ ودمنہ کا عربی مین ترجمہ کیا[3]، ابن المقفع پہلا مترجم ہے
بس نے فارسی سے عربی مین کتابون کا ترجمہ کیا، اسکی عمدہ تصانیف ہین جنمین ایک رسالہ اخلاق
یاست مین ہے اور اس کا ایک رسالہ الیتیمہ[4] بادشاہ کی اطاعت مین بہت مشہور ہے،

یت و نجوم | عہد عباسیہ مین فن نجوم کی طرف پہلے محمد بن ابراہیم الفزاری نے توجہ کی، اسکا سبب
ہوا جیساکہ حسین بن محمد بن حمید المعروف بہ ابن الآدمی نے اپنی "تاریخ کبیر" مسمی بہ نظام العقد مین
یان کیا ہے کہ: سنہ ۱۵۶ھ مین حساب سدھانت کا ایک ہندو عالم خلیفہ منصور کے پاس[5] ہندوستان

---

[1] ISAGOGE یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مدخل یا مقدمہ کے ہین (مفاتیح العلوم ص۸۵)

[2] یہ ترجمہ سنہ ۱۶۲۵ء مین رومہ مین طبع ہو چکا ہی، (اکتفا، ص۱۷۹) [3] یہ کتاب فرنچ مستشرق ڈی ساسی کے اعتنا سے سنہ ۱۸۲۶ء مین معلقہ
لبید کے ساتھ پیرس مے شائع ہو چکی ہی (اکتفا، ص۲۸۵) [4] یہ کتاب قاہرہ (مصر) مین سنہ ۱۳۲۶ھ اور سنہ ۱۳۳۱ھ مین چھپ گئی ہی [5] البیرونی نے
کتاب الہند (ص۲۰۸) مین فزاری اور یعقوب کی زیج پر بحث کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہی، اس نے صرف اس قدر تصریح کی ہی کہ یہ ہندو عالم
اس وفد کے ارکان مین سے تھا، جو سندھ سے دربار خلافت مین (عراق) حاضر ہوا تھا، مگر بیرونی نے اسکا سنہ ۱۵۴ھ لکھا ہی، پھر ص۲۳۳ پر یعقوب کی کتاب
ترکیب الافلاک کا ذکر کرتے ہوئے سنہ ۱۶۱ لکھا ہی، ممکن ہی کہ بیرونی نے یہ سہو لکھدیا ہو، مگر یعقوب کی تصانیف سے بیرونی واقف تھا، اور کتاب
الہند مین اسکا بار بار ذکر آتا ہی، اس بنا پر اغلب ہی کہ اس نے یہ سنہ یعقوب کی کتاب ترکیب الافلاک سے نقل کیا ہو (علم الفلک ص۱۶۵،
ص۱۶۷) اس وفد کے متعلق تمام عرب مورخین خاموش ہین، جہان تک ہمین معلوم ہے ابن الآدمی اور بیرونی کے سوا
کسی نے اسکا ذکر نہین کیا،

Marfat.com

سے ایک کتاب لایا جس مین حرکاتِ کواکب، تعدیلاتِ نجوم (جو آدھے آدھے درجہ تک گنے ہوئے کردجات پر تیار کی ہوئی تھین) اعمال فلکیہ کی بعض اقسام، کسوفین اور مطالعِ بروج کا بیان تھا، یہ کتاب بارہ بابون پر مشتمل تھی، اس ہندو عالم نے بیان کیا کہ اس نے اس کتاب مین ان کردجات کا اختصار کیا ہے جو ہندوستان کے راجہ فیغر (ویا گھرموکھا) سے منسوب ہین، اور جنکا حساب ایک ایک دقیقہ تک گنا ہوا ہے، منصور نے حکم دیا کہ اس کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا جائے اور اس سے ایک ایسی کتاب تالیف کیجائے جو احکامِ نجوم مین عربون کے لیے اصل کا کام دے، چنانچہ محمد بن ابراہیم فزاری اس کام پر مقرر ہوا اور اس نے ایک کتاب تالیف کی جسکو منجمین السند ہند الکبیر[1] کہتے ہین سنسکرت مین اس کے معنی "زمانہ قدیم" ہین[2]، یہ کتاب اس عہد سے لیکر خلیفہ مامون کے زمانہ تک لوگون کا معمول بہ تھی، اس کے بعد ابو جعفر بن موسی الخوارزمی نے مامون کے لیے اس کتاب کا اختصار کر کے ایک زیج تیار کی جو بلاد اسلامیہ مین السند ہند الصغیر کے نام سے مشہور ہے[3]، اس کتاب مین اس نے سدھانت کے اوساطِ کواکب پر دارومدار رکھا ہے، اگر مسئلۂ تعادیل و میلِ شمس مین سے تعادیل کو مذہب فارس کے مطابق اور میلِ شمس کو بطلیموس کے مذہب پر لکھا ہے، اور اس مین بطور مقدمہ چندہ عمدہ ابواب کا اضافہ کیا ہے جو ان غلطیون پر حاوی نہین ہین، جو علم ہندسہ مین اسکی کمزوری اور ہیئت مین اس کے بعید از تحقیق ہونے پر دلالت کرتی ہین، اس زمانہ کے طریقۂ سدھانت کے پیرؤن نے اس کتاب کو بہت پسند کیا

---

[1] چونکہ الخوارزمی کی کتاب کا نام بھی السند ہند ہے، لہذا متاخرین نے امتیاز کرنے کے لیے اس کو کبیر اور اس کو صغیر سے نامزد کیا ہے (علم الفلک ص۱۵۰) [2] مسعودی نے بھی (التنبیہ والاشراف ص۲۲) مین اس کے یہی معنی لکھے ہین جو غلط ہین، سنسکرت مین سدھانت کے معنی اصول کے ہین، اور احکام نجوم کی اکثر کتابین جو سنسکرت مین لکھی گئی ہین اسدھانت کہلاتی ہین، (کلاسیکل ڈکشنری آف ہندو میتھالوجی ص۲۹۲) [3] کتاب الفہرست لابن الندیم ص۲۷۰،

Marfat.com

اس کو ہر طرف مشہور کر دیا، حتی کہ ہمارے زمانہ تک مسئلۂ تعدیل کی طرف متوجہ ہونے والے
ں کتاب سے استفادہ کرتے رہے ہین،

رصد مامونی مامون الرشید کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد جبکہ اسکی ذات ستودہ صفات
نے تحصیلِ فلسفہ وحکمت کی طرف توجہ کی اور علماے وقت نے کتاب المجسطی سے واقفیت
امل کرکے اس مین بیان کئے ہوئے آلاتِ رصد کو معلوم کیا، تو مامون کو فضیلت عقل کے
خیال نے اس بات پر آمادہ کیا، اور اس نے علماے عصر کو اپنے حدودِ سلطنت سے جمع کرکے
حکم دیا کہ ایسے ہی آلات رصد تیار کرکے قیاسِ کواکب مین ان سے مدد لی جائے، اور
ان کا احوال ٹھیک اسی طریقہ پر معلوم کیا جائے جیسا کہ بطلیموس اور اس کے پیشروؤن نے
کیا تھا چنانچہ سنہ ۲۱۴ھ مین سرزمین شام مین دمشق کے شہر شماسیہ مین ایک رصدگاہ قائم کی گئی،
جس کے ذریعہ سے انھون نے سنۂ شمسی رصدی کی مدت، میل شمس کی مقدار، خروجِ مرکز
اور وضعِ اوج کو معلوم کیا، اس کے علاوہ ثوابت وسیارات کے بعض حالات معلوم کئے،
لیکن سنہ ۲۱۸ھ مین خلیفہ مامون کی وفات کے سبب وہ اپنے مقصد کی تکمیل سے قاصر رہے
چنانچہ جہان تک کہ ان کی تحقیقات پہنچ چکی تھین، اسی کو انھون نے ایک کتاب مین جمع و
ترتیب کرکے اس کا نام "رصد مامونی" رکھدیا، اس رصد کو قائم کرنے والے یہ چار شخص ہین :-

۱- یحییٰ بن ابی منصور[1]، جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا منجم تھا،

۲- خالد بن عبد الملک مروروزی،

۳- سند بن علی[2]

---

[1] دیکھو تاریخ الحکما للقفطی صـ ۳۴۲ ۔ صـ ۳۵۲ مین اس کا تذکرہ

[2] عہد مامون مین یہودی تھا، پھر مامون کے ہاتھ پر اسلام لایا دیکھو القفطی صـ ۱۲۱ قفطی کے زمانہ تک اسکی زیج پر لوگون کا عمل درآمد تھا،

Marfat.com

۴۔ عباس بن سعید الجوہری[1]

ان مین سے ہر ایک نے اپنی زیچ تیار کر کے مامون کے نام پر نامزد کی جو اب تک لوگون مین متداول ہے، یہ پہلی رصدگاہ تھی جو عہدِ اسلام مین قائم ہوئی تھی،

علمائے اسلام اس زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک علمائے اسلام جو دولت عباسیہ کے علاوہ دیگر سلاطینِ اسلام کے متوسل تھے، فن نجوم، ہندسہ، طب وغیرہ علوم قدیمہ سے اعتنا کرتے اور ان علوم وفنون مین عظیم کتابین لکھتے رہے، ان مین سے ایک

یعقوب کندی[2] مختلف علوم وفنون اور فلسفہ کا متبحر عالم "فیلسوف العرب" اور عرب کے شاہی خاندان سے تھا، (اس کا سلسلۂ نسب[3] یہ ہے):-

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق بن الصباح بن عمران بن اسماعیل بن محمد بن اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ اکبر بن حارث اصغر بن معاویہ بن حارث اکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ بن عفیر بن عدی بن حارث بن مرہ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان،

اس کا باپ اسحاق بن الصباح خلیفۂ مہدی عباسی اور ہارون الرشید کی طرف سے کوفہ کا گورنر اور حاکم تھا، اور اس کے دادا اشعث[4] بن قیس بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے جو قبل اسلام خمام کندہ کے رئیس اعظم تھے اور ان کے باپ قیس بن معدی کرب بھی تمام قبیلہ کندہ کے رئیس تھے اور انھی کی مدح مین اعشیٰ[5] بنی قیس بن ثعلبہ نے وہ چار طویل قصائد لکھے

---

[1] اس کے تذکرہ کے لیے دیکھو القفطی ص۲۱۲ س۲ مبسوط ومفصل حالات کے لیے دیکھو طبقات الاطبار ج۱ ص۲۰۶ تا ص۲۱۲، قفطی ص۲۱۲ تا ص۲۱۴

[2] اصل متن مین یہ سلسلۂ نسب بہت غلط تھا ہم نے اور کتابون سے انکی تصحیح کی ہے

[3] اعشیٰ میمون بن قیس زبردست جاہلی شاعر جس نے سب سے پہلے مدح

[4] آخر عمر مین اسلام کا زمانہ بھی پایا تھا، اور صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا مگر اسلام نہین لایا تفصیل کیلئے دیکھو کتاب الا

[5] ابن قتیبہ ص۲۲

Marfat.com

جن کے مطلعے یہ ہین[1]):-

١- لعمرك ما طول لهذا الزمن	تیری جان کی قسم! طولِ عمر بھی انسان کے
(على المرء الا عناءٌ معنّ)[2]	لئے ایک رنج دہ عذاب ہے،
٢- رحلت سمية غدوة أجمالها	سمیہ نامی محبوبہ نے تجھ سے روٹھ کر سویرے ہی اپنے اونٹون پر پالان
(غضبى عليك فما تقول بدالها)[3]	کسی تیرا کیا خیال ہے، اسکو کونسی ضرورت لاحق ہوئی ہوگی؟
٣- أزمعت من آل ليلى ابتكارا[4]	کیا تو نے لیلیٰ (محبوبہ) کے گھرانے سے سویرے ہی کوچ کا تہیہ کر لیا ہے؟
(وشطّت على ذي هوىً ان تزارا)	وہ عاشق سے کہین دور ہے جو اس کی ملاقات کا ارادہ کیا جا سکے
٤- أتهجر غانية أم تلم[5]	کیا وہ نازنین تجھے چھوڑ کر چل دیگی یا بازدید کو آئیگی، یا کہ اس کے
(ام الحبل واهٍ بها منجذم)	تعلقات محبت بودے اور شکستہ ہو گئے ہین؟

قیس کا باپ معدی کرب بن معاویہ اور اس کا باپ معاویہ بن جبلہ دونون حضرموت مین قبیلۂ بنی حارث الاصغر پر حکمران تھے، معاویہ بن حارث اکبر اور اس کا باپ حارث اکبر اور ابو ثور مشقر، یمامہ اور بحرین مین قبیلۂ معد پر حاکم تھے، آجتک اسلام مین علوم فلسفیہ مین یعقوب کے سوا کوئی شخص مشہور نہین ہوا، جس کو صحیح طور پر فیلسوف کہا جا سکے، اکثر علوم مین اسکی کئی طول تصانیف اور چھوٹے چھوٹے رسائل ہین، جنکی تعداد پچاس سے زاید ہے[6] اس کی مشہور

---

[1] طبقات مین صرف اولی مصرعے ہین، ثانی مصرعے ہم نے مطلعون کو پورا کرنے کے لیے دیدیئے ہین [2] شرح شواہد المغنی ج ٢ ص ٤٤١، [3] دیوان اعشی طبع مطبعۃ التقدم مصر ص ١٥، خزانۃ الادب للبغدادی ج ٢ ص ١٠٣ ٣ ٥ ابیات کا قصیدہ ہے، [4] خزانۃ الادب ج ١ صفحہ ٥٠ و ج ٢ ص ٣١

[5] خزانہ ج ٢ ص ٢٦٤،

[6] قفطی نے کندی کی کتابون کی مکمل فہرست لکھی ہے ملاحظہ ہو ص ٢٤١ تا ص ٢٤٦

Marfat.com

کتابون مین سے کتاب التوحید معروف بہ فم الذہب ہے جس مین اس نے حدوث عالم بلازمان کے متعلق افلاطون کا مذہب اختیار کیا ہے، اور غلط دلائل سے اس مذہب کی تائید کی ہے، جنمین سے بعض سوفسطائیہ[1] دلائل ہین اور بعض خطابیہ، منجملہ اس کے اسکی ایک کتاب فرقۂ منانیہ[2] کے رد مین ہے (یہ ایک فرقہ ہے جو اصلین قدیمین (نور و ظلمت) کا قائل ہے) ایک کتاب اثباتِ نبوت مین، اور مابعد الطبیعۃ مین اسکا ایک رسالہ ہے جو اس نے منانیہ کے رد مین لکھا ہے، ایک کتاب علم موسیقی مین ہے، جس کا نام "المونس" ہے، ایک رسالہ تسلی رنج و غم پر، اور ایک کتاب آدابِ نفس پر ہے[3]، منطق مین بھی اسکی متعدد تصانیف ہین جو لوگون مین عام طور پر مروج ہوئین، لیکن بہت کم لوگ ان سے استفادہ کر سکتے ہین[4] کیونکہ وہ خالی ہین طریقۂ تحلیل سے، جو ہر مقصد مین حق و باطل کی تمیز کے لیے لازمی ہے، صنعت ترکیب کو البتہ یعقوب نے اپنی منطقی تصانیف مین بیان کیا ہے، لیکن مقدمات کے بغیر کوئی شخص ان سے فائدہ نہین

---

[1] وہ فرقۂ متشککین جو حقایق کے منکر ہین، قدما متکلمین نے اس کی تین قسمین بیان کی ہین، ایک وہ ہین جو حقائق کا سراسر انکار کرتے ہین دوسرے جو حقائق مین شک کرتے ہین، تیسرے وہ جو کہتے ہین فلان بات اس لیے حق ہے کہ وہ فلان کے نزدیک حق ہے اور فلان کے نزدیک اسلیے باطل ہے کہ وہ اس کے نزدیک باطل ہے، (الملل والنحل لابن حزم ج ۱ ص۷)

[2] عربی قاعدہ کے مطابق یہ مانویہ ہونا چاہیئے، منانیہ خلاف قیاس آیا ہے جیسے الحرنانیہ منسوب بہ حران، النصانیہ منسوب بہ عانی یہودی، (مفاتیح العلوم ص۲۵) یہ مذہب مانی سے منسوب ہے جو مانوی مذہب کے مشہور محقق کیسلر کی رائے مین ہمدان کا باشندہ تھا، اسکی تاریخ ولادت معلوم نہین ہوئی کیسلر برونی کی بتائی ہوئی تاریخ کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ۵۲۷ بابلی مطابق ۲۱۵-۱۶ء مین پیدا ہوا تھا، مانی نے دین عیسوی و دین مجوسی کو ترکیب دیکر ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا، وہ مسیح کی نبوت کا قائل اور موسیٰ کی نبوت کا منکر تھا، نور و ظلمت و دو خدا کا قائل تھا اسی وجہ سے فرقہ مانویہ کو ثنویہ بھی کہتے ہین، دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۷، ص۵۷۲ طبع یازدہم، الفصل لابن حزم ج ۱ ص۳۶-۳۵ اور شہرستانی برحاشیۂ ابن حزم ج ۱ ص۷۰، [3] اس کا نام قفطی نے "تسہیل سبل الفضائل" لکھا ہے،

[4] ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہین کہ صاعد کی یہ زیادتی ہے، ورنہ درحقیقت کوئی بات ایسی نہین ہے جو کندی کے علم سے مستفید ہونے اور اسکی کتابون کے مطالعہ سے باز رکھے، ج ۱، ص۲۱۰

ٹھا سکتا کہ ان کے بغیر ترکیب ہی ناممکن ہے، اور ہر مطلوب شے کے مقدمات بغیر تحلیل کے
ل نہین ہو سکتے، مجھے نہین معلوم کہ یعقوب کو اس اہم صنعت تحلیل سے کس چیز نے باز رکھا،
تو وہ اس کی قدر و قیمت سے ناواقف تھا، یا لوگون پر اس کو ظاہر کرنے مین اس نے بخل سے
ام لیا، خواہ کچھ ہی سبب ہو مگر اس مین یہ ایک بڑا نقص ہے، علاوہ ازین دیگر اصنافِ علوم مین
ں کے کئی رسائل ہین جنمین اس نے آرا، فاسدہ کا اظہار کیا ہے، اور حقیقت سے بعید باتین لکھی ہین،

محمد بن الطیب سرخسی[1] یعقوب کا شاگرد اور علومِ فلسفہ کا ماہر تھا، منطق و موسیقی مین اسکی عظیم الشان تصانیف
ین، جو عمدہ عبارت مین اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہین،

رازی[2] محمد بن زکریا رازی اسلامی طبیب، علومِ فلسفہ و منطق کا ماہر تھا، ابتداے طالب علمی مین عود
جایا کرتا تھا، پھر اس کو ترک کر کے فلسفہ کی تحصیل مین مشغول ہوا اور اس فن مین اس نے بہت
لچھ حاصل کر لیا، سوا سے اوپر کتابین[3] لکھین جنمین سے اکثر فن طب مین ہین، اور باقی علوم طبیعیات
الٰہیات مین، مگر الٰہیات مین[4] اس نے توغل نہین کیا، اور نہ اس کی غرض و غایت کو سمجھا، اسلیے
س کی رائے مذبذب ہو گئی، اس نے ضعیف رایون کا اظہار کیا، اور کمزور طریقون کو اختیار
کیا، اس نے ایسے لوگون کی مذمت کی ہے جنکی باتون کو وہ نہین سمجھ سکا؟ اور نہ ان کے طریقون
پر چلنے کی ہدایت پائی، وہ پہلے رے کے شفاخانہ کا، اور پھر ایک زمانہ تک بغداد کے بیمارستان
(ہاسپٹل) کا مہتمم رہا، آخر عمر مین وہ نابینا ہو گیا تھا، تقریباً ۳۲۰ھ مین اس نے وفات پائی،

---

[1] خلیفہ المعتضد کا مصاحب و ندیم تھا، ۲۸۶ھ مین قتل ہوا (دیکھو کتاب الفہرست ص ۲۷۱ و ض ۳۰۱) [2] مفصل حالات کیلئے دیکھو القفطی ص ۱۵۸، ۱۸۲ طبقات الاطبا
ج ۱ ص ۳۰۹ تا ص ۳۲۱، [3] رازی کی اکثر کتابین اسکیوریال کے کتبخانہ مین موجود ہین، قفطی نے رازی کی تصانیف کی ایک طویل فہرست درج کی ہے جو خود رازی
کی لکھی ہوئی فہرست کتب سے منقول ہے (ص ۱۷۹ - ص ۱۸۶) البیرونی نے رازی کی تصنیفات کی فہرست لکھی ہے جسکا قلمی نسخہ لیڈن مین ہے (دیکھو مقدمۂ آثار بزبان جرمنی) ص ۱۱
[4] رازی کی کتاب علم الالٰہی کے رد مین امام ابن حزم نے ایک کتاب لکھی ہے (دیکھو ملل والنحل لابن حزم ج ۱ ص ۳)

فارابی[1] ابو نصر محمد بن محمد بن نصر الفارابی، اسلام کا حقیقی فیلسوف تھا، اس نے منطق کی تحصیل یوحنا بن جیلانی سے کی تھی، جو بعہد المقتدر باللہ (۲۹۵ھ - ۳۲۰ھ) بغداد مین فوت ہوا[2]، فارابی منطق مین تمام اہل اسلام سے سبقت لیگیا، اور تحقیق کے میدان مین سب سے آگے نکل گیا، اس نے منطق کے غوامض اور رموز و اسرار کو حل کر دیا، اسکی تحصیل مین آسانی پیدا کر دی، اور اس فن سے متعلق تمام ضروری باتون کو اپنی کتاب مین جمع کر دیا، جو صحیح عبارت اور لطیف اشارات مین لکھی ہوئی ہین، ان کتابون مین اس نے کندی کے طریقۂ تحلیل کو چھوڑ دینے اور اخ تعلیمیہ (طرق ریاضیہ) کی فروگذاشت پر تنبیہ کی ہے، اور منطق کے پانچون مواد کے متعلق کافی تشریح کر دی ہے، ان سے استفادہ کرنے کے عمدہ وجوہ اور ان کے استعمال کے طریقے بتائے ہین، پھر یہ بھی بتایا ہے کہ ان مین سے ہر مادہ کے متعلق قیاس کیونکر بنا جاتے ہین، اس مقصد کے لحاظ سے اسکی تصانیف بہت مکمل اور کافی ہین، علاوہ ازین ایک بلند پایہ کتاب علوم کے شمار اور ان کے اغراض کے بیان مین[3] ہے، جس سے پہلے کوئی ایسی کتاب نہین لکھی گئی، نہ اس طرز مین پھر کسی نے فارابی کے طریقہ پر قلم اٹھایا، تمام علم اس کتاب کی رہنمائی اور اس کے مطالعہ سے بے نیاز نہین رہ سکتے، اس کی ایک کتاب افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی اغراض پر ہے جو علوم فلسفہ و حکمت مین اس کے ماہر محقق

---

[1] مزید حالات کے لیے دیکھو ابن خلکان ج ۲ ص ۵۶۷، القفطی ص ۱۸۲، ص ۱۸۴، [2] التنبیہ والاشراف ص ۱۲۲

[3] اس کتاب کا واحد قلمی نسخہ ایسکیوریال کے کتب خانہ مین موجود ہے (اکتفاء القنوع) سید امیر علی لکھتے ہین کہ اس کا لاطینی خلاصہ موجود ہے، جس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر وسیع موضوعات پر مشتمل ہے، یہ پانچ حصون مین مختلف علوم لغت، منطق، ریاضیات، طبیعیات، سیاست مدن، اقتصادیات وغیرہ پر مشتمل ہے (اسپرٹ آف اسلام ص ۲۱۲ طبع جدید)

Marfat.com

کی شاہد ہے، یہ کتاب تعلیم نظری اور تحصیلِ علم کے طریقہ سے واقف ہونے کے لیے بہت بڑی رہنما ہے، اس مین اس نے ایک ایک علم کے اسرار اور اس کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور ہر علم کے تحصیل کے ارتقاے تدریجی کی کیفیت بیان کی ہے، پھر فلسفۂ افلاطون سے بحث کی ہے، اور فلسفہ سے اس کی غرض بتائی ہے اور فلسفہ مین اوسکی کتابون کا نام بتایا ہے، پھر فلسفۂ ارسطو کا ذکر کیا ہے، اور اس پر بسیط مقدمہ لکھا ہے، جسمین فلسفۂ ارسطو کی تدریجی رفتار بتائی ہے، منطق اور طبیعیات مین اسکی ایک ایک کتاب کے اغراض و مقاصد سے بحث کی ہے، اور اس نسخہ مین جو ہمین ملا ہے، اس نے الٰہیات کے آغاز اور اس پر علم طبیعیات سے استدلال کرنے پر اپنے قول کو ختم کر دیا ہے، مجھے نہین معلوم کہ فلسفۂ ارسطو کے طالب علم کیلئے اس سے مفید کوئی کتاب لکھی گئی ہو، کیونکہ اس مین تمام علوم کے مشترک اور تمام فلسفیانہ علوم کے مختص معانی کی تعریف بیان کیگئی ہے، قاطاغوریاس کے مطالب کو سمجھنے اور تمام علوم کے مبادیات کی کیفیت جاننے کے لیے یہی ایک بہترین ذریعہ ہے، علاوہ ازین علم سیاستہ مدن اور الٰہیات مین السیاستہ المدنیہ[1] (نظام ہیئت اجتماعیہ پر) اور السیرۃ الفاضلہ اس کی دو بےنظیر کتابین ہین، ان کتابون مین اس نے ارسطو کے مسلک پر (چھ روحانی مبادیات، ان سے موجودہ نظام پر جواہر جسمانیہ اخذ کرنے کا طریقہ اور فلسفہ سے ان کا تعلق انسان کے برایت اور اس کی نفسانی قوتون سے) بحث کی ہے، وحی اور فلسفہ کا فرق دکھایا ہے، مدن فاضلہ و غیر فاضلہ کی تعریف بیان کی ہے، اور بتایا ہے کہ تمدن کے لیے قوانین سیاست اور نوامیسِ نبوت ہر دو لازمی ہین، فارابی مذکور ابو بشر متی بن یونس[2] کا معاصر تھا جس نے الراضی باللہ کے عہد مین بغداد مین

[1] یہ کتاب آراء المدینۃ الفاضلہ کے نام سے باعتنار فریڈریک وتیریسی (جرمنی) ۱۸۹۵ء مین لیڈن مین چھپ گئی ہے، یہ کتاب دراصل جمہوریت افلاطون کا خاکہ ہے،

[2] سنہ ۲۲۰ھ۔ سنہ ۳۲۶ھ کے درمیان مین وفات پائی، منطق و فلسفہ کا عالم تھا، دیکھو طبقات الاطباء ص ۲۳۵؛ القفطی ص ۲۱۲

وفات پائی، بغداد وغیرہ ممالک مشرقی کے تمام علماء کا علم منطق مین اس (ابی بشر) پر دار و مدار تھا، اور اس فن کی تشریح اور اس کو آسان طور پر سمجھنے کے لیے لوگ اسی کے پاس آتے تھے، فارابی نے امیر سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان تغلبی کے محلسرا مین بمقام دمشق ۳۳۹ھ / ۹۵۰ء مین وفات پائی،

وسعتِ علوم اور مہارتِ فنون مین یہی علماء ہمارے ہان مشہور ہین،

علماے نجوم اور وہ لوگ جو فلسفہ کی بعض شاخون مین مشہور ہوئے، ان کی ایک تعداد کثیر ہے،

احمد بن عبداللہ حبش علم ہیئت و نجوم کے مشاہیر مین سے ان لوگون کے علاوہ جنکا ذکر اوپر آچکا ہے، ایک احمد بن عبداللہ معروف بہ حبش بغدادی ہے، جو خلیفہ المامون اور معتصم کے عہد مین تھا، اس کی تین زیچین ہین، ان مین سے پہلی سدّھانت کے طریقہ پر ہے جس مین اس نے الفزاری اور الخوارزمی کے خلاف اعمال فلکیہ مین حکیم ثاؤن (Theone) اسکندرانی کے طریقہ پر فلک البروج کی حرکتِ اقبال و ادبار کو استعمال کیا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے ستارون کے مواضعِ طول کو درست کرسکے، یہ زیچ اس نے پہلی مرتبہ اس زمانہ مین تالیف کی جبکہ وہ طریقۂ سدّھانت کا معتقد تھا، دوسری زیچ الممتحن ہے جو اس کی تمام زیچون مین زیادہ مشہور ہوئی، یہ زیچ اس نے اعمال رصدی کے بعد مرتب کی ہے، اس مین ان حرکاتِ کواکب کا بیان ہے جنکا معائنۂ رصدی اس کے زمانہ مین ضروری خیال کیا جاتا تھا، تیسری زیچ صغیر معروف بہ زیچ شاہی ہے، اسکی ایک کتاب اسطرلاب بنانے کے فن مین بہت عمدہ ہے،

الفرغانی، احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی، مامون کے خاص منجمین مین سے تھا، مبادیاتِ علم ہیئت و نجوم مین اسکی کتاب[1] گو حجم مین مختصر مگر بہت مفید ہے، اس مین تیس ابواب ہین جو سلیس عبارت

[1] غالباً یہ کتاب الحرکات السماویہ وجوامع علم النجوم ہے جو مجسطی کی عربی تلخیص ہے، اس کو غولیوس نے مع ترجمۂ لاطینی سنہ ۱۶۶۹ء مین امسٹرڈام سے شائع کیا، اسی کتاب نے اس کو یورپ مین الفرغانس (Alfarganus) کے نام سے مشہور کردیا (اکتفاء القنوع ص۲۲۲، تاریخ ادب العرب مصنفۂ ہیوآر ص۲۹۵)

Marfat.com

اور عمدہ الفاظ مین کتاب المجسطی کے تمام مضامین پر حاوی ہین،

بنو موسیٰ[1] موسیٰ بن شاکر اور اس کے تینون بیٹے، محمد، احمد اور حسن ہیئت و نجوم اور علوم فلسفہ کے علما، متقدمین سے تھے، رصدِ کواکب کی طرف انھون نے توجہ کی تھی، موسیٰ بن شاکر مامون کے منجمین مین مشہور تھا، اور اس کے تینون بیٹے ہندسہ، علم الحیل[2] وغیرہ مین دستگاہ رکھتے تھے، علم الحیل مین ان کی عجیب و غریب تصانیف ہین جو حیل بنی موسیٰ[3] کے نام سے لوگون مین مشہور ہین،

عمر بن فرخان الطبری کتب فلسفہ کے رؤسا سے مترجمین سے اور نجوم و احکام نجوم کا محقق عالم تھا،

ابو معشر بلخی نے اپنی کتاب المذاکرات مین بیان کیا ہے کہ ذوالریاستین فضل بن سہل[4] وزیر مامون الرشید نے اس کو اس کے وطن سے بلاکر مامون کے پاس ترجمہ کے کام پر مقرر کرادیا، تھا، جہان اس نے بہت سی کتابون کا ترجمہ کیا، اور ایسے احکام نجوم تیار کیے جو آج تک شاہی خزانون مین موجود ہین، اور اس کے لیے اور بھی بہت سی کتابین نجوم و فلسفہ مین تصنیف کین،

---

[1] بنو موسیٰ کے حالات کے لئے دیکھو الفہرست ص۲۷۱، قفطی ص۲۰۸ و ص۲۸۶، ابن خلکان ج ۲ ص۹۷ ما ص۸ [2] علم الحیل صنایع لطیفہ کو کہتے ہین، اور منجمین کی اصطلاح مین اس سے آلات رصدیہ مراد ہوتی ہے (اکتفا، ص۲۲۵ و ص۲۲۹)

[3] یہ کتاب ابن خلکان نے دیکھی تھی، اس نے بڑی تعریف کی ہے، (ج ۲ ص۹۷) مگر یہ نہین لکھا کہ اس کا خاص مصنف کون ہے، کتاب الفہرست ص۲۷۱ کے مطابق یہ احمد بن موسیٰ کی تصنیف ہے، بنو موسیٰ کے بعض قلمی رسائل مصر کی خدیویہ لائبریری مین موجود ہین (اکتفا، القنوع ص۲۳۵) حیل بنی موسیٰ کے فارسی ترجمہ کے ایک باتصویر قلمی نسخہ کا ذکر لندن کے مشہور کتب فروش لوزیک کی فہرست مین نظر سے گذرا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ابھی دنیا سے معدوم نہین ہوئی [4] علم نجوم و احکام نجوم کا زبردست ماہر تھا، بروز جمعہ، ۲ شعبان ۲۰۲ھ مین قتل ہوا، ابن خلکان ج ۱ ص۱۹۱ و ص۴۱۵ اسکو ذوالریاستین اسلیے کہا گیا کہ وہ مامون کا وزیر اور فوج کا افسر تھا، ثعالبی نے فضل نام کے آدمیون کے حالات مین ایک خاص کتاب لکھی ہے جسمین اس نے فضل کے حالات لکھے ہین (ثمار القلوب ص۳۳)

Marfat.com

البتانی[1] ابو جعفر محمد جعفر بن سنان حرانی رصد کواکب کا ماہر اور فلسفہ، ہیئت، حساب، نجوم اور احکام نجوم وغیرہ کا متقدم عالم تھا، اسکی ایک بلند پایہ زیج[2] ہے جو رصدِ نیرین (شمس و قمر) اور انکی حرکات مندرجۂ کتاب المجسطی کی اصلاح پر مشتمل ہے، اس مین اس نے "خمسۂ متحیرہ"[3] کی حرکات کی اصلاح اور حساب فلک سے متعلق بہت کارآمد اور ضروری باتون کا استقصا کیا ہے بعض ارصادات[4] (جنکا ذکر اس نے اپنی زیج مین کیا ہے) ۲۹۷ھ مین خلافت المعتضد باللہ[5] کے دوسرے سنہ جلوس مین اس نے تیار کی تھین، مجھے نہین معلوم کہ ارصادِ کواکب کی تصحیح اور حرکات نجوم کے معائنہ رصدی مین اہل اسلام مین سے کوئی بھی اس کے مبلغِ علم کو پہنچا ہو، علاوہ ازین احکامِ نجوم پر اس نے خاص طور سے توجہ مبذول کی تھی، اور اس مین کتابین تصنیف کی تھین، اس فن مین اسکی تصنیف سے بطلیموس کے مقالات اربعہ کی شرح ہے،

النیریزی[6] فضل بن حاتم، علم ہندسہ، ہیئت اور حرکات نجوم کے علما، متقدمین مین سے تھا، اسکی

---

[1] الفہرست ص ۲۷۹ المتوفی ۳۱۷ھ، ابن خلکان (ج ۲ ص ۸۰) لکھتے ہین کہ اس کا نام ابو عبداللہ محمد بن جابر بن سنان ہے مجھے نہین معلوم کہ وہ اسلام لایا تھا یا نہین، مگر اس کا نام اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتا ہے، [2] نلینو الطالوی (علم الفلک) نے اس زیج کو مع ترجمۂ لاطینی ۲ جلدون مین مقام میلان (روم) سے ۱۹۰۸ء مین شایع کیا اس کا نام زیج الصابی ہے، [3] سبعۂ سیارہ مین سے شمس و قمر کو نیرین اور باقی کو خمسۂ متحیرہ کہتے ہین، یعنی زحل[1]، مشتری[2]، زہرہ[3]، مریخ[4]، اور عطارد[5]، [4] ابن خلکان نے (ج ۲ ص ۸۰) اسکی ارصادات کا زمانہ ۲۶۴ھ تا ۳۰۶ھ بتایا ہے، [5] ابو العباس احمد بن الموفق خاندان عباسیہ کا سولہوان خلیفہ جو ۲۷۹ھ سے ۲۸۹ھ تک خلیفہ رہا، ۲۸۹ھ مین پائی، [6] قفطی نے (ص ۱۶۸) اس کے تذکرہ مین اسکی تصانیف کا ذکر کیا ہے، اس نے اپنی ایک کتاب احداث الجو خلیفہ معتضد کے لیے لکھی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری کے آخر تک موجود تھا، غالباً تیسری ہجری کے بعد ہی اس نے وفات پائی،

Marfat.com

تصانیف مشہور ہین، اس کی تصنیف سے شرح مجسطی، شرح اقلیدس اور زیج کبیر (مذہب سندھا پر) ہین،

حسن بن صباح[1] اس کی ایک زیج ہے جسمین اس نے مذہب سندھانت پر اوساطِ کواکب کو،
تعدیلاتِ کواکب کو بطلیموس کے اصول پر، اور میلِ شمس کو اپنے زمانہ کے مروجہ طریقہ، رصد کے
مطابق درج کیا ہے،

محمد بن اسمٰعیل تنوخی یہ وہ منجم ہے جو ہندوستان گیا تھا اور وہان سے علم نجوم کے عجیب و غریب مسائل
لیکر واپس آیا، منجملہ ان کے حرکتِ اقبال و ادبار کا مسئلہ ہے،

عبداللہ بن اماجور[2] علم حرکاتِ نجوم اور رصد کا عالم تھا،

ابو معشر[3] جعفر بن محمد بن عمر بلخی، مسلمانون مین احکام نجوم کا زبردست عالم گذرا ہے[4] احکامِ نجوم اور
تعدیلِ کواکب مین اسکی مفید اور عمدہ تصنیفات ہین، وہ ایران کی تاریخ سے زیادہ واقفیت رکھتا
تھا، احکامِ نجوم مین اسکی تصانیف حسب ذیل ہین:-

۱- کتاب الطبائع (۲) کتاب الالوف (فی بیوت العبادات (۳) کتاب المدخل الکبیر[5]

---

[1] قفطی نے ایک جگہ (ص ۴۳) ابراہیم بن الصباح کے تذکرہ مین اسکا ذکر کیا ہے، پھر دوسری جگہ (ص ۱۱۳) اسکا نام حسن بن صباح لکھا ہے، ابن الندیم کے (ص ۲۷۶) مین بھی اسکو حسن بن الصباح لکھا ہے،

[2] اصل متن مین علی بن اماجور غلط لکھا ہوا ہے، کتاب الفہرست (ص ۲۸۰) مین اسکا نام عبداللہ بن اماجور لکھا ہوا ہے، اور یہی صحیح ہے، قفطی نے علی بن اماجور اور عبداللہ بن اماجور دونون کا علٰحدہ تذکرہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون بھائی تھے، [3] ابو معشر کے حالات کے لیے دیکھو الفہرست ص ۲۲۷، ابن خلکان ج ۱ ص ۱۱۲، ابو معشر نے ۲۷۲ھ مین وفات پائی،

[4] البیرونی نے جہان احکامِ نجوم کے مسائل مین ابو معشر کا ذکر کیا ہے، وہان اس پر سخت چوٹین کی ہین، اور لکھا ہے کہ اس کی تصانیف علمی حیثیت سے گری ہوئی ہین،

[5] آکسفورڈ، لیڈن اور کتب خانۂ حمیدیہ (قسطنطنیہ) مین اس کے قلمی نسخے موجود ہین، اس کے لاطینی تراجم چھپ گئے ہین، دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لفظ ابو معشر،

Marfat.com

(۴) کتاب القرانات[1] (۵) کتاب الدول والملل (۶) کتاب الملاحم (۷) کتاب الاقالیم (۸) کتاب الہیلاج والکدخدا (۹) کتاب المثالات فی الموالید[2] (۱۰) کتاب النکت (۱۱) کتاب تحاویل سنی الموالید[3] وغیرہ،

حرکاتِ نجوم مین اسکی تصنیف سے زیچ الکبیر بہت مفید اور کارآمد ہے، اس مین علم الفلک سے متعلق بلا ایرادِ دلائل تمام اقوال جمع کر دیئے گیے ہین، اور کتاب زیچ صغیر معروف بہ زیچ القرآنات جو عہدِ طوفان سے لیکر زحل و مشتری کے اوقاف قرآن تک کے اوساط کواکب پر مشتمل ہے،

ابو معشر شراب پینے کا عادی اور دائم الخمر تھا، امتلاآت قمریہ[4] کے زمانہ مین اسکو مرگی کا دورہ ہو جایا کرتا تھا، وہ ابو جعفر محمد بن سنان البتانی کا ہمعصر تھا،

حسن بن الخصیب[5] احکام و تعدیلِ نجوم کا متقدم عالم تھا، اس کی زیچ مشہور ہے، موالید (زائچون) مین

---

[1] اکسفورڈ اور پیرس مین اس کے نسخے موجود ہین، (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) [2] برلین، وائنا، فلارنس (اٹلی)، پیرس اور قاہرہ مین اسکے قلمی نسخے موجود ہین، ایک مرتبہ ۱۲۹۰ھ مین یہ کتاب "کتاب فی التمام والکمال" کے نام سے قاہرہ مین چھپی تھی (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) [3] اس کتاب کے نسخے پیرس، ایسکوریال اور اکسفورڈ کے کتب خانون مین موجود ہین، (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) [4] سنہ ۱۴۸۹ء مین آگسبرگ مین اور سنہ ۱۵۱۵ء مین وینس مین اس کتاب کا لاطینی ترجمہ شائع ہو چکا ہے، [5] اصطلاح منجمین مین اسکو استقبال بھی کہتے ہین یعنی چاند کے کامل ہو کر بدر ہونے کا وقت جبکہ وہ آفتاب کے بالمقابل آجاتا ہے (مفاتیح ص ۱۳۲) علماے نجوم کے نزدیک چاند کے آفتاب سے قرب و بعد کا اثر آب و ہوا اور امراض وغیرہ پر ہوا کرتا ہے،

[5] ابو بکر حسن بن الخصیب ایک ایرانی النسل منجم تھا، ازمنہ وسطیٰ کے لاطینی تراجم مین اسکا حوالہ ALBUBATHER کے نام سے آتا ہے، غالباً یہ تیسری صدی ہجری کے وسط مین گذرا ہے کہ احمد بن طاہر طیفور (المتوفی سنہ ۲۸۰ھ) اسکو اپنا معاصر بتاتا ہے (کتاب بغداد ص ۱۹۲ طبع یورپ) قفطی (ص ۱۱۲) نے اسکا مختصر تذکرہ لکھا ہے،

اسکی کتاب[1] بہت عمدہ ہے،

احمد بن یوسف[2] کتاب النسبۃ والتناسب اور بطلیموس کی کتاب الثمرہ کی شرح کا مصنف ہے،

احمد بن المثنیٰ ابن عبد الکریم، تعلیل زیج الخوارزمی کا مصنف ہے،

المروروذی محمد بن محمد بن خالد بن عبد الملک المرورودی، اس کی ایک مختصر زیج اس رصد الممتحن کے طریقہ پر ہے جو اس کے دادا خالد بن عبد الملک مرورودی، یحییٰ بن ابی منصور، سند بن علی، اور عباس بن سعید الجوہری نے تیار کی تھی،

ابن الآدمی[3] حسین بن حمید معروف بہ "ابن الآدمی"، اس نے زیج کبیر تصنیف کی تھی جسکی تکمیل اسکی وفات کے بعد اس کے شاگرد قاسم بن محمد بن ہشام المدائنی معروف بہ علوی نے کی اور نظم العقد نام رکھا، اور ۳۳۸ھ مین اسکی اشاعت کی، تعدیل کواکب کے فن مین یہ ایک جامع کتاب ہی جو مذہب سدھانت مین علم ہیئت وحساب ونجوم پر مشتمل ہے، اس مین اس نے حرکت اقبال وادبار فلک کو اس طور پر بیان کیا ہے، جو اس سے پیشتر کسی نے نہین بیان کیا، اور اس کتاب کے ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے حرکت اقبال وادبار فلک کی نسبت ہم خلاف عقل اور بے قاعدہ باتین سنتے تھے، مگر جب یہ کتاب ہمارے پاس پہنچی تو ہم نے حرکت مذکورہ کے طریقہ کو سمجھ لیا، اور ایک عرصہ تک یہ کتاب حرکت مذکورہ کو سمجھنے کے لیے ایک ذریعہ بنگئی، چنانچہ ہم نے اس سے وہ وہ باتین معلوم کین، جو ہمارے خیال مین اس سے پیشتر کسی کو معلوم نہین ہوئین،

---

[1] اس کتاب کا قلمی نسخہ ایسکیوریال کے کتبخانہ مین موجود ہے (فہرست کتب خانۂ مذکور نمبر ۹۳۵) بہت پہلے اس کتاب کا لاطینی مین ترجمہ ہوا تھا (علم الفلک ص۱۵۰ کا نوٹ) [2] احمد بن یوسف بن ابراہیم ابن الدایہ مصری المتوفی ۳۳۰ھ (معجم الادبا، ج ۲ ص۱۶۰) [3] قفطی نے اسکا نام ایک جگہ حسین بن محمد بن حمید لکھا ہی، پھر دوسری جگہ (ص۱۸۵) صاعد کے حوالہ سے محمد بن حسین بن حمید لکھا ہے، الفہرست (ص۲۸۰) مین اسکی کتاب کا نام مذکور نہین ہے،

Marfat.com

ہم نے اس کتاب کے بعض مقامات پر اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین تنقید کی ہے،

ہمدانی[1] ابو محمد ہمدانی معروف بہ ذی الدمینہ، عرب کے شرفا مین سے تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے:-

حسین بن احمد بن یعقوب بن یوسف بن داؤد بن سلیمان معروف بہ ابن ذی الدمینہ، بن عمرو الحارث بن منقذ بن الولید بن الازہر بن عمر بن طارق بن اہتم بن قیس بن ابی ربیعہ بن عہد بن علیان بن مرہ (ارحب بن الدعام) بن مالک بن معاویہ بن صعب بن دومان بن مکیل بن جشم بن حاشد بن نوف بن ہمدان بن مالک بن زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان،

یہ نسب نامہ مین نے اس کی کتاب الاکلیل[2] سے نقل کیا ہے، جو ملوکِ حمیر کے انساب اور ان کی لڑائیون کے حالات مین ہے، یہ بڑی مفید کتاب ہے، اور دس ابواب مین منقسم ہے:-

باب اوّل، عرب و عجم اور حمیر کے سلسلہ ہاے نسب کی اصل و ابتدا،

باب دوم، الہمیسع بن حمیر کی اولاد کا سلسلۂ نسب،

باب سوم، قحطان کے فضائل،

باب چہارم، یعرب بن قحطان سے لیکر تبع ابو کرب (اسعد کامل) کے زمانہ تک پہلا تاریخی دور،

باب پنجم، اسعد ابی کرب کے زمانہ سے لیکر عہدِ ذونواس تک وسط کا تاریخی دور،

باب ششم، ذونواس سے عہدِ اسلام تک آخری تاریخی دور،

---

[1] ہمدانی کے مفصل حالات کے لیے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص۲۱۲ حصہ۲ لفظ "ہمدانی"، [2] اس کتاب کا مکمل نسخہ اب تک نہین دستیاب ہوا، یورپ مین اس کا اکثر حصہ برٹش میوزیم لندن اور برلن کی رائل لائبریری مین موجود ہے (ادب العرب نکلسن (ص۱۲)

باب ہفتم، جھوٹے قصے اور نا ممکن حکایات کی تحقیق،

باب ہشتم[1]، حمیر کے قصر، حکام، معرکہائے رزم، خزانے اور اونکے اشعار (نقوش و کتبات)

باب نہم، حمیری زبان کی امثال و حکم اور حمیری خط (مسند) کے حروفِ تہجی،

باب دہم[2]، ہمدان کے علوم،

علاوہ ازین اس کتاب کے ضمن مین قرانات کواکب کا حساب، ان کے اوقات اور بیعیات و احکامِ نجوم کا بھی بہت کچھ بیان ہے، نیز قدم و حدوثِ عالم کے متعلق قدما کی را
لم کے ادوار، نسل انسانی، اور آن کی عمر کی مقدار کی نسبت قدما کے اختلافات کا ذکر ہے،
دانی کی اور بھی عمدہ تصانیف ہین، اس کی ایک کتاب سرائر الحکمۃ ہے، اس مین علم ہیئت،
رکاتِ کواکب کی مقدار اور احکامِ نجوم کا بیان ہے جو تمام اصنافِ علم نجوم پر محیط ہے، اوسکی
نیف سے کتاب القوی اور کتاب الیعسوب[3] تیر اندازی، شمشیر زنی، اور نیزہ بازی کے
ن مین ہین، امیر الحکم المستنصر باللہ فرمانروائے اندلس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر مین[4] ین نے
یکھا ہے کہ محمد الہمدانی نے سنہ ۳۳۴ھ مین صنعاء کے قید خانہ مین وفات پائی،

[1] کتاب الاکلیل کا یہ آٹھوان باب داؤد ہائزخ موکر نے سنہ ۱۸۹۱ء مین لیڈن سے شایع کر دیا ہے،

[2] نکلسن نے تاریخ آداب العرب (ص۱۲) مین، برٹش میوزیم کے نسخہ اکلیل سے جو فہرست مضامین نقل کی ہے اسمین
دسوان باب اس طرح ہے، "حشید اور بکیل خاندانِ حمیر کے دو بڑے قبیلون کے انساب"

[3] کتاب القوی اور کتاب الیعسوب کے چند ابواب:- کتاب الرمی، کتاب السہام اور کتاب النضال کے قلمی نسخے یورپ
کے کتب خانہ مین موجود ہین، (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

[4] الحکم کی یہ عادت تھی کہ وہ جس کتاب کو پڑھتا تھا اس مین مصنف کا نسب، مولد، اور اسکی وفات لکھ دیا کرتا تھا (دیکھو
نفح الطیب ج ۱ ص۱۸۵)

Marfat.com

ابن یونس[1] ابوالحسن علی بن عبدالرحمن بن احمد بن یونس مصری علم نجوم کا ماہر خصوصی تھا، تمام علوم مین دستگاہ رکھتا اور عمدہ شعر کہتا تھا یحییٰ بن ابی منصور کی زیچ[2] کی اس نے جو اصلاح کی تھی اسی پر فن تقویم کواکب مین تمام اہل مصر کا دارو مدار ہے،

ابن ہیثم مصری[3] علم مرایاے محرقہ مین اس کی تصانیف ہین، مجھے قاضی ابوزید عبدالرحمن بن علیسی بن محمد بن عبدالرحمن نے اطلاع دی ہے کہ ابن ہیثم سے انھون نے ۴۳۰ھ مین مصر مین ملاقات کی تھی، یہ ان مشاہیر علما کے حالات ہین جنھون نے علم نجوم تعلیمی برہانی کی طرف توجہ کی تھی، لیکن

انفاری علم نجوم طبعی یعنی احکام کواکب (اور عالم کون و فساد مین ان کی تاثیر) کے علما مین ج

---

[1] اس کے حالات کے لیے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص۳۷۵ المتوفی ۳۹۹ھ، [2] غالباً یہ وہی زیج الکبیر الحاکمی ہے جو ۴ مین، چار جلدون مین پیرس سے باعتناء کوسان دی برسفال مع ترجمۂ فرنچ شائع ہو چکی ہے (دیکھو اکتفاء القنوع ص۲۴۵) [3] ابوعلی محمد بن حسن بن ہیثم، اصل بصرہ کا باشندہ تھا، پھر مصر مین سکونت اختیار کی اور ۴۳۰ھ مین قاہرہ مین وفات پائی، صاحب طبقات الاطبا نے خود ابن ہیثم کے ایک رسالہ سے اس کا مفصل اور مبسوط تذکرہ لکھا ہے، اور اسکی تصانیف اور عام حالات سے متعلق دلچسپ واقعات نقل کیے ہین (کتاب مذکور ج ۲ ص۹۰ تا ص۹۸ یورپ والے اس کو AL HAZEN (الحازن) کہتے ہین، سب سے پہلے اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ اجرام سماوی جب افق کے قریب آتے ہین تو ان کا جرم بڑھ جاتا ہے، اس اکتشاف کو لارڈ بیکن بطلیموس سے منسوب کرتا ہے حالانکہ یہ اس مسلمان عالم کا ایجاد کردہ نظریہ ہے، ہندسہ مین اسکی کتابون کے قلمی نسخے پیرس کی بیلوتھک نیشنل مین موجود ہین جنکو مستشرق سیدیو نے ۱۸۳۴ء مین دریافت کیا تھا، اسکی اور کتابین آکسفورڈ، بوڈلین، اور لیڈن کے کتب خانون مین موجود ہین (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۱ ص۶۵۵ طبع یازدہم) [4] مرایاے محرقہ پر اسکی دو کتابین فی المرایا المحرقہ بالقطوع اور فی المرایا المحرقہ بالدوائر کا جرمنی مین ترجمہ ہو چکا ہے، علاوہ ازین اس کے کئی رسائل جرمنی اور لاطینی مین ترجمہ کیے گئے ہین (دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۳

Marfat.com

سب سے پہلے مشہور ہوا وہ محمد بن ابراہیم[1] الفزاری ہے، وہ مذہب نجوم مین اہل عرب کے طریقہ کا پیرو
تھا، پھر محمد بن جہم البرمکی[2] نے اس طریقہ کا اتباع کیا، جس نے اس کے ساتھ منطق کی طرف بھی
توجہ کی تھی، بعد ازان ابن مسافر الیمانی، خالد اموی، اور یحیی بن ابی منصور وغیرہ بھی احکام نجوم
مین قریب قریب اہل عرب کے طریقہ پر چلتے رہے،

یعقوب بن طارق | اس فن (نجوم) کے محققین مین (جنھون نے عجمیون اور یونانیون وغیرہ کا مسلک
اختیار کیا) یعقوب بن طارق مشہور ہوا، اس کی کتاب المقالات ان خلفاء اور سلاطین کے
رائجون پر ہے جن کی تاریخ ولادت نہین معلوم ہوئی،

---

[1] نلینو نے جن جن کتابون مین فزاری کا ذکر آیا ہے ان پر محققانہ بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:-

(۱) اصل مین فزاری نام کا ایک ہی شخص ہے جو منصور عباسی کے عہد مین ہیئت و نجوم کا ماہر تھا، اسی نے اسطرلاب بنایا، اور
سدھانت کے طریقہ پر زیچ تالیف کی، (۲) اس کا صحیح نام ابراہیم بن حبیب ہے نہ محمد بن ابراہیم، کہ فزاری فلکی کو فزاری محدث کیساتھ
مخلوط کر دینے سے یہ نام مشہور ہوگیا، (۳) ابن القفطی وغیرہ نے اپنے مأخذ پر بھروسہ کرکے غلطی سے ایک شخص کو دو سمجھ لیا ہے:
دیکھو علم الفلک ص۱۵۶ ص۱۶۲) ڈاکٹر سخاؤ بحوالہ الفہرست ص۲۷۳ لکھتے ہین کہ غالباً محمد بن ابراہیم الفزاری، ابراہیم بن حبیب
الفزاری کا بیٹا تھا جس نے عہد اسلام مین سب سے پہلے اسطرلاب بنایا (دیکھو انگریزی ترجمہ کتاب الہند ج ۲ ص۳۱ حواشی، مگر
نلینو نے جو دلائل پیش کئے ہین ان کو دیکھتے ہوئے سخاؤ کا خیال صحیح نہین معلوم ہوتا، فزاری کے حالات ہم کو کسی کتاب مین
نہین ملے، قفطی اور ابن الندیم کے مختصر تذکرے جو دراصل ایک دوسرے کی نقل ہین اس کے حالات پر کچھ بھی روشنی نہین ڈالتے
صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۵۲ھ مین منصور عباسی کا درباری منجم تھا، بقول ڈاکٹر سخاؤ اسکی تصانیف یورپ کے کتبخانون مین نہین ہین

[2] خاندان برامکہ سے تھا، خلیفہ المعتصم کے عہد (۲۱۸ھ و ۲۲۷ھ) مین گذرا ہے، الفہرست ص۱۸۱، ص۲۴۵ و ص۲۷۶، ۳۰۳ اس کے حالات کسی کتاب
مین نہین معلوم ہوئے، کتاب الہند (ص۲۰۸) مین یعقوب کا ہندو منجم سے (جو عراق مین منصور کے پاس سندھ سے وفد لیکر آیا تھا) استفادہ کرنا
بیان کیا گیا ہے اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسری صدی ہجری کے وسط مین عراق مین موجود تھا، اسکی تصانیف وغیرہ پر نلینو نے محققانہ بحث کی ہے
دیکھو علم الفلک ص۱۶۳ تا ص۱۶۸،

اس کے علاوہ ماشاء اللہ یہودی[۵]، جو جلیل القدر کتابون کا مصنف تھا، ابو سہل[۵۲] بن نوبخ

فارسی جو ہارون الرشید کے زمانہ مین تھا، اس کا بیٹا فضل بن ابی سہل، ابو علی الخیاط، اسحاق

سلیمان الہاشمی[۵۳] مصنف کتاب ابی قماش[۵۴] جو سنینِ عالم کے تغیرات پر ہے، عمر بن فرخان

ابو معشر بلخی، ابو الہمدان وغیرہ متعدد لوگ گذرے ہین،

اسحاق بن عمران | فن طب اور طبیعیات کے مشہور علمار مین سے اسحاق بن عمران معروف بہ ا

---

[۵] یعقوبی نے (کتاب البلدان ص۲۳۰) مین اس کو ماشاء اللہ بن ساریہ لکھا ہے، ابن الندیم اور قفطی اسکو ماشاء اللہ بن اثری

لکھتے ہین، اسکا اصل نام منشی بن ابری ہی، خلیفہ منصور کے زمانہ مین تھا، اور مامون کے زمانہ تک زندہ رہا ہیئت و نجوم کا ماہر تھا (

ص۲۷۳، قفطی ص۲۱۲، ص۲۱۵) اسکی کتابون کے لاطینی تراجم شائع ہو چکے ہین (علم الفلک ص۱۲۶)

[۵۲] نوبخت نامی ایک ایرانی مجوسی تھا جو خلیفہ منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا، اسکا بیٹا ابو سہل بن نوبخت علم نجوم کا ماہر

منصور کا ندیم و مصاحب تھا، یہ فارسی علم و حکمت کی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا کرتا تھا، اس کے نام کا پتہ نہین

معلوم ہوتا ہے کہ بچپن مین اس کا کوئی ایرانی نام تھا، جو بعد مین غیر معروف ہو گیا اور صرف اس کی کنیت ا

مشہور ہو گئی، ابن الندیم (ص۲۳۸ و ص۲۳۹) نے اس کو ایک جگہ ابو سہل بن نوبخت اور دوسری جگہ (ص۲۴۲) ا

فضل بن نوبخت بتایا ہے، غالباً اسی کے تتبع مین قفطی (ص۱۶۸، ص۱۶۹) نے بھی ابو سہل فضل بن نوبخت اور ابو

بن نوبخت کو دو مختلف اشخاص سمجھ کر دونون کا علیحدہ تذکرہ لکھا ہے،

[۵۳] اس کا حال کہین نہ معلوم ہو سکا، کتاب بغداد ص۱، ص۱۴۵ پر ابن طیفور نے اس کے حوالہ سے بعض واقعات

کئے ہین، اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی تاریخ دان شخص تھا،

[۵۴] ابی قماش عربی نام ہے، قماش بالضم متاع از ہر جنس و از ہر جائے، ابن خلکان نے (ج۱ ص۴۴۳) ابن المستو

کی کتاب ابی قُماش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مین مصنف نے بکثرت ادبیات اور نوادر جمع کئے ہین، اس

معلوم ہوتا ہے کہ ابی قماش مجموعہ یا ذخیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، اس کتاب کا حال نہین معلوم ہو سکا،

Marfat.com

زہر قاتل) تھا، وہ دراصل بغداد کا باشندہ تھا، پھر زیادۃ اللہ بن اغلب[1] کے عہدِ حکومت مین افریقیہ مین آکر قیام کیا کہ زیادۃ اللہ ہی نے اس کو بغداد سے بلایا تھا، جودتِ طبع اور صحتِ علم مین وہ بہت متقدم تھا، یہی وہ شخص ہے جس نے مغرب مین طب اور فلسفہ کے مابین اتحاد پیدا کیا، اس کی تصانیف سے کتاب نزہتہ النفس، کتاب النبض، کتاب المالنخولیا[2]، کتاب الفصد وغیرہ اعلیٰ پایہ کی کتابین ہین، امیر زیادۃ اللہ کے ساتھ بعض معاملات ایسے پیش آئے جنکی وجہ سے وہ ظلم وتشدد اور ضعفِ عقل کے سبب اسحاق کا دشمن ہوگیا، اور اس کے دونون بازوؤن کی فصد کھلوانے کا حکم دیدیا، خون اس کثرت سے بہا کہ بیچارہ جان بحق تسلیم ہوگیا، پھر اس کو پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا، وہان وہ اتنے عرصہ تک لٹکا رہا کہ اس کے جوفِ بدن مین پرندہ نے گھونسلا بنالیا، واللہ اعلم،

جابر بن حیان[3] صوفی، اور علومِ طبیعیات کا جید عالم، فن کیمیا مین مہارت تامہ رکھتا تھا، اس فن مین

---

[1] افریقیہ کے فرمان روایانِ بنو اغلب کا آخری تاجدار المتوفی جمادی الاولیٰ ۳۰۱ھ (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۶۲)

[2] اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ میونخ (جرمنی) کے کتب خانہ مین موجود ہے (تاریخ ادب العرب از ہیوآر ص ۳۰۰)

[3] ابو موسیٰ جابر بن حیان بمقام طوس اور بقول بعض حرّان مین پیدا ہوا، کہا جاتا ہے کہ وہ امام جعفر صادق کا شاگرد تھا اور ان سے مدینہ منورہ مین اس نے تحصیل علم کی تھی، بعض کہتے ہین کہ وہ اموی خلیفہ خالد بن یزید کا شاگرد تھا، ۱۶۱ھ مین وفات پائی یورپ مین وہ (GEBER) گیبر کے نام سے مشہور ہے ابن نباتہ لکھتے ہین کہ جابر کا صحیح تذکرہ کسی معتبر کتاب مین مین نے نہین دیکھا، اس سے ان لوگون کے قول کی تائید ہوتی ہے جو جابر کو ایک فرضی شخص خیال کرتے ہین (سرج العیون فی شرح رسالۃ ابن زیدون بر حاشیہ النفیث المجسم للصفدی ج ۱ ص ۲۴۲) طاشکبری زادہ لکھتے ہین کہ بعض لوگون کو جابر کے وجود ہی سے انکار ہے لیکن اسکی کثیر التعداد تصانیف کو دیکھتے ہوئے (جو اس کے وجود کو بخوبی ثابت کرتی ہین) یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۲۵۱) پروفیسر ای۔ جی، ہومیار (کلفٹن کالج برسٹل) نے رسالۂ سائنس پروگریس بابت جنوری ۱۹۲۵ء مین ایک محققانہ مضمون جابر پر لکھا ہے، اس مضمون مین پروفیسر موصوف نے بڑی کاوش اور تدقیق سے جابر کی شخصیت کو ثابت کیا ہے، رسالۂ معارف بابتہ اگست ۲۵ء مین اس مضمون کا اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے،

Marfat.com

اس کی متعدد تصانیف[1] مشہور ہین، علاوہ برین اکثر اصنافِ فلسفہ مین بھی دخل رکھتا تھا، اور علم باطن کا پیرو تھا، جو متصوفین اسلام مثل حرث بن اسد[2] محاسبی اور سہل بن عبداللہ التستری[3] وغیرہ کا مذہب ہے، مجھے محمد بن سعید سرقسطی معروف بہ ابن المناط اسطرلابی نے اطلاع دی ہے کہ اس نے مصر مین جابر بن حیان کی ایک کتاب عمل اسطرلاب مین دیکھی ہے جس مین اسطرلاب سے متعلق ایک ہزار بے نظیر مسائل ہین،

ذوالنون مصری[4] ابراہیم اخمیمی (مصری) فن کیمیا اور تصوف مین جابر مذکور کے طبقہ مین سے تھے اور بہت سے فلسفیانہ علوم جانتے تھے،

علی بن ربن الطبری[5] مشہور مجموعۂ طب (کناش) فردوس[6] الحکمۃ کا مصنف اور محمد بن زکریا رازی کا استاد تھا،

ابن الجزار[7] احمد بن ابراہیم بن ابی خالد القیروانی معروف بہ ابن الجزار فن طب کا حافظ، اور کتابون کا درس دیتا تھا، قدما کی کتابون کو جمع کرتا اور ان کو بخوبی سمجھتا تھا، علم طب وغیرہ مین اسکی عمدہ تصانیف ہین، اس فن مین اسکی مشہور کتابین حسب ذیل ہین:-

(۱) کناش معروف بہ زاد المسافر، علم امراض مین، (۲) الاعتماد (ادویۂ مفردہ مین (۳) البغیہ (ادویۂ مرکبہ مین

---

[1] اس کی کتاب اسرار الکیمیا، ۱۶۸۵ء مین لیڈن مین چھپ گئی ہے، اس کے پانچ سو رسائل جو ایکہزار صفحات مین ہین اسٹراسبرگ مین ۱۵۳۱ء اور ۱۶۲۵ء کے مابین چھپ چکے ہین، فن کیمیا مین اسکی ایک کتاب ۱۵۷۲ء مین بسیل مین چھپ گئی ہے، جابر کی بعض تصانیف کو دیکھکر بعض یورپین مصنفین کی رائے ہے کہ اس کی کتابین فی الحقیقت فن کیمیا مین نہین ہین بلکہ وہ سب کی سب تصوف مین ہین، جنمین جابر نے کیمیاوی اصطلاحات کے پردہ مین اپنے صوفیانہ خیالات کا اظہار کیا ہے،

[2] بصرہ کے ایک صاحب طریقت عابد و زاہد بزرگ تھے، "احتساب نفس" کے باعث محاسبی مشہور ہوگئے، ابن خلکان ج ۱ ص ۱۲۶ ۱۲۷ ۲۴۳ھ مین وفات پائی، [3] منسوب بہ تستر جو شوستر کا معرب ہے، المتوفی ۲۸۳ھ، صاحب کرامات بزرگ تھے (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۸) [4] ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم مصری معروف بہ ذی النون مشہور صوفی ۲۴۵ھ مین مصر مین وفات پائی، ابن خلکان ج ۱ ص ۱۰۱، [5] اکثر عرب مصنفین اس کو علی بن زین، زیل، رین اور ریل کہتے ہین، حالانکہ اصل مین یہ سریانی زبان کا لفظ ربن ہے جس کے معنی معلم کے ہین، یہ وہی علمائے یہود کا لقب ہے جسکو RABBI کہتے ہین (دیکھو قفطی ص ۱۲۸ و ص ۱۵۵، طبقات الاطباء ج ۱ ص ۱۸۶) ابن الندیم اور ابی اصیبعہ نے اسکا نام ابوالحسن علی بن سہل بن ربن

(بقیہ ص ۱۰۷)

Marfat.com

علم النفس اور اس مین قدما کے اختلافات پر اس کے رسائل ہین، علاوہ برین فن تاریخ سے بھی اسکو شغف تھا، چنانچہ اس فن مین اس نے ایک مختصر کتاب التعریف فی صحیح التاریخ کے نام سے لکھی ہے، وہ نیک چلن، خوش اطوار، خود دار و دولتمند اور اہل دول کی صحبت سے ہمیشہ محترز رہا کرتا تھا

ابن المجوسی[۱] علی بن عباس معروف بہ ابن المجوسی، اس کی تصنیف سے کتاب کامل الصناعۃ[۲] الطبیعیۃ

معروف بہ کتاب الملکی ہے جو اس نے امیر عضد[۳] الدولۃ فناخسرو بن رکن الدولہ ابو علی حسن بویہ دیلمی کے لیے تصنیف کی تھی، علم طب اور معالجات مین یہ کتاب ایک زبردست مجموعہ ہے، مجھے نہین معلوم کہ اس کے برابر آج تک کوئی کتاش لکھی گئی ہو،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶) لکھا ہے یہ پہلے یہودی تھا، پھر معتصم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، اس کے بعد وہ خلیفہ المتوکل کا ندیم بن گیا، اسکے یہودی یا عیسائی ہونے کے متعلق اختلاف ہے، ڈاکٹر منگانا نے علی بن ربن کی کتاب "الدین والدولۃ" کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ مین اس پر محققانہ بحث کی ہے، اور ابن الندیم اور ابن خلکان کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھا، بیروت کا یہودی مصنف رزق اللہ غنیمہ اپنی کتاب نزہۃ المشتاق فی تاریخ یہود العراق (صفحہ ۱۱۵-۱۱۶) مین اسکی یہودیت کو ترجیح دیتا ہے، (للناس فیما یعشقون مذاھب، اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو الفہرست صفحہ ۲۹۶، قفطی صفحہ ۱۵۵، طبقات الاطبا، ج ۱ صفحہ ۳۰۹ ۶ اس کتاب کے دو قلمی نسخے اس وقت یورپ مین موجود ہین، ایک بہترین اور قدیم نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ مین اور دوسرا برلن کے کتب خانہ مین ہے، پروفیسر براؤن آنجہانی اس کو اصل مع انگریزی ترجمہ کے شائع کرنا چاہتے تھے، افسوس ہے کہ اب ان کی موت نے اس کا امکان نہین چھوڑا، پروفیسر موصوف نے اپنی کتاب طب عربی (۲۲-۳۳) مین اس کتاب کی فہرست مضامین نقل کی ہے،

۲ ابن الجزار کے حالات کے لیے دیکھو معجم الاوبا ج ۱ صفحہ ۱۸ المتوفی ۳۹۹ھ طبقات الاطبا ج ۲ صفحہ ۳۷-۳۹)

۵ یہ کتاب فن طب مین سات مقالون اور ابواب پر مرتب ہے (کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۳) اس کا ایک قلمی نسخہ ڈریسڈن (جرمنی) کے کتب خانہ مین موجود ہے، (فہرست کتب خانہ مذکور مرتبہ فلایشر ۲۱ و ۲۰۹)

۱ مفصل حالات کے لیے دیکھو تاریخ الحکما، للقفطی صفحہ ۱۵۵-۱۵۶، طبقات الاطبا، ج ۱ صفحہ ۲۳۶-۲۳۷-

المتوفی ۳۷۲ھ ۲ یہ کتاب ۱۲۹۴ھ مین مصر کے مطبع بولاق مین طبع ہو چکی ہے، لاطینی زبان مین اس کے دو ترجمے شائع ہو چکے ہین، اس کے بعض حصص کا یورپ کی زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے، اردو مین اسکا ترجمہ مولوی حکیم غلام حسین کنتوری (مرحوم) نے کیا تھا جو چھپ گیا ہے اور عام طور پر ملتا ہے،

۳ خاندان بویہ کا مشہور تاجدار، یکشنبہ ۸ رشوال ۳۷۲ھ مین وفات پائی، خلفاء بغداد کے بعد یہ پہلا شخص ہے، جو "بادشاہ" کے لقب سے مشہور ہوا، اور منبر پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، بڑا علم دوست اور اہل علم کا سرپرست تھا، (ابن خلکان ج ۱ صفحہ ۱۶۱)

علومِ اندلس

بنوامیہ کے اندلس پر قابض ہو جانے کے بعد وہان بہت سے لوگ علومِ فلسفہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے، اس سے پیشتر زمانۂ قدیم مین ملک اندلس علم سے یکسر خالی تھا، اور اس کے باشندون مین سے کوئی بھی عالم مشہور نہین ہوا، البتہ اس ملک مین طلسمات[1] قدیمہ مختلف مقامات پر پائے جاتے ہین، جنکی نسبت سب لوگون کا اتفاق ہے کہ یہ شاہانِ روم کے زمانہ کے بنے ہوئے ہین، جب کہ اندلس سلطنتِ روم کے زیرِ حکومت تھا، باقی اسکے سوا، رمضان ۹۲ھ مین مسلمانون کی فتحِ اندلس تک یہ ملک علم و حکمت سے ہمیشہ خالی تھا، اور اس کے بعد بھی زمانۂ دراز تک اہلِ اندلس نے علوم شرعیہ اور لغت و ادب کے سوا کسی علم کی طرف توجہ نہین کی تھی، مگر "فتنۂ اندلوسیہ"[2] کے بعد جب بنوامیہ کی مستقل حکومت اس ملک مین قائم ہوگئی تو ان مین سے کئی اولوالعزم لوگ علوم و معارف کی تحصیل کیلئے مستعد ہوگئے، جیساکہ (صفحات آئندہ مین) ہم اسکا بیان کرین گے،

مذہب پہلے اہلِ اندلس رومیون کے مذہب پر یعنی صابۂ (ستارہ پرست) تھے، پھر عیسائی ہوگئے، اور ۹۲ھ مین مسلمانون کی فتحِ اندلس[3] تک وہ دینِ عیسوی پر قائم رہے،

---

[1] مقناطیس اور پتھر کی تختیان جسپر نقوش وغیرہ طلسمات کندہ ہوتے تھے، [2] یعنی وہ زمانہ جبکہ اندلس گاتھون کے زیرِ حکومت تھا اور طارق نے ان پر چڑھائی کی تھی، اس عہد پر آشوب کو "فتنۂ اندلسیہ" کہتے ہین، دوسرا عہد فتنہ وہ کہا جاتا ہے جبکہ اندلس مین بنی امیہ کے زوالِ حکومت کے بعد طوائف الملوکی کا دور شروع ہوگیا تھا، [3] موسیٰ بن نصیر (تابعی) المتوفی ۹۷ھ حاکم افریقہ کے مامور کیے سالار طارق نے اندلس کو فتح کیا تھا، تفصیل کیلئے

Marfat.com

ومت | ملک اندلس پر مختلف قومین حکمران تھین، جو یکے بعد دیگرے اس پر قابض ہوئین ان
ن ایک اہل روم بھی تھے جنکے عمال (گورنر) شہر اشبیلیہ کے قریب قدیم شہر طالقہ[1] مین مقیم
اکرتے تھے، رومیون کی سلطنت مدتون تک وہان قائم رہی، پھر جب قوم قوط[2]
(GOTHS) ان پر غالب آگئی تو اندلس سے رومی سلطنت مٹ گئی، اور قوط نے
لیطلہ کو (جو اندلس کے پرانے شہرون مین سے ہے) اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور تقریباً تین
دبرس تک اندلس پر قابض اور حکمران رہے، یہان تک کہ مسلمانون نے سنہ مذکورہ
ن اس ملک کو فتح کرلیا، اسلامی فرمانرواؤن نے قرطبہ کو اپنا پایۂ تخت بنایا جو عہدِ فتنۂ اندلوسیہ
سے لیکر بنی امیہ کے زمانۂ انقراض حکومت تک قائم رہا، اس کے بعد سے اندلس کی حکومت
اشیرازہ منتشر ہوگیا، اور ایران کی طرح یہان بھی طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہوگیا،

حدود | اندلس کے جنوب مین خلیج رومی ہے، جو شہر طنجہ[3] کے بالمقابل زقاق (آبنائے جبل الطارق
سے (جس کا رقبہ بارہ میل ہے) نکل کر ملک شام کے شہر صور[4] تک ختم ہوتی ہے، اس کی شمالی
و غربی جانب بحر اوقیانوس (اطلانطک) ہے جو ہمارے یہان بحرِ ظلمات کے نام سے مشہور ہے،
س کے مشرق مین وہ پہاڑ (البرنات[5]) ہے جس پر زہرہ کا ہیکل (مندر) ہے اور جو دونون

---

[1] مطبوعہ نسخۂ طبقات مین طائف لکھا ہے جو یقیناً غلط ہے کہ اس نام کا کوئی شہر اندلس مین نہین ہے، طبقات کے ایک قلمی نسخہ مین طالقہ ہے
مراکشی نے بھی المعجب (ص۲۰۶) مین صاعد سے نقل کرتے ہوئے اس کو طالقہ ہی لکھا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ایک بڑا
شہر تھا جس کے آثار اب تک موجود ہین اور کہ وہ اشبیلیہ سے دو فرسخ دور ہے، بقول مقری جس جگہ آج کل اشبیلیہ
آباد ہے وہین شہر طالقہ تھا (نفح الطیب ج ۱ ص۲۷۶) [2] قدیم زمانہ مین جرمنی نسل کی یہ ایک طاقتور قوم تھی بعض
ان کو Scandinauia سکنڈی نیویا کے باشندے بتاتے ہین مگر موجودہ تحقیقات کے مطابق
وہ جرمن ہی ہین، [3] مراکش کا بندرگاہ [4] بحر شام کے کنارے پر ایک شہر جسکو مسلمانون نے حضرت عمرؓ کے زمانہ
مین فتح کیا تھا (معجم البلدان ج ۵ ص۳۹۶) [5] اس سلسلۂ کوہ کو جو اندلس اور فرانس کے مابین حائل ہے جبل الحاجز
و جبل الفاصل بھی کہتے ہین اصل نام اسکا جبل البرنات یا PYRENEES ہے جسکو عربی مین البرتات اور جبل البرانس کہتے ہین،

Marfat.com

سمندرون، یعنی بحر روم (میڈیٹرینین) اور بحر اعظم (اطلانتک) کے مابین حائل ہے، ان دو
سمندرون اور پہاڑ کے مابین ۲۰ میل کی مسافت ہے، یہ حد شرقی حدود اندلس مین سب سے چھو
ہے، اور بڑی حدین جنوبی و شمالی ہین جنمین سے ہر ایک کی مسافت ۲۰۰ میل ہے، حد مغ
کی مسافت تقریبًا ۸۰۰ میل ہے، اندلس کے وسط مین قدیم شہر طلیطلہ ہے جو گاتھون کا پایہ تخت
تھا، اس کا عرض ۳۹ درجہ ۱ اور ۵۰ دقیقہ، اور طول تقریبًا ۲۸ درجہ ہے، اس لحاظ سے تقریبًا وہ اقلیم
پنجم کے وسط مین ہے، اور اس وقت یعنی ۶۰ھ مین یہ شہر اندلس کے عظیم الشان فرمانروا ابو الحکم
یحییٰ بن اسماعیل بن مطرف بن موسیٰ بن ذی النون کا دار الحکومت ہے، بلاد اندلس مین
جزیرۃ الخضراء، جو اندلس کے جنوبی ساحل بحر پر واقع ہے، عرض مین سب سے کم یعنی اس کا عرض
۳۶ درجہ ہے، اور جو شہر کہ اندلس کے شمالی ساحل پر واقع ہین ان سے سب سے زیادہ عریض ہے
اور اس جگہ کا عرض ۴۳ درجہ ہے، اندلس کا اکثر حصہ اقلیم پنجم مین ہے، اور بعض حصہ مثلاً اشبیلیہ
مالقہ، قرطبہ، غرناطہ، مریہ اور مرسیہ چوتھے اقلیم مین شامل ہے

جبل البرنات (جس مین زہرہ کا ہیکل ہے) اور جو بلاد اندلس اور فرانس کے مابین حائل
ہے، اندلس کی مشرقی حد ہے، اندلس، مغرب مین انتہائی آبادی ہے، کیونکہ یہ ملک، جیسا کہ ہم
بیان کیا ہے، بحر اوقیانوس اعظم (اطلانتک) تک منتہی ہوتا ہے، جس کے بعد کوئی آبادی نہین
طلیطلہ اور شہر روم (پایہ تخت روم) کے مابین ۹۶۰ میل کی مسافت ہے،

علماے اندلس ملک اندلس کے اس مختصر احوال کے بیان کرنے کے بعد اب ہم علماے اندلس
کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو ہمارا اصل مقصد ہے:-

خاندان بنو امیہ کے پانچوین فرمانروا الحکم ثانی، محمد بن عبد الرحمن بن حکم بن ہشام بن عبد الرحمن

[1] یہ رائے امریکہ کے دریافت ہونے سے پہلے کی ہے،

Marfat.com

فاتحِ اندلس) کے عہد مین، تیسری صدی ہجری کے وسط سے بعض اہل اندلس مین تحصیلِ علوم
ں تحریک پیدا ہوئی اور چوتھی صدی کے وسط تک بتدریج ترقی ہوتی رہی، اس عرصہ مین جو
گ علم حساب ونجوم مین مشہور ہوئے وہ یہ ہین :-

مسلم بن احمد بن ابوعبیدہ ملنسی[1] معروف بہ صاحب القبلۃ، وہ مشرق کی طرف بہت
یادہ منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے اس لیے اس نام سے مشہور ہوگئے، علم نجوم اور احکام نجوم
کے عالم ہونے کے ساتھ ہی فقیہ ومحدث بھی تھے، مشرق کا سفر کیا تھا اور وہان مکہ مین علی بن[2]
عبدالعزیز سے، اور مصر مین مزنی[3]، ربیع بن سلیمان المرادی[4]، یونس بن عبدالاعلی[5] اور محمد بن عبدالحکم[6]
ن عبدالحکم، وغیرہ محدثین سے احادیث سُنی تھین، احمد بن محمد بن عبدربہ[7] شاعر نے انھی کے متعلق
اشعار کہے ہین :-

---

[1] دیکھو مقری ج ۲ ص ۲۳۲، [2] قاضی ابوالحسن علی بن عبدالعزیز معروف بہ قاضی جرجانی "کتاب الوساطۃ بین المتنبی وخصومہ"
کے مصنف شافعی المذہب فقیہ وادیب تھے، عراق وشام وغیرہ ممالک مین تحصیل علم کی، رے کے قاضی مقرر ہوئے اور ۳۶۶ھ مین یکم صفر
کو وفات پائی، (ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲۴) [3] ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ بن اسمٰعیل بن عمرو بن اسحاق المزنی تلمیذ امام شافعی المتوفی
۲۶۴ھ رمضان مین (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۱) [4] ابومحمد ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار بن کامل المرادی تلمیذ شافعی، المتوفی ۲۷۰ھ شوال
۲۰ (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۴) [5] ابوموسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ بن موسیٰ بن میسر بن حیان الصدفی مصری فقیہ تلمیذ شافعی مشہور منجم ابن یونس مصری
کے جد امجد، ولادت ذی الحجہ ۱۷۰ھ وفات ربیع الآخر ۲۶۴ھ (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۱) [6] مصری فقیہ تلمیذ شافعی، ولادت
۱۸۲ھ وفات ۲۶۸ھ (ابن خلکان ج ۱ ص ۴۵۷ - ص ۴۵۸)

[7] ابوعمر احمد بن محمد بن عبدربہ قرطبی، اندلس کے مشہور ادیب شاعر اور مورخ مصنف عقد الفرید، ولادت ۱۰ رمضان
۲۴۶ھ وفات ۱۸ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ (دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲، ص ۳۳ معجم الادباء للیاقوت ج ۲ ص ۶۷
تا ص ۷۲ مطمح الانفس ص ۵۸ تا ص ۶۱، بغیۃ الوعاۃ ص ۱۶۱، یتیمۃ الدہر ج ۱ ص ۴۱۲ - ص ۴۳۶)

Marfat.com

اباعبیدۃ والمسئول عن خبر یحکیہ الأسوار الذی سألا[1]

اے ابوعبیدہ! جس سے کوئی واقعہ پوچھا جائیگا تو وہ اس کو بیان کر ہی دے گا . . .

أبیتَ الاشذوذاً عن جماعتنا ولم تصب رأی من لم یرجُ والاعتزلا

تو تو ہماری جماعت سے الگ ہی ہونا چاہتا ہی تو نہ مرجئہ کے عقائد کو صحیح سمجھا معتزلہ کے خیالات کو،

کذالک القبلۃ الاولیٰ مبدّلۃ وقد أبیتَ فما تبغی بہا بدلا

اسی طرح پہلا قبلہ (بیت المقدس) بدل چکا ہے مگر تجھے اس کا بدلنا گوارا نہین ہے،

زعمت بھرام او بید خت یرزقنا لا بل عطارد او برجیس او زحلا

تیرا خیال ہی کہ ہمارا رازق مریخ ہی یا زہرہ، نہین بلکہ عطارد یا مشتری یا زحل بھی

وقلتَ ان جمیع الخلق فی فلکٍ بھم محیط وفیھم یقسم الأجلا

تو اس بات کا قائل ہے کہ تمام عالم کو فلک محیط ہے اور وہی ان مین اجل کو تقسیم کرتا ہے،

والارض کرّابۃ حفّ السماء بھا فی قاوتحتاً وصارت نقطۃ مثلاً

اور یہ کہ زمین لیٹی ہوئی ہے جس کو اوپر نیچے سے آسمان گھیرے ہوئے ہی اور وہ درمیان مین نقطہ (دائرہ) کی طرح ہے،

صیف الجنوب شتاء للشمال بھا قد صاح بینھما ھذا وذا دولا

جب (بلاد) جنوب مین گرمی ہوتی ہی تو اسی وقت شمال مین موسم سرما ہوتا ہی، یہ گرمی اور سردی ان دونون قسم کے مقامات مین یکے بعد دیگرے آتی ہی،

فما لکانون فی صنعاو قرطبۃ بردًا وایلول یذکی فیھما الشعلا

پھر ما کانون (دسمبر) کیون صنعاء (یمن جنوب) اور قرطبہ (شمال) ہر دو مین سردی کا مہینہ ہی، اور ماہ

ایلول (تقریباً جولائی) کیون ہر دو (مختلف الجہتہ) شہرون مین (گرمی کے) شعلے بھڑکاتا ہے؟

ھذا الدلیل وفاق لاعتزرت بہ من القوانین تحلی القول والعملا

یہ دلیل — نہ کہ وہ قوانین جن سے تو فریب کمائے ہوئے ہے — قول وعمل کو جلا دینے والی ہے،

---

[1] یہ مصرع نامکمل ہی، یہ اشعار ہم کو کسی اور کتاب مین نہین ملے جس سے اس کی تصحیح ہو سکے،

كما استمرّ ابن موسىٰ[1] فی غوایتہ　　فعرّ السہل حتی خلتہ جبلا

جسطرح ابن موسیٰ اپنی گمراہی مین مبتلا رہا تو اس نے ریتیلے میدان کو سنگلاخ بنا دیا حتی کہ مجھے وہم ہوا کہ وہ پہاڑ تو نہین ہے،

ابلغ معاویۃ المصغی لقی لھما　　انّی کفرت بما قالا وما نقلا

معادیہ کو میری جانب سے یہ پیغام پہنچا دو جو کہ ان کی باتون کو سنتا ہی کہ مین تو انکے ہر قول و عمل کا منکر ہون،

ابو عبیدہ نے ۲۹۵ھ / ۹۰۸ء مین وفات پائی،

ابن السمینہ[2] یحییٰ بن یحییٰ معروف بہ ابن السمینہ باشندۂ قرطبہ حساب، نجوم، طب کا ماہر، اور مختلف علوم و فنون مین دخل رکھتا تھا، نحو، لغت، عروض، معانی، شعر، فقہ، حدیث، تاریخ اور فنِ مناظرہ مین اس کو دستگاہ حاصل تھی، مذہبًا معتزلی تھا، مشرق کا سفر بھی کیا تھا، پھر واپس آگیا، ۳۱۵ھ مین وفات پائی،

محمد بن اسمٰعیل[3] معروف بہ حکیم، فن حساب و منطق کا عالم تھا، بہت دقیق الذہن اور لطیف الطبع، عالم نحو و لغت تھا، ۳۳۱ھ مین وفات پائی،

خلیفہ الحکم ثانی اور اس کا کتب خانہ

چوتھی صدی ہجری کے اوائل سے امیر الحکم (ثانی) المستنصر باللہ محمد بن عبد الرحمٰن الناصر لدین اللہ اپنے باپ کے عہدِ حکومت مین تحصیلِ علوم و معارف، اور اہل علم کی قدر دانی کی طرف متوجہ ہوا، اس نے بغداد، اور مصر وغیرہ مشرقی ممالک سے علوم قدیمہ و جدیدہ کی بیش بہا اور نادر کتابین منگوانی شروع کین اور اپنے باپ کے بقیہ عہدِ حکومت اور پھر

---

[1] ابن موسیٰ سے قاسم بن موسیٰ معروف بہ ابن الافشین مراد ہے، اور معاویہ ایک قرشی نساب تھا،

[2] بغیۃ الوعاۃ ص۱۷۱ مین سیوطی نے اس کا تذکرہ لکھا ہے مگر ۶۱۵ھ سنہ وفات بتایا ہے جو طباعت یا کتابت کی غلطی ہے،

[3] ابو عبد اللہ معروف بہ حکیم قرطبی، سیوطی نے اس کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ وہ حافظ حدیث بھی تھا، اور مستنصر باللہ الحکم کا استاد تھا، بعمر ہشتاد و سال ۲۰ ذی الحجہ ۳۳۱ھ مین وفات پائی، (بغیۃ الوعاۃ ص۲۲)

Marfat.com

اپنے زمانۂ سلطنت مین اس کثرت سے ذخیرۂ کتب فراہم کرلیا[1]، جو خلفاے عباسیہ کے اس علمی سرمایہ کی ہمسری کرنے لگا جس کو انھون نے مدت مدید مین جمع کیا تھا، اس قدر وافر ذخیرۂ کتب اس نے اپنے انتہائی شغف علمی، کسب کمالات مین بلند ہمتی اور حکماے سلاطین کی مشابہت کے شوق مین مہیا کیا تھا، ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے زمانۂ حکومت مین قدما کی تصانیف پڑھنے اور ان کے مذاہب سے واقفیت حاصل کرنے کی تحریک لوگون مین زیادہ پیدا ہوگئی، الحکم نے ماہ صفر ۳۶۶ھ مین داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس کے بعد اس کا بیٹا ہشام المؤید باللہ کے لقب سے اس کے تخت و تاج کا وارث ہوا، لیکن چونکہ وہ ابھی نابالغ لڑکا تھا[2]، اس لیے اس کا حاجب[3] ابو عامر محمد بن عبداللہ[4] (ابن محمد بن عبداللہ بن ابی عامر بن محمد بن ولید بن عبدالملک بن عامر معافری القحطانی) انتظام سلطنت اور امورِ مملکت مین دخیل ہوگیا، اس نے سب سے پہلے الحکم کے شاہی کتب خانہ مین دست اندازی کی اور چند خواص مذہبی علما کے سامنے اس ہر فن کی کتابین طلب کین اور ان کو حکم دیا کہ علوم قدیمہ مین سے طب اور حساب کی کتابون کے سوا منطق، علم نجوم اور اس کے علاوہ قدما کے علوم کی کتابین نکال لین، چنانچہ جب وہ لغت، اشعار، تاریخ، طب، فقہ اور حدیث وغیرہ علوم کی کتابون سے جنکا پڑھنا اہل اندلس کے نزدیک جائز تھا، الگ ہوگئین تو بجز ان چند کتابون کے جو کتابون کے درمیان بچ گئین سب کے جلا دینے اور ضائع کر دینے کا حکم دیدیا چنانچہ کچھ ان مین سے جلا دی گئین، اور کچھ قصر شاہی کے کنوؤن مین

[1] الحکم کے کتب خانہ مین چار لاکھ جلدین کتابون کی تھین، الحکم کے جمع کتب اور علمی ذوق و شوق کے حالات کیلئے دیکھو نفح الطیب ج ۱ ص ۱۸۱ و ص ۱۸۴، [2] اس وقت ہشام کی عمر ۹ برس کی تھی، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۸۵،

[3] حاجب کا عہدہ مشرقی سلطنتون مین وہی ہوتا تھا جو آجکل سلاطین یورپ مین لارڈ چمبرلین کا ہوتا ہے،

[4] پہلے الحکم نے اس کو عہدۂ قضاۃ پر مامور کیا تھا اور پھر اس کو وزیر بنا دیا، تفصیل کیلئے دیکھو المقری ج ۱ ص ۱۸۵،

Marfat.com

نکوادی گئین، اوران پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے گئے اور مختلف طریقون سے ان کو اول بدل
باگیا، یہ کام اس نے اہل اندلس کے خوش کرنے اور الحکم کے مذہب سے اپنا تنفر ظاہر کرنے کی
رض سے کیا تھا، کیونکہ ان علوم کا پڑھنا اہل اندلس کے اسلاف کے نزدیک ناجائز اور
روک[1] تھا، اوران کے امرار واہل دول ان کو مذموم بتاتے تھے، اگر کوئی شخص ان علوم کو پڑھتا
ماتو وہ مذہب سے خارج ہونے کا متہم اور ملحد و بیدین سمجھا جاتا تھا، لہذا اس زمانہ مین علوم فلسفہ
ں جو تحریک پیدا ہوئی تھی، وہ یک قلم موقوف و پژمردہ ہو گئی، اور جنلوگون کے پاس فلسفہ کی
بین تھین، وہ ان کو چھپانے لگے، اس وقت سے علمای اندلس جو کچھ ان علوم مین سے جانتے
تھے اس کو چھپاتے تھے اوران مین جو علوم جائز تھے یعنی حساب، فرائض، طب وغیرہ ان کو
ظاہر کرتے تھے، یہان تک کہ پانچوین صدی ہجری کے آغاز مین دولت بنی امیہ کا خاتمہ
ہو گیا، اور ملوک الطوائف کی تاخت و تاراج سے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے کیونکہ
ندلس کے ہر بڑے شہر کو ان ملوک الطوائف مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا مرکز حکومت بنالیا
تھا، دار الخلافت قرطبہ کے فرمانروا ان ملوک الطوائف سے نپٹتے رہے اور انھین اتنی مہلت
نہ ملی کہ لوگون سے اس (تعلیم فلسفہ کی بابت باز پرس کر سکتے، آخر اس سیاسی فتنہ (طوائف
الملوکی) نے مجبور کیا کہ قصر قرطبہ مین سلاطین جماعت کے جو نفیس اور قیمتی ذخائر تھے، وہ
فروخت کر دیئے جائین، جنمین کتابون کے علاوہ ہر قسم کا مال و اسباب تھا، چنانچہ وہ
اشیا بہت سستے داموں اور کوڑیون کے مول فروخت کر دی گئین، جس سے وہ کتابین
اطراف اندلس مین پھیل گئین، اسی ذخیرہ مین علوم قدیمہ کی وہ بیش بہا کتابین بھی تھین جو بعہد منصور
ابن ابی عامر حکم کی تحریک کے ممتحنین کی گرفت سے بچ گئی تھین پھر تو رعایا کے جس فرد کے

[1] دیکھو نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۲،

Marfat.com

پاس اس قسم کی کوئی چیز تھی، اس نے بھی اس کو علی الاعلان ظاہر کر دیا، اس طرح علوم قدیمہ کی تحصیل کا شوق رفتہ رفتہ بڑھتا رہا اور ہمارے زمانہ تک ان ملوک الطوائف کے پایہائے تخت تمدن مین یوماً فیوماً ترقی کرتے گئے، اس وقت ہمارے زمانہ مین خدا کے فضل سے ان علوم کے جواز اور ان کی تحصیل مین رکاوٹ کے دور کرنے کے متعلق سب سے بہتر حالت ہے یہان تک کہ سلاطین نے ان علوم سے بے توجہی کی، لیکن مشرکین کے سال بسال اطراف و بلاد اندلس پر تاخت و تاراج کرنے اور قابض ہو جانے سے، نیز اہل اندلس کے مدافعت نہ کر سکنے کی وجہ سے اہل علم کی تعداد کم ہوتی گئی، اور اندلس مین جو لوگ علم ریاضی کے ماہر تھے وہ صرف چند رہ گئے،

ابو غالب الفرضی[1] ابو غالب حبّاب بن عبادۃ الفرضی، عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ کے عہد حکومت کے وسط مین علم حساب مین مشہور تھا، علم الفرائض مین[2] اس کی عمدہ تصانیف آج تک ہمارے ہان مشہور ہین،

ابو ایوب عبدالغافر ابن محمد، علم ہندسہ کا ماہر تھا، فرائض مین اسکی عمدہ تصانیف ہین، اس نے احمد بن خالد فقیہ اور اس کے ہم طبقہ لوگون سے احادیث سنی تھین، مسلمہ بن احمد مرحیط وغیرہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے،

السّری عبداللہ بن محمد معروف بہ السّری، علم حساب و ہندسہ کا عالم تھا، علم المعاملات مین اسکی ایک مشہور تصنیف ہے، وہ بہت پارسا، فقیہ اور نحو و لغت کا امام تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ

---

[1] یاقوت نے (معجم البلدان ج، ص۵۵) مین اس کا ذکر کیا ہے، یہ قرطبہ کا باشندہ تھا،

[2] ان قوانین کا علم جو ترکہ اور میراث کے حساب سے متعلق ہوتے ہین، یہ علوم شرعیہ کی قسم سے ہے (مفتاح السعادہ ج ۱ ص ۳۲۹)

فن کیمیا سے بھی واقف تھا، الحکم مستنصر باللہ اس کی تعظیم و تکریم کیا کرتا، اور بار بار اس کو اپنے حضور مین بلایا کرتا تھا، مگر وہ اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے صحبتِ سلاطین سے بہت محترز رہتا تھا،

ابو بکر بن ابی عیسی اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے :-

احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبد الاعلیٰ بن عبد الغافر بن عبد المجید، بن عبد اللہ بن ابو عیسیٰ عبد الرحمن بن حارث انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

حساب، ہندسہ اور نجوم مین اس قدر دسترس تھی کہ الحکم کے زمانہ مین ان علوم کا درس دیتا تھا، مسلمہ بن احمد المرحیط ہندسہ مین اسکا شاگرد، اور اس فن کے علاوہ تمام علوم ریاضیہ مین اس کی سبقت و فضیلت کا معترف تھا، جیساکہ مسلمہ کے شاگرد سعید بن محمد بن لبونش طلیطلی نے اپنے استاد سے سنکر مجھ سے بیان کیا ہے،

الاقلیدس[1] عبد الرحمن بن اسمٰعیل بن زید معروف بہ الاقلیدس ہندسہ کا ماہر کامل تھا، منطق کی طرف بھی اس نے توجہ مبذول کی تھی، اور (ارسطو کی) آٹھ منطقی کتابون کے اختصار مین اس کی مشہور تصانیف ہین، مجھے اس کے بھانجے ابو العباس احمد بن ابی حاتم محمد بن عبد اللہ بن عبد بن ہرثمہ بن ذکوان نے اس کی نسبت یہ اطلاع دی ہے کہ وہ منصور بن ابی عامر حاجب کے عہدِ حکومت مین مشرق گیا تھا، اور وہین اس کے والد اسمٰعیل بن زید نے وفات پائی جو قرطبہ کے سربرآوردہ افراد مین سے شعر و ادب کا زبردست ماہر تھا، اور خلیفہ الحکم کے عہدِ حکومت مین محکمۂ پولیس اور محکمۂ احتساب کا افسر تھا،

ابو القاسم عدوی محمد بن احمد معروف بہ الطبشری (یا الطنبسری) علم حساب و ہندسہ کا درس

[1] اس کا لقب بعض نسخون مین الاقلیدس لکھا ہے، اور بعض مین الاقلیدی لکھا ہے، ممکن ہے کہ علوم ہندسہ مین کامل و ماہر ہونے کے سبب سے لوگ اسکو اقلیدس کہنے لگے ہون، اور اس طرح اس لقب سے اسکی شہرت ہوگئی ہو،

Marfat.com

دیتا تھا اوران علوم مین دستگاہ رکھتا تھا، علم المعاملات مین اسکی ایک عمدہ کتاب ہے،

ابن مکرم[۱] ابوعثمان سعید بن فتحون بن مکرم معروف بہ "حمار سرقسطی" نحو و لغت کا محقق اور امام تھا، ہندسہ، منطق، اور موسیقی نیز عام علوم فلسفہ مین دخل رکھتا تھا، فن موسیقی مین بھی اسکی تصانیف ہین اس کی تصنیف سے ایک رسالہ علوم فلسفہ کے مقدمہ کے طور پر ہے جس کا نام شجرۃ الحکمۃ ہے اور ایک رسالہ تعدیل علوم پر، "جوہر و عرض کے انقسام" سے لیکر (جو اولین درجہ ہے) "علوم کے بتدریج وجود مین آنے" تک پر مشتمل ہے منصور بن ابی عامر حاجب کے عہد مین اس کو سخت سزا بھگتنی پڑی جسکا سبب مشہور ہے اور اسی کی وجہ سے قید سے رہا ہونے کے بعد اس کو اندلس سے نکل جانا پڑا، جزیرہ صقلیہ (سسلی) مین اس نے وفات پائی،

مسلمہ بن احمد[۱] ابوالقاسم مسلمہ بن احمد معروف بہ المجریطی اندلس مین اپنے وقت کا امام علماے ریاضیات اور اس سے پہلے جتنے ہیئت دان گذرے ان سب سے زیادہ عالم تھا، رصد کی طرف بھی اس نے توجہ کی تھی، بطلیموس کی کتاب المجسطی کی تفہیم کا اُسے بہت شوق تھا، علم عدد مین اسکی ایک عمدہ کتاب ہے اور یہ علم ہمارے یہان علم معاملات کے نام کے ساتھ مشہور ہے، اپنی ایک کتاب مین اس نے مسئلۂ تعدیل کواکب کو زیج البتانی سے اختصار کیا ہے، زیج الخوارزمی کی طرف بھی اس نے توجہ مبذول کی تھی، اور اس (زیج) کی سنہ فارسی کو سنہ عربی سے بدل دیا، اور اس مین اوساطِ کواکب کو سنہ ہجری کے آغازِ تاریخ سے رکھا ہے، نیز عمدہ جدولون کا اضافہ کیا ہے، الّا یہ کہ اس نے غلطیون مین بھی خوارزمی کی پیروی کی ہے، اور اس کے غلط مقامات سے بھی اس کو آگاہی نہین ہوئی، ہم نے اپنی کتاب اصلاح حرکات النجوم مین

---

[۱] مسلمہ کی تصانیف اس وقت قسطنطنیہ کے کتب خانون مین موجود ہین، (مجلۃ الزہراء ص ۲۰۴ ج ۳-۴ : م ۲) [۱] سیوطی نے بغیہ (ص ۲۵۶) مین اسکا مختصر تذکرہ لکھا ہے اور ابن مکرم کے اعراب کو ضبط کیا ہے،

ان اغلاط کو دکھایا ہے، مسلمہ نے طوائف الملوکی سے پیشتر ۳۹۸ھ مین وفات پائی، ابن السمح ابن الصفار، زہراوی، کرمانی، اور ابن خلدون اس کے مشہور تلامذہ ہین، کہ ایسے جلیل القدر تلامذہ اندلس مین کسی نے نہین پیدا کئے،

ابن السمح | مسلمہ کے انھی مشاہیر تلامذہ مین سے ابو القاسم اصبغ بن محمد بن السمح مہندس غرناطی علم حساب و ہندسہ کا محقق عالم اور ہیئت و نجوم مین سربرآوردہ تھا، علاوہ برین فن طب سے بھی اس نے اعتنا کیا تھا، اس کی تصانیف نہایت عمدہ ہین، مثلاً کتاب المدخل الی الہندسہ، جو اقلیدس کی شرح ہے، کتاب تمار العدد معروف بہ المعاملات، کتاب طبیعۃ العدد اور کتاب الکبیر فی الہندسہ جس مین اس نے علم ہندسہ کے اجزا یعنی خطوط مستقیمہ مقوس اور منحنی کا استقصا کیا ہے، اسطرلاب پر اس کی دو کتابین ہین، جن مین سے ایک کتاب دو مقالون مین اسطرلاب بنانے کے طریقہ پر، اور دوسری ایک سو تیس ابواب مین اسطرلاب کے طریقۂ استعمال، اس کے اصول و نتائج اور اغراض و مقاصد کی تعریف پر مشتمل ہے، احکام نجوم مین اسکی ایک زیج اہل ہند کے طریقۂ حساب سدھانت پر یہ ایک بڑی کتاب دو جلدون مین ہے، پہلی جلد مین جدولین ہین اور دوسری مین ان جدولون سے متعلق رسائل ہین، مجھے اس کے شاگرد ابو مردان سلیمان بن محمد بن عیسیٰ الشاشی مہندس نے خبر دی ہے کہ ابن السمح نے غرناطہ مین (جو امیر حبوس بن ماکسین بن زیری بن مناد صنہاجی کا پایہ تخت ہے) دوشنبہ کی رات کو بتاریخ ۱۸ رجب سنہ ۴۲۶ھ / ۱۰۳۵ء مین بعمر ۵۶ سال انتقال کیا،

ابن الصفار | ابو القاسم احمد بن عبد اللہ بن عمر، حساب، ہندسہ اور نجوم کا محقق عالم تھا، قرطبہ مین ان علوم کا درس دیتا تھا، مذہب سدھانت پر اس کی تصنیف سے ایک مختصر زیج اور آلۂ اسطرلاب کے طریقۂ استعمال پر اس کی ایک کتاب ہے جو عمدہ عبارت مین مختصر اور قریب الما

فتنۂ سیاسیہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہ قرطبہ سے نکل کر شہر وآنیہ مین (جو مشرقی اندلس کے ساحل بحر پر امیر مجاہد عامری کا پایۂ تخت ہی) سکونت پذیر ہوا، اور وہین اس نے انتقال کیا، اہل قرطبہ مین سے بہت سے لوگ اس کے حلقۂ تلمذ مین داخل ہوئے جنکا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا، اسکا بھائی محمد اسطرلاب بنانے مین اس قدر مشہور تھا کہ اندلس مین اس فن مین اس سے کوئی سبقت نہین لے جاسکا،

زہری | ابو الحسن علی بن سلیمان، حساب و ہندسہ کا عالم تھا، اور فن طب کی طرف بھی اس نے توجہ کی تھی، اس کی تصنیف سے کتاب الارکان معاملات مین بہترین کتاب ہے، جو منطقی طریقہ پر مرتب ہے،

کرمانی | ابو الحکم عمرو بن عبد الرحمٰن بن احمد بن علی الکرمانی باشندۂ قرطبہ، حساب و ہندسہ کا ماہر کامل تھا، مجھ سے اس کے شاگرد حسین بن احمد بن حسین بن حیّ مہندس و منجم نے بیان کیا کہ اس نے کسی شخص کو اس فن مین کرمانی کا مدّمقابل نہین پایا جو ہندسہ کے مشکلات و غوامض کو حل کرنے، ان پر حاوی ہونے اور مسائل ہندسہ پر کامل عبور رکھنے مین اس کی گرد کو پائے اس نے بلادِ مشرق کا سفر کیا تھا، پھر وہان سے حرّان گیا جو میسوپوٹامیہ کا ایک شہر ہے، وہان اس نے ہندسہ اور فن طب کی تحصیل کی، پھر اندلس مین واپس آیا اور سرقسطہ مین سکونت اختیار کی، مشرق سے وہ اپنے ساتھ "اخوان الصفا"[1] کے مشہور رسائل لایا تھا، اور ہمین نہین معلوم کہ اس سے پہلے کوئی شخص ان رسائل کو اندلس مین لایا ہو، طب مین بھی اس کو دخل تھا

[1] چوتھی صدی ہجری کے آخر مین (سنہ ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء) فرقۂ باطنیہ (اسماعیلیہ) کی ایک سیاسی مذہبی اور علمی جمعیت قائم ہوئی تھی جس کے ممبر "اخوان الصفا" کہلاتے ہین، اسی نام سے اس جماعت کے علمی رسائل موسوم ہین، جو کئی سائل کا مجموعہ ہین، یہ رسائل سنہ ۱۳۰۵ھ مین بمبئی مین چھپ گئے ہین، تفصیل کے لیے دیکھو قفطی صفحہ ۵۸ - صفحہ ۶۳، صفحہ ۱۰۴،

Marfat.com

اور اس فن مین اس کے عمدہ مجربات ہین، داغ دینے، کاٹنے، چیرنے، پھاڑنے وغیرہ عملیاتِ جراحی مین اس کو اچھی مہارت تھی، مگر وہ علوم نجوم نظری سے واقف نہ تھا، اور فن منطق مین اسکو کچھ دخل تھا، جیساکہ ابو الفضل حسدای بن یوسف بن حسدای اسرائیلی نے (جو اس سے بخوبی واقف تھا،) اطلاع دی ہے، علوم نظریہ مین اس کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ اس بارہ مین اندلس مین کوئی اسکا مدمقابل نہ تھا، ابو الحکم مذکور نے ۴۵۸ھ ۱۰۶۶ء مین ۹۰ سال یا اس سے زیادہ کی عمر مین بمقام سرقسطہ وفات پائی،

ابن خلدون ابو مسلم عمرو بن خلدون الحضرمی اشبیلیہ کے شرفا مین سے تھا، علومِ فلسفہ کا ماہر ہندسہ، نجوم اور طب مین مشہور تھا، اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح و اعتدال مین وہ فلاسفہ سے مشابہ تھا، اس نے اپنے وطن اشبیلیہ مین ۴۴۹ھ ۱۰۵۷ء مین وفات پائی،

ابن صفار کے تلامذہ ابن برغوث، ابو اسطی، ابن شہر، القرشی، اطش مروانی اور ابن عطار ابو القاسم احمد بن عبد اللہ بن صفار کے مشاہیر تلامذہ ہین،

ابن برغوث محمد بن عمر بن محمد معروف بہ ابن برغوث ریاضیات کا محقق عالم، علم ہیئت و نجوم اور رصد کواکب کا ماہر خصوصی تھا، علاوہ ازین وہ علم نحو، تفسیر، فقہ اور وثائق (معاہدات) کا محقق عالم تھا، تمام علوم پر اس کو اچھی دسترس تھی، نہایت پاکباز، حلیم الطبع، نیک صفات، خوش اخلاق، نیک نام تھا، ۴۶۲ھ ۱۰۷۰ء مین وفات پائی:

۲- **ابو اسطی** ابو الاصبغ عیسیٰ بن احمد، حساب، ہندسہ اور علم الفرائض کا ماہر کامل ہے، اور قرطبہ مین ان علوم کا درس دیتا ہے، ہیئت و نجوم مین بھی اس کو کچھ دخل ہے اور وہ اب تک قیدِ حیات ہے،

۳- **ابن شہر** ابو الحسن مختار بن عبد الرحمٰن بن شہر الربعینی، ہندسہ اور نجوم کا ماہر اور لغت، نحو،

Marfat.com

حدیث، اور فقہ کا متبحر عالم، شاعر بلیغ، دانشمند، متکلم، فن سیر و تاریخ کا عالم تھا، مریہ مین سنہ ۴۲۷ھ / ۱۰۳۶ء مین، زہیر عامری کے آخری عہد حکومت مین عہدۂ قضاۃ پر مامور ہوا، اور سنہ ۴۳۵ھ / ۱۰۴۳ء مین اسی عہدہ پر رہ کر قرطبہ مین وفات پائی،

۶- ابن عطار محمد بن خیرۃ العطار، امیر الظافر[1] (اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن بن ذی النون) کے کاتب (وزیر) محمد بن ابی ہریرہ کا آزاد کردہ غلام، اور ابن الصفار کے چھوٹے تلامذہ مین سے ہے، ہندسہ اور علم الفرائض مین دستگاہ رکھتا ہے، اور اس وقت قرطبہ مین ان علوم کا درس دیتا ہے، فن نجوم اور حرکات کواکب مین بھی اس کو دخل ہے،

ابن السمح کے تلامذہ ابو مروان سلیمان بن محمد بن عیسیٰ بن الناشئ، جو علم العدد اور ہندسہ کا ماہر ہے اور فن طب کی طرف بھی متوجہ ہے، اور ابو جعفر احمد بن عبد اللہ معروف بہ ابن صفار مطب (معالج) ابن السمح کے مشہور شاگردون مین سے ہین،

ابن خلدون کے تلامذہ علماے اشبیلیہ کی یادگار ابو مروان عبد الملک بن احمد، مسلم بن خلدون القرشی معروف بالسلام کے مشاہیر تلامذہ مین سے ہے،

عبد اللہ بن احمد سرقسطی انھی علماے ریاضیات مین سے عبد اللہ بن احمد سرقسطی ہے جو علم العدد ہندسہ اور نجوم مین دستگاہ رکھتا تھا، اور سرقسطہ مین ان علوم کا درس دیتا تھا، مجھ سے اس کے شاگرد علی بن نجدہ بن داؤد مہندس نے بیان کیا کہ اس نے علم ہندسہ مین اس سے بڑھکر کسی کو پختہ کار نہین پایا، مین نے اس کا ایک رسالہ دیکھا ہے جو اس نے ابو مسلم بن خلدون اشبیلی کو لکھکر بھیجا ہے، اس مین اس نے حرکات و تعدیل کواکب سے متعلق مذہب سدھانت کی خرابی کا ذکر کیا ہے، اس کے دلائل کی ہم نے تردید کی ہے اور اپنی کتاب اصلاح

[1] نیکے از ملوک طوائف، اس نے سنہ ۴۲۷ھ سے سنہ ۴۲۹ھ تک طلیطلہ پر حکومت کی،

Marfat.com

حرکات النجوم مین اسکی غلطیان دکھائی ہین، عبداللہ بن احمد نے شہر بلنسیہ مین ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء مین وفات پائی،

ابو اسحاق ابراہیم الہرزی | ابراہیم بن احمد بن ابراہیم الہرذی[1] اشبیلی منطق، ادب اور مسائل ادبیہ کا ماہر، مختلف علوم سے واقف، اور چابکدست صنّاع تھا، ادھیڑ ہونے سے پہلے ہی ۴۲۰ھ / ۱۰۲۹ء مین بمقام مصر رحلت کر گیا،

ابن برغوث کے تلامذہ | ابن اللیث، ابن الجلّاب[2] اور ابن حیّ[3] بن برغوث کے مشاہیر تلامذہ ہین

۱- ابن اللیث | محمد بن احمد بن لیث، علم العدد اور ہندسہ کا محقق عالم تھا، اور علم حرکات و رصد کواکب کی طرف بھی اس نے توجہ کی تھی، ساتھ ہی علم نجوم، لغت اور فقہ مین بھی دخل رکھتا تھا، بہت بامروت اور نیک نفس تھا، صوبہ بلنسیہ کے شہر شَرِیُوْن[4] کی قضاۃ پر مامور ہوا تھا اور اسی عہدہ پر رہکر ۴۰۵ھ / ۱۰۱۵ء مین قضا کی،

۲- ابن حی | حسن بن محمد بن حی تجیبی باشندۂ قرطبہ، ہندسہ اور نجوم کا عالم اور تعدیلِ کواکب سے بہت شغف رکھتا تھا، اس مسئلہ مین طریقۂ سندھانت پر اس کی ایک مختصر تصنیف ہے، مصائب برداشت کرنے کے بعد اندلس سے ۴۴۲ھ / ۱۰۵۱ء مین نکل کر مصر پہنچا (مصر جاتے ہوئے) اس کو سمندر مین سخت تکالیف کا سامنا ہوا تھا، پھر وہ مصر سے یمن چلا گیا اور وہان کے حاکم امیر الصُلَیحی[5] سے ملا جو خلیفہ مُعَدّ المستنصر باللہ (بن علی الظاہر بن منصور الحاکم بن نیزار العزیز،

---

[1] طبقات کے ایک نسخہ مین الیہودی لکھا ہی، یہ نہین معلوم ہو سکا کہ صحیح کیا ہے، غالباً یہ الھوذی ہے، جو قبیلۂ غدرہ کے ایک شخص ہوذ بن عمرو سے منسوب ہے، [2] طبقات مین اس کو شربون لکھا ہی جو غلط ہے اصل مین یہ شَرِیُوْن ہی جیسا کہ یاقوت نے اسکے اعراب کو ضبط کیا ہی، (معجم البلدان ج ۵ ص ۲۶۱) [3] طبقات کے ایک قلمی نسخہ مین یہ الصلیحی تھا مگر لوئی شیخو نے اسکی اصلاح کر کے السبجی بنا دیا ہی، یہ السبجی اور شخص ہے، شیخو کو دھوکا ہوا ہی، اصل مین یہ ابو الحسن علی بن محمد بن علی الصلیحی ہے جو ۴۵۹ھ مین قتل ہوا، اس کے تذکرہ کے لیے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص ۳۶۸۔ [4] ۴۵۳ھ ابو تمیم معدالمستنصر باللہ الملقب بہ المستنصر باللہ العبیدی فاطمی خلیفہ ۴۲۷ھ ۱۵ شعبان مین اپنے باپ الظاہر العبیدی کی وفات کے بعد ۷ برس کی عمر مین بیعت لیکر مسندِ خلافت پر بیٹھا، ۶۰ برس تک خلیفہ رہنے کے بعد ۴۸۷ھ مین رحلت کر گیا، (ابن خلکان ج ۲ ص ۱۰۳۔ ص ۱۰۲)

Marfat.com

بن معد المعز بن اسماعیل المنصور بن عبد الرحمٰن القائم بن عبید اللہ المہدی، جسکا رقبۂ حکومت اس وقت افریقہ کے بعض حصص، تمام ملک مصر، شام، جزیرۃ العرب، حجاز، تہامۂ نجد اور یمن تک وسیع ہی کا داعی اور یمن کا حاکم تھا، وہان ابن حی نے اس کے دربار مین بڑا رسوخ حاصل کر لیا جو عام طور پر مشہور ہے، اور امیر الصلیحی نے اس کو بڑے تزک و احتشام سے خلیفہ القائم بامر اللہ کے پاس بغداد سفیر بنا کر بھیجا تھا، جہان اس نے بہت کچھ مال و دولت حاصل کر لیا، اور ہمنے سنا ہے کہ اپنی اس سفارتِ بغداد سے یمن لوٹنے کے بعد اس نے ۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء مین انتقال کیا

۲۔ ابن الجلاب | حسین بن عبد الرحمٰن معروف بہ ابن الجلاب، علم ہندسہ، ہیئت اور نجوم کا محقق عالم ہے، علاوہ برین منطق اور طبیعیات سے بھی اس نے اعتنا کیا ہے، وہ اس وقت شہر مریہ مین سکونت پذیر ہے، جو امیر محمد بن معن بن محمد بن صمادح[2] التجیبی کا دار الحکومت ہے

ابن الوقشی[3] | ابو الولید ہشام بن احمد بن ہشام بن خالد الکنانی معروف بہ ابن الوقشی، متوطن طلیطلہ مختلف علوم و فنون مین انکی مہارت بہت وسیع ہے، صائب الرائے، نقاد، اور علم ہندسہ منطق، نحو، لغت، شعر، خطابت، فقہ، حدیث اور علم کلام کے متبحر عالم ہونے کے علاوہ وہ شاعر بلیغ ہین، علم الانساب اور تاریخ و سیر مین کوئی ان پر فضیلت نہین رکھتا، وہ ہر علم و فن مین کچھ نہ کچھ دخل رکھتے ہین، ۴۳۸ھ/۱۰۴۶ء مین طلیطلہ مین، مین ان سے ملا تھا، مین نے مدت مدید تک ان کی خدمت مین رہکر تحصیلِ علوم کی اور ان سے تعلیم پائی، تو مین نے ان کو علم کا ایک بحر ذخار، معدنِ شرافت

---

[1] خاندان بنی عباس کا چھبیسوان نام نہاد خلیفہ، ۴۲۲ھ مین مسندِ خلافت پر بیٹھا، ۴۴۹ھ مین وہ معزول کر دیا گیا تھا پھر ۴۵۱ھ مین خلیفہ بنا دیا گیا، ۴۶۷ھ مین اسنے وفات پائی، [2] ابو یحیی المعتصم، مریہ، بجایہ اور صمادحیہ (بلادِ اندلس) کا حاکم المتوفی ۴۸۷ھ (ابن خلکان ج ۲ ص ۳۵، ص ۳۷) [3] سیوطی نے ابن الوقشی کا مفصل تذکرہ لکھا ہے اور اس مین صلہ سے نقل کر کے اس کا حوالہ دیا ہے (بغیۃ الوعاۃ ص ۴۰۹)

Marfat.com

نجابت اور مکارم اخلاق مین عجیب وغریب فضائل سے متصف پایا، اس وقت وہ ہمارے زمانہ مین بقید حیات موجود ہین، ان کی عمر پچاس سے تجاوز کرگئی ہے، ۴۰۸ھ ۱۰۱۷ء انھون نے مجھ سے اپنی تاریخ ولادت بیان کی تھی، وہ طلیبرہ کے قاضی مقرر کئے گئے تھے جو امیر المامون یحییٰ بن انطافر (اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن عامر بن مطرف بن موسیٰ بن ذی النون) کے دارالحکومت طلیطلہ کے ماتحت ایک شہر ہے،

ابن خمیس ابوجعفر احمد بن خمیس بن عامر بن دیہج طلیطلی، ہندسہ، نجوم اور طب کے عالم، علوم اللسان مین دخل رکھتے تھے، فن شعر مین اچھی مہارت تھی، وہ قاضی ابولولید ہشام بن احمد (ابن الونشی) اور ابواسحاق ابراہیم بن لب بن ادریس تجیبی معروف بہ القومیس کے اقران و اماثل مین سے تھے، ان کا اصلی وطن قلعہ ایوب تھا، پھر وہان سے نکلکر طلیطلہ مین سکونت اختیار کی، وہین تعلیم پائی اور علم الاعداد، ہندسہ، فرائض وغیرہ مین دستگاہ بہم پہنچائی، اور زمانہ دراز تک اسکی تعلیم دیتے رہے، ہئیت ونجوم سے ان کو اچھی واقفیت تھی، مین نے اس فن مین ان سے بہت کچھ افادہ کیا ہے، علاوہ برین عربی علم وادب مین بھی وہ فرد تھے، اور طلیطلہ مین ایک عرصہ تک انھون نے اس کی تعلیم دی تھی، انھون نے شنبہ کی رات کو بتاریخ ۲۷ رجب ۴۵۴ھ ۱۰۶۲ء مین وفات پائی،

ان مشاہیر علماے ریاضیات کے علاوہ اور لوگ بھی ہین جنھون نے علوم ریاضیہ کی تحصیل کی تھی، ہم نے ان کا تذکرہ کچھ تو اس سبب سے نہین کیا ہے کہ وہ ان مشاہیر سے کم درجہ تھے، اور کچھ اس وجہ سے کہ ہم ان کے اسمار حالات اور مراتب علمیہ سے ناواقف تھے گو وہ اندلس مین مشہور ہوئے ہون،

علماے فلاسفہ ہمارے زمانہ کے نوجوانون مین کئی لوگون نے فلسفہ کی تحصیل کی ہے، صحیح فہم و درک رکھتے ہین، اور اولوالعزم ہین، ان مین سے جنھون نے علوم فلسفہ کی بعض اصناف

Marfat.com

کی تحصیل کی ہے ان کے نام یہ ہین:-

اہل طلیطلہ | ابوالحسن علی بن خلف بن احمر صیدلانی، ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ النقاش معروف به ولدالزرقیال[1]، ابومروان عبداللہ بن خلف الاستیجی، ابوجعفر احمد بن یوسف بن غالب الہلالی، عیسی بن احمد بن العالم، ابراہیم بن سعید سہیلی اسطرلابی،

اہل سرقسطہ | (یوسف المؤتمن) حاجب ابوعامر بن امیر المقتدر باللہ احمد بن سلیمان بن ہود، الجذامی، ابوجعفر احمد بن جوثن بن عبدالعزیز بن جوثن،

اہل بلنسہ | ابوزید عبدالرحمن بن سید،

ان سب مین علم ہندسہ کے سب سے بڑے عالم علی بن احمر صیدلانی، اور ابوجعفر احمد بن جوثن ہین، اور حرکات نجوم اور ہیئت افلاک کا سب سے بڑا عالم ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ نقاش معروف به ولدالزرقیال ہے جو ہمارے زمانہ کے ماہرین رصد ہیئت افلاک اور حساب و حرکات نجوم، علم زیچ اور آلات نجوم وضع کرنے مین سب پر فوقیت رکھتا ہے (اسی طرح) ابوعامر بن امیر المقتدر باللہ ریاضیات مین ان سب کے ساتھ مشترک ہونے کے علاوہ منطق، طبیعیات اور الٰہیات مین بھی یکتا ہے،

ابن حزم[2] | اگر کسی نے تمام علوم فلسفہ مین سے خاصکر فن منطق کی طرف پوری توجہ کی ہے تو وہ ابو محمد

[1] زرقلہ ایک آلۂ رصدی کا نام ہے جس پر اس نے الصحیفۃ الزرقیال نام کی ایک کتاب لکھی تھی (قفطی ص۴۲) اہل یورپ کو یہ آلۂ رصد قرون وسطیٰ مین مسلمانون سے پہنچا تو وہ اس کو ARZAKHIEL کہنے لگے اسی پر یورپ مین اسکا نام مشہور ہوگیا، اسکی یہ کتاب (الزیج الرزقالی) کی عربی اصل مفقود ہے لاطینی مین اسکا ایک قدیم ترجمہ یورپ مین موجود ہے (علم الافلاک ص۲۰۱)

[2] مفصل حالات کے لیے دیکھو مقری ج ۱ ص۳۵۵۔ ص۳۶۲ المعجب ص۲۶، ابن خلکان ج ۱ ف۳۴۰۔ ص۳۴۲ مطمح الانفس ص۶۳ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۳ ص۳۴۱، ارشاد الاریب للیاقوت ج ۵ ص۸۶،

Marfat.com

بن حزم ہین (ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے) :-

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معدان، بن سفیان بن یزید فارسی (جو یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس قرشی کا آزاد کردہ غلام تھا،)

ان کے آبا و اجداد دراصل قریۂ منت لیشم کے رہنے والے تھے، جو غربی اندلس کے ضلع لبلہ (NIEBLA) کا ایک چھوٹا سا قریہ ہے، انھون نے اور ان کے آبا و اجداد نے قرطبہ مین سکونت اختیار کی تھی، اور وہان جلیل القدر عہدون پر فائز ہوے، چنانچہ ان کے والد ابو عمر احمد بن سعید بن حزم، امیر منصور محمد بن عبد اللہ بن ابی عامر، اور اس کے بعد اس کے بیٹے مظفر کے جلیل القدر وزرا، مین سے تھے، اور یہ دونون اپنی سلطنت کے مدبر و منتظم تھے، اور ابن حزم المستظہر باللہ (عبد الرحمن بن ہشام بن عبد الجبار بن عبد الرحمن الناصر لدین اللہ) کے وزیر تھے، پھر وزارت سے دست بردار ہو کر تحصیل علوم اور آثار و سنن کے جمع کرنے مین مصروف ہو گئے، پہلے علم منطق کی طرف توجہ کی، اور اس فن مین ایک کتاب تالیف کی جس کا نام التقریب لحدود المنطق ہے[1]، اس مین نہایت تفصیل سے علوم و معارف کے طریقے بتائے ہین، اور شرعی و فقہی مثالین دے کر سمجھایا ہے، اس کتاب مین ابن حزم نے، فن منطق کے موجد اول ارسطو کی مخالفت کی ہے، لیکن یہ ایک ایسے شخص کی مخالفت ہے جس نے ارسطو کے مقصد کو نہین سمجھا، اور نہ اس کی کتاب کے سمجھنے مین کافی زحمت اٹھائی، اس لحاظ سے ان کی یہ کتاب بیحد غلط لچر اور پوچ ہے، ابن حزم نے علوم شرعیہ کی بکثرت تحصیل کی اور وہ وہ باتین

[1] یہ کتاب بالکل مفقود ہے، ان کی کتاب الفصل فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۷ ج ۳ ص ۹ اور ج ۵ ص ۷ مین التقریب لحدود الکلام کے حوالہ سے جو اقتباسات پائے جاتے ہین وہ اگر کتاب کا یہ نام صحیح ہو تو اسی کے اقتباسات ہین۔

Marfat.com

حاصل کین جو ان سے پہلے اندلس مین کسی شخص کو حاصل نہین ہوئین، انھون نے ان علوم پر ک
کتابین لکھین جو عمدہ موضوع پر مشتمل ہین، ان تصانیف کا بہت بڑا حصہ اصول و فروع فقہ مین
مذہب ظاہریہ[1] کے مطابق ہے جس کو انھون نے اختیار کیا تھا، اور جس پر وہ عمل پیرا تھے،
داؤد بن[2] علی بن خلف اصفہانی اور ان کے مقلدین کا مذہب ہے، جو اہل ظاہر یعنی قیاس
تاویل کے منکر ہین، مجھے ان کے بیٹے الفضل ابورافع نے اطلاع دی ہے کہ حدیث و اص
حدیث، فقہ، ملل و نحل وغیرہ مین اُن کی تصانیف[3] کی تعداد مع تاریخ، انساب، ادب
رد و مناظرہ کے کوئی چار سو کے قریب ہے، جو تقریبًا آٹھ ہزار اوراق پر مشتمل ہین، ان سے
عہدِ اسلام مین یہ بات صرف ابوجعفر بن جریر[4] طبری کو نصیب ہوئی ہے، کہ ایک وہی اس
کثیر التصانیف تھے، ابو محمد عبداللہ بن[5] محمد بن جعفر الفرغانی نے اپنی کتاب صلۂ تاریخ طبری مین
بیان کیا ہے، کہ ان (طبری) کے شاگردون نے سن بلوغ سے لیکر ان کی وفات (بعمر

[1] اہل ظاہر قرآن و حدیث مین تاویل کرنے اور قیاس و رائے کو دخل دینے کے منکر تھے، امام رازی نے اپنی تفسیر مین ان "نفاۃ القیاس" کے اقوال نقل کرکے ان کے جوابات دیئے ہین (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر) ظاہریہ کے مذہب اور اس کے بانی کے لیے دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ج ۴ ص۴۰۵، الفہرست ج ۱ ص۲۱۶، [2] ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی، امام ظاہریہ، بغداد کے نامور فقیہ و محدث اور امام شافعی کے پیرو تھے، ان کا خاندان اصل اصفہان کا رہنے والا تھا، یہ کوفہ مین ۲۰۲ھ/۸۱۵ء مین پیدا ہوئے، بغداد مین نشو و نما پائی، اور وہین ذی الحجہ ۲۷۰ھ/۸۸۳ء مین وفات پا گئے (ابن خلکان ج ۱ ص۱۷۵)، طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۲ ص۴۲) [3] ان کی بعض تصانیف چھپ گئی ہین، اور بعض یورپ اور ممالک اسلامیہ کے کتب خانون مین موجود ہین (دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ ص۳۸۴۔ ص۳۸۶)
[4] صاحب تاریخ کبیر و تفسیر المتوفی ۳۱۰ھ ابن خلکان ج ۱ ص۵۶۴، معجم الادباء للیاقوت ج ۶ ص۴۲۳، [5] یاقوت نے
اسکے بیٹے احمد بن عبداللہ بن احمد الفرغانی کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ اسکا باپ مؤرخ طبری کا شاگرد تھا جسنے تاریخ کبیر طبری کا صلہ لکھا ہے (معجم
الادباء ج ۱ ص۱۵۸)

Marfat.com

درسنہ ۳۱۰ھ / ۹۲۲ء) تک ان کے ایام حیات کو شمار کرکے ان کی تصانیف کی مقدار تحریر کا اندازہ لگایا تو ۱۲ اوراق روزانہ کا اوسط پڑا، یہ بات فضل الٰہی اور تائید ایزدی کے بغیر نصیب نہین ہوتی،

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علاوہ برین ابن حزم کو نحو، لغت، شاعری، اور خطابت مین بھی بہرۂ وافی حاصل تھا انھون نے اپنی ایک تحریر مین مجھے لکھا ہے کہ وہ ماہِ رمضان کی آخری تاریخ کو ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء مین نمازِ سحر کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل پیدا ہوئے تھے، یکم شعبان ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء مین انھون نے رحلت فرمائی

ابن سیدہ[1] ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ، وہ نابینا اور ان کے والد بھی نابینا تھے، عرصہ دراز تک منطق کی تحصیل مین لگے رہے، اور اس فن مین ایک مبسوط اور ضخیم کتاب لکھی جس مین انھون نے متی بن یونس کا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ اندلس مین نحو، لغت اور اشعارِ عرب کے سب سے بڑے عالم تھے، اور ان علوم کی اکثر تصانیف مثل غریب المصنف، اور اصلاح المنطق وغیرہ ان کو حفظ یاد تھین، لغت مین ان کی معرکۃ الآرا کتابین یہ ہین:-

۱- کتاب المحکم والمحیط الاعظم، حروف معجم پر مرتب ہے،

---

[1] ابن سیدہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو ابن خلکان ج ۱ ص ۳۹۲، نکت الہمیان ص ۲۰۶، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۷ مطبع الانفس ص ۶۹ [2] ابوعبیدہ کی کتاب جسکا ایک ٹکڑا کتاب الابل بیروت کی مشرقی یونیورسٹی کے مجموعہ مین یوسیج نے چھپوا دیا ہے، [3] ابویوسف یعقوب بن اسحاق المعروف بہ ابن السکیت کی مشہور تصنیف جو علم لغت مین ہے، بیروت کے مطبع یسوعیین مین چھپ گئی ہے، [4] یہ لغت کی بہترین کتاب ہے، اس مین الفاظ اس ترتیب سے رکھے گئے ہین: عین، حاء، ہاء، غین، قاف، کاف، جیم، شین، ضاد، سین، طاء، دال، تاء، زاء، ذال، ثاء، راء، لام، نون، فاء، باء، میم، ہمزہ، یاء، واؤ، اس کے ۲ قلمی نسخے اس وقت موجود ہین، ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم مین مکمل ہے (ضمیمہ فہرست نمبر ۴ ص ۸۵) دوسرا نسخہ خدیویہ لائبریری مین ناقص ہے (فہرست کتب خانۂ خدیویہ ج ۴ ص ۱۸۴)

Marfat.com

۲۔ کتاب المخصص[1] غریب المصنف کی طرح ابواب پر مرتب ہے،

۳۔ شرح اصلاح المنطق[2]

۴۔ شرح کتاب الحماسہ[3]

انھون نے ۴۵۸ھ مین تقریبًا ۶۰ برس کی عمر مین دار فانی کو خیرباد کہا،

علماے طبیعیات و الٰہیات محمد بن عبداللہ بن حامد معروف بہ ابن النباش البجائی (اس کا ذکر اطبا مین آئیگا) ابو عامر بن امیر (المقتدر) بن ہود، اور ابوالفضل بن فضل بن حسدی اسرائیلی کے سوا اندلس مین طبیعیات و الٰہیات کیساتھ کسی نے اعتنا نہین کیا،

اطبا اندلس مین فن طب کو کسی نے بالاستیعاب نہین پڑھا اور نہ اس کی کوئی باقاعدہ تحصیل کرکے اطبا قدما کے برابر ہوا، کیونکہ اکثر لوگون کا مقصد علم طب کی تحصیل سے، ان کتابون کا پڑھنا نہین ہے، جو اصول طب مین مثل کتاب بقراط و جالینوس کے تصنیف کیگئی ہین، بلکہ ان مجموعات طبیہ کا پڑھنا ہے جو فروع طب مین لکھی گئی ہین، تاکہ وہ جلد فن طب کے فوائد سے متمتع ہون، اور اس کے ذریعہ سے قلیل عرصہ مین امرا و اہل دول کی ملازمت سے فائدہ اٹھائین، لیکن بعض لوگون نے اس مقصد کو ترک کرکے فن طب مین باقاعدہ تکمیل کی ہے، اور بہ ترتیب اس کی کتابین پڑھی ہین، چنانچہ فن طب مین سب سے پہلے جو شخص اندلس مین مشہور ہوا وہ

احمد بن ابان[5] باشندۂ قرطبہ ہے، جس نے اصول کیساتھ فن طب کی باقاعدہ تحصیل کی

---

[1] یہ کتاب، ۱۷ جلدون مین مطبع بولاق مصر سے ۱۳۱۶ھ و ۱۳۲۱ھ مین چھپکر شائع ہوچکی ہے۔ [2] ابن السکیت کی کتاب اصلاح المنطق کی شرح، [3] ابن خلکان لکھتے ہین کہ یہ کتاب ۶ جلدون مین ہے (ج ۱ ص ۳۱۲)

[4] آجکل ہندوستان مین ہمارے اکثر اطبا کا بھی یہی حال ہے [5] طبقات الاطبا مین اسکو احمد بن ابان لکھا ہے، اور غالبًا یہی صحیح ہے، مقری نے احمد بن ابان نام کے ایک عالم کا تذکرہ کیا ہے وہ اور شخص ہین، اصل متن مین احمد بن ایاس لکھا ہوا ہے جو یقینًا غلط ہے،

Marfat.com

تھی، اوراس کے ذریعہ بہت کچھ مال و دولت جمع کرلیا تھا، وہ امیر محمد بن عبدالرحمٰن اوسط کے عہدِ حکومت (۲۳۸ھ - ۲۷۳ھ) مین تھا،

ان اطبائے اندلس سے پہلے لوگ عیسائی اطبا سے جنکو دیگر اصنافِ علوم کی طرح طب مین کچھ بھی تحقیق اور درک حاصل نہ تھا، طب پڑھتے تھے، اس فن مین وہ صرف ان کی کتاب اہرنشیم کو جس کے معنی جامع اور مجموع کے ہین، پڑھا کرتے تھے،

الحرانی امیر محمد بن عبدالرحمٰن اوسط کے عہد مین ایک شخص حران کا باشندہ اندلس مین آیا تھا، جو وہان الحرانی کے نام سے مشہور تھا، مجھے اس کا نام[1] نہین معلوم ہوسکا، اس کے پاس عمدہ مجرباتِ طبیہ تھے، قرطبہ مین اس نے بڑی شہرت حاصل کرلی تھی،

یحییٰ بن اسحاق[2] مذکورۂ بالا دو طبیبون کے علاوہ ان کے غیر مشہور معاصرین مین ایک یحییٰ بن اسحاق تھا، جو عبدالرحمٰن الناصر کے ابتدائی عہدِ حکومت مین اسکا وزیر تھا. اس کا باپ اسحاق، جو بڑا تجربہ کار طبیب اور سرجن تھا، مذہبًا عیسائی تھا، مگر یحییٰ مسلمان تھا اور امیر الناصر نے اس کو اپنے بڑے صوبون کا گورنر بنا دیا تھا، یحییٰ نے امیر کے پاس بڑا رسوخ پیدا کرلیا تھا، طب مین اس کی تصنیف سے ایک کتاش (مجموعۂ طب) پانچ جلدون مین ہے، جس مین اس نے رومی اطبا کا مسلک اختیار کیا ہے،

سعید بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبد ربہ بن حبیب بن محمد بن سالم (جو امیر ہشام الرضی[3] بن عبدالرحمٰن

---

[1] اس کا نام یونس بن احمد الحرانی ہے جس کے دو بیٹون عمر و احمد کا تذکرہ آگے آئیگا، الحرانی کے لیے دیکھو قفطی ص ۲۵۸ [2] اس کے مفصل تذکرہ کے لیے دیکھو طبقات الاطبا ج ۲ ص ۴۳،

[3] المتولد شوال ۱۳۸ھ - ۱۸۰ھ مین وفات پائی، ۱۷۲ھ - ۱۷۹ھ مین تخت نشین ہوا تھا، اسپین مین خاندان بنی امیہ کا فرمانروا (مقری ج ۱ ص ۱۵۹ - ص ۱۵۶)

Marfat.com

الداخل کا آزاد کردہ غلام تھا) احمد بن محمد بن عبد ربہ شاعر، مصنف عقد الفرید[1]، کا بھتیجا، ایک جید طبیب اور قادر الکلام شاعر تھا، طب مین اس کا ایک ارجوزہ[2] علم طب کے ایک خاصے حصے پر مشتمل ہے، جس سے اس فن مین اس کی دسترس اور حکماے قدیم کے طبی طریقون پر اس کا محققانہ عبور اور قابلیت ظاہر ہوتی ہے، علاوہ برین فن نجوم ہواؤن کے چلنے اور ان کی تبدیلیون کے علم سے بھی اسے واقفیت تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن اس نے فصد لی اور اپنے چچا احمد بن عبد ربہ کو بلا بھیجا تاکہ اس حالت تنہائی مین مونس و ہمجلیس ہو، جب اس کے چچا نے اس کو منظور نہین کیا تو اس نے اشعارِ ذیل لکھ کر اس کو بھیجدیئے:-

لمّا عدمت مُنًى نسًا وجليسًا	نادمتُ بقراطًا وجالينوسا
جب میرا کوئی مونس و ہمجلیس نہ ہوا	تو مین نے جالینوس اور بقراط کو اپنا ندیم بنایا،
وجعلت کتبهما شفاء تفرّدی	وهما الشفاء لکل خرج یوسی[3]
اور انکی کتابون کو مین نے اپنی تنہائی کا علاج بنالیا	اور وہ دونون زخم کے مندمل کرنیوالے ہین،

جب یہ اشعار اس کے چچا کو ملے تو اس نے اشعارِ ذیل مین انکا جواب دیا:

ألفيتَ بقراطًا وجالينوسا	لا يأكلان ويرزقان جليسا
تو نے بقراط اور جالینوس کو دوست بنایا	جو نہ تیرے ہان کھاپی سکتے ہین اور نہ کسی طرح کا بار ڈال سکتے ہین،
فجعلتهم دون الاقارب جُنّةً	ورضيت منهم صاحبًا وانيسا
تو نے اپنے اقارب کو چھوڑ کر ان کو اپنا سپر بنالیا، اور ان کو مصاحب اور ہمدم بنانے پر راضی ہوگیا،	

---

[1] یہ کتاب چار جلدون مین مصر مین دو بار چھپ چکی ہے، [2] چھوٹی بحر مین لکھے ہوئے اشعار [3] ابن ابی اصیبعہ نے یہ شعر یہ لکھا ہے:- ووجدت علمهما اذا خصّلته ... یذکی ویحیی للجسوم نفوسا

(طبقات جلد ۲ صـ۴۴)

وأظنُّ بخلك لا يرى لك تاركًا حتّى تنادم بعدهم ابليسا

مین سمجھتا ہون کہ تیرا بخل تجھے ہرگز نہ چھوڑے گا، تاوقتیکہ ان کے بعد وہ تجھی ابلیس کا ندیم نہ بنا چھوڑے،

یہ سعید بن محمد بہت دیندار اور صحبتِ سلاطین سے محترز تھا، چنانچہ اپنی آخر عمر مین کہتا ہی:-

أمِن بعد عوضی فی علوم الحقائقِ وطول انبساطی فی مواهب خالقی

علومِ حقائق مین غوطہ زن ہونے، اپنے خالق کی عنایتون سے اسقدر بہرہ ور ہونے

وفی حین إشرافی علی ملکوته أُرهی طالبًا رزقًا الی غیر رازقی

اور عالمِ ملکوت تک پہنچ جانے کے باوجود، کیا مین اپنے رازق کے سوا کسی اور سے رزق طلب کرونگا،

فایام عمر المرء متعة ساعة تمر سریعًا مثل لمعة بارق

انسان کے ایامِ زندگی ایک گھڑی کا لطف ہین، بجلی کی چمک کی طرح سرعت کیساتھ گذر جاتے ہین،

وقد اذنت نفسی تبقویض رحلها واسرع فی سوقی الی الموت سائقی

میرے نفس نے محسوس کر لیا ہو کہ اسکا خیمہ اب گرنیوالا ہی، اور میرے ہنکالیجانیوالے نے موت کیطرف لیجانے مین جلدی کی ہے،

وانّی وان اوغلت او سرت هاربًا من الموت فی الآفاق فالموت لاحقی[1]

بالفرض اگر مین موت سے ڈرکر کہین دور بھاگ جاؤن پھر بھی موت تو بہرحال وہان بھی آملیگی،

انھی اطبا مین سے عمر بن[2] برتق اور اصبغ بن یحیی[3] وغیرہ بھی تھے، یہ سب عہد امیر محمد بن عبدالرحمن سے لیکر عہد تمیم الحکم المستنصر تک یعنی اس زمانہ تک جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے، اور ہمارے زمانہ تک

---

[1] مندرجۂ بالا اشعار اس کتاب کے سوا ہم کو کسی کتاب مین نہین ملے، ابن ابی اصیبعہ نے صاعد یا ابن جلجل سے لئے ہین

[2] طبیب فاضل تھا، ابن الجزار کی خدمت مین ۷ ماہ تک قیروان مین رہا تھا، اور یہی اسکی کتاب زاد المسافر کو اندلس مین لایا تھا، خلیفہ الناصر کا درباری طبیب تھا، (طبقات الاطباء ج ۲ ص۴۵) اس کا نام عمر بن حفص بن برتق ہے،

[3] طب کا ماہر الناصر لدین اللہ کا طبیب تھا، رؤسا مین اسکی بڑی تعظیم و تکریم ہوتی تھی، (طبقات ج ۲ ص۴۵)

Marfat.com

گذرے ہین، اندلس مین اور اطبا بھی گذرے ہین جنکے نام یہ ہین :-

ابن حفصون | احمد بن حکم بن حفصون طبیب ماہر بلند طبع، ذہین، دقیق النظر اور منطق کا محقق عالم تھا، اکثر اصنافِ فلسفہ مین اسکو دسترس حاصل تھی، جعفر صقلبی[1] حاجب (چمبرلین) کا متوسل اور اس کے تمام مقربینِ بارگاہ پر مستولی تھا، اسی جعفر کی بدولت الحکم المستنصر باللہ کے دربار تک اس کی رسائی ہوئی تھی، حاجب مذکور کی وفات تک وہ بحیثیت طبیب ملازم رہا اس کے بعد اطبای دربار کے محکمہ سے خارج کر دیا گیا، اور مرتے دم تک گوشہ نشین رہا،

محمد بن تملیح | بہت باوقار اور سنجیدہ مزاج تھا، فن طب، نحو، لغت، شاعری اور فن روایت کا عالم اور الناصر المستنصر کا طبیب تھا خلیفہ حکم المستنصر کے دربار مین اس کو بڑا رسوخ حاصل تھا، جب الحکم نے قرطبہ کی جامع مسجد کے آگے کے حصہ مین کچھ عمارت کا اضافہ کیا[2]، تو اس تعمیر کی نگرانی پر اس کو مقرر کیا، چنانچہ اسی کی زیر نگرانی و امانت، یہ تعمیر انجام کو پہنچی، مین نے جامع قرطبہ کی دیوار محراب پر (جسپر بچی کاری کی ہوئی تھی[3]) اس کا نام آب زر اور پچکاری کے کام سے لکھا ہوا دیکھا ہے، اور نیز اس پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ تعمیر خلیفہ الحکم کے حکم سے ۳۵۸ھ / ۹۶۹ء مین محمد بن تملیح کی نگرانی مین تکمیل کو پہنچی[4]،

---

[1] جعفر بن عثمان المصحفی، خلیفہ الحکم نے اس کو اپنا وزیر بنایا تھا، اس نے اس حد تک ترقی کی تھی کہ الحکم کا نفس ناطقہ بن گیا تھا، مگر منصور بن ابی عامر نے الحکم کی وفات کے بعد اس کو ذلیل و خوار کر دیا، ۳۹۲ھ مین جعفر نے وفات پائی، مطمح الانفس ص۹ - ص۱۱،

[2] اس تعمیر پر ایک لاکھ اکسٹھ ہزار دینار سے زائد خرچ ہوا تھا جو تمام تر مال خمس سے تھا،

[3] دیوار محراب پر بچی کاری کا ذکر مقری نے کیا ہے دیکھو ج۱ ص۲۵۶، [4] دیکھو المعجب للمراکشی ص۲۱۰، جامع قرطبہ کے مفصل اور جامع حالات کے لیے دیکھو نفح الطیب ج اول ص۲۵۵ تا ص۲۶۳ - مسالک الابصار ج۱ ص۱۱۲ - ص۱۱۴

ابن الکتانی[1] ابو الولید محمد بن حسین معروف بہ ابن الکتانی، فن طب کا عالم اور ایسا لطیف العلاج تھا کہ لوگ اس کے علاج سے بہت جلد شفایاب ہوتے تھے، وہ سر برآوردہ قوم اور بہت ہردلعزیز تھا، الناصر و المستنصر دونون کا طبیب تھا،

عبدالملک ثقفی طب اور ہندسہ کا عالم تھا، لیکن طب کا شوق زیادہ غالب تھا، الناصر و المستنصر کے دربار مین بحیثیت طبیب ملازم تھا،

عمر و احمد یونس بن احمد حرانی کے دونون بیٹے، خلیفہ الناصر کے عہد حکومت مین مشرق گئے تھے، وہان دس سال تک ٹھہرے اور بغداد پہنچے جہان انھون نے ثابت بن سنان (ثابت بن قرہ صابئی کے پوتے سے) جالینوس کی کتابین پڑھین، پھر امراضِ چشم کا علاج سیکھنے کیلئے بغداد کے مشہور طبیب ابن وصیف[2] کی خدمت مین رہے، پھر جب ۳۵۱ھ مین، المستنصر کے عہد حکومت مین اندلس واپس آئے تو اس نے ان دونون کو اپنے پاس نوکر رکھ لیا اور تمام اطباء دربار مین ان کو شرف اختصاص بخشا، ان دونون مین عمر کی زندگی نے تو وفا نہ کی لیکن اسکا بھائی احمد الحاکم (المستنصر) کے پاس، اس کے آخری عہد حکومت تک بارسوخ رہا، پھر ہشام المؤید باللہ نے اس کو خطۃ الشرط[3] (کوتوالی) اور خطۃ السوق (محکمۂ احتساب متعلق بہ بازار) کا افسر مقرر کیا، وہ امراضِ چشم کا بہترین معالج تھا، اور اس بارہ مین قرطبہ مین اسکی عجیب و غریب یادگارین ہین،

---

[1] دیکھو المقری ج ۲ صـ ۱۳۳ امام ابن حزم کے استاد، مقری مین انکا نام محمد بن حسن المذحجی لکھا ہے،

[2] بغداد کا مشہور طبیب امراضِ چشم کے علاج مین ید طولیٰ رکھتا تھا، دیکھو القفطی صـ ۲۸۰،

[3] خطۃ الشرط کا عہدہ آجکل پولیس انسپکٹر یا کوتوال کے برابر سمجھنا چاہیئے، اسلامی سلطنتون مین یہ عہدہ ہمیشہ سپہ سالار کے ماتحت رہتا تھا، (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمۂ ابن خلدون صـ ۲۳۶ - صـ ۲۳۸)

Marfat.com

محمد بن عبدون الجبلی ۳۴۷ھ مین اس نے مشرق کا سفر کیا تھا، بصرہ اور مصر گیا، اور بصرہ اور مصر کے شفاخانون کا مہتمم رہا، فن طب کا ماہر فاضل تھا، اکثر اصول طب کو اس نے پختہ طور پر حاصل کیا تھا، منطق[1] کی بھی صحیح طور پر خوب تحصیل کی تھی، اس فن مین اسکا استاد ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام سجستانی متوطن بغداد تھا، پھر ۳۶۰ھ مین وہ اندلس مین واپس آیا، اور المستنصر والمؤید باللہ کا درباری طبیب مقرر ہوا، تحصیل طب سے قبل اس نے حساب و ہندسہ کی تحصیل کی تھی، تکسیر[2] مین اسکی ایک عمدہ کتاب ہے، مجھے ابوعثمان سعید بن محمد بن بغونش طلیطلی نے خبر دی ہے کہ محمد بن عبدون کے قرطبہ مین بلائے جانے کے وقت وہان کوئی شخص ایسا موجود نہ تھا جو تجربہ اور نکات طب مین اسکا ہمسر ہو سکے، اگرچہ ابن عبدون کی عین حیات مین اور اس کے بعد بھی، دولت عامر کے اختتام تک کئی لوگ ایسے گذرے ہین جو فن طب کے ماہر اور تجربہ کار تھے، مگر وہ ابن عبدون کے مرتبہ کو نہین پہنچے، بلکہ اسی کا تتبع کرتے رہے، مثلاً سلیمان بن حسان معروف ابن جلجل[3] اور عبداللہ بن اسحاق معروف بہ ابن الشناعۃ، سلیمان اسرائیلی وغیرہ،

ابن الکتانی ان اطبا مین سب سے کم سن ابوعبداللہ محمد بن حسین معروف الکتانی تھا، اس نے اپنے چچا محمد بن حسین (ابولولید الکتانی) اور اس کے ہم پایہ اصحاب فن سے طب کی تحصیل کی تھی، وہ المنصور محمد بن ابی عامر اور اس کے جانشین (بیٹے) المظفر کا طبیب تھا، پھر فتنہ اندلسیہ کی

---

[1] منطق اور علوم فلسفہ کا عالم تھا، ملاحظہ ہو قفطی ص ۱۸۵۔ ص ۱۸۶، طبقات ج ۱ ص ۳۲۲،

[2] اعداد و حروف کی تعدیل و ترتیب کا علم ہے جس سے تصرف ارواح پیدا کرکے ہر قسم کے مقاصد حاصل کئے جاتے ہین، چونکہ یہ بھی ایک طرح کا حساب ہے اس لئے اسکو علم حساب کی ایک شاخ کہہ سکتے ہین۔ (مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۴۱۹)

[3] مفصل تذکرہ کے لیے دیکھو طبقات الاطباء ج ۲ ص ۔ ص ابن ابی اصیبعہ نے اندلسی اطبا کے حالات اسی کتاب سے نقل کئے ہین، صاعد کا ماخذ بھی یہی کتاب ہے،

Marfat.com

ابتدا مین وہ سرقسطہ چلا گیا، اور وہین رہنے لگا، فن طب مین اسکو اچھی طرح مہارت تھی جس مین وہ اورون سے سبقت لے گیا تھا، منطق، نجوم اور اکثر علوم فلسفہ مین بھی اس کو دخل تھا، وزیر ابو المطرف (عبدالرحمن بن محمد بن عبدالکبیر بن وافد اللخمی) نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ بہت ذہین و طباع و صائب الرائے اور صحیح نتائج پر پہنچنے والا اور بڑی دولت و ثروت کا مالک تھا، ۴۲۰ھ مین اس نے تقریبا بعمر ۸۰ سال وفات پائی، مین نے اس کی ایک تصنیف مین یہ لکھا دیکھا ہے کہ اس نے مندرجۂ ذیل علما سے منطق کی تحصیل کی تھی:-

۱- محمد بن عبدون الجبلی،
۲- عمر بن یونس بن احمد الحرانی،
۳- احمد بن حکم بن حفصون فلسفی،
۴- ابن عبداللہ محمد بن ابراہیم عاصمی نحوی[1]
۵- ابو عبداللہ محمد بن مسعود العنانی البجائی[2]،
۶- محمد بن ہیمون معروف بہ مرکوش
۷- ابو القاسم فید بن نجم
۸- سعید بن فتحون سرقسطی معروف بہ "الحمار"
۹- ابو الحرث اسقف تلمیذ ربیع بن زید اسقف فلسفی،
۱۰- ابو المروان البجائی،
۱۱- مسلمہ بن احمد المرحیط،

ابو العرب | یوسف بن محمد، فن طب کا محقق عالم تھا، ابو المطرف بن وافد اور ابو عثمان سعید بن محمد بن بغوش نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اصول طب مین پختہ کار اور فروع طب کا ماہر تھا، ان کے علاوہ مین نے اور لوگون سے سنا کہ محمد بن عبدون کے بعد کوئی شخص فن طب کی مہارت مین ابو العرب کا ہمسر نہ تھا، آخری عمر مین شراب نوشی کا شوق اس قدر غالب آگیا تھا کہ وہ کبھی صحیح الحواس اور نشہ سے خالی نہین پایا جاتا تھا، اسلیے اکثر لوگ اس کے علم سے استفادہ کرنے سے محروم رہ گئے،

---

[1] المتوفی ۳۸۲ھ ساکن قرطبہ (بغیۃ الوعاۃ ص۵) نحو و لغت اور ادب کا عالم، [2] اصل متن مین اس کا نام بہت غلط لکھا ہوا تھا، مقری نے اسکا ذکر کیا ہے، اور اسکا نام یہی لکھا ہے (مقری ج ۲ ص ۲۳۹)

Marfat.com

سنہ ۳۰۱ھ مین اس نے تقریبًا ۹۰ سال کی عمر مین انتقال کیا،

البغونش مذکورۂ بالا اطبا کے علاوہ ہمارے زمانہ تک اطبا کی ایک اور جماعت بھی تھی جنمین سب سے مشہور ابو عثمان سعید بن محمد بن بغونش طلیطلی تھا، وہ تحصیل علم کی غرض سے قرطبہ گیا اور مسلمہ بن احمد سے حساب و ہندسہ اور ابن عبدون، ابن جلجل اور ابن الشناعہ وغیرہ سے فن طب حاصل کیا، پھر طلیطلہ واپس آیا اور انظافر (اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن عامر بن مطرف بن ذی النون) والیِ طلیطلہ کے دربار مین پہنچکر بڑا رسوخ حاصل کرلیا، یہان تک کہ مدبرینِ سلطنت مین سے ہوگیا، اس کے بعد المامون (ذی المجدین یحییٰ بن انظافر بن اسمٰعیل بن ذی النون) کے آغازِ حکومت مین مین نے اس سے ملاقات کی تھی، اس وقت اس نے علم پڑھنا چھوڑ دیا تھا، لوگون سے ملنا جلنا ترک کرکے خلوت نشین ہوگیا تھا، اور تمام وقت تلاوتِ قرآن مین صرف کرتا تھا، مین نے اس کو عقلمند، نیکنام، دیندار، خوش اطوار، صاف ستھرے لباس والا، اور علومِ فلسفہ مین زبردست کتابون کا مصنف پایا، اس کو دیکھکر مین نے خود محسوس کیا کہ اس نے ہندسہ خوب سمجھ کر پڑھا ہے، اور منطق کی بخوبی تحصیل کی ہے، پھر اس نے چھوڑکر جالینوس کی کتابین جمع کرنے، ان کی تصحیح و تدوین اور ان کے مطالعہ مین مشغول ہوگیا، چنانچہ ان کتابون کے سمجھنے مین اچھی خاصی مشق پیدا کرلی لیکن مریضون کے علاج مین کوئی تجربہ اس نے حاصل نہ کیا، اور نہ شناختِ امراض مین اس نے کوئی مہارت بہم پہنچائی، اس نے بعمر ۷۵ سال بوقت نماز صبح بروز دوشنبہ یکم رجب سنہ ۴۴۴ھ مین داعیِ اجل کو لبیک کہا،

وزیر ابو المطرف عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالکبیر بن یحییٰ بن وافد بن مہند اللخمی، اندلس کے قدیم گھرانے اور بڑے شریف خاندان سے ہے، کتبِ جالینوس کو پڑھنے اور سمجھنے مین اچھی مہارت رکھتا ہے، فلاسفۂ یونان مین سے ارسطو وغیرہ کی کتابون کا مطالعہ کیا ہے، ادویۂ مفردہ کے علم

Marfat.com

ن جو دستگاہ اس کو حاصل ہے، وہ اس کے معاصرین مین سے کسی کو نصیب نہین ہوئی،
س موضوع پر اس کی ایک معرکۃ الآرا اور بے نظیر کتاب ہے جس مین اس نے ان تمام
داؤن کو جو کتاب دیسقوریدوس[1] (Dioscorides) اور کتاب جالینوس (جو ادویۂ مفردہ
ارہین) مین مذکور ہین جمع کر دیا ہے، اور اس کو عمدہ طور پر مرتب کیا ہے، جو تقریبًا پانچ سو اوراق
شتمل ہے، اس نے خود مجھ سے بیان کیا کہ اس کی جمع و ترتیب، اسماء و صفاتِ ادویہ کی
صحیح، قویٰ ادویہ کی تفصیل اور ان کے درجات کی تحدید وغیرہ مین اس نے بیس سال صرف
ر دیئے، یہان تک کہ اس کو ضرورت اور مقصد کے مطابق مکمل کر لیا، طب مین اسکا پسندیدہ
ریقہ اور عمدہ مسلک یہ ہے کہ جہان تک غذا سے علاج کرنا ممکن ہوتا وہ کبھی ادویہ سے علاج
ہین کرتا، اور اگر ادویہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو جہان تک مفرد دواؤن سے علاج ہو سکتا
ہے وہ مرکبات کبھی استعمال نہین کرتا، اور مرکبات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو حتی الامکان
م سے کم دواؤن کا مرکب تیار کرتا ہے، سخت اور خطرناک امراض کے آسان اور سہل ترین
ریقہ علاج سے متعلق اس کے عجیب و غریب مجربات مشہور ہین، وہ اس وقت (ہمارے
ہ زمانہ مین) طلیطلہ مین اب تک بقید حیات موجود ہے، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ ۳۹۸ھ
ہ مین پیدا ہوا تھا،

عبدالملک بن زہر[2] ابو مروان عبدالملک بن فقیہ محمد بن مروان بن زہر اشبیلی، اس نے مشرق
کا سفر کیا، چنانچہ قیروان اور مصر پہنچا، اور وہان مدت دراز تک طبابت کرتا رہا، پھر اندلس مین
واپس آیا، اور شہر دانیہ مین سکونت پذیر ہوا، جہان اس نے ایک مدت تک طب مین بڑی

---

[1] مشہور یونانی شجار اور فن طب کا ماہر (دیکھو مفصل تذکرہ قفطی ص۱۲۶)

[2] مطمح الانفس ص۵۷ - ص۵۸ مین ابن خاقان نے اس کا تذکرہ لکھا ہے۔ المتوفی ۵۲۲ھ کما فی ابن خلکان ج ۲ ص۱

ناموری حاصل کی اور تمام اطرافِ اندلس مین بہت مشہور ہوگیا، طب مین اسکی بعض انوکھی رائ
ہین، مثلاً اس کی رائے ہے کہ حمام کرنا اجسام کو متعفن اور ترکیبِ امزجہ مین فساد پیدا کرد
حالانکہ اس کی یہ رائے متقدمین اور متاخرین دونون کی رایون کے خلاف ہے، اور عو
وخواص سب اس کے غلط ہونے کی شہادت دے سکتے ہین، بلکہ اگر ترتیب ماوجب
کے ساتھ حمام کیا جائے، تو وہ ایک اعلیٰ درجہ کی ورزش اور مسامات کو کھول کر فضول مو
سے جسم کو پاک وصاف کرنے، اور کیموسات غلیظہ کو لطیف بنانے مین بہت مفید طر

ابن الذہبی[1] ابو محمد عبداللہ بن محمد معروف بہ ابن الذہبی طب اور فلسفہ کی کتابون کا مطالعہ ک
کرتا تھا، مگر ان مین تحقیق کا درجہ نہ رکھتا تھا، فن کیمیا کا شوقین اور اس کی تحصیل مین بہت
رہتا تھا، ۵۶۲ھ مین اس نے بلنسیہ مین انتقال کیا، اوس کی تجہیز وتکفین کے وقت یہ
موجود تھا،

ابن النباش ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حامد البجائی، فن طب کا ماہر معالجۂ امراض مین
یدطولیٰ رکھتا ہے، طبیعیات والٰہیات کا جید عالم، علم الاخلاق اور سیاسیات کا محقق
منطق مین بھی دخل رکھتا ہے، مگر ریاضیات سے بے بہرہ ہے، وہ اس وقت ہمارے
زمانہ مین مرسیہ مین موجود ہے۔

ابن خمیس ابو جعفر بن خمیس طلیطلی، علماء ریاضیات مین اسکا ذکر آچکا ہے، اس نے کتبِ جار
کی باقاعدہ تحصیل کی تھی،

ابن عساکر ابو الحسن بن عبدالرحمن بن خلف بن عساکر الدارمی، ہمارے زمانہ کے ان نوجو

[1] شغف کیمیا کی وجہ سے غالباً اس کا نام ابن الذہبی مشہور ہوگیا تھا، ابن ابی اصیبعہ نے اس کے ایک
کا ذکر کیا ہے جو اس موضوع پر ہے کہ "پانی غذا نہین بنتا" (طبقات الاطبا، ج ۲ ص۲۹)

ن سے ہے، جنھون نے فلسفہ کی طرف توجہ کی ہے اور جالینوس کی کتابون کے ساتھ نجوبی
نا کیا ہے، اور ان مین سے اکثر کتابین اس نے ابو عثمان سعید بن بغونش سے پڑھی ہین،
ندسہ و منطق وغیرہ کی تحصیل بھی کی ہی، معالجۂ امراض مین بہت تجربہ کار، اور اس کا طریقۂ علاج
ت عمدہ ہے، ساتھ ہی وہ ایک چابکدست صناع اور مختلف فنون لطیفہ مین دخل رکھتا ہی،
راس کے حاصل کرنے مین کوشان رہتا ہے، اگر اس کی کوشش بارآور ہوئی اور حالات
نے مساعدت کی تو وہ اپنی جودتِ طبع اور صحتِ فہم کی بدولت فلسفہ مین بلند مراتب
صل کرے گا،

ماے نجوم | اندلس مین فن نجوم کا رواج زمانہ گذشتہ و حال مین ہمیشہ رہا ہے اور ہمارے
مانہ تک ہر زمانہ مین مشاہیر علم نجوم ہوتے چلے آے ہین جو مشاہیر کہ بعض ان مین
سے ہمارے زمانہ مین اور بعض عہد بنی امیہ مین گذرے ہین وہ یہ ہین:-

ن الخیاط | ابو بکر یحییٰ بن احمد معروف بہ ابن الخیاط، ہندسہ و حساب مین ابو القاسم مسلمہ بن
حمد مریطی کا شاگرد تھا، پھر احکام نجوم کی طرف متوجہ ہوا، اس مین مہارت و شہرت پیدا کی،
عہد طوائف الملوکی مین سلیمان بن حکم بن الناصر لدین اللہ امیر المومنین و دیگر امرا کے پاس
حیثیت منجم ملازم رہا، آخر مین وہ امیر المامون (یحییٰ بن اسماعیل بن ذی النون) کے پاس
لازم رہا، طب کی طرف بھی اس نے توجہ کی تھی، تحقیق کے ساتھ علاج کرتا تھا، بہت مضبوط
و توانا، حلیم الطبع، نرم مزاج، نیک سیرۃ اور دیندار تھا، طلیطلہ مین ۴۴۷ھ مین تقریبا بعمر ۸۰
سال رحلت کر گیا،

عبید اللہ بن خلف الاستجی | ہمارے زمانہ کے نوجوانون مین سے ابو مروان عبید اللہ بن خلف
احکام نجوم کا محقق عالم ہے، قدما و متاخرین کی کتابون پر اس کو عبور حاصل ہے، مجھے نہین

Marfat.com

معلوم کہ ہمارے زمانہ مین یا اس سے پیشتر اسرار و عجائباتِ نجوم سے کوئی شخص اس کے برابر واقفیت رکھتا ہو، شعاعون کی تیسیرات اور ان کے مواضعِ سقوط، اور بعض اصولِ نجوم کی توجیہ پر اس کا ایک فاضلانہ رسالہ ہے، مسائلِ نجوم مین اس سے پہلے کسی نے ایسا رسالہ نہین لکھا، شہر قونکہ[1] سے اس نے مجھے یہ رسالہ لکھکر بھیجا تھا،

مشرق و مغرب مین علوم قدیمہ کے ماہرین اور مشاہیر علماے اسلام یہی لوگ تھے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مین تمام علما کے حالات کے استقصار کرنے کا مدعی ہون، اگر کوئی چاہے تو اس پر بہت کچھ اضافہ کرسکتا ہے کہ سب پر احاطہ کر لینے کی فضیلت تو صرف خدا ہی کے لیے ہے،

علومِ بنی اسرائیل

بنی اسرائیل علومِ فلسفہ مین مشہور نہین ہوئے، صرف علمِ شریعت اور اس کی تواریخ و حالات کی طرف انھون نے توجہ کی تھی، "ابتداے آفرینش" اور انبیا کے حالات و اخبار سے "اخبارِ یہود" دوسرے لوگون سے زیادہ واقف تھے، اور علماے اسلام مین سے حضرت عبداللہ بن عباس[2] رض، کعب الاحبار[3] اور وہب بن منبہ[4]، نے یہ علم انھی سے حاصل

[1] جنوب و غرب کے درمیان وسط اندلس کا ایک شہر جو طلیطلہ کے قریب ہے (معجم البلدان ج ۶ ص ۲۰۵) اسی کو لاطینی Caesareca کہتے ہین، [2] حضرت عباس رض عم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے اور حضور کے چچازاد بھائی، جلیل القدر صحابی اور رواۃ حدیث مین سے ہین، ترجمان القرآن اور حبر الامت آپ ہی کے القاب ہین، آپ کی تصنیف سے تفسیر ابن عباس ہے جو چھپ گئی ہے اور عام طور پر ملتی ہے، ۷۲ سال کی عمر مین ۶۸ھ-۶۸۷ء مین بمقام طائف رحلت فرمائی، مفصل حالات کے لیے دیکھو اصابہ لابن حجر ج ۲ ص ۳۳۲ رقم

تھا، البتہ معاملات و تاریخ شریعت یہود مین ان کا طریقۂ حساب بہت دقیق ہے، مجھے
ن معلوم کہ یہ حساب خود ان کے علمار کا مرتب کردہ ہے یا کسی غیر قوم کے عالم نے ان کے
ے وضع کیا ہے[1]، اس طریقۂ حساب کا نام عبّور[2] ہے، ان کے ہان (سال کے) مہینے قمری
ار کئے جاتے ہین، اور سال کی دو قسمین ہین بہ ناقص اور مکبس، قمری سال کو ناقص اور
ی کو مکبس کہتے ہین، ان کی تاریخ کی ابتدا سے ہر انیسویں سال کا ایک دور ہوتا ہے، جسکو
محزور کہتے ہین، اس محزور مین کسرات سنین تمام ہو کر سات مہینے بچ رہتے ہین، جنکو وہ
عزور کے تیسرے، چھٹے، آٹھوین، گیارہوین، چودھوین، سترہوین اور انیسوین سال مین

شیہ حاشیہ ۱۴۲) ۴ کعب بن مانع الحمیری اہل کتاب کے علمای کبار مین سے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین مشرف
سلام ہوئے، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ مین یمن سے مدینہ مین آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اہل کتاب کے
ات معلوم کئے اور انھون نے ان سے کتاب و سنت کا علم حاصل کیا، تابعینؒ مین سے ایک جماعت نے ان سے حدیث
ایت کی ہے اور صحیح البخاری مین بھی ان کی بعض احادیث پائی جاتی ہین، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت (۲۴ھ
۳۴ھ) مین وفات پائی، تفصیل کے لیے دیکھو کتاب المعارف ص۲۱۰ یورپ، تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱ ص۵۴، اصابہ ج ۳
۶۳۹۔ ص۶۳۹ ۴ ابو عبداللہ وہب بن منبہ صنعانی یمن کے عالم، ۳۴ھ مین پیدا ہوئے، صحابۂ کبار سے حدیث روایت
ی تھی اور اہل کتاب کی تاریخ و شریعت پر پورا عبور رکھتے تھے، صحیحین مین ان کی احادیث موجود ہین، وہ ثقہ تھے
ور بہت وسیع علم رکھتے تھے تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۸۹، ابن خلکان ج ۲ ص۱۸۰۔ ص۱۸۱،

[1] ۱۹ برس کے محزور کا حساب میطن (METON) یونانی نے ۴۳۲ق م مین ایجاد کیا تھا،

[2] عبور عبرانی زبان کا لفظ ہے، اور عبرث سے مشتق ہے جس کے معنی حاملہ کے ہین، اصطلاح مین اس لونڈ کے
رس کو کہتے ہین جو ہر محزور (دور) مین بچ رہتا ہے، اسکو عبور اس لیے کہا جاتا تھا کہ حاملہ کے جنین کی طرح یہ
ایک زائد چیز ہوتا تھا، (آثار الباقیہ للبیرونی ص۵۳ طبع یورپ)

Marfat.com

ایک ایک ماہ کرکے بڑھاتے جاتے ہین، تب یہ "سنینِ سبعہ" شمسی یا مکبس ہو جاتے ہین، جنمین سے ہر سال تیرہ[۱] قمری مہینون کا ہوتا ہے، ان کے ہان قمری سال ۳۵۴ دنون، ۸ گھنٹون، اور ۸۷۶ دقیقون کا ہوتا ہے، ایک گھنٹے کے ۱۰۸۰ دقیقے ہوتے ہین، اور سال شمسی کے دن ۳۶۵ ۱/۲ ہوتے ہین، اس حساب سے سنہ شمسیہ، سنہ قمریہ سے ۱۰ روز ۲۱ گھنٹے اور ۲۰۴ دقیقے زیادہ ہوتا ہے، یہودیون کے ہان اس حساب سے ابتداے عالم کو یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت (یعنی سنہ ۵۸۶۴ھ / ۱۴۶۶ء) تک ۲۵۵ دان محزور[۱] چل رہا ہے جس کو ۴۸۲۷ برس گذرے ہین،

تفسیرِ یہود یہ "امتِ یہود" نبوت کا خاندان اور اسکی کان ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام انھی مین سے ہوئے ہین، ان کا وطن شام تھا، اور وہین ان کا پہلا اور آخری بادشاہ ہوا ہے، آخر مین روم کے بادشاہ طیطوس[۲] رومی نے ان کو وہان سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا، انکے ملک کو تاراج، اور ان کی جمعیت کے شیرازہ کو منتشر کر دیا، چنانچہ وہ متفرق ہوکر مختلف دیار و امصار مین جا بسے، دنیا کی آبادی مین ہر چہار سمت شاید کوئی جگہ ایسی ہوگی جہان اس قوم کے افراد نہ پائے جاتے ہون، سوائے "جزیرۃ العرب" کے، کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

---

[۱] محزور عبرانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی "دور" ہین، حساب عبور کے لیے انھون نے پانچ محزور مقرر کئے ہین جنمین عمدہ ترین اور صحیح دور ۱۹ سال والا محزور ہے۔ البیرونی نے ان ادوار پر مفصل بحث کی ہے اور ان کے حساب کی پوری تشریح کی ہے، (ملاحظہ ہو آثار الباقیہ صفحہ ۵۲ - صفحہ ۵۶ طبع یورپ)

[۲] ٹائٹس طیطوس یا ٹائی ٹس بارہ قیصرہ روم مین کا گیارہوان قیصر سنہ ۴۰ء مین پیدا ہوا، سنہ ۷۱ء سے سنہ ۸۱ء تک برسر حکومت رہا، سنہ ۷۰ء مین اپنے باپ کے عہد حکومت مین اس نے یروشلم (بیت المقدس) کا محاصرہ کیا، اور فتح کرکے اس کو تباہ و برباد کیا، (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۲ صفحہ ۴۱۹ - ۴۲۰ طبع ہفتم)

Marfat.com

ان کو وہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ شریف کے مطابق کہ

لا یبقین دینان فی ارض العرب — سرزمینِ عرب مین دو دین نہ رہنے پائین،

علاوطن کر دیا تھا،

علمائے یہود جب وہ لوگ تمام شہر و دیار مین پھیل گئے، اور غیر اقوام کے ساتھ ملے جلے

تو ان مین سے بعض لوگون مین علوم نظری اور فضائل عقلی کے اکتساب کی تحریک پیدا

ہوئی، اور انھون نے حکمت و فلسفہ کی تحصیل کی،

سرجویہ[1] ان علمائے یہود مین سے ہے جو عہدِ اسلام مین فن طب مین مشہور ہوئے، اس نے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے حکم سے بشپ اہرن[2] کی کتاب کا ترجمہ کیا تھا، جو قدیم

طبی کتابون مین ایک بہترین مجموعۂ طب" (کناش) ہے،

اسحاق بن سلیمان[3] متاخرین علمائے یہود مین سے اسحاق بن سلیمان ایک فاضل طبیب تھا، جو

اسحاق بن عمران معروف بہ سم الساعۃ (زہر قاتل) کا شاگرد تھا، وہ عبید اللہ المہدی والی افریقیہ

---

[1] بصرہ کا مشہور یہودی طبیب تفصیل کے لیے دیکھو طبقات الاطبا، ج ۱ ص ۱۶۳، ۱۶۴۔ [2] Aaron The Priest

[3] آخر عہد کا اسکندریہ کا قسیس جو آنحضرت کے زمانہ مین تھا، طب مین اس نے تیس ابواب مین ایک کتاب سریانی زبان مین تالیف کی تھی جسکا ماخذ تمامتر یونانی کتابین تھین، اس کتاب کا نام Paradeigmata ہے جسکے معنی یونانی زبان مین کناش یا مجموعہ کے ہین، دیکھو طبقات الاطبا ج ۱ ص ۱۶۳ "طب عربی" از ڈونلڈ کیمبل ج ۱ ص ۲۱ قفطی نے لکھا ہے کہ ان تیس ابواب یا مقالات پر ماسرجویہ نے ۲ مقالے اور اضافہ کئے تھے (ص ۵۰) [4] ابو یعقوب اسحاق الاسرائیلی، یہ مصر مین پیدا ہوا، جہان وہ کحال کا پیشہ کرتا تھا، پھر قیروان چلا گیا اور سلاطینِ مصر کا طبیب بنا، جو افریقیہ پر حکمران تھے، دیکھو تفصیل کے لیے طبقات الاطبار ج ۲ ص ۳۶۔ ص ۳۷، [5] ۲۹۷ھ مین دعوائے خلافت کیا اور ۳۲۲ھ مین وفات پائی اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو ابن خلکان ج ۱ ص ۲۷۲ ص ۲۷۳،

Marfat.com

کا طبیب خاص تھا، طب کے علاوہ منطق کا ماہر اور دیگر اصنافِ علوم مین بھی دخل رکھتا تھا، اس نے کچھ سو سال اوپر عمر پائی، اس طویل عمر مین اس نے نہ مال و دولت جمع کیا، نہ تاہل اختیار کیا، اس کی جید تصانیف یہ ہین :-

۱- کتاب فی الاغذیہ[1]
۲- کتاب فی الحمیّات
۳- کتاب فی البول[2]
۴- کتاب اسطقسات[3]
۵- کتاب فی الحدود والرسوم،
۶- کتاب بستان الحکمۃ اس مین الہیات کے مسائل ہین،

اسحاق نے تقریباً ۳۲۰ھ مین انتقال کیا،

سہل بن بشر[4] بن حبیب، احکام نجوم کا عالم تھا، کتاب المواليد وتحاويلها، کتاب تحاویل سنی العالم اور کتاب المسائل والاختبارات احکامِ نجوم مین اسکی عمدہ اور مشہور تصانیف ہین،

حسدای بن اسحاق ہمارے ہان اندلس مین بھی علمای یہود کی ایک جماعت تھی، ان مین فن طب کی تحصیل کرنے والون مین ایک حسدای بن اسحاق ہے جو الحکم (بن عبدالرحمن الناصر لدین اللہ) کا ملازم تھا، فن طب کا ماہر اور علم شریعت یہود کا فاضل تھا، یہودیون مین یہ پہلا شخص ہے جس نے اندلس کے یہودیون کے لیے علم فقہ اور تاریخ یہود کا دروازہ کھول دیا، ورنہ اس سے پہلے ان کو اپنے احکام فقیہہ، تاریخ وسنین مذہبی اور اعیاد[5] (تہوارون) کے اوقات معلوم کرنے

---

[1] اس کتاب کا پورا نام یہ ہے "کتاب الادویۃ المفردۃ والاغذیہ" اس کتاب کے لاطینی تراجم پیڈوا اور بسل مین ۱۵۴۸ء اور ۱۵۷۰ء مین شائع ہو چکے ہین (طب عربی از کیمبل ج ۱ ص۳۵)

[2] کیمبل کی رائے مین یہ کتاب عبداللطیف بغدادی کی ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہین پیش کی (طب عربی ص۷۲)

[3] لاطینی مین اس کے تراجم شائع ہو چکے ہین،

[4] ابوعثمان سہل بن بشر بن حبیب بن ہانی اسرائیلی، دیکھو قفطی ص۱۹۲،

[5] اعیاد یہود کے لئے دیکھو بلوغ الارب ج ۱ ص۳۶۱،

کے لیے بغداد کے علماے یہود سے رجوع کرنا پڑتا تھا، اس لیے وہ چند سال کا اکٹھا حساب نکے پاس سے منگوا کر آغازِ سال کی تاریخ وغیرہ معلوم کرتے تھے، مگر جب سے کہ حسدی نے الحکم کے دربار مین اپنی مہارت وقابلیت اور حسنِ لیاقت کی بدولت بار یاب اور بارسوخ ہوکر اہل یہود کی کتابون کو الحکم کے ذریعہ مشرق سے منگوالیا، اس وقت سے اندلس کے یہودیون کو وہ باتین معلوم ہوگئین جنکو وہ اس سے قبل نہین جانتے تھے، اور پہلے جن امور مین ان کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی وہ رفع ہوگئی،

منجم بن الغوال | سرقسطہ کا باشندہ، اندلس کے عہد پر آشوب (طوائف الملوکی) مین تھا، فن طب کا فاضل ہونے کے علاوہ منطق اور تمام علومِ فلسفہ مین بھی دخل رکھتا تھا، اسکی تصنیف سے ایک کتاب کنز المقل ہے جسمین اس نے سوال وجواب کے پیرایہ مین قوانینِ منطق اور اصولِ طبعیات کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ قلمبند کیا ہے،

مروان بن جناح[1] | سرقسطہ ہی مین ایک اور شخص مروان بن جناح فن منطق کا عالم اور عربی وعبرانی زبانون کا ماہر وادیب تھا، ادویۂ مفردہ کی شناخت طبی اوزان اور پیمانون کی تحدید مین اسکی ایک عمدہ تصنیف ہے[2]،

اسحاق بن قسطار | الموفق مجاہد العامری اور اس کے بیٹے اقبال الدولہ علی کا ملازم تھا، اصولِ طب سے واقف، فن منطق سے باخبر، اور آراے فلاسفہ پر کافی عبور رکھتا تھا، عمدہ طریقہ والا اور نیک اخلاق تھا، مین اکثر اس کے پاس بیٹھا کرتا تھا، متانت وسنجیدگی اور کمال مروت نیک چلن مین کسی یہودی عالم کو مین نے اس کے مانند نہین دیکھا، وہ عبرانی زبان کا فاضل، فقہ یہود کا ماہر کامل، اور احبارِ یہود مین سے تھا، طلیطلہ مین اس نے ۴۴۸ھ مین بعمرہ ۷۰ سال وفات

[1] تفصیل کیلئے دیکھو طبقات الاطبا ج ۲ ص ۵۲ ابن ابی اصیبعہ نے اسکا نام کتاب التلخیص لکھا ہے (ج ۲ ص ۵)

پائی، اس عمر مین اس نے کبھی نکاح نہین کیا،

ابن جبرول[1] بعض اصنافِ فلسفہ کے علما مین سے سلیمان بن یحییٰ معروف بہ ابن جبرول متوطن سرقسطہ فن منطق کا ولدادہ، لطیف الطبع اور متبصر عالم تھا، اس نے کچھ اوپر تیس برس کی عمر مین تقریبًا ۴۵۰ھ مین انتقال کیا،

حسدای بن یوسف ہمارے زمانہ کے نوجوان یہودی عالمون مین سے ایک ابوالفضل حسدای بن یوسف بن حسدای متوطن سرقسطہ اندلس کے ایک شریف یہودی خاندان اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد مین سے ہے، علوم وفنون کی باقاعدہ تحصیل کی ہے، اور عربی زبان مین بخوبی مہارت رکھتا ہے، شعر و بلاغت سے بھی اس نے بہت کچھ حاصل کیا ہے، حساب، ہندسہ، فلسفہ اور نجوم مین بھی دستگاہ رکھتا ہے فن موسیقی مین بھی اس کو دخل ہے اور گانے کا شوق رکھتا ہے، منطق کی پختہ طور پر تحصیل کی ہے اور بحث و نقد مین خوب مہارت پیدا کی ہے، طبیعیات کی طرف متوجہ ہوا تو اس فن مین ارسطو کی کتاب سمع الکیان پڑھنی شروع کی، یہانتک کہ اس پر حاوی ہوگیا، پھر کتاب السماء والعالم شروع کی، ۵۸۰ھ مین جبکہ وہ اس کتاب کی مشکلات کو حل کر رہا تھا، مین اس سے جدا ہوا، اگر زمانے نے اس کو مہلت دی اور اسکی توجہ ایسی ہی رہی تو وہ فلسفہ وحکمت کی انتہا کو پہنچ جائے گا، اور ان پر احاطہ کرلیگا، باایں ہمہ وہ ابھی بالکل نوجوان ہے جو سن کمال کو بھی نہین پہنچا ہے، (یہ خدا کی دین ہے) اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے مخصوص کردیتا ہے،

ہمارے یہان اندلس مین یہی مشاہیر علما ے یہود ہین جو علوم فلسفہ کے ماہر خیال کیے جاتے ہین

---

[1] یہ مغرب مین Avicebron یا Avicebrol کے نام سے مشہور ہے،

Marfat.com

علمائے شریعت یہود اور علما سے شریعت کی تعداد مشرق و مغرب مین اس قدر وسیع ہے کہ ان کا احصار نہین کیا جاسکتا، مشرق کے مشاہیر یہود مین سے سعید بن یعقوب الفیومی[1] ابو کثیر یحیٰی بن زکریا الطبرانی[2] اور ابراہیم التستری[3]، داؤد القومشی[4] وغیرہ احبارِ یہود مختلف مذاہب کے متکلمین کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنے مین مشہور ہوئے،

ہمارے یہان اندلس مین ابوابراہیم اسماعیل بن یوسف الکاتب معروف بہ ابن نغدلہ[5] کو (جو امیر بادیس بن حبوس والیِ غرناطہ کا وزیر تھا) شریعتِ یہود اور اس کی حمایت و دفاع کا جو علم تھا وہ اس سے پہلے اندلس

---

[1] بغداد کا یہودی عالم، بغداد کے وزرا اور قضاۃ کے پاس اکثر حاضر ہوا کرتا تھا، یہودیون کے معاملات مین اس کے فیصلے ہمیشہ تسلیم کئے جاتے تھے، ابو کثیر طبرانی کا شاگرد تھا، ۳۳۰ھ کے بعد اس نے وفات پائی، مسعودی نے اس کو دیکھا تھا، (التنبیہ والاشراف ص۱۱۳)

[2] اس نے تقریباً ۳۲۰ھ مین انتقال کیا، مسعودی کہتا ہے کہ مین نے بلادِ فلسطین اور اردن مین اس سے نسخِ ادیان اور فرق مابین مذاہب پر کئی مناظرے کئے تھے۔ (التنبیہ ص۱۱۳)

[3] یہ بغداد مین چوتھی صدی ہجری مین تھا، مسعودی کہتا ہے کہ وہ بغداد سے مجھ سے ملنے آیا تھا، (التنبیہ ص۱۴۱)، [4] یہ بیت المقدس مین رہا کرتا تھا، ۳۳۴ھ مین اس نے وفات پائی،

[5] اصل مین اسکا نام شموئیل ہالیوی بن جوزف نغدلہ ہے، Samuel Ha-Levi ibn Joseph Naghrela اندلس کے بربری خاندان بنو زیری کے فرمانروا بادیس بن حبوس کا وزیر اور کاتب تھا اور اسی نے اس کو غرناطہ کا حاکم بنانے مین مدد کی تھی، ابن نغدلہ نے ۴۵۹ھ/۱۰۶۶ء مین انتقال کیا، تفصیل کے لیے دیکھو المقری ج ۲ ص۵۰۸ اصل متن مین اس کو ابن العزال لکھا ہے جو صحیح نہین ہے،

Marfat.com

کے علماے یہود مین سے کسی کو نہ تھا، اس نے ۴۸۳ھ مین انتقال کیا،

یہ ہے جو کچھ کہ علماے امم کے نامون اوران کے حالات وتصانیف سے متعلق میرے ذہن مین محفوظ تھا، والحمد للہ علی کل حال، مین ۴۶۰ھ مین اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوا[1]

[1] خاتمہ کی یہ عبارت طبقات کے ۳ قلمی نسخون مین سے صرف ایک کے آخر مین پائی جاتی ہے،

دار المصنفین کی فلسفیانہ تصنیفات

ابنِ رشد

مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانون مین ارسطو کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہی، اور جس کی تصنیفات مدتون تک یورپ کی یونیورسٹیون مین پڑھائی جاتی تھین، اس کے سوانح اور اسکے فلسفہ پر تبصرہ اور اسی ضمن مین مسلمانون کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو، اور یورپ مین اسلامی علوم کی اشاعت کی تاریخ اور فلسفۂ جدیدہ قدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہی، ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرۂ معلومات کسی مشرقی زبان مین کیا کسی مغربی زبان مین بھی نہین مل سکتا، ضخامت ۴۰۰ صفحے، قیمت ہے،

مقالۂ روسو

جس مین فرانس کے مشہور قلمی انقلابی ہیرو روسو نے علوم و فنون کے افادی اثرات و نتائج کی تنقید کی ہی، ضخامت ۵۱ صفحے، قیمت ۸ر

روح الاجتماع

موسیو لیبان کی کتاب جماعتہاے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ، جس مین انسانی جماعت کے اخلاق پبلک رہنمایون کی خصوصیات اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، ضخامت ۲۳۲ صفحے، قیمت ۶ر

Marfat.com

انقلابُ الامم

ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عہ، ضخامت ۱۶۲ صفحے،

برکلے،

مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ، ضخامت ۱۲۶ صفحے،

مُکالماتِ برکلے

برکلے کی ڈائلاگس کا ترجمہ، جسمین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت عہ

مُبادیِ علمُ الانسانی،

مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب "پرنسپ آف ہیومن نالج" کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ، جس مین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے، ضخامت ۱۳۶ صفحے، قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ،

نٹشے

مشہور جرمن فلاسفر فریڈرک نٹشے کی سوانحعمری اور اس کے افکار و خیالات اور تصانیف پر بحث و تبصرہ ہے، مصنفہ پروفیسر مظفرالدین ندوی ایم اے، حجم ۱۰۲ صفحے، قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- **منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ،**

Marfat.com

خطبۂ صدارت

اجلاس ہفتم جمعیۃ العلماء

منعقدہ

کلکتہ، تاریخ ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ شعبان ۱۳۴۴ھ

مطابق

۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء

از

سید سلیمان ندوی،

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی،

مطبع معارف اعظم گڑھ میں چھپا

135829

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا، ووفقنا لادراک ما کان فاتنا، فنلمّ بہ شتاتنا
ونداوی بہ سباتنا، ونعرف ھداتنا، والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی الذی بعث فی الامیین
یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم ویھدیھم ومن داء الجھل لیشفیھم، ومن علیل الضلالۃ
یبرویھم، وعلی الہ واصحابہ قنادل الھدی، ومنابر الھدی، والذی اتبعھم واھتدی،

یامعشر الذین اختصھم اللہ لخشیتہ، واصطفاھم للتفقہ فی دینہ، لیاصروا بالمعروف
وینھوا عن المنکر اذا رجعوا الی قومھم، فینبھوھم من نومھم

آج آپ صاحبون نے مجھے جو شرف عطا کیا ہے، اور اپنے اعتماد کی جس دولت سے مالا مال کیا ہے، میں
اس ذرہ نوازی کے لئے ممنونیت کے رسمی الفاظ پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ میں
اس قدر افزائی اور سرفرازی کو اس دنیا کی بہترین نعمت اور آخرت کی بہترین دولت تصور کرتا ہوں، ۱۳۴۳ھ
کے اجلاس خاص مراد آباد کے موقع پر بھی مجھے یہ عزت عطا ہوئی تھی مگر عین وقت پر وفد جدہ کی شرکت نے انکار پر مجبور
کیا، اور میں خوش ہوں کہ اس کی بدولت ایک خاموش ہستی بولی اور ایک بے زبان کارکن نے زباندانی کے
جوہر دکھائے، اور ایک ہمہ تن سوز و گداز نے کاغذ کے صفحوں پر اپنے دل کے ٹکڑے اہل بلت کے سامنے رکھدیئے،
میں سمجھتا ہوں کہ مراد آباد کی میری نامرادی میں کلکتہ کی کامیابی کا راز نہاں تھا، کیونکہ یہ میرے نوشتۂ تقدیر
میں کلکتہ سے کوئی مناسبت رکھی گئی ہے، کہ علمائے کرام کے طبقۂ مبارکہ کی طرف سے میری شرف افزائی کے لئے
کلکتہ ہی کی سرزمین موزوں و مناسب تصور کی گئی ہے، آج سے نو برس پیشتر ۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۱۲ء میں جنگ عظیم
کے ہولناک نتائج کے انجام دہی میں جمعیت علمائے بنگالہ کی صدارت کا تخت مجھے یہیں حاصل ہوا تھا، اور آج پھر اس

Marfat.com

وسیع تر حلقۂ علماء کی طرف سے وہیں مجھے دوبارہ یہ مکرمت عطا کی جارہی ہے،

حضرات! جمعیتہ العلماء کی صدارت حقیقت میں وہ بڑی سے بڑی عزت ہے جو اس طبقۂ کرام کی طرف اس کے کسی فرد کو بخشی جائے، مجھے اپنے ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر یقین ہے، اور دلائل بھی اس کی تائید میں ہیں کہ کہ تمام اسلامی ملکوں میں اس وقت ہندوستان ہی ایک مرکز ہے، جو اپنی دینی و مذہبی جد و جہد میں سرگرم عمل ہے اور اسی نسبت سے علماے ہندوستان مبارکباد اور تہنیت کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنے فرض کو پہچانا، اور اس کے انجام دینے کے لئے ساعی اور کوشاں ہیں، اور لوگ تو یورپ کے اس مادی استیلاء کے روکنے میں مصروف ہیں، جو یورپ کی تیغ و تفنگ کی قوت سے پھیل رہا ہے، اور جس سے اسلامی سلطنتیں زیر و زبر ہو رہی ہیں مگر بہت کم نگاہیں ہیں جو یورپ کے اس معنوی استیلاء کو دیکھ سکیں جو یورپ کے تمدن، یورپ کے ناقص خیالات یورپ کے فاسد نظریئے مسلمانوں کے قلوب کی سلطنتوں کو درہم و برہم کر رہے ہیں، ہم کو اس وقت اسلامی ملکوں کی دو ہی قسمیں نظر آرہی ہیں، ایک وہ ہیں جو ابتک قدامت اور جہالت کی تاریکی میں ہیں جیسے چین کاشغر، افریقہ اور جزائر ہند کے بعض حصوں کے مسلمان، دوسری وہ جو گو یورپ کے ظاہری استیلاء کے روکنے میں تو حد درجہ کوشاں ہیں، مگر اس کے معنوی استیلاء کو وہ خوشی کے ساتھ خود قبول کر رہے ہیں، اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ جانتے ہیں جیسا کہ ہم کو اس وقت ٹرکی، مصر، شام اور ٹیونس میں نظر آرہا ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ ان ملکوں میں گو دنیا بدل گئی، تعلیم کا رخ بدل گیا، خیالات میں انقلاب ہو گیا، مگر وہاں کے علماء نے اپنی قدامت اور جمود کو نہ چھوڑا، اور نہ انھوں نے اپنے گوشوں اور حجروں سے نکل کر دنیا کے حالات پر نظر ڈالی اور نہ ماحول کو سمجھا، اور نہ اس کے سدّباب کی تیاری کی، اس طرح ایک طرف تو جدید تعلیم اور جدید خیالات نے ان کو پس پشت ڈال دیا، اصلاحات اور تجددات سے وہ ناآشنا رہے، بلکہ ان کے روکنے کی کوشش کی، اصلاح اور تجدید کو اپنی تنگ نظری سے اپنے مالوف خیالات کی مخالفت کے باعث کفر و الحاد سمجھے، نتیجہ ہوا کہ خود ان کے ملک کے جدید التعلیم ارباب فکر نے ان کو اپنا دشمن سمجھکر ان کے مٹانے کی کوشش کی، ملک

سے ان کے اثر و اقتدار کے توڑنے کی فکر کی، اور اب تک یہی کشمکش جاری ہے، یورپ سے متاثر طبقۂ اسلام
و ان کے وجود کو اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے، اور اس ملک کے علماء اس طبقہ کو مذہب کیلئے
سب سے زیادہ عنصر فاسد یقین کرتا ہے نتیجہ جنگ ہے، اور بربادی! اس وقت دنیائے اسلام کا کون سا حصہ ہے
جہاں قدامت و تجدد کی جنگ جاری نہیں، تمام دنیائے اسلام پر نظر ڈال جاؤ اسلام کا جدید طبقہ پوری
سرگرمی کے ساتھ یورپ کے ظاہری استیلاء اور سیاسی قوت سے دوچار نظر آئیگا، اور یہی چیزیں ہیں جو ہم کو ٹرکی
میں مصطفیٰ کمال کی صورت میں، ایران میں رضا شاہ پہلوی کے پیکر میں، مصر میں زغلول پاشا کے قالب میں،
مراکش میں امیر محمدؐ بن عبد الکریم کی شکل میں، اور شام میں سلطان اطرش کی ہئیت میں ہم کو نظر آتی ہیں، کیا
دنیائے اسلام کے یہ تمام خطے، اسلام کے معنوی نمایندوں یعنی علمائے کرام کے وجود سے یکسر خالی ہیں، کیون انکے
کارناموں کے آوازے ہمارے کانوں تک نہیں پہونچتے؟ کیا اگر ٹرکی میں چند علماء بھی ایسے ہوتے جو دین و دنیا
کی اس کشمکش میں سفینۂ اسلام کی ناخدائی کر سکتے تو انقلاب کی یہ نیرنگی نظر آسکتی تھی،

ایکہ پرسی کہ دریں کارجہ تدبیر بود　　دین و دنیا بہم آمیز کہ اکسیر بود،

ایہا السادہ! یہی واقعہ ہے جو ہمکو علمائے ہند کی خدمت میں تہنیت و مبارکباد پیش کرنے کے لئے
آمادہ کرتا ہے، علمائے ہند نے اسی وقت سے جب سے یورپ کے خیالات و تاثیرات نے اس ملک میں انقلاب پیدا
کرنا شروع کیا، انھون نے اپنے فرض کو پہچانا، دیوبند میں آج سے ساٹھ سال پہلے چند روشن ضمیر مخلصین ملت
نے ایک خالص دینی مرکز کی بنیاد رکھی، کہ ملت بیضاء کی حفاظت ہو، آج سے تیس برس پہلے چند عاقبت بین
اور معاملہ فہم علماء نے ندوۃ العلماء کی تاسیس کی، کہ آئندہ اسلام کو جس قسم کے خدمت گذاروں کی ضرورت
پیش آئیگی اس کے لئے قبل از وقت تیاری ہو، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں جدید و قدیم تعلیم، نئے اور
پرانے خیالات، جمود و تطرف کے بیچ میں صراط مستقیم قائم ہوگئی، اور پٹنہ کے اجلاس ندوۃ العلماء میں یہ موقع پیش
آیا کہ طربوش (ترکی ٹوپی) و دستار میں مصالحت ہوگئی، اور حافظ کا یہ شعر زبانوں پر آیا، ؎

Marfat.com

ندا الحمد میانِ من و او صلح فتاد حوریاں رقص کنان نعرۂ مستانہ زدند

آج ہمارے درمیان جو چند مصلحت شناس، دانائے حال، اور اصلاح کوش علماء کا وجود ہے، اور چند ایسی مخلص الایمان، جان نثارِ اسلام، اور دینی عقیدت سے سرمست تعلیمیافتہ ہستیاں ہیں، وہ اسی مصالحت و مواخاہ کے خوش گوار نتائج ہیں،

حضرات! اس موقع پر اس برگزیدہ ہستی کو بھی یاد کر لینا چاہئے، جس نے عقد مواخاۃ میں خاصہ حصہ لیا، یعنی مولانا **عبد الباری** مرحوم فرنگی محلی، جو جنگ بلقان و ہنگامہ کان پور سے لیکر اخیر تک سرگرم عمل رہے، مرحوم کی مخلصانہ خدمات خود اس جمعیۃ العلماء کی بناء و تاسیس میں بھی ایک حد تک شریک ہیں، اس وقت ہمارے طبقہ سے، ایک ایسا ضروری عنصر ہمیشہ کے لئے الگ ہو گیا، جس کی کمی مدتوں تک محسوس کی جائیگی، اللھم امطر علیہ شآبیب رحمتک وافتح علیہ ابواب فضلک،

ہندوستان مجلس خلافت اور جمعیۃ العلماء کی ایسی تحریکیں لے کر اٹھا ہے، جنھوں نے تمام دنیائے اسلام میں اس کے جوش عمل صحت رائے اور خدمت دین کے ولولوں کی ساکھ قائم کر دی ہے، اور غلام ہندوستان سے بڑے بڑے آزاد اسلامی ممالک سے زیادہ مسلمانوں کی توقعات قائم ہیں کہ ہندوستان وہ ملک ہے جہاں سات کرور کلمہ گو انسانوں کا مجمع ہے، یہ وہ تعداد ہے جو دنیا کے کسی اور ملک کو نصیب نہیں، اس لئے ان سات کرور انسانوں کی بیداری اور احساس دنیائے اسلام کے مستقبل کا سب سے خوشگوار پہلو ہے،

اسلامی ہندوستان کے پیش نظر دین و دنیا کی جامعیت، یا مادہ و روح کی مصالحت، یا حقیقت اسلامیہ کے ساتھ تمدن جدید کے مفید پہلوؤں کے درمیان اعتدال پیدا کرنے کی کوششیں ہیں، اگر اس میں کو دنیائے اسلام کے کسی اور ملک نے سمجھا ہے تو وہ **افغانستان** ہے، امیر روشن ضمیر افغانستان نے اس کی رسم اوّلین خطبۂ امامت کو زندہ کر کے مسلمان اولوالامر کے لئے دین و سیاست کی آمیزش کی صحیح سنت

Marfat.com

ں ہے، امیر موصوف اپنے جمعہ وعیدین کے خطبوں میں اپنی ملت کے سامنے اسلامیت اور قومیت کے
رست وصحیح عقائد کی تلقین کر رہے ہیں، جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام خیر الجزاء،

حضرات! اس وقت اسلام کے سامنے جو خطرات اور عوائق پیش ہیں وہ خلافت و لامرکزیت
ین وسیاست، اور اخوۃ اسلامیہ اور عصبیہ قومیہ کے درمیان غلط فہمی ناعاقبت اندیشی، اور عدم تعمق
کے سبب تصادم اور آویزش ہے، میں نے اپنے خیالات اس باب میں مفصل عرض کئے ہیں اس موقع پر
خیص کا اعادہ کافی ہے،

عالم اسلامی کی تنظیم کا مسئلہ اور مسلمانوں کا انتشار خیال

مسلمانوں کے روز افزوں انحطاط، پراگندگی، اور انتشار کا سلسلہ صدیوں سے قائم تھا، مگر چونکہ دولت عثمانیہ کا سایہ بہت حد تک دنیا کے مسلمانوں کی تشفی کا باعث تھا، اور خالص اسلامی ممالک ایک زنجیر میں گو وہ کسی قدر کمزور ہو وابستہ نظر آتے تھے اس لئے عام مسلمانوں کو اپنی اس کمزوری اور ضعف کا احساس نہ تھا، اور وہ اپنے کو ایک رشتہ میں منسلک سمجھتے تھے، اس جنگ عظیم کی بدولت اس سایہ کا ہٹنا اور اس زنجیر کا ٹوٹنا تھا کہ اس فریب کی حقیقت واضح ہو گئی، اور معلوم ہو گیا کہ مسلمان ایک بڑے دھوکے میں مبتلا تھے، ٹرکی کے انقلاب اور جمہوریت کے قیام اور نفی خلافت کے عمل نے اس دھوکے کا دھوکا ہونا اس طرح آشکارا کر دیا کہ کسی سمجھدار مسلمان کو اس میں شک نہیں رہا،

اب روے زمین کے کسی مسلمان کو اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا قصہ خواب وخیال ہے، اور انکی باہمی وابستگی، ہم رشتگی، اور جامعیت کا وجود سراب سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے، اسی کے ساتھ اس کا بھی سب کو یقین ہے کہ اسلام کی فطرت تقتضی ہے، کہ اس رشتہ کا وجود قائم اور اسلامی برادری واخوت کی شیرازہ بندی باقی رہے، مذہبی بدایتوں کے علاوہ دنیاوی سیاستوں اور مصلحتوں کا تقاضا بھی یہ ہے کہ مسلمان قوموں کو بحیثیت مسلمان کے دنیا کی قوموں کے سامنے زندہ اور باقی رہنے کیلئے

مسلمانوں کا متحدہ محاذ اور ان کی برادرانہ جمعیت قائم رہے،

اسلام کا اصول اس کا بھی مقتضی ہے کہ تمام دنیائے اسلام میں مسلمانوں کا ایک مذہبی پیشوا اور امام ہو، اس کا وجود تمام دنیا کی مسلمان قوموں کے لئے رشتۂ اتحاد اور رابطۂ وحدت کا کام دے، اور مذہبی شعار و احکام کی نگہداشت اور اجرا کا فرض انجام دے، اس کا نام خواہ تم خلیفہ رکھو، امام رکھو، یا امیر المومنین رکھو

اس حقیقت سے کون بے خبر انکار کر سکتا ہے، کہ یہ خلافت و امامت اپنے اصلی منہاج اور شرائط و آداب سے بہت جلد ہٹ گئی، تاہم بغداد کی تباہی تک کچھ نہ کچھ اس کی حیثیت تھی، اور قاہرہ میں جاکر اسکی حیثیت گو خود دار الخلافہ میں کچھ نہ رہی، تاہم دور دراز کے اسلامی ملکوں میں خلیفۂ عباسی کی یہ مصری خانقاہ بھی عقیدت عامہ کا مرکز تھی، ان گذشتہ چند صدیوں میں جب دولت عثمانیہ کے سوا کوئی آزاد اسلامی حکومت باقی نہیں رہی تو لامحالہ یہ عقیدت کی کشش، قاہرہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوگئی، کون نہیں جانتا کہ اسلام وہ مذہب ہے جو مذہب اور سلطنت ساتھ ساتھ بنا، اس کا امام ہی اس کا بادشاہ تھا، اس کی ایک ہی عبادت گاہ کی چہار دیواری اسکی مسجد بھی تھی اور اس کی عدالت گاہ اور دربار بھی، اسکی ایک ہی چند زینوں کی لکڑی کا منبر بھی تھا، اور تخت حکومت بھی، اس کے وہی جاں نثار اس کے داعی اور مبلغ بھی تھے، اور مجاہد اور سپاہی بھی، اس کے وہی عہدہ دار حکام اور امرا بھی تھے، اور قاضی، اور امام بھی، اس دینی اور دنیوی اقتدار و تنظیم کی وحدت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی تنظیم کے الگ الگ عہدے اور دائرے نہ تھے، اس بنا پر یہ بالکل ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی تنظیم، انکی سیاسی تنظیم سے الگ کوئی شی نہ تھی، ایسی حالت میں مسلمانوں کی سیاسی تباہی ان کی مذہبی بے ترتیبی کے ہم معنی ہے جب کسی ملک میں مسلمانوں کی سلطنت نہ رہی، انکی ہر قسم کی تنظیم بھی رخصت ہوگئی، نہ کوئی ان کا امام رہا نہ کوئی مذہبی صیغہ رہا، نہ اوقاف کا انتظام رہا، نہ مسجدوں کی نگرانی رہی نہ مدرسوں کی دیکھ بھال رہی، نہ تبلیغ و اشاعت کا سامان رہا، نہ مسلمانوں کے مذہبی مقدمات اور فیصلوں کی کوئی صورت رہی، نسل آدمؑ اور اولاد ابراہیمؑ کی یہ منظم باقاعدہ

Marfat.com

مف جانوروں کے گلّے بن گئی،

جن ملکوں میں اچھی یا بُری اسلامی حکومتیں قائم ہیں، یورپ کے دیکھا دیکھی وہاں کے ذمہ دار ارکان سیاست اور ارباب فکر میں یہ خیال قائم ہوتا جاتا ہے کہ دینی و دنیاوی طاقتوں کی یکجائی، اور مذہبی و سیاسی یمیوں کی وحدت ان کی ترقی کی راہ میں حائل ہے، یہی خیال ہے جس نے ٹرکی کے مجاہد اعظم مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقائے کار کو عزلِ خلافت پر آمادہ کر دیا، اور اسی کی نقل اور آواز بازگشت دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی سنائی دیتی ہے،

یورپ کو جب سے ہوش آیا ہے، اور سمجھا ہے کہ اتحاد اسلامی ہی کی قوت ہے جو اس کی طاقت کا قابلہ کر سکتی ہے، مسلمانوں کو بغاوت پر آمادہ کر سکتی ہے، اور ان کو دوبارہ مضبوط اور زندہ بنا سکتی ہے اور اس اتحاد اسلامی کی بنیاد خلافت کا وجود ہے، مختلف طریقوں سے اس کی قوت کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہیں، یورپ کے تیغ زن سپاہیوں نے اپنی تلواروں سے اور مصنفین نے اپنے قلم سے اس کے مٹانے کی پوری کوشش کی، یونان و روم کی جنگ پہلا موقع ہے جب یورپین طاقتوں کی متفقہ خواہش کے خلاف دنیائے اسلام میں "خلیفۂ عثمانی" کی ہمدردی و مالی اعانت کے غیر معمولی جذبات نے یورپ کے کانوں میں خطرہ کی گھنٹی بجا کر اس کو متنبہ کر دیا،

بعض یورپین اہل قلم نے یہ کیا کہ خلافت اسلامیہ کو اصول اسلام کی حیثیت سے تو تسلیم کر لیا مگر مجدد اسلام بنکر انھوں نے پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کو انکی ایک عظیم الشان غلطی پر متنبہ کیا کہ الائمۃ من قریش، ترک اس کے مستحق نہیں، ان کو مٹا کر مکہ معظمہ کی چہار دیواری میں عربی ہاشمی خلافت قائم کرو، اس جماعت کے سرگروہ مشہور ہمدرد اسلام بلنٹ تھے، دوسروں نے ترکوں کے شرعی خلیفہ ہونے سے بحیثیت مفتیِ اسلام کے انکار کیا، یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اور ہم کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے،

اس جنگ عظیم میں منصبِ خلافت کی اہمیت کم کرنے بلکہ اس کے مٹا دینے کی سب سے زیادہ

Marfat.com

ضرورت پیش آئی، وفد خلافت کی حیثیت سے جس ہفتہ ہم انگلستان پہونچے ہیں، سب سے پہلے ایک اطالین مستشرق کا جو رومہ یونیورسٹی میں تاریخ اسلام کے پروفیسر تھے رسالہ "دی نیچر آف دی خلافت" کا انگریزی خلاصہ نظر سے گذرا اور جسکو اٹلی کی حکومت میں یہ اہتمام حاصل تھا کہ اٹلی کی وزارت خارجہ نے اسکو اپنی طرف سے شایع کیا، اور اس کے بعد "سلطان ایزاے کیلیف" کا دوسرا مشکلانہ مضمون ایک انگریزی اہل قلم نے لکھا، اس کے بعد تیسرا مضمون پروفیسر مارگیولیوتھ نے اوبزرور لندن میں مسئلہ خلافت کی تاریخی کمزوری پر لکھا،

ہندوستان میں خلافت کی تحریک نے جو زور شور اور ہل چل پیدا کی، اسکی سیاسی اہمیت نے یورپ کو اور زیادہ ڈرا دیا تلوار کا وقت نکل چکا تھا، اس لئے سپاہیوں نے ہٹکر اہل قلم حضرات کے لئے جگہ خالی کر دی اور انھوں نے اس وقت سے برابر مسئلہ خلافت کی تحقیق و کاوش، اسکی شکست اور ریخت، یورپ سے متاثر دماغ میں اسکی مذہبی نامعتبری، تاریخی کم اہمیتی اور اس کے سیاسی نقصانات، اور تمدنی خرابیاں اس طرح آشکارا کی کہ خود مسلمانوں میں سے اُن بعض افراد کو اس کا یقین آنے لگا جو یورپ کے مصنفین کو بغایت معصوم، مخلص اور ہر قسم کی سیاسیات سے بلند جانتے ہیں،

قاصد رقیب بودہ و من غافل از فریب

بیدرد مدعائے خود اندر میانہ ساخت

نتیجہ یہ ہوا کہ جنکی خلافت کے لئے دنیا لڑ رہی تھی، انھیں نے خود اپنے ہاتھ سے اس کو دفن کر دیا، اور مٹا کر وہ سمجھے کہ انھوں نے اپنی قومی حکومت کے سامنے سے سارے عوائق ہٹا دئے، اور تسلیم کر لیا کہ دین و اختلاط اور مذہب و سیاست کی آمیزش اسلام کی سب سے بڑی غلطی تھی جسکو انھوں نے دور کر دیا، اور یہ بعینہ اصول اسلام کے مطابق ہے، ترکوں کے اس عمل نے گویا یورپین پروپگنڈے کو جو مدتوں سے خلافت متعلق مسلمانوں میں جاری تھا، دفعۃً کامیاب کر دیا، اس پر بھی ہمارے دشمنوں کو چین نہیں آیا اور ا

Marfat.com

وں کے اس فعل کی تحسین کا پروپگنڈا اجاری ہے، لندن یونیورسٹی میں مسئلہ خلافت کی تاریخی اسناد پر بحث کرنے
لئے ہمارے مشہور پروفیسر آرنلڈ کو مقرر کیا گیا، ڈاکٹر آرنلڈ نے اس بحث پر ایک مبسوط لکچر دیا، اور گذشتہ سال ۱۹۲۴ء
ں "دی خلافت" کے نام سے دوسو صفحوں میں انھوں نے اس مسئلہ کے تاریخی پہلو پر ۱۴ بابوں میں مفصل بحث کی،
اس کتاب میں نہایت کاوش اور محنت سے ڈاکٹر آرنلڈ نے اس منصبِ خلافت کے آغاز سے اور اخیر ترکی
ک کے ہر قسم کے واقعات کو یکجا کیا ہے، اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے، کہ اس منصب کے ضروری اور اصول اسلام
سے ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی استدلال موجود نہیں ہے، نیز تاریخ اسلام بھی اسکی تائید نہیں کرتی، نہ خلافت
شدہ کے بعد اس منصب کو مسلمانوں نے عملاً تسلیم کیا، اور خصوصاً ترک سلاطین تو اس حیثیت سے کبھی
سلّم ہوئے ہی نہیں،

اغیار جو کچھ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں، اس ذکر کو جانے ہی دیجئے، یہ دیکھئے کہ خود اپنوں کا اس مسئلہ
کے متعلق کیا خیال ہے، اب اصل مسئلہ قابل غور یہ ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم اور وحدت کا فرض کس طرح انجام
دینا چاہئے، کہ مسلمانوں میں از سر نو طاقت وقوت اور نظام واتحاد پیدا ہو،

ٹرکی میں عزلِ خلافت کے موقع پر جو تقریریں کی گئیں، اور اسی کے ساتھ ٹرکی زبان میں مسئلہ خلافت پر جو
کتاب "خلافت وحاکمیت ملیہ" لکھوا کر عام طور سے شائع کی گئی، اس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ خلافت کوئی
مذہبی اور روحانی منصب نہیں، نیز خلافت کے لئے وجود شخصی ضروری نہیں، خود حکومت اور مجلسِ خلافت
جمہوری ہے، اور اسی سے مسلمانوں میں تازہ قوت اور نئی طاقت پیدا ہوگی،

علمائے مصر میں سے سید رشید رضا نے الخلافۃ والامامۃ الکبری ایک خاص کتاب ۱۳۴۱ھ میں لکھکر شائع
کی ہے جسمیں انھوں نے خلافت اسلامیہ کے آداب، شروط، مصالح اور فوائد بتائے ہیں، اور جدید ٹرکی اور
تعلیم یافتہ مسلمانانِ مصر وہندوستان کو یہ بتایا ہے کہ خلافت اسلامیہ کو جدید قالب میں شرع صحیح کے
اصلی مقصود کے مطابق از سر نو ملک عرب میں قائم کرنا چاہئے، اور اسی سے دنیائے اسلام میں نئی زندگی

Marfat.com

پیدا ہوگی، خلیفہ انتخاب سے منتخب ہو اور اس کے ساتھ ایک مجلس شوریٰ ہو، جسکی اعانت اور مشورہ سے و
تعلیمی، تبلیغی، تشریعی، احکام و مصالح تمام اسلامی ملکوں میں پھیلائے اور ہر اسلامی ملک میں اس کے باقا
نائبین ہوں،

اس مسئلہ کے متعلق حسب ذیل اون کی تجاویز ہیں،

۱- ایک عظیم الشان اسلامی مذہبی درسگاہ کا قیام جس میں مجتہدین اور مذہبی مقننین پیدا ہوں، جو ضروریاتِ زمانہ اور اصولِ اسلام کے مطابق نئے احکام استنباط کریں، اور اسلام و تمدن میں باہمی آویزش کے بجائے آمیزش پیدا کریں،

۲- خلیفہ کا انتخاب،

۳- خلافت کے انتظامی اور مالی صیغے اور اسکی حسب ذیل ماتحت مجلسیں،

ا- مجلسِ شوریٰ،

ج - مجلس افتاء تصنیف و نگرانیِ مؤلفات دینی،

ب مجلس جو حکام، قاضیوں اور مفتیوں کو احکام دے،

د مجلس جو حکومت کی عام نگرانی کرے،

ہ مجلسِ اشاعت اسلام،

و مجلس جو مساجد کے خطیبوں، اماموں، اور واعظوں کی نگرانی کرے،

ز مجلسِ زکوٰۃ،

ح مجلسِ حجاج و خدمتِ حرمین شریفین،

ط مجلسِ مراسلات،

سید رشید رضا صاحب کا میلانِ خاطر یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک خلیفہ دینی اور دنیاوی اقتدار کے

Marfat.com

تھ عرب میں قائم کیا جائے، جہاں تک اس کے حدود حکومت کا تعلق ہے، وہ خلافت کے ساتھ دنیاوی
انی بھی ہو، اور دوسرے اسلامی ممالک میں اس کو صرف روحانی خلیفہ تسلیم کرکے اسکی اطاعت مذہبی
ام میں کی جائے،

مصر میں ازہری علماء و مشائخ کا بھی یہی خیال ہے لیکن وہ خلافت کے مرکز کو عرب کی جگہ مصر میں
یلھنا چاہتے ہیں، اور عجب نہیں کہ ان کے دل کے اندر کی یہ خواہش ہو کہ مصر کی سلطنت پچھلے زمانہ کی طرح
رشام و عرب پر محیط ہو جائے اور اس طرح مقامات مقدسہ کی حفاظت و حمایت کا شرف بھی
مر کو منتقل ہو جائے، اس تحریک کی تبلیغ انکی طرف سے تقریباً دو سال سے جاری ہے تمام
رکاری علماء اسمیں پوری دلچسپی لے رہے ہیں، مؤتمر خلافت، جامع ازہر کی دفتری عمارت میں قائم ہے،
ب ماہوار رسالہ اس مقصد کی اشاعت کے لئے جاری ہے، اور وہ تمام اسلامی ممالک میں مفت
نسیم ہوتا ہے، اس مصری تبلیغ کا اثر تمام اسلامی ممالک میں سے جاوا میں زیادہ پڑ رہا ہے،

ابھی حال میں مشہور اسلامی مبلغ اور اتحاد اسلامی کے واعظ مولوی برکت اللہ صاحب بھوپالی نے
ھوں نے اب مشرق کو چھوڑ کر پھر مغرب کو اپنا مرکز بنایا ہے، خلافت نام ایک کتاب انگریزی زبان میں
لکھی ہے، جسمیں اس مسئلہ پر اپنے خیال کے مطابق ہر حیثیت سے بحث کی ہے، اور اس منصب کے قیام
اور فرائض کے متعلق پورا خاکہ اور نقشۂ عمل پیش کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "خلافت اسلام کا نہایت
ضروری اصول ہے لیکن ضرور ہے کہ آئندہ خلیفہ صرف دینی و روحانی امام ہو اور اس کو سیاست و حکومت
سے کوئی تعلق نہ ہو، اس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ روئے زمین پر پراگندہ مسلمانوں کو ایک تعلیمی نصاب میں
منسلک کرے، اور اسلامی مبلغین دنیا کے گوشوں میں بھیجے اور جو لوگوں کو انسانی اخوت اور دینی
برادری کی دعوت دے اور ایسی تاریخی کتابوں کی تصنیف کے لئے ایک مجلس قائم کرے جن سے اسلامی
فرقوں کے باہمی اختلافات اور غلط فہمیاں دور ہوں"

Marfat.com

"اس خلیفہ کے ماتحت، اسلامی جماعتوں کے ایسے نمایندوں کی ایک مجلس شوری ہو جو اپنی اپنی جماعت کی طرف سے منتخب ہو کر دار الخلافہ میں بھیجے جائیں، خلیفہ اس مجلس کا صدر ہو اور یہ مجلس شوری مسلمانوں کے مذہبی معاملات اور روحانی ریاست کے احکام انتظامی کے فیصلہ کے لیے آخری عدالت ہو، ہر محلہ کی مسجد اس محلہ کا صدر دفتر ہو، اس محلہ کے صدقات اور اوقاف وغیرہ کا انتظام اس محلہ کے مسلمانوں کی منتخبہ جماعت کے ہاتھ میں ہو، اور یہ محلوں کی مسجدیں، پورے دیہات یا شہر کی اسلامی مجلس کے ماتحت ہوں"، صدقات و اوقاف کے علاوہ دیگر مالی انتظامات سلطنت کے فرائض ہوں گے،

خلیفہ کے انتخاب کے بعد، دنیائے اسلام کے تمام شہروں اور گانوؤں کے صدقات اور اوقاف کی آمدنیاں خلیفہ کے پاس بھیجی جائیں گی، اور وہاں سے پھر وہ حسب ضرورت سورہ توبہ کی اس آیت کے مطابق جس میں صدقات و زکواۃ کے مستحقین کی تفصیل ہے وہ رقم خرچ ہو گی،

مولوی برکت اللہ صاحب بالفعل سوئزرلینڈ میں مقیم ہیں، وہاں سے اپنے مقاصد کی اشاعت اور مسئلہ خلافت کے متعلق اپنی تجاویز کی تبلیغ کے لیے عربی زبان میں الاصلاح نام ایک عربی رسالہ انھوں نے ذو القعدہ ۱۳۴۳ھ مطابق جون ۱۹۲۵ء سے شائع کرنا شروع کیا ہے، مولوی صاحب کی کتاب خلافت انگریزی سے فرانسیسی میں ترجمہ ہو چکی ہے، اب عربی اور ترکی میں اس کے ترجمہ کی کوششیں ہیں اور تجویز ہے کہ اس کا ترکی ترجمہ تمام ٹرکی میں تقسیم کیا جائے، ممکن ہے کہ مولوی برکت اللہ صاحب کے ساتھ سوئزرلینڈ کے دیگر پرجوش احرار مسلمان بھی ہوں جو وہاں بے خانماں ہو کر مدت سے مقیم ہیں،

ابھی پچھلے مہینہ کی ڈاک سے مصر سے ایک نئی تصنیف، ایک مصنف نے ہدیۃً بھیجی ہے، کتاب کا نام "الاسلام و اصول الحکم"، (اسلام اور اصول سلطنت) ہے جس کے نیچے یہ لکھا ہے، کہ "اسلام میں خلافت و حکومت کے نظریہ پر ایک بحث"، اس کتاب کے مصنف جامع ازہر کے ایک تعلیمیافتہ اور محکمۂ شرعیہ کے ایک قاضی شیخ علی عبد الرزاق ہیں، ابھی اسی سال ۱۹۲۵ء میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے، اس کتاب کے

Marfat.com

صنف نے تمام مذکورہ بالا کتابوں کو جو مسئلۂ خلافت کے متعلق لکھی گئی ہیں، پیش نظر رکھا ہے یعنی الخلافۃ

الامامۃ العظمیٰ مصنفہ سید رشید رضا، خلافت و حاکمیت ملیہ تعریب عبد الغنی سنی بک، دی خلافت ڈاکٹر

ٹنلڈ، اور دی خلافت مولوی برکت اللہ بھوپالی،

قاضی صاحب نے بالکل نئی بات پیدا کی ہے، ان کا دعوی یہ ہے کہ "خلافت" یعنی جانشینیِ رسولؐ کے منصب کا قرآن و سنت سے کوئی ثبوت نہیں بہم پہنچتا، اور نہ اس معنی میں خلفاے راشدین خلفا رتھے، اور ورنہ انکی اطاعت اس حیثیت سے واجب تھی، آنحضرت صلعم کا منصب محض روحانی اور دینی تھا، وہ صرف رسول اور نبی تھے، کوئی حکمراں یا فرماں روا نہ تھے، نہ آپ نے کوئی نظام سلطنت قائم کیا، اور نہ اسلام کسی اصول سلطنت کا واضع ہے، خلفائے راشدین کوئی دینی منصب نہیں رکھتے تھے، بلکہ وہ محض دنیاوی حکمراں اور فرماں روا تھے گو انھوں نے اپنے فرائض کو پوری خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا اس بنا پر خلافت کا تخیل مذہبی اور دینی حیثیت سے تمامتر لغو ہے، اس کتاب نے مصر میں آگ لگا دی جامع ازہر کے علماء نے اس کتاب پر حکم شرعی قائم کرنے کے لئے مجلس بٹھائی، قضا سے حکومت نے ان کو الگ کر دیا، اور بہت زور شور سے مصر و تونس کے علماء نے اس کے جوابات لکھے ہیں،

ان تفصیلات سے یہ ظاہر ہو گا کہ اس وقت امامت اسلامیہ یا مسلمانانِ عالم کی تنظیم کا مسئلہ تمام ارباب فکر مسلمانوں کے سامنے سب سے زیادہ اہم اور قابلِ غور بن گیا ہے، یہ تمام خیالات تین مختلف صورتوں کے اندر محدود ہیں،

۱۔ امامت عامہ، اور عالمگیر اسلامی خلافت کی نہ ضرورت ہے اور نہ ممکن ہے،

۲۔ امامت عامہ اور عالمگیر اسلامی خلافت کو سیاست و حکومت سے الگ کر کے صرف روحانی و مذہبی پیشوائی کی حیثیت سے قائم کرنا چاہئے، امامت و خلافت کی مسلمان قوموں کی تنظیم کے لئے ضرورت ہے، اور اس طرح اس کا قیام ممکن ہے،

Marfat.com

۳۔عرب میں یا ٹرکی میں ایک با اقتدار شخصی امامت و خلافت مجلس وارکان شوریٰ کی قیادت
دینی و دنیاوی دونوں طاقتوں کے ساتھ قائم کرنا چاہیئے، اس کی حکومت کے دائرہ سے باہر دوسرے
اسلامی ملکوں میں اس کا اقتدار صرف مذہبی و دینی ہوگا،

خلافت و امامت کبریٰ

سادا تنا الکرام! ان خیالات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس وقت دنیائے اسلام
ہیجان میں ہے، مرض کو اس نے پالیا ہے، اور اس کے علاج کی تلاش میں ہے، کیونکہ حالت یہ ہے
کہ اس وقت دنیائے اسلام منتشر اور پراگندہ گھرانوں کا مجموعہ ہے جنمیں کوئی رئیس بیت نہیں، اور اسکا
علاج صرف خلافت و امامت کبریٰ کے منصب کا قیام ہے، لیکن اس منصب کے قیام سے مقصود محض
لفظی خلافت اور امامت کا اعادہ نہیں، بلکہ معنوی طور سے اس کے اصلی مفہوم میں مسلمان قوموں کی جمعیت کی
ریاست اور سرداری ہے، مگر یہ خوب سمجھ لیجئے کہ اس معنوی خلافت و امامت یا مسلمان قوموں کی جمعیت کا
قیام اس وقت تک لفظی ہی رہیگا جب تک تمام مسلمان قومیں علیحدہ علیحدہ مستقل طور پر خود اپنے ملک کے
منتظم اور شیرازہ بند نہ ہوں کسی دھاگے میں ایک امام کے باندھنے سے تسبیح نہیں بنسکتی جبتک اسکے سب دانے بھی اُس دھاگے میں پروئے ہوئے

اس وقت دنیائے اسلام میں دو قسم کی قومیں ہیں، ایک وہ ہیں جہاں انکی آبادی کی کثرت ہے اور
ملکی تنظیم خود انکی قومی تنظیم کے مرادف ہے، ایسے ملک دو قسم کے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو حقیقت میں خود مختار
اور آزاد ہیں، جیسے ٹرکی، ایران، افغانستان، یمن، نجد وغیرہ، ان کو اپنی مضبوطی اور ترقی کی کوشش کرنا
چاہیئے، دوسرے وہ ملک ہیں جو برائے نام قومی خود مختاری یا اپنی حکومت رکھتے ہیں، جیسے مصر، عراق
شام، حوران، مراکش، تونس، بخارا، آذربائیجان وغیرہ، روسی ممالک، انکو حقیقی آزادی اور خود مختاری
کی کوشش کرنا چاہیئے، تیسرے وہ ملک ہیں، جہاں گو مسلمانوں کی کثرت ہے، مگر ان کو سیاسی آزادی نصیب
نہیں، وہ غیر قوموں کی محکوم اور ماتحت ہیں، جیسے کہ ملک کاشغر چین کا ماتحت ہے، الجزائر فرانس کا تحت
ہے، جاوا ہولینڈ کا ماتحت ہے، ان ملکوں کو اپنی سیاسی آزادی حاصل کرنا ہے، اور اس کے بعد مسلما

دموں کی جمعیت میں وہ داخل ہو سکتے ہیں، چوتھے وہ ملک ہیں جہاں گو مسلمان کی تعداد ہر ایک اسلامی
لک سے زیادہ ہے تاہم ان کو اپنے ملک میں اکثریت حاصل نہیں، ایسے بدقسمت ملک دنیا میں صرف دو
یں، ہندوستان اور چین ان دونوں ملکوں کی سیاسی اور ملکی آزادی وہاں کے مسلمانوں کے لئے بھی گو
مدد رجہ ضروری ہو تاہم ملکی حالت کے اختلاف کی بنا پر ان دونوں ملکوں کی سیاسی اور ملکی آزادی اس ملک کے
مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کی تنظیم کے مرادف اور ہم معنی نہیں ہو سکتی، اسی لئے ہندوستان و چین کے مسلمانوں
کو اس مسئلہ پر تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ اپنا وقت اور اپنی ہمت صرف کرنی چاہیئے،

آج کل ہندوستان میں جن چیزوں کی تعبیر تنظیم کے لفظ سے کی جا رہی ہے حقیقت میں تنظیم کے فروع
ہیں، اصل نہیں، شاخیں ہیں، جڑ نہیں، اوصاف و عوارض ہیں جوہر نہیں، وہ تنظیم کے نتائج کار ہیں، تنظیم کا رشتہ
نہیں، یتیموں اور بیواؤں کا انتظام، مسجدوں کی نگرانی، مسلمانوں کے اقتصادیات کی اصلاح، مدرسوں اور مکتبوں
کا اجراء اور اسی قبیل کی چیزیں، تنظیم کے عملی کام ہیں، مگر خود تنظیم نہیں، تنظیم کے بغیر ان کاموں کو انجام دینے کی
کوشش کرنا ایسا ہے جیسے بنیاد کے بغیر دیوار کھڑی کرنا، بلکہ دیواروں کے بغیر چھت ڈالنا ہے،

مسلمانوں کی حقیقی، اصلی اور جوہری تنظیم وہی ہے، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے قائم کی گئی تھی،
اور وہ یہ ہے، کہ ہر ایسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں، اور اکثریت بھی نہیں، ایک **امارت** یا
امامت قائم کی جائے خاص قواعد شرعی کے ساتھ انتخاب ہو، اس کے لئے ایک مجلس شوریٰ ہو، اور
تمام افراد اس کے ہاتھ پر شرعی بیعت کریں اور اس کے ہر شرعی حکم کو ایک حکومت کے حکم کیطرح واجب التعمیل
سمجھیں جس کا مخالف مذہباً عاصی اور گنہگار، اور ملت کے رشتہ سے کٹا ہوا ہوگا،

بدبختی یہ ہے، کہ ہم یورپ کے خیالات، افکار اور طریقۂ کار سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ جب ہم کوئی
کام کرنا چاہتے ہیں، وہی خیالات، وہی اصطلاحات اور وہی صورتِ حال ہمارے سامنے آجاتی ہے جب ہم اپنی
قوم کی شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہیں، تو انھیں کی بنائی ہوئی تدبیر ہمکو سوجھائی دیتی ہے، آزادی سے انھیں

Marfat.com

کی آزادی سمجھ میں آتی ہے، ارگنائزیشن، اور ڈسپلن سے انھیں کا لفظی ترجمہ تنظیم اور ترتیب وباقاعدگی خیال میں آتا ہے،

امت محمدیہ کی تنظیم خود بانیِ امت کی تعلیم کے مطابق ہونی چاہیے، سرکارِ امت علیہ السلام نے سب کچھ بتایا ہے، اور کرکے دکھایا ہے، اسی کی تلاش اور جستجو کی ضرورت اور اسی بنیاد اور اساس پر اپنی ٹوٹی اور شکستہ دیوار کے درست کرنے کی حاجت ہے، حضرت سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ظہور ہوا تو عرب کی قوم ہم سے زیادہ منتشر اور پراگندہ تھی، ہم سے زیادہ عداوتوں اور دشمنیوں میں مبتلا تھی، ہم سے زیادہ بدحال اور خستہ خراب تھی، لیکن حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور کوششوں سے اور جناب باری عزاسمہٗ کی توفیق سے اس طرح متحد منتظم اور یک رشتہ ہوگئی، کہ کانہ بنیان مرصوص گویا کہ یہ ایک دیوار ہے جسمیں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہے اور اس کی سب اینٹیں جڑ کر ایک ہوگئی ہیں، یعنی انکی فردیت فنا ہوکر، جماعت کا جزو ہوگئی ہے،

جس کو ہم تنظیم کہتے ہیں، اس کا شرعی نام جو محمد رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے نکلا ہے، وہ جماعت ہے تنظیم کرنے کو "جمع" یا "جمع کلمہ" اور تنظیم ہونے کو اجتماع یا اجتماعِ کلمہ کہا گیا ہے، اس جماعت کے صدر یا رئیس کا نام امام یا امیر اور اس کے ارکان مشورہ کا نام اولوالامر ہے، ڈسپلن کا شرعی نام جسکی تاکید محمد رسول نے کی ہے، اطاعت ہے، اور آزادی کے اظہار کا نام قول حق ہے، اگر ہم مسلمانوں کی تنظیم اور شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہیں، اور یقیناً مسلمانوں کو زندہ رہنے کے لئے اس تنظیم کی حاجت ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بغیر اس کے ہیئت اسلامیہ کا وجود ہی نہیں ہوسکتا، آج ہمارے سینکڑوں کام ہیں، ہر کام کیلئے ایک ایک عالمگیر مجلس ہم نے قائم کی ہے قوم پر اثر رکھنے کے لئے تاکہ ان کے کاموں کے لئے ان کو روپیہ ملتا رہے، آج ہر شہر ہر اسلامی مجلس اور انجمن دوسری مجلس یا انجمن سے ٹکرا رہی ہے، ہمارے ہر کام کی ابتدا گداگری سے اور کم ازکم دو تین نسلیں اینٹ چونے کی عمارت اور فراہمیِ سرمایہ میں کھپ جاتی ہیں، اور کارکنوں کو اصل کام کا موقع یا ملتا ہی نہیں یا کم ملتا ہے، اور یہ ہماری تباہی کے اسباب ہیں، ان سب کا علاج یہ ہے کہ

Marfat.com

ہیئت اجتماعی یا جماعت بندی پوری طرح کی جائے، اس کے بغیر ہم یا صرف منتشر اور بکھرے ہوئے افراد ہیں جماعت نہیں اور اس لئے ہم اس حالت میں کسی جماعت اور کسی قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یا مختلف مجلسوں اور انجمنوں میں بٹی ہوئی مختلف ٹولیاں ہیں جو خود باہم ہاتھا پائی میں مصروف ہیں مختلف خانوادوں اور پیروں کے مرید ہیں اور الگ الگ حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، اور آہ! کہ وہ کیفیت ہے جو قرآن پاک نے کبھی نامسلموں کی بتائی تھی کہ

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى — بظاہر تو ان کو ایک سمجھئے حالانکہ ان کے دل ایک (حشر) دوسرے سے پھٹے ہوتے ہیں،

اُمت محمدیہ کی شیرازہ بندی کس دھاگے سے ہے، اور اسکی تنظیم کس رسی سے ہے،

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا — (اے مسلمانو! اور خدا کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑے (آل عمران) رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا،

اور منع کیا کہ تمہاری زندگی ان دوسری قوموں کی طرح نہ ہو جنمیں کوئی رشتہ اور نظام نہیں،

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا — اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ، — کھلے کھلے احکام کے آنے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگے وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران) — اور انھیں پر بڑا عذاب ہے،

آخرت میں تو جو عذاب ہے وہ ہے اس دنیا میں بھی یہی ہیں جو ہر جگہ ناکام اور گھاٹے اور ٹوٹ اور نقصان میں رہتے ہیں، نہ انکی جماعت کا کوئی نظم ہے، نہ ان کا کوئی اجتماعی کام ہے، نہ قومی عزم ہے، نہ دشمنوں پر ان کا رعب ہے، اور اس نتیجہ کو خود قرآن ہی نے ظاہر کر دیا تھا، اور مسلمانوں کو اس سے مطلع کر دیا تھا،

وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَا تَنَازَعُوا — اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور آپس میں جھگڑا نہ فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال) — کرو ورنہ تم سست پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی،

جیسے آج تمہارا فرقہ فرقہ جدا ہے اور ہر فرقہ کا نیا قبلہ مقصود اور نیا کعبۂ امید ہے، اسیطرح رسول اللہ صلعم کا جب عرب

میں ظہور ہوا تو عرب کا قبیلہ قبیلہ جدا تھا، آپ کی برکت سے دشمن دوست مختلف متحد منتشر مجتمع ہو گئے اور قبائل نے ملت، اور افراد نے امت کا پیکر بدلا، اس نظم و وحدت کا جو نتیجہ نکلا وہ سب کے سامنے ہے، بعثت محمدی کی برکتوں میں سے یہ سب سے بڑی برکت تھی جو قومی حیثیت سے عرب کو حاصل ہوئی، خدا نے اس پر احسان جتایا، اور فرمایا،

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا، (ال عمران)

اور اپنے اوپر خدا کے احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا تو اسکی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے،

اسی نظم و اتحاد سے مسلمانوں پر خدا کی نصرت اتری، اور جب اتریگی اسی طرح اتریگی، اسی لئے اس نظم اور اتحاد کے پیدا کرنے کو خدا نے اپنا خاص فضل قرار دیا،

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال)

وہی خدا ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں کے ذریعے تیری مدد کی، اور مسلمانوں کے دلوں کو باہم جوڑ دیا اگر تو روے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتا تو ان دلوں کو نہ جوڑ سکتا، لیکن خدا نے جوڑ دیا وہ بیشک زبردست حکمت والا ہے،

اس نظم و اتحاد، تالیف اور اجتماع کے پیدا کرنے کی اس زبردست حکمت والے نے تدبیر کیا بتائی ہے؟

سب سے پہلی چیز اطاعت ہے،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (انفال)

اے مسلمانو! جب کسی گروہ سے مقابلہ آپڑے تو ثابت قدم رہو اور خدا کو بہت کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ پست ہمت ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی،

کسی دوسری قوم سے مسلمانوں کو کامیاب مقابلہ کے لئے پہلی شرط خدا کی یاد اور اس پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور دوسری خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور تیسری چیز یہ ہے کہ وہ آپس میں لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں،

یہ حقیقت سامنے آنی چاہئے کہ جس طرح رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت ہے اور رسول کے احکام بعینہا خدا کے احکام ہیں، اسی طرح رسول کے جانشینوں کی اطاعت بھی خود رسول کی اطاعت ہے، اس لئے رسول کے بعد ان امراء یا اماموں کی اطاعت فرض ہے، جو صحیح طریقہ سے اس کی نیابت کا حق ادا کریں، قرآن پاک کی ان تمام آیتوں میں جہاں رسول کی اطاعت کی تاکید ہے، اگر وہاں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہاں صرف نبوت کی حیثیت ملحوظ ہے، تو وہاں رسول کی اطاعت کے ضمن میں اس کے نائبوں اور جانشینوں کی اطاعت بھی داخل ہے اور اسی بنا پر احادیث میں امراء اور اماموں کی اطاعت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے، قرآن پاک کی دوسری آیت میں ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

اے مسلمانو! خدا کی اطاعت کرو، اور رسول اور اپنے سرداروں کی اطاعت کرو،

خدا کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور امت کے امراء اور اماموں کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور یہی ایک صورت مسلمانوں کی تنظیم اور شیرازہ بندی کی ہے، اگر خود رسول اللہ صلعم کی حیات میں اولی الامر سرداروں اور اماموں کی اطاعت واجب تھی، تو آپ کے بعد تو اور زیادہ ضروری ہو گی، یہاں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ الرسول اور اولی الامر ایک ہی فعل اطیعوا (اطاعت کرو) کے تحت میں مفعول ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت اسی حالت میں واجب ہے جب کہ انکا حکم خود رسول کے حکم کی تجدید و تائید ہو،

بعض لوگوں نے اولی الامر کے معنی میں اختلاف کیا ہے، مگر یہ تو زبانِ عرب کا لفظ ہے، اس کے معنی لغت سے معلوم ہو سکتے ہیں، یلی ھذا الامر مشہور محاورہ ہے، احادیث میں سینکڑوں دفعہ یہ لفظ ھذا الامر

Marfat.com

آیا ہے لیکن اس کے معنی خلافت، حکومت، مسلمانوں کی سرداری، اور ریاست کے آئے ہیں، حضرت ابوبکرؓ اپنی تقریر میں کہتے ہیں، کہ یہ امر قریش کے علاوہ کسی اور قبیلہ میں ہوگا، تو عرب تسلیم نہ کرینگے، خود قرآن ایک موقع پر کہتا ہے

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا، (نساء)

جب ان منافقوں کے پاس امن یا خوف (یعنی اچھی یا بری) کوئی خبر آتی ہے تو اس کو شہرت دیدیتے ہیں اور اگر اس خبر کے بارے میں وہ رسولؐ اور سرداروں کی طرف رجوع کرتے تو ان میں سے جو لوگ بات کی حقیقت سمجھتے ہیں وہ اس کو سمجھ سکتے: اور اگر خدا کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے چند کے سوا سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے،

ان پاک آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولی الامر کے کیا معنی ہیں؟ یہ ضروری نہیں ہے کہ اولی الامر کے معنی صرف قوت قاہرہ اور قوت نافذہ والے امراہی کے ہوں، کیونکہ ظاہر ہے کہ رسول کی موجودگی میں کسی دوسرے کو یہ قوت حاصل نہ تھی، اس وقت رسول کی حیثیت امام اعظم کی تھی، اور دوسرے سرداروں کی امام اصغر کی تھی جو اپنے اپنے قبیلوں، یا فوج کے دستوں یا درس کی مسندوں پر متعین تھے،

اسی آیت میں مسلمانوں کی تنظیم اور شیرازہ بندی کا نقشہ بھی ہے، کہ جب دشمن کی کوئی خبر ملے، یا اور کوئی اہم واقعہ معلوم ہو تو اس کی اشاعت کی مصلحت کو صرف اماموں اور سرداروں کے ہاتھ میں سپرد کر دینا چاہئے اس کی خبر پہلے امامت اور امارت کے مرکزی موقع پر پہونچانی چاہئے، تاکہ اگر وہ مصلحت سمجھیں تو اسکی اشاعت کریں، یا اس خبر کی تحقیق کریں، اور اس تنظیم اور جماعت کے نظام سے روگردانی نفاق کی علامت اور شیطان کی پیروی ٹھہرائی گئی، اور اسی لیے ایسے اشخاص جو اس جماعت کا ساتھ چھوڑ دیں ان کو قتل تک کر دینے کی اجازت دی گئی،

ہم نے اوپر کی سطروں میں قرآن کی آیتوں سے جو کچھ ثابت کرنا چاہا ہے، وہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت

ر واضح ہے، آپ فرماتے ہیں،

ن اطاعنی اطاع اللہ ومن عصانی فقد
صی اللہ، ومن اطاع امیری فقد اطاعنی
من عصی امیری فقد عصانی،

(بخاری: کتاب الاحکام)

جسنے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی، اور جسنے میری نافرمانی کی خدا کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی میری نافرمانی کی،

آپ فرماتے ہیں،

سمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم
بد حبشی کان راسہ زبیبۃ (بخاری احکام)

سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر سردار بنایا گیا ہو جس کا سر سوکھے منقی کی طرح کیوں نہ ہو،

پھر ارشاد ہوتا ہے،

ن رای من امیرہ شیئا فکرھہ فلیصبر
انہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیمت
لامات میتۃ جاھلیۃ،

جو تم میں سے کوئی اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو صبر کرے کیونکہ کوئی جماعت سے اگر ایک بالشت بھی علیحدہ ہو جائے اور اسی حالت میں رہ جائے، تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہو گی،

(بخاری احکام و مسلم کتاب الامارہ)

دیکھو اس جماعت کا لفظ اس حدیث میں قومی نظام کے معنی میں بولا جا رہا ہے، اس بارہ میں سب سے زیادہ صاف اور واضح حدیث حضرت حذیفہ والی روایت ہے، حضرت حذیفہ صحابی کہتے ہیں، کہ لوگ رسول اللہ صلعم سے خیر اور بھلائی کی نسبت سوال کیا کرتے تھے اور میں شر اور برائی کے بارہ میں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ وہ مجھے کہیں پا نہ لے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عرب جہالت اور بدی میں مبتلا تھے، خدا اسلام کی یہ بھلائی لایا، تو کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی کا دور بھی آئے گا، ارشاد ہوا، ہاں! آئے گا، عرض کی کہ کیا اس کے بعد پھر بھلائی کا زمانہ آئیگا، فرمایا ہاں کسی قدر دل کے بگاڑ کے ساتھ، عرض کی وہ بگاڑ کیا ہو گا، فرمایا کچھ ایسے لوگ ہونگے،

Marfat.com

جومیرے طریقہ کے خلاف چلیں گے، اچھی باتیں بھی کریں گے بُری باتیں بھی کریں گے، گذارش کی، کیا اس اچھائی
کے دور کے بعد پھر برائی کا دور بھی آئیگا فرمایا ہاں متفرق لوگ ہیں جو جہنم کے دروازوں کی طرف لوگوں کو بلا رہے
ہوں گے، جو ان کی بات مانے گا، وہ اس کو دوزخ میں پہونچادیں گے، عرض کی یا رسول اللہ انکی صفت بیان فر
ارشاد ہوا کہ وہ ہماری ہی قوم کے ہوں گے، اور ہماری ہی زبان بولتے ہوں گے، عرض کی حضور! اگر یہ زما
میرے سامنے آجائے تو کیا حکم ہے، فرمایا تلزم جماعۃ المسلمین واما مھم مسلمانوں کی جماعت کو او
اس کے امام کو لازم پکڑو، عرض کی یا رسول اللہ اگر نہ مسلمانوں کی کوئی جماعت ہو اور نہ کوئی ان کا امام
ہو تو کیا حکم ہے، فرمایا تو اس وقت ان سب مختلف فرقوں کو چھوڑ کر علحدہ ہو جاؤ اور اگر درخت کی جڑ کھا کر
بسر کرو یہاں تک کہ تم کو موت آجائے تو بہتر ہے،

یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الفتن اور صحیح مسلم کتاب الامارہ میں ہے کہ یہ حدیث ہماری موجودہ مشکلوں کی
گرہوں کو کھولتی ہے،

۱- پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کا نظام وہی انکی جماعت، اور اس جماعت کا رئیس وہی انکا امام ہے

۲- اسی امامت کے وجود سے جماعت کا وجود ہے، اگر امامت نہیں تو جماعت نہیں بلکہ وہ بٹے ہوئے ذ

۳- مسلمانوں کے تمام قومی اور اجتماعی کام اسی وقت جائز ہیں، جب پہلے انکی جماعت کا کوئی امام ہو، اس لئے مسا
کی اجتماعی زندگی کا سب سے پہلا کام یہی ہے، کہ وہ امام کے نصب و قیام کے بعد ایک جماعت بن جائیں،

۴- اگر امامت نہ ہوگی، تو جماعت بھی نہ ہوگی، اور جب جماعت نہ ہوگی تو ان کا کوئی کام درست نہ ہوگا

۵- اس لئے جب مسلمانوں میں امام و جماعت نہ ہو تو افراد کو جماعتی کاموں کو چھوڑ کر تنہا اپنی ذاتی نجات
فکر کرنا چاہیئے کہ امام و جماعت نہ ہونے کی صورت میں جماعتی کام کا خیال وقت عزیز کو ضایع کرنا ہے،

بنا بریں ان تمام لوگوں کو جو مسلمانوں کا اجتماعی وجود چاہتے ہیں جو ان کے جماعتی کاروبار کو چلانا چاہتے ہیں
سب سے پہلے خود مسلمانوں کو فرقوں کے بجائے جماعت بنانیکی کوشش کرنی چاہیئے، اور اسی کا نام نظم ملت ہے،

Marfat.com

ں وقت خلافت کی کیا شکل ممکن ہے؟ حضرات! یہ بالکل صحیح ہے کہ اس وقت کی ہمہ گیر اسلامی خلافت ناممکن ہے، کوئی
لامی سلطنت اپنے کو کسی دوسری اسلامی سلطنت کی ماتحتی میں دینا گوارا نہیں کرسکتی، اس لئے حسب استطاعت جس
ریتک ممکن ہے ایک قوی اسلامی حکومت کو مرکز مان کر تمام اسلامی سلطنتوں اور قوموں کو مذہبی اور اخلاقی
ثیت سے اس کے گرد جمع ہوجانا چاہئے، بہرحال اس مرکزی حکومت کی حکمراں شخصیت کا سیاسی اثر اس کے حدودِ حکومت
ے باہر صرف مذہبی و اخلاقی ہی ہونا ممکن ہے، اس صورت میں **خلافت** یا امامت کیا چیز ہوگی؟ مسلمانوں
لی سرداری جب تک مسلمان ممالک کی وسعت ایک دائرے کے اندر سما سکی تو یہ واحد منظم جماعت کی سرداری تھی،
انچہ خلافت راشدہ اور خلافت بنی امیہ میں سپین سے لیکر ہندوستان کی سرحد تک تمام مسلمان صرف ایک سردار
ے زیر علم تھے، بنو عباس جب تخت نشین ہوئے تو اسپین الگ ہوگیا اور بقیہ ممالک ایک ساتھ رہے، اس کے بعد
لافت عباسیہ کے ضعف اور ترکوں، تاتاریوں اور دوسری قوموں اور ملکوں میں اسلام کی اشاعت کے
جد جب بیسیوں اسلامی حکومتیں قائم ہوگئیں، تو حقیقت میں خلافت یا امامت کی حیثیت آجکل کی اصطلاح میں
سلمان اقوام کی جمعیت کی سرداری کی ہوگئی، گو یہ صورت باقاعدہ نہ تھی، لیکن خاکہ یہی تھا، جن لوگوں نے
ہمارے رسائل "دنیائے اسلام اور خلافت"، وغیرہ پڑھے ہیں ان کو اس نظریہ کے تسلیم کر لینے میں کوئی
عذر نہ ہوگا یہ بھی معلوم ہونا چاہئے، کہ اسلام نے امامت یعنی مسلمان جماعتوں کی تنظیم اور سردار نظام یعنی امام
جماعت کی صحیح اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، مگر کوئی ایسا حکم نہیں دیا ہے، جسکی بنا پر مسلمان اس کے
فروعی اختیارات و طریقۂ تنظیم اور دیگر جزئی مسائل کی ترمیم و تجدید میں بالکل مجبور ہوں، اس لئے اگر
موجودہ ضروریات اور مصلحتیں قدیم طریقۂ تنظیم میں کسی مناسب ترمیم اور تجدید کی متقاضی ہوں تو ان پر ہر وقت
غور کیا جاسکتا ہے،

اس وقت یورپ بے چین ہے، اس کا امن و امان معرض خطر میں ہے، سالہا سال کی خونریزی
کے بعد اس نے اپنی بے چینیوں کا علاج جمعیۃ **الاقوام** کا نسخہ تجویز کیا، لیکن کس قدر افسوس کی بات

ہے کہ اسلام نے امامت کبریٰ یعنی تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک سرداری کا نسخہ جو جمعیت اقوام اسلامیہ کے ہم معنی ہے، پہلے سے ایجاد کر دیا ہے، لیکن ہماری مسلمان قومیں اس نسخہ سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی ہیں اور دوڑ دوڑ کر شتابانہ ہیگ کی عدالت عامہ اور جنیوا کی جمعیۃ الاقوام کی طرف جاتی ہیں اور اس کی رکنیت کو اپنی آزادی اور خود مختاری کا ضامن جانتی ہیں حالانکہ انکی آزادی اور خود مختاری کی حقیقی ضمانت اگر ہو سکتی ہے، تو امامت کبریٰ کی تنظیم سے جسکو آپ مسلمان اقوام کی جمعیت کا لقب دے لیجئے،

ایہا الکرام : اس وقت دنیا کی سیاسی حالت جو کچھ ہے، اسکی بنا پر یہ تصور تو نہ کیجئے، کہ خلافت راشدہ و امویہ کی طرح تمام دنیائے اسلام ایک مرکزی حکومت کے تحت میں براہ راست آکر منظم ہو سکتی ہے، یہ خیال بے سود ہے، اور ہمکو اس سے دست بردار ہو جانا چاہیئے، البتہ وہی صورت حال کسی قدر ترمیم کیساتھ ممکن العمل ہے جو خلافت عباسیہ کی تھی، ایک مرکزی حکومت خواہ وہ کسی قدر کمزور تھی، بغداد میں قائم تھی اور مشرق میں سلطان محمود غزنوی، و سلاطین سلجوقی اور مصر میں سلطان صلاح الدین ایوبی، اور مغرب میں افریقہ و سسلی تک سلاطین اغالبہ تک اس کے ماتحت تھے، لیکن ان میں سے ہر ملک بجائے خود اپنے قانون میں مستقل و خود مختار تھا،

اس مرکزی حکومت خلافت کی طرف سے تمام ملکوں میں سفراء اور نمایندے مقرر ہوں جو مرکز کی طرف سے اس ملک کے مسلمانوں میں رشتۂ نظام و وحدت کا محافظ ہو، اور تمام دنیا کے اسلامی ممالک کو اس مرکزی خلافت کی مالی امداد منظم طریق سے دینی چاہیئے تاکہ وہ اس نظام کو باقاعدہ چلا سکے، اور اس طرح ایک متحدہ اسلام مجسم ہو جائے۔

اس راستہ میں کہاں تک سفر طے ہوا، حضرات! موجودہ حالت میں مسلمانانِ عالم کی تنظیم و وابستگی کی جو تفصیل کی گئی ہے خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کی کوششیں اس باب میں بہت کچھ سرسبز ہوئی ہیں، تونس، شام، مصر اور ہندوستان میں جمعیت ہائے خلافت قائم ہو چکی ہیں، دنیائے اسلام کے مسلمان اب دوسرے ملک کے مسلمانوں سے ربط و تعلق کے اظہار میں اب مرعوب نہیں ہیں مسلمان حکومتیں جو پہلے اس کا نام لیتے گھبراتی تھیں، وہ اب بطور نظریئے کے اس کے اعلان سے خوفزدہ نہیں ہیں، شیخ جمال الدین مرحوم کی امیدوں

پورا ہونے کا موسم اب قریب آرہا ہے، کیسا خوش آیند سماں ہے کہ افغانستان تاجدار ایران کی حفاظت کیلئے
بان قربان کرنے کو سربکف ہے، ایران کا رضا شاہ اسلامی حکومتوں میں رشتۂ اتحاد کے لئے بیقراری ظاہر کرتا ہے
ن، افغانستان اور ٹرکی میں باہمی معاہدے ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کے خواہاں ہیں، ایران و ٹرکی
باہمی غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں، نجد کا سلطان، مصر و افغانستان و ایران و ٹرکی اور ہندوستان کے سلاطین اور
لام اور زعماء سے نامہ و پیام کرتا ہے، اور انکو موتمر اسلامی کی دعوت دیتا ہے، ریف کا امیر محمد بن عبد الکریم
رق کے آخری گوشہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کو یاد کرتا ہے، مصر کی موتمر اسلامی تمام اسلامی ملکوں
ان کے زعیموں سے مراسلات رکھتی ہے، اور اجتماع کی دعوت دیتی ہے، شام کا رہنما سلطان پاشا الاطرش
ت اسلامیہ کے نام فریاد کرتا ہے، باہم عید و مسرت کے پیغامات بھی آجا رہے ہیں، دنیائے اسلام کے چاروں
شوں میں امیر امان اللہ، رضا شاہ پہلوی، مصطفیٰ کمال، امیر محمد بن عبد الکریم، سلطان ابن سعود، امام حمید الدین
ی، سعد پاشا زغلول، اور سلطان پاشا الاطرش، جیسے سرفروش مجاہدین، سیاسی مصلحین، اور ملکی نجات دہندہ
اہو جاتے ہیں، اور ہندوستان میں بھی مسلمان اپنی بساط کے مطابق سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں، اب صرف
ضرورت ہے کہ تمام الگ الگ تار ایک ساتھ جوڑ دیے جائیں، کہ اس ساز محمدی سے صوتِ وحدت
سامعہ نواز ہو،

موتمر اسلامی یا نی اب الامہ! اسی متخیلہ کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے ایک عالمگیر موتمر اسلامی کی سخت
ضرورت ہے، جو دنیائے اسلام کو ایک متحدہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرے، موتمرِ اسلامی کا تخیل، کوئی جنونِ مذہبی
نہیں ہے، عصر جدید میں اس تحریک کا سب سے پہلا بانی روس کا ایک مصلح مسلمان عنصیر نسکی مدیر وقت (کریمیا) ہے موصوف
نے غالباً ۱۹۰۲ء میں سب سے پہلے مصر میں اسکی دعوت پیش کی مگر کامیابی نہ ہوئی، اب حال میں اس آواز کو ہندوستان
کے چند وارفتگانِ ملت نے دوبارہ بلند کیا، سوئزرلینڈ میں مقیم مختلف ملکوں کے سیاسی مسلمان نوجوانوں نے
چند سال ہوئے جنیوا میں جمعیۃ الاقوام کے اس اجلاس کے بعد جسمیں ترکی کا فیصلہ ہوا، مشرقی اقوام کی

Marfat.com

کانفرنس کی تحریک کی اس دفعہ کامیابی نے اتنی ترقی کی کہ چند قوموں کے نمایندے یکجا ہوسکے، خلافت کے
تعلق سے جمعیۃ خلافت اور جمعیۃ العلماء نے اس صور کو اور زیادہ بلند آہنگی سے پھونکا، نتیجہ اس قدر کامیاب ہوا کہ بعض
اسلامی سلطنتوں نے ادھر توجہ کی، بعض مسلمان بادشاہوں کی زبانوں پر اس کے نام آئے، شریف علی نے
اس کو رد کر دیا مگر سلطان ابن سعود نے حجاز کے عام حالات پر غور کرنے کے لئے اس کا انعقاد منظور کیا، اور اس
لئے کئی اعلانات شائع کئے، اور جیسا کہ بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ موسم حج میں یہ امکان واقعہ کی
صورت اختیار کر سکتا ہے، اگر ہماری یہ توقع درست ثابت ہو تو عالم اسلامی کا وہ اہم (جماعت) جسکا بعض حلقہ
مسمّی نہیں، اپنے مسمی کا وجود ثابت کر دے گا،

سلطان نے اپنے اعلان میں ہندوستان کو تین نمایندوں کا حق دیا ہے، جسمیں ایک
جمعیۃ العلماء کی طرف سے ہوگا، میرے خیال میں یہ مناسب نہ ہوگا، کہ اندرونی فرقہ وار
نمایندگی کو قبول کیا جائے، ورنہ اس کا سلسلہ بہت وسیع ہوگا، اور بجائے جمعیت کے
تفرق اور انتشار کا باعث ہوگا،

موتمر قاہرہ ٹرکی کے عزل خلافت کے بعد سے مصر میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ بدستور سابق پھر مصر خلافت
قرار پائے، سرکاری علمائے مصر اس خیال کے محرک ہیں، اور سلطان فواد کی طرف سے اس خیال کی ہمت افزائی
کی جارہی ہے، اس کے لئے جامع ازہر اور صدر دفتر مدارس دینیہ میں باقاعدہ دفتر قائم ہے، اسکی
سے اس دعوت کو دنیائے اسلام میں عام کرنے کیلئے ایک ماہوار عربی رسالہ مفت تمام دنیائے اسلام میں
شایع ہوتا ہے، گذشتہ سال مارچ ۱۹۲۵ء میں اسکا اجلاس عام ہونے والا تھا، مگر مصر کے سیاسی اور
اور حجاز کی جنگ کے باعث وہ ملتوی ہوگیا، مجھے بھی دیگر ارکان وفد خلافت حجاز کے ساتھ اس
جانے اور علمائے بانیان تحریک سے ملنے اور گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا، ان کی سخت خواہش ہے، کہ ہندو
کے علماء اور اصحاب الرائے بھی اسمیں شرکت کریں، چنانچہ ہم نے ان کو ہندوستان کی شرکت کی تو

Marfat.com

ئی تھی، چنانچہ امسال مئی میں اس کے اجلاس کا اعلان ہوا ہے، میرا خیال ہے، کہ بانیانِ کار اور دا عیان
ر کی نیت جو کچھ ہو، مگر ہندوستان کو اس میں شرکت کرنی چاہیئے، تاکہ کسی نہ کسی نوع ایک عالمگیر اسلامی
مر کی صورت تخیل سے وجود میں تو آجائے، اختلاف کے بعد ممکن ہے کہ آیندہ اتفاق کی کوئی شکل میسر آئے، میرے
یک نفس اجتماع کی اہمیت بھی اس قدر زیادہ ہے کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے، تاکہ اسلامی
ت کا ابتدائی خاکہ گو اسکی لکیریں ٹیڑھی ہوں کسی قرطاسِ عمل پر کھینچ جائیں،

خطرات | یا معشر العلماء! ان مسرت افزا اور خوش آیند تحریکات کے ساتھ اس راہ کے چند خطرات
ہیں، جو دوربین نگاہوں کے سامنے ہیں، اور وہ یورپ کے اثر اور جدید تعلیم کے مہلک نتائج ہیں، جو اسلامی
لک میں سرعت کے ساتھ پھیل رہے ہیں، ہر دردمند اسلام کا فرض ہے، اور خصوصاً علما، کا فریضہ ہے
وہ ان فواسد کے انسداد کی تدبیریں سوچیں، کیونکہ اگر ہر ملک کے مسلمان علماء نے ادھر توجہ
کی تو دنیائے اسلام کی سیاسی ترقیوں کے ساتھ وہ روگ بھی قائم رہے گا، جو اس وقت یورپ کی
وں اور سلطنتوں میں لگ گیا ہے، اور جس سے وہ مشکل جانبر ہو سکتا ہے، یہ خطرات کیا ہیں؟ اور
ں کے انسداد کی کیا تدبیریں ہیں، یہ خاص علماء کے غور و فکر کا مسئلہ ہے، اور اسی کے حل ہونے پر دنیائے
سلام کی روحانی و معنوی حیات و ممات کا فیصلہ ہے، سوال یہ ہے، کہ ایک طرف قوم میں جدید تعلیم
ر یورپین تمدن کے اثرات پھیل رہے ہیں جو یورپ کی ہمنوائی و تقلید پر آمادہ کرتے ہیں، اور دوسری
رف آپ قوم کو مذہبیت، اور گذشتہ عہد سلف کی طرف دعوت دیرہے ہیں، یہ دونوں راستے کیونکر کسی
تدال کی صراط مستقیم پر آکر مل سکتے ہیں، اس بارہ میں میرے جو خیالات ہیں، وہ پہلے بھی ظاہر ہو چکے ہیں
ہم مزید اہتمام اور غور و فکر کے لئے آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں،

شریعت و مدنیت، اخوت اسلامی و دین و سیاست | حضرات! وہ خطرات اسلامیت کے مقابلہ میں قومیت و وطنیت اور شریعت کے مقابلہ میں قانون کا مسئلہ ہے، عیسائی مشنریز مسلمانوں کے اس ذہنی

تغیر سے نہایت خوش ہیں چنانچہ وی انٹرنیشنل ریویو آف مشنز میں گذشتہ سنہ ۱۹۲۴ء کے اخیر نمبروں میں اس م

پر ڈاکٹر چارلس آر وائبسن نے ایک نہایت مسرورانہ مضمون لکھا ہے، اصل یہ ہے کہ یورپ کے فاتحانہ غلب
تمدن و ترقی اور شان و شکوہ کے نظارہ نے ہمارے ترقی خواہ نوجوانوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے، انھو
اپنی پوری تلاش و تحقیق سے یورپ کی اس موجودہ ترقی و تفوق کے اسرار ڈھونڈھے تو انھیں انھیں
باتوں کا سراغ چلا، اصول مذہبی کو چھوڑ کر اصولِ تمدن کو اختیار کرنا، عالمگیر مذہبی برادری کے خیال
کر کے قومیت اور حب وطن کی روح کو تازہ کرنا، مذہب اور سیاست کو باہم الگ کر دینا،

شریعت و مدنیت انھیں اصول سہ گانہ کا یہ اثر ہے، کہ کوئی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام میں سیاسی
نظام حکومت کا کوئی خاص خاکہ فرض نہیں کیا گیا ہے جسکو چھوڑ کر ہم دوسرے بہتر سیاسی خاکہ کو قبول
عالمگیر خلافت کا تخیل اسلام میں نہیں، کیونکہ یہ قومیت اور حب وطن کی روح اسکی اسپرٹ کے خلاف
اور مذہبی طاقتوں کو الگ الگ ہاتھوں میں ہونا چاہیئے، تاکہ سیاسی عنان داروں، اور تمدنی مصلحین
میں مذہبی احکام کی موجودگی سدِ راہ نہ ہو سکے،

ان تمام ضلالتوں اور غلط فہمیوں کا صرف ایک سبب ہے اور وہ ہمارے طبقہ کے بعض گروہوں کا
اور موجودہ تقلیدی رسمی اعمال و افعال کو اصلی مذہب کا رتبہ دینا، بدعات و خرافات اور رسوم و رواج
دینداری جاننا، پچھلے دور انحطاط کے فقہا اور ان کے فتاویٰ پر اس قدر جمود گویا کہ وہ غلطیوں سے معص
خطاؤں سے مبرا ہیں، اور کتاب و سنت کے اصل ماخذ و مرکز اور ائمہ سلف کے اصل اجتہادات کی طر
مشکلات اور مذہبی مسائل کے حل کرنے میں رجوع نہ کرنا، اور یقین کرنا کہ نئے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ
بند ہو چکا اور ہمارے نوجوان تعلیم یافتوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہی لوگ اسلام کے اصلی نمایندے ہیں، اور
وقت جن خیالات، بدعات اور خرافات میں مشغول و مصروف ہیں یہی اسلام اور یہی مسلمانی ہے

دوسری طرف یورپ کی ظاہری شان و شکوہ پہل پہل غلبہ و استیلا کا ہمارے نوجوا

Marfat.com

خصوصاً مصر و ٹرکی، تونس اور شام کے نوجوانوں مسلمانوں پر یہ اثر ہوا ہے کہ وہ یورپ کی ہر ادا کو محبوب
کے ہر فعل کو صواب، اسکی ہر حرکت کو مایۂ نازش، اس کے ہر خیال کو آیت یقین، اس کے ہر نظریہ کو
وحی، اس کے ہر فیصلہ کو ناقابلِ شکست، اسکی ہر آواز کو ہم معنیِ قم باذنی سمجھتے ہیں، اور جو کچھ اس کے خلاف ہے،
ط، سزاوار ترک اور باعث انحطاط ہے،

غرض اس وقت عام طور سے جو تعلیم پھیل رہی ہے، وہ ایسی ہے، کہ اس کا نتیجہ ہی یہ ہونا چاہئے، کہ ہر اسلامی
یں دو قسم کے لوگ پیدا ہو جائیں، قدیم مذہبی تعلیم کے فرزند جو مذہب اور اسلامی تمدن کے احکام اور مصالح
صورتی کے ساتھ جدید قالب اور ضروریات میں ڈھال کر نہیں پیش کر سکتے، اور دوسری طرف جدید
کی نسل ہے، جو فرنگیت میں ڈھل کر سوائے یورپین تمدن، یورپین علوم اور یورپین قوانین کے اپنے گھر
کل بیگانہ ہے، اس دوعملی میں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے کسی ملک میں بھی کوئی قومی نظام نہیں بن سکتا،
نگ ٹرکی میں علماء اور فرنگی مآب اشخاص کے درمیان ہے، یہی جنگ بخارا اور ترکستان میں قدیمی اور
ری دو فرقوں کے ناموں سے برپا ہے، یہی جنگ افغانستان میں ملاؤں اور عام اصلاح طلب نوجوانوں
در پیدا ہے،

ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے ہر ملک میں ایسے علماء پیدا ہوں جو جدید علوم و فنون و آداب سے واقف
نئے علوم و فنون و تمدن سے متاثر افراد ملت پر اپنا اثر قائم کریں، اور شریعت کے آداب و مصالح اور اسرار
سے ان کو آگاہ کریں، اور ان کے زاویۂ نظر کے مطابق یا وہ اگر غلط ہے تو اس کو درست کر کے مذہب کے
م کو دکھائیں کہ ان کے فہم میں آئیں اور وہ خدا اور رسول کی اطاعت اور فرماں برداری کریں،

ت علی مرتضیٰؓ نے اسی اصول کو پیش نظر رکھکر فرمایا ہے، جیساکہ صحیح بخاری میں ہے، حدثوا الناس علی
عقون لھم اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ (او کما قال) اور اسی طرح ہمارے نوجوان جدید التعلیم
س کا فرض ہے کہ وہ مذہبی تعلیم حاصل کریں، اور یہ یقین نہ کریں کہ صرف یورپ اور یورپ کے احکام و

Marfat.com

طرزِ تمدن کی نقالی ہی انکی سیاسی و اقتصادی بدبختی کا درمان ہوسکتی ہے،

آج کل اسلامی سلطنتوں کے کارفرما اور ارکان مجلس تمام تر وہ افراد ہیں جو مذہبی قوانین و احکام اور سنت اور فقہ سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان کے سامنے صرف موجودہ یورپین سلطنتوں کی نظیریں ہیں، اور قوانین انھوں نے پڑھے ہیں، وہیں کا فلسفۂ قانون وہ جانتے ہیں، اور اسی کو وہ ترقی کا راز اور سلطنت کے سدھار کا اصلی سبب سمجھتے ہیں، یورپ میں سیاست اور مذہب الگ کردیا گیا ہے، مذہبی لوگ کو سلطنت اور وضع قانون سے واسطہ نہیں، اور سلطنت اور قانون کے کارپردازوں کو مذہب اور سے تعلق نہیں، لیکن سمجھ لینا چاہیئے، کہ سوائے طلاق کے اور کوئی قانون عیسوی مذہب کی انجیل میں نہیں اس لئے عیسوی مذہب قانون سے خالی ہے، اس لئے پادریوں کو سلطنت و قانون سے کوئی واسطہ لیکن اسلام کا یہ حال نہیں،

یورپ کے قانون کا اساس رسم و رواج، اور رومن قانون ہے، اور اسلام کے قانون کی بنیاد اور سنت، اور ان سے ماخوذ آئمۂ سلف کی فقہ ہے، یہ کہنا کہ اسلامی فقہ موجودہ سلطنتوں کے ناکافی ہے انتہائی جہالت ہے ابھی ہمارے نئی سلطنتیں تو چوتھائی صدی کی عمر بھی بسر نہ کرسکی ہیں ہماری گذشتہ سلطنتیں جو صدہا سال سے دنیا کے طول و عرض میں قائم رہیں، ان کا مدار انھیں قانونوں پر رہا، اور انھوں نے وہ عروج و ترقی حاصل کی، اور وہ عدل و انصاف اور رعایا اور فارغ البالی کا سامان کیا، جسکی نظیر موجودہ سلطنتوں میں بھی نہیں مل سکتی، خلافت راشدہ بنو امیہ اور خلافت عباسیہ میں جب تک دم رہا براہ راست کتاب و سنت، اور ائمہ کے فیصلوں رہا، لیکن تیسری صدی کے بعد سے جب فقہی فرقے پیدا ہوئے اور تقلید کا آغاز ہوا، تب بھی مالکی، اور حنفی فقہیں بڑی بڑی سلطنتوں کا قانون رہیں، اسپین اور مراکش مغرب کی عظیم الشان فقہ مالکی پر چلیں، سلطان صلاح الدین ایوبی کی حکومت فقہ، شافعی پر قائم تھی، سلجوقیوں،

Marfat.com

یوں، عثمانی ترکوں اور مغلوں اور پٹھانوں کی تمام سلطنتیں حنفی فقہ کے اصولوں پر حکمراں رہیں، مگر
کی دنیاوی ترقیوں، فتوحات، مالی خوشیوں اور عدل و انصاف میں یہ اسلامی قانون کبھی عائق
ہیں ہوئے،

ہم کو اس سے انکار نہیں کہ اسلامی سلطنتوں میں کبھی کبھی ظلم بھی ہوئے، مگر یقیناً یہ اسلامی قانون کے
ننے سے نہیں ہوئے بلکہ ان کے نہ ماننے سے ہوئے، وہ مظالم قانون پر عمل کرنے کے نہیں بلکہ قانون کے توڑنے
ے نتائج ہیں، خصوصاً ترکی، تاتاری اور مغل سلاطین کہ انھوں نے فقہ اسلام کے ساتھ ساتھ مسلمان
وجانے کے باوجود بھی چنگیز و ہلاکو کے سیاست نامہ کو نہیں چھوڑا اور اس کے لئے جب کبھی ایماندار افراد
ہادر علماء کا وجود ہوا انھوں نے ایمانی شجاعت کے ساتھ سلاطین کا مقابلہ کیا،

بہر حال یہ سلطنتیں گو پوری پوری شریعت اسلامیہ پر عامل نہیں رہیں، تاہم وہ کامیاب رہیں،
تو اگر وہ حقیقت میں اسلامی قانون پر کاربند ہوتیں اور سلاطین اپنے کو مطلق العنان نہ سمجھتے، بلکہ قانون
الٰہی کے پابند رہتے، تو انکی ترقی اور عدل و انصاف کے نمونے خدا جانے کیا کیا ہوتے، ہمارے جدید
ارکانِ سلطنت کو یہ دھوکا ہے کہ ہماری سلطنتیں اسلامی قانون کی پابندی سے برباد ہوئیں، حالانکہ وہ
ان کے سلاطین کی مطلق العنانیوں، اسلامی قوانین کے عدم متابعت اور اسلامی اصولِ سلطنت کو نہ برقرار
رکھنے سے تہ و بالا ہوئیں،

ہمارے نوجوان ارکانِ سلطنت کہتے ہیں کہ آج ہم کو نئی نئی ضرورتیں درپیش ہیں، نئے نئے مسائل
سامنے ہیں، نئے نئے معاملات اور معاملات کی نئی نئی صورتیں آگے ہیں، جنکا جواب ہمکو اسلام کے قانون
سے نہیں ملتا، لیکن اس کی وجہ تو یہ ہے، کہ آپنے ہماری پرانی سلطنتوں کی طرح علماے مجتہدین
کے پیدا کرنے کا سامان نہیں کیا، کون کہہ سکتا ہے کہ فاروق اعظم کی سلطنت کے ضروریات
ہارون الرشید کی سلطنت کے ضروریات کے بالکل برابر تھیں، زمانہ کے ہر قدم کے ساتھ معاملات کے

Marfat.com

نقشے بھی بدلتے رہتے ہیں، مگر ہارون الرشید کے ساتھ قاضی ابو یوسف کا بھی وجود تھا،

حضرات! ٹرکی میں تعلیم کے اندر جو انقلاب پیدا کیا گیا ہے، اسکی صورت یہ کی گئی ہے کہ دینی اور دنیوی درس گاہیں جو اب تک جدا جدا تھیں بند کر دی گئی ہیں، اور دونوں علوم کی جامع درسگاہیں جامعۂ ترکیہ قسطنطنیہ کے ماتحت کر دی گئیں، اور دینیات و الٰہیات کی تعلیم باہم اس میں ضم کر دی گئی ہے، ایک مجلس (کنگلی) اسکے قائم کر دی گئی ہے، اس مجلس کی ترکی تالیفات میں نے ایک نظر دیکھی ہیں علم کلام جدید کی دو جلدیں شایع ہوئی ہیں، ایک ماہوار مذہبی رسالہ اس کی طرف سے شائع ہوتا ہے، مگر جو کچھ اس میں نقص ہے وہ یہ ہے کہ مذہبی عنصر اس میں کم داخل ہے، ٹرکی میں جو قوانین نکاح و طلاق و خلع کے بنے ہیں، ان میں یہی نقص ہے، کہ انکی تعبیر شرعی رنگ میں نہیں کی گئی ہے جس سے لوگوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں، حالانکہ علمائے اسلام کا دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ بالکل سچ ہے، کہ شریعت اسلامی ہر قسم کے ضروری مناسب عقل و مصالح قوانین کے لیے بالکل کافی ہے، ضرورت مجتہدانہ تعلیم کی ہے،

اس قدر جو کچھ کہا گیا اس کا مقصد یہ تھا، کہ ہمارے موجودہ ارکان سلطنت اسلامی اصول سیاست پر سلطنت کرنے سے گریز کر رہے ہیں، اور اسی میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں کہ ان کی سلطنت مذہب اور مذہبی اثر سے بالکل خالی ہو، اور وہ اس کو اپنی کامیابی کا ذریعہ جان رہے ہیں، اسی لئے وہ خلافت کے قبول کرنے سے جسکی بنا پر انکی سلطنت مذہبی ہو جائیگی اپنے کو بچاتے ہیں، جمہوریت جسکی ہوا آج کل دنیا میں چل رہی ہے، وہ لوگ اپنی کوتاہ اندیشی اور علمائے وقت کی تنگ خیالی کے باعث، اسلام کے اصول سیاست اور طریق حکمرانی کے خلاف سمجھ رہے ہیں، اس لئے بھی اپنی جمہوریت کے بچانے کے لئے خلافت سے دست برداری کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ غایت درجہ کی اسلام کی روح سے ناآشنائی کا ثبوت ہے، اسلام نے تو جمہوری ہی سلطنت کا نقشہ ہمارے پیش نظر کیا ہے، لیکن ہمارے سلاطین اور امرا نے اس نقشہ کو شخصیت کے رنگ میں بدل دیا ہے،

البتہ موجودہ جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں کچھ فرق بھی ہے، موجودہ جمہوریت کے لئے شریعت الٰہی سے واقفیت ضروری نہیں، اسلامی جمہوریت کی صدارت کے لئے دوسرے شرائط کے ساتھ شریعت الٰہی سے واقفیت ضروری ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ رایوں کی کثرت اور قلت غلطی اور صواب کا معیار نہیں ہے، بلکہ کتاب وسنت سے قریب ہونا یا نہ قریب ہونا صحت اور خطا کی پہچان ہے، اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہمارے ارکانِ سلطنت جس طرح رومن لا اور یورپین قوانین سے واقف ہیں، وہ اسلامی قانون سے بھی آگاہ ہوں، بلکہ وہ جس طرح قوانینِ یورپ کے ماہر ہیں وہ خود اسلامی قانون اور اس کے ماخذ سے آگاہ ہوں، تو وہ خود علماء ہیں اور ان کو "تنگ خیال ملاؤں" کی بھی شکایت نہیں رہیگی اور ان کو مذہب؟ یا تمدن؟ کی کشمکش سے نجات مل جائیگی،

اب تک فقہ اسلامی اور قانون دیناوی پر جو بحث کی گئی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ اسلام روحانی اور سیاسی دو الگ الگ قوتوں سے واقف نہیں، عیسائی یورپ کا مدار انجیل کے اس فقرہ پر ہے کہ "جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دیدو، جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو"، لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان الحکم الا للہ، "خدا کے سوا اور کسی کی حکومت نہیں"، بقول ایک امریکن مصنف کے "قیصر کون ہے، جو خدا کی بادشاہی میں ساجھی ہے؟" اسلام میں چرچ اور اسٹیٹ، دین اور دنیا دو الگ چیزیں نہیں، دنیاداری ہی کو قانونِ الٰہی کے مطابق انجام دینا دین داری ہے، جو اسٹیٹ کا سپاہی ہے، وہی چرچ کا نمازی ہے، ان دونوں کو الگ کرنا ہی تو ہماری تباہی کا سبب ہوا ہے، اگر ہماری دنیاداری دین داری ہوتی، اور دین داری دنیاداری، اور اگر ہمارے سپاہی نمازی ہوتے اور ہمارے نمازی سپاہی تو یہ دن ہی دیکھنے کیوں پڑتے؟

اخوت اسلامیہ اور قومیت، ایھا السادہ! ہماری تفریق اور انتشار کی مصیبت کو جس نے سب سے زیادہ ابھارا ہے وہ قومیت پرستی کا وہ جذبہ ہے، جو یورپ کی نیشنلزم کی نقالی کرکے ہم نے حاصل کیا ہے

یہی وہ جذبہ ہے جس کے مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا، اس کے نزدیک تمام کلمہ گو خواہ وہ کسی قومیت کسی وطن سے تعلق رکھتے ہوں، اور کوئی زبان بولتے ہوں، ایک ہی قوم ہیں، انما ملتکم ھذہ ملۃ واحدۃ قومیت کی تفریقیں جن سرچشموں سے نکلتی ہیں، وہ تین ہیں، نسل وطن اور زبان، نسل کی قومیت کو اس نے "جاہلیت کی عصبیت" کہکر پکارا ہے، اسکی صدا تو یہ تھی "ہم نے تم کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لئے بنایا ہے تاکہ باہم ایک دوسرے کو پہچانو"، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے، جس نے کہا "ہاں! عجمی کو عربی اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں"، جس نے کہا "ہاں! اے انسانو! تم سب ایک آدمؑ کے بیٹے ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے"،

وطن کی حقیقت اس کے نزدیک اسی قدر ہے کہ وہ انسانوں کے بسنے کا ایک مقام ہے اور اس کو ہر برائی اور بدی سے بچانا اور خیر و فلاح سے مالا مال کرنا اس کا فرض ہے، مگر مسلمان دیارِ اسلام کے جس حصہ میں بھی پہونچ جائے وہی اس کا وطن ہے، کہ زمین خدا کی زمین ہے، اسکی ملکیت انسانوں کو نہیں دی گئی، اسی کا اثر تھا کہ اطلانطک سے گنگا تک ایک وطن اور ایک ملک تھا جسکا نام دار الاسلام تھا، زبانوں کی تفریق اپنی خاص زبان عربی دیکر تمام دیگر زبانوں کے خارجی امتیازات کو اس نے فنا کر دیا تھا، اور اس طرح دنیا میں ایک واحد قوم ایک واحد وطن، اور ایک واحد زبان عطا کر دی تھی غرض مسلمانوں میں اب تک صرف ایک قومیت تھی، اور وہ صرف اسلام کی، مسلمان جس ملک سے جس ملک کو نکل جاتا تھا، وہ اپنے کو تمام حقوق کے لحاظ سے اپنے ہی ملک میں سمجھتا تھا، مگر اب ترک اپنی تورانیت، ایران اپنی پارسیت، مصر اپنی مصریت، عرب اپنی عربیت پر نازاں ہے، اور اسی جذبہ کی ترقی کو اپنی آئندہ کامیابی کی بنیاد قرار دینا چاہتا ہے، بحمد اللہ کہ ہندوستانی مسلمان اب تک اس نجاست سے پاک ہے،

دیکھنے میں یہ معمولی بات ہے، مگر اس کا نتیجہ آپ جانتے ہیں کس قدر اہم ہے، جس جذبہ کو

Marfat.com

ترقی دی جائیگی وہی ہماری حیات کا رشتہ بن جائیگا، اگر مسلمانوں کی بنیاد اسلامیت پر رکھی جائے گی، تو مذہبی روح کے دوبارہ پیدا ہونے کی اُمید ہے، جیساکہ ہندوستان کی اس گذشتہ تحریک مین ہمنے دیکھلیا لیکن جن اسلامی ملکوں نے اپنی اپنی کوششوں کا محور قومیت اور وطنیت کو قرار دیا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ وہاں جاہلیت کا عہد دوبارہ عود کر آنے کا خطرہ دامنگیر ہے، نوجوان مصری اپنے اہرام اور اپنے فرعنہ القدیم پر ناز کر رہا ہے، نوجوان ایرانی اپنے زردشت اور دارا اور خسرو پر فخر کر رہا ہے، نوجوان عرب امرء اور عنترہ پر پھول رہا ہے، اور سباؤ حمیر کے تمدن کو یاد کر رہا ہے، نوجوان ترک ہلاکو اور چنگیز کی اولاد ہونے پر شاداں اور فرحاں ہے، اسلام کا فرزند کوئی نہیں، مولانا محمد علی نے وفد خلافت یورپ کی ایک تقریر میں مصری بھائیوں کے جواب میں ایک نہایت بلیغ فقرہ استعمال کیا تھا، انھوں نے کہا "اگر تم کو موسیٰ پر ناز ہے تو تم ہمارے بھائی ہو، لیکن اگر تم کو اپنے فرعون پر ناز ہے تو ہم کو تم سے تعلق نہیں"

آج مصر و ایران، اور ترک و عرب ممالک میں نہایت سرعت اور تیزی کے ساتھ نوجوانوں میں یہ قومی جذبات ترقی پا رہے ہیں، یہ جس قدر زیادہ ترقی پاتے جائیں گے اُسی قدر عالمگیر اسلامی نظام کے دانے بکھرتے جائیں گے، فلسفۂ تاریخ عثمانی کے رازداں جانتے ہیں کہ ترکوں کی یورپ میں فتوحات اور ترقی کا راز یہ تھا کہ ایک طرف ترک و عرب و کرد و رومی مسلمان قومیں متحد تھیں، اور دوسری طرف عیسائی کیتھولک اور آرتھوڈکس کی فرقہ بندیوں میں بٹے ہوئے تھے، ہر عیسائی فرقہ دوسرے عیسائی فرقہ کی تباہی سے خوش ہو رہا تھا، زمانہ الٹا تو صاف حالت بدل گئی، مسلمان ترک و عرب کی قومیتوں میں بٹ گئے، اور ادھر تمام عیسائی قومیں متحد ہو گئیں، نتیجہ زوال تھا،

ایھا السادۃ الاعلام! انھیں اسباب کی بنا پر آج سخت ضرورت ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں اور ارض مقدس سے بڑھکر جو مہد اسلام ہے، اور کون زمین اسکی مستحق ہو سکتی ہے،

Marfat.com

کہ وہاں ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم ہو جسکا نظام عمل خلافت راشدہ کے منہاج شریعت کے قانون اخوت اسلامیہ کی قومیت اور دین کی سیاست پر مرتب کیا جائے، اور اس کو با امن و کامیاب مضبوط و محفوظ، اور دنیا کے دیگر ترقی یافتہ خالص قانونی، مدنی ملکوں کے پہلو بہ پہلو کامیاب کر کے دکھایا جائے تاکہ خود مسلمان سیاسی ملحدین، اور یورپ کو یقین آجائے کہ اسلام کا نظام قانون و سیاست اب بھی انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کی اسی طرح ضامن ہے جس طرح پہلے تھی، زمانہ کے انقلاب اور حوادث نے اس کے نظام کو بیکار نہیں کر دیا ہے، کہ وہ خود خالق فطرت کی طرف سے ہے، اور انسانیت و بشریت کے خیر و فلاح کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے اس حقیقت کی اہمیت کو ہمارے علماء اور عام مسلمان امید ہے کہ پوری طرح محسوس کریں گے، کہ یہ در اصل اسلام کی ظاہری نہیں معنوی حیات و ممات اور اعتقاد و تشکیک کا مسئلہ ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس وقت اس کے لئے ارض عرب میں ایک موقع ہاتھ آیا ہے، اور مسلمان چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، چنانچہ ۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ کو سلطان ابن سعود نے حرم میں جو خطبہ دیا، اس کے یہ الفاظ اس موقع پر خاص طور سے یاد رکھنے کے قابل ہیں،

"یہ بھی سن لیجئے کہ ہم اس تمدن کا جسمیں ہمارا دین، ہماری عزت اور ہمارا شرف (اخلاق) محفوظ رہے دل سے خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں لیکن جو تمدن ہمارے دین ہماری آبرو، اور ہمارے شرف (اخلاق) کو برباد کرنے والا ہو تو خدا کی قسم خواہ ہماری گردن ہی اس راہ میں قربان کیوں نہ ہو، لیکن ہم اس کو قبول نہ کریں گے"

ضرورت ہے کہ سلطان کے سامنے صحیح اسلامی حکومت کا ایک خاکہ پیش کیا جائے، امید ہے کہ وہ اسکے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں گے، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت عرب دنیائے اسلام کی

Marfat.com

مخصوص توجہ کا محتاج، اور حاجتمند ہے کہ تمام مسلمان اسکی راہ میں جو خطرات ہیں، ان کو سمجھیں اور انکو دور کرنے کی کوشش کریں،

ارض اقدس | حضرات! دنیائے اسلام کی روحانی و معنوی تنظیم کے لئے، سرزمین اقدس کی حفاظت اور دستِ اغیار سے اس کو پاک رہنا ضروری ہے، عرب کے سواحل اسی وقت سے یورپ کے دست برد میں ہیں، جب سے ہندوستان کے سواحل پر یورپ کے تجارتی و جنگی جہاز آکر ٹھہرے ہیں عرب کی غلامی صرف ہندوستان کی غلامی کے صدقہ میں ہے، عرب کی اصلی آزادی اسی وقت ممکن ہے جب ہندوستان آزاد ہو، بحر عرب کا ایک ساحل اسی وقت آزاد ہوگا جب اس کے مقابل کے بحر ہند کا ساحل آزاد ہو، اب خطرہ کی ایک اور نئی صورت پیدا ہوگئی ہے، کہ بحر ہند میں اب تک کوئی انگریزی بیڑا نہ تھا، لیکن اب تجویز ہے، کہ شاہی ہندوستانی بیڑا قائم ہو جو خلیج فارس اور بحر عرب کی غارتگری میں کام آئے، ورنہ بظاہر ہندوستان کا کوئی بنا بحری دشمن ابھی پیدا نہیں ہوا ہے، جسکی خاطر تواضع کے لئے یہ کوششیں ہو رہی ہیں، اور ہندوستان کی گرفتاری کے لئے ایک اور نئی زنجیر بن رہی ہے،

عرب کے سواحل تو سولہویں صدی سے اہل یورپ کے شکنجۂ استیلا میں ہیں انگریزوں نے خلیج فارس کے دہانہ سے لیکر بحرین، دوبی، عمان، سے عدن تک کو اپنے ظل عاطفت میں لے لیا ہے، اور بدبختی یہ ہے کہ خود مسلمان شیوخ باہمی عداوت سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں انگریزی حفاظت کی زنجیر اپنے پاؤں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں، عرب کے متعلق تین خطرے ہیں، سیاسی، عیسائی مشنری، اور یورپین تمدن، سیاسی خطرہ یہ ہے کہ عرب قبائل اور صوبوں کو جس طرح ممکن ہو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم کرکے انکی قوت کو بانٹ دیا جائے، چنانچہ یہ عمل سواحل پر صدیوں سے جاری تھا، حکومت ٹرکی کے وجود تک اندرونِ عرب پر ایک ملکی وحدت قائم تھی، اس سایہ کے اٹھ جانے سے ایک ملک بیسیوں

ملک بن گیا ہے، عرب اس وقت چھوٹی بڑی کم از کم پندرہ سولہ ریاستوں میں منقسم ہے، اس خطرہ کے دور کرنے کی صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ چھوٹی ریاستوں کو توڑکر یا ان میں باہم ہجومی و دفاعی معاہدہ کرکے ان کو ایک مرکزی طاقت پر مجتمع کیا جائے، مجھکو معلوم ہے کہ اخیر کی صورت حال پر نوجوان عربوں کی سیاسی انجمن نے اور خود امراے عرب نے اپنی رضامندی ظاہر کی، اور اس کے لئے کوشش کی خود سفرا اور کام کرنے والوں سے مجھے معلوم ہوا کہ شریف حسین کی شہنشاہانہ بلند حوصلگی نے اس تجویز کو درہم برہم کردیا،

جہاں تک مجھے علم ہے ابن سعود اور امام یحییٰ کا باہمی سمجھوتہ یہ تھا کہ ملک عرب کو جو پہلے سے نسلاً قحطانی و عدنانی، اور جغرافیۂ جنوبی و شمالی عرب پر منقسم ہے، بانٹ دیا جائے، اور قحطانی نسل وجنوبی عرب امام یحییٰ کی حکومت میں، اور شمالی عرب و عدنانی قبائل سلطان ابن سعود کے تصرف میں آجائیں، اور ان دونوں حصوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ان دونوں میں منضم ہوجائیں، اس منصوبہ کے مطابق امام یحییٰ، ادریسی سے برسرِ پیکار ہیں، حدیدہ پر قبضہ کیا ہے، اور بعض خود سر قبائل کو زیر کیا ہے، سلطان ابن سعود نے تو اس حد تک اس تجویز پر عمل کیا کہ نجد کے دوسرے ٹکڑے عارض و شمر کی ریاست جو ابن رشید کے ہاتھ میں تھی، اس پر قبضہ کیا، ترکوں نے خلیج فارس پر احساء اور بحر احمر پر عسیر کے جو علاقے جنگ میں خالی کئے، ان پر تصرف کیا، شام کے پاس کی ایک چھوٹی سی ریاست ابن شعلان کی تھی وہ لی، اور اب سارے حجاز پر اسکی حکومت ہے، اس طرح غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ شمالی عرب میں اب ایک وسیع پرجوش، سادہ، جذبۂ دینی سے سرشار سلطنت قائم ہوگئی ہے، جو نصف پر اپنا علم بلند کئے ہے، جسکا قانون شریعت ہے اور جسکا مذہب کتاب وسنت ہے، اور جس سے مستقبل کے متعلق ہماری بہت کچھ توقعات قائم ہوسکتی ہیں، تاہم میں یہ نہیں چاہتا کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی خارجی پالیسی میں دوسروں پر اپنا پورا اطمینان

Marfat.com

کرلیں، کہ الی من لا یلدغ من جحر مرتین،

سیاسی خطرہ کی اصلی صورت اور ہے، جسکی اطلاع مجھکو جدہ میں ایک عظیم الشان سلطنت کے معتمد نے دی تھی، کہ یورپ اب افریقہ کی تقسیم سے فرصت پا چکا ہے، اور اب عرب کے سوا دنیا کا کوئی گوشہ ان کے تصرف سے اب تک محفوظ نہیں ہے، اس لئے اب آپس کے مشورے اسی ملک کی تقسیم و تصرف کے متعلق درپیش ہیں، جو مسلمانوں کو اس قدر عزیز ہے، ان میں بڑا حصہ انگریزوں اور اٹلی کا ہے، انگریز اپنے سلسلۂ استیلاء کو فلسطین سے لیکر عقبہ، معاون سے گذار کر عدن تک جوڑ دینا چاہتے ہیں تاکہ عرب کے گلے میں غلامی کا ایک واقعی حلقہ پڑ جائے، اٹلی اپنے افریقی علاقہ اریٹریا کے سامنے یمن پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، چنانچہ یمن سے ان کے اقتصادی تعلقات بڑھ رہے ہیں، اس لئے سلطان ابن سعود اور امام یحیی کو ان یورپین سلطنتوں سے معاہدات کرنے میں پوری ہشیاری اور احتیاط برتنی چاہئے،

یہ تو عرب کو سیاسی خطرہ ہے، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کیجئے کہ یورپین تسلط کیساتھ ساتھ خلیج فارس کے عربی سواحل اور عدن میں عیسائی مشنریوں کا جال شفاخانوں اور ڈاکٹروں کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے، اور پادری زویمر کی دنیائے عیسائیت کی کانفرنس منعقدہ قاہرہ و لکھنؤ میں عرب کو عیسائی بنانے کے لئے جو تجویزیں پیش ہوئیں، اور انکی جو مطبوعہ روداد میں شائع ہوئیں، آج دنیائے اسلام کے ہر عالم و دیندار کو پڑھ لینا چاہئے، تاکہ انھیں معلوم ہو کہ ہمکو کیا کرنا ہے، ضرورت ہے کہ سمجھدار عرب خود اس معاملہ کی اہمیت پر غور کریں،

عرب کے لئے تیسرا خطرہ، وہی جذبۂ قومیت، تفرنج، اور الحاد کا ہے، شریف حسین کی سلطنت اسی لئے نوجوان شامیوں میں مقبول تھی، کہ انکی کوششوں کے لئے ابنائے شریف بہترین آلہ تھے، حجاز میں درحقیقت شریف حسین اور ابن سعود کی جنگ نہ تھی، بلکہ قومیت و اسلامیت کی جنگ تھی، حمد اللہ کہ قومیت نے شکست اور اسلامیت نے فتح پائی،

Marfat.com

ایھا العلماء النبلاء ! سب سے اخیر میں لیکن سب سے زیادہ جو چیز صدیوں سے بلکہ ۱۲ سو برس سے عرب کے جسم میں زہر بنکر پھیل گئی ہے، وہ **جہالت** ہے، آپ اس ملک کے متعلق کیا کہیں گے جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور خلافت راشدہ کے بعد سے اب تک ندائے حق اور صدائے البلاغ کا ایک حرف نہیں سنا، جہاں قبائل کے قبائل ہیں، جن پر دوبارہ یہ آیت اطلاق کی جاسکتی کہ لتنذر قوما ما انذر آباءھم فھم غافلون (یس)، بعد کے خلفاء اور سلاطین نے ان کو قصداً تعلیم سے محروم، وعظ و تبلیغ سے ناآشنا رکھا، کہ وہ اپنی حقیقت سے بے خبر رہیں، حرمین محترمین میں ہمیشہ سے سلاطین اور امراء کی طرف سے وہاں مدرسے جاری رہتے تھے جنمیں سب سے زیادہ حصہ مصر کے سلاطین، یمن کے اماموں نے اور ہندوستان میں یہ سعادت گجرات اور بنگال کے سلاطین کے ہاتھ آئی ! اہل بنگال کے لئے یہ امر مایۂ فخر ہے، کہ آٹھویں صدی ہجری میں مکہ معظمہ میں جو مدرسہ سب سے بڑا تھا، وہ بنگال کے سلطان شمس الدین کا تھا، علامہ فاسی نے اپنی تاریخ مکہ میں اس کا پورا حال لکھا ہے، بہرحال اسلامی سلطنتوں کے زوال نے ان کو ان خدمتوں سے محروم کر دیا، اور اب جو ایک دو مدرسے وہاں ہیں، وہ بھی کس مپرسی میں ہیں، امید ہے کہ حجاز کے انقلاب سے وہاں کے تعلیمی نظام میں بھی مفید اضافے ہوں، مگر ضرورت ہے کہ سرکار حیدرآباد و بھوپال و رامپور و وقف اسٹیٹ مسماۃ صغریٰ بہار جو کم ضروری مدوں میں وہاں روپیہ صرف کر رہے ہیں، وہ اس ضروری مد میں صرف کر کے عرب کی اصلی ضرورت کو پورا کریں، اور خدائے تعالیٰ سے اجر جزیل پائیں، ہماری عام اسلامی انجمنوں کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے،

حجاز حضرات ! خدا کا شکر ہے کہ حجاز میں بدامنی اور جنگ کے بجائے امن و امان کا دور دورہ ہے، گذشتہ سال جو حاجی گئے، اور امسال جو وفد خلافت گیا، سب نے راستوں کی مامونیت، اور قبائل کی اطاعت، اور حالات کی درستی کی اطلاع دی، اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی

Marfat.com

تعریف کی، اثنائے جنگ میں بعض مقدس عمارتوں کے ساتھ بے ادبی کی اطلاعیں بھی بہت کچھ مبالغہ آمیز نکلیں، حجاز کے آثار صحیحہ کی بقاء و استحفاظ کی آرزو ہر مسلمان دل میں موجود ہے، اور یقیناً آئندہ مؤتمر اسلامی کا فرض ہوگا کہ انکی حفاظت کی ذمہ داری موجودہ حکومت حجاز سے حاصل کرے، اس بارہ میں جمعیۃ العلماء سے یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ مقابر و آثار متبرکہ صحیحہ کے متعلق ہر طرح تحقیق کرکے قرآن پاک احادیث صحیحہ اور آثار سلف سے جو کچھ شرعی احکام ثابت ہوں، ان سے مسلمانوں کو باخبر کرے اور ان کے متعلق ایک عربی بیان لکھکر حکومتِ حجاز کے سامنے پیش کرے اور علمائے نجد و حرمین کو بھی اس سے متفق بنانے کی کوشش کی جائے،

حجاز کی طرز حکومت کے متعلق تمام مسلمانوں کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ اسلام کے اصلی نصب العین کے مطابق ہو جس میں وراثت کے بجائے انتخاب کی صورت اختیار کی جائے، حجاز میں سلطان ابن سعود نے بادشاہ منتخب ہونے یا اپنی ملکیت کے اعلان کرنے میں یقیناً جلدی کی، یقیناً حجاز کیلئے ملکیت کا لقب بالکل نامناسب ہے، اور یہ وہی نفرت انگیز لقب ہے جو شریف حسین کی پیشانی کا داغ ہے، مستحسن نہ تھا کہ اس داغ کو سلطان ابن سعود اپنی روشن پیشانی پر لگالیں، ملک عرب میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے بجائے ایک وسیع سلطنت کے متخیلہ کو یقیناً اس سے فائدہ پہنچا ہے، اور حکومتہائے متحدہ عربیہ کے خواب کی کچھ تعبیر اس سے نکلی ہے، مگر ضروری ہے کہ اس اتحاد کا تخیل شہنشاہی کے دعوی سے بالاتر ہو،

یہ مسرت کا مقام ہے کہ سلطان نے حجاز میں مسلمانانِ عالم کے حقوق کو تسلیم کرلیا، اور اس کی حفاظت و ترقی میں حصہ لینے کا موقع تمام مسلمانوں کو عنایت کیا حالانکہ شریف کی حکومت نے اسکو اپنی نخوت سے ٹھکرا دیا تھا، اب مسلمانوں کا فرض ہے، کہ حجاز کے متعلق اپنے فرائض کو ادا کریں، حجاز کی حفاظت کے لئے ضرورت ہوگی، کہ حجاز کی حکومت بحری قوت بھی حاصل کرے خصوصاً ایسی حالت میں جب ہندوستان کے سواحل پر انگریزی بیڑے کی تیاری کی فکر ہے،

Marfat.com

حجاز کی حالت پر غور کرتے ہوئے اس کے مشکلات سیاسی اور اقتصادی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے، یہ عرب کا وہ حصہ ہے جس کو یورپ کی ان تمام سلطنتوں سے تعلقات رکھنا پڑتا ہے، جہاں مسلمان آباد ہیں، سب سے زیادہ انگلستان، ہالینڈ، اٹلی اور فرانس کو اس حیثیت سے حجاز کے ساتھ خاص تعلق ہے، دنیا کے ہر حصہ کے مسلمانوں کی یہاں آمد و رفت ہے، اور وہاں کے مہاجرین یہاں آباد ہیں، حجاز کی بدامنی کے باعث یہ لوگ مدتوں کے قیام پر بھی اپنی اپنی سلطنتوں کی رعایا رہتے ہیں، اور اس سے حجاز کے معاملات میں دول یورپ کو دست اندازی کا موقع ملتا ہے، ضرور ہے کہ وہ مسلمان جو ہجرت کی نیت رکھکر جائیں یا مستقل تجارتی کاروبار وہاں کرنا چاہیں، وہ اپنے کو حجاز کی رعایا بنائیں، اور حکومت حجاز کے لئے بھی ضروری ہے، کہ اس بارہ میں خاص قوانین نافذ کرے، میرا تخمینہ ہے، کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں کم از کم ایک ثلث آبادی ایسی ہو گی، جو دول غیر کی رعایا بنی ہوئی ہے،

حجاز کی راہ میں دوسری چیز یہ حائل ہے، کہ اسکی مالی و اقتصادی حالت خراب ہے، ترکوں کے عہد میں جدہ کی چنگی کی آمدنی جو حجاز کا تنہا مالی ذریعہ ہے، ۵۰۰۰۰ پونڈ تھی، اور خرچ ۱۰ لاکھ پونڈ، شریف حسین نے چنگی بڑھا کر ۵۰۰۰۰۰ سے ۱۰ لاکھ پونڈ کر دیا، اس سے وہاں کی تجارت اور وہاں کے تاجر برباد ہو گئے، ملک خشک ریگستان یا سنگستان ہے، اس لئے یہاں کوئی بڑی آمدنی کی توقع نہیں، شریف حسین نے یہاں ایک اور آمدنی کا ذریعہ حاجیوں کی لوٹ مار، اور شتربانوں سے نصف کی وصولی کا نکالا تھا جس نے اس کی سلطنت کو اور بدنام اور غیر ہر دلعزیز کر دیا، "قرنطینہ" کے نام سے ایک علٰحدہ رقم لیجاتی تھی، مگر اس میں سے کوئی رقم حجاز پر صرف نہ ہوئی، بلکہ تمام ذاتی خزانہ رہا،

حجاز میں لوگوں کی بسر اوقات کے لئے معمولی تجارت اور حاجیوں کی معلمی شتربانی اور مکانات کے کرایہ کے سوا کوئی اور آمدنی نہیں، حجاز میں ایک بڑی دولت قربانی کی کھالیں ہیں، شریف ان کھالوں کا ٹھیکہ اٹلی کی ایک کمپنی کو دیدیا تھا، مگر اب اصلاحات کے دور میں اگر خود اہل عرب

Marfat.com

کی زیر نگرانی یہاں چرمی کارخانۂ دباغت وصناعی قائم ہو تو اس کو بڑا فروغ ہو، عرب میں ہر چیز باہر سے آتی ہے، حاجی ہر سال جب وطن واپس آنے لگتے ہیں تو مکہ معظمہ اور جدہ سے جانماز و تسبیح اور کپڑے خرید کر تبرکاً لاتے ہیں، مگر یہ کل چیزیں، اٹلی اور دیگر یورپین ملکوں کی ساختہ ہوتی ہیں، ایک عرب کی سب سے بڑی دولت اس کے قالین ہیں، جو اس کی عزت و آبرو کے ذمہ دار ہیں، اس لئے قالین بافی اس کے لئے نہایت ضروری ہے، اور یہاں سے وہ تمام دنیائے اسلام میں اچھے داموں میں خریدے جا سکتے ہیں،

حجاز میں ایک اور مسئلہ بھی قابل غور ہے، اور وہ غیر سلطنتوں کے یورپین قناصل، اور جہازوں کے یورپین ایجنٹ، اور ایک دو یونانی تاجروں کا وجود ہے، اس ملک میں نامسلمانوں کی سکونت کا مسئلہ سب پر روشن ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ حجاز کی حکومت دوسری سلطنتوں سے اس بات پر اصرار کرے کہ وہاں مسلمان سفراء اور قناصل مقرر ہوں، بالفعل بالشویک روس کے سفیر مسلمان ہیں، ہالینڈ کا نائب سفیر مسلمان ہے، باقی یورپین ہیں، اس سلسلہ میں مسلمان حکومتوں کو انکی اس غفلت پر متنبہ کرنا ہے، کہ ایران کے سوا اور کسی اسلامی حکومت نے وہاں اپنے سفراء نہیں مقرر کئے، ہیں ایرانی سفیر بھی مستقل نہیں ہیں بلکہ ایک ایرانی تاجر اس خدمت کو ادا کرتے ہیں، ٹرکی، مصر اور افغانستان کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے،

حجاز کے اقتصادی مشکلات کے سلسلہ میں یہ تنبیہ ضروری ہے کہ حکومت حجاز نہ یورپ کے غیر ملکی سرمایہ سے محتاط رہے، اور کمپنیوں کے ہاتھ اپنے ذخائر اور معادن کو دیکر حجاز میں غیر ملکی اختیارات کا راستہ نہ کھولے،

حج کا نظام حجاز میں تمام دنیا کے حاجیوں میں سب سے زیادہ تکلیف ہندوستانی حاجی اٹھاتے ہیں، واپسی کے ٹکٹ کی خریداری اس مرض کا علاج نہیں، اصل میں اسکی ضرورت ہے کہ

جہازوں کا نرخ کرایہ مقرر ہو، حجاز کے علاوہ اور تمام مقامات کے کرایوں میں اتنا تفاوت نہیں ہوتا مگر یہ عدم تیقن کی صورت صرف حجاز کیلئے خاص روا رکھی گئی ہے، اسی طرح تیسرے درجہ کے مسافروں کی حالت درست کی جائے، یہ بھی ضرور ہے، کہ جدہ میں حاجیوں کے ٹھہرنے کیلئے مکانات تعمیر ہوں، پینے کے پانی کا بندوبست ہو، جدہ سے قریب میٹھے پانی کا مخزن دریافت ہوا ہے، ہمارے چند رؤسا اگر چاہیں تو وہاں سے جدہ تک پائپ کا سامان کرکے اجر جزیل پائیں جدہ میں ہندوستانی حاجیوں کا ایک دفتر کھلنا بھی ضروری ہے، مصر و شام کے حاجی ایک امیر الحجاج کے زیر قیادت ہوتے ہیں، جسکی وجہ سے انکا خاص نظام ہوتا ہے، مگر ہندوستان کے حاجی بھیڑ بکری کی طرح انگریزی افسر حج کے بعد کے نیچے ہوتے ہیں، گذشتہ سال مجلس خلافت اور جمعیۃ العلماء نے تھوڑا سا اس نظام پر عمل کیا، جسکے باعث بہت سی خرابیاں دور ہوئیں، اور حاجیوں کو بہت کچھ آرام پہنچا، ہمارا خیال ہے کہ ہر سال اس نظام کی پابندی کی جائے، اور جمعیت و خلافت کی طرف سے ہر سال امیر الحجاج مقرر کیا جائے، اور اس کے ماتحت کچھ کارکن بھیجے جائیں، چند سال میں یہ نظام باقاعدہ مکمل ہو جائیگا، تو حج کی مشکلات کا خاتمہ ہو جائیگا،

عقبہ و معان حضرات! حجاز کی حفاظت کیلئے عقبہ کے بندرگاہ اور معان کے ریلوے اسٹیشن کی اس سے زیادہ ضرورت ہے، جس قدر ہندوستان کی حفاظت کے لئے عراق کی، انگریزوں کی نظر عقبہ پر آج سے نہیں بلکہ سلطان عبد الحمید خاں ہی کے زمانہ سے تھی، چنانچہ اس کے لئے ایک بڑی جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، بالآخر اب اس سازش کے ذریعہ سے اس مقصد میں کامیابی ہو گئی، عقبہ حجاز کا پہلا بندرگاہ ہے، اور جنگی نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہے، جو فوج اس پر قابض ہو گی، اسکا پستول ہمیشہ حجاز کے سینہ پر رہے گا،

معان کا ریلوی اسٹیشن بھی حجاز کے لئے اتنا ہی اہم ہے، معان کے بعد خیبر ہے، اور خیبر سے مدینہ منورہ دور نہیں

بنا بریں معان کے اسٹیشن کے قبضہ سے کسی حال میں غفلت نہیں برتی جاسکتی شرق اردن ایک بات
ردہ ہے جس کے پیچھے انگریزی سیاست صاف نمایاں ہے، انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ مسلمانوں
کے مقامات مقدسہ کے قبضۂ استیلا کے ناجائز ارادہ سے دست بردار ہو جائے، اور سلطان
ابن سعود کو بھی اس کے لئے سیاسی تدبیریں کرنی چاہئیں، شریف کی غلطیوں کی تلافی حکومت
حجاز کا فرض اولین ہے، اور ہم سب مسلمانوں کو اپنی پوری قوت اس پر خرچ کرنی چاہیئے،

عراق و شام و موصل | حضرات! عراق و شام کے مسئلہ کے متعلق ہم مسلمانوں کا ابتک وہی دعویٰ قائم
ہے، کہ یہ جزیرۃ العرب کے تکمیلی حصے ہیں، اور حکومت انگلستان و فرانس کو جزیرۃ العرب سے اپنے
اعلانی وعدوں کے مطابق اپنے سازشی معاہدوں کو توڑ دینا چاہیئے، عراق کی قید غلامی کا زمانہ ۲۵ برس
سے پچیس برس تک بڑھ جانا کوئی غیر متوقع امر نہیں ہے، یہ چوتھائی صدی کا عہد اگر پوری صدی
کی صورت میں بھی بدل جائے تو انگریز سیاسی اخلاق کے متعلق دنیا کو کوئی نیا تجربہ نہ ہوگا،
جمعیۃ الاقوام کے فیصلہ کے مطابق یہ پچیس برس، موصل کی شرط کے ساتھ ہے، مگر موصل ملے یا نہ ملے
عراق و برطانیہ کا معاہدہ تو پچیس برس کی غلامی کا مکمل ہو چکا،

موصل کے قضیہ کے متعلق جمعیۃ الاقوام نے انگریزی سیاست کے احکام کی پوری تعمیل کی،
مگر اسی کے ساتھ انگریزوں کی سلطنت کی دروغ گوئی اور کذب کی قلعی بھی کھول رہی ہے، جس سے
مشرقی اقوام میں اس کی ساکھ روز بروز کم ہو رہی ہے، دنیا کو لارڈ کرزن سابق وزیر خارجیہ
برطانیہ کا یہ سرکاری اعلان یاد ہوگا کہ موصل کے معاملہ میں ترکوں کی رضامندی کے بغیر کوئی فیصلہ
نہ ہوگا، پھر جمعیۃ الاقوام کو ترکوں کی رضامندی کے بغیر فیصلہ پر مجبور کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ انگریز
یاد رکھیں کہ یہ ان کی عارضی کامیابی دائمی ناکامی کا پیش خیمہ ہے، اگر موصل کے معاملہ میں جنگ پیش
آئی تو یقین ہے، کہ ہندوستان اپنی گذشتہ غلطی کا دوبارہ ارتکاب نہ کریگا،

Marfat.com

شام کی حالت پچھلے مہینوں سے جو کچھ ہے؟ وہ کس سے مخفی ہے، وفد خلافت یورپ نے وز
خارجیہ فرانس کی ملاقات میں وزیر موصوف کو جن الفاظ میں متنبہ کیا تھا، غالباً وہ الفاظ فراموش
نہوئے ہوں گے، ہمارے رئیس وفد نے کہا تھا کہ گو آپ کے نزدیک شام کا فیصلہ ہوچکا، مگر جہاں تک
مسلمانوں کا تعلق ہے، یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا، شامی احرار کا قتل عام، ارمنوں کے قتل عا
سے زیادہ روز روشن میں انجام دیا گیا ہے، شام کے خوبصورت شہر اور مسلمانوں کی دوسری
کی بربادی تاریخ کا اندوہناک واقعہ ہے، اور یہ ان لوگوں کے ہاتھوں انجام پایا ہے جو دنیا میں
وسلامتی کے ٹھیکہ دار ہیں، یورپ کو اپنی اس بربریت اور وحشت پر شرمانا چاہیئے، اُمید ہے کہ شا
اپنی اس خونی تحریک میں کامیاب ہوکر نکلے گا، کہ حق اس کے ساتھ ہے،

ہندوستان اور مسلمان

یا

مسلمان اور ہندوستان

حضرات! عالم اسلامی کے مباحث کے بعد ضرورت ہے کہ اسی تفصیل سے ہندوستان اور مسل
یا مسلمان اور ہندوستان کے مسئلہ پر بھی اظہار خیال کیا جائے، یہ افسوس کے قابل امر ہے گذشتہ
پندرہ برسوں میں یعنی جب سے ہم نے سیاسی کروٹ لی ہے، طرابلس، بلقان، عراق و شام و قسطن
کے مسائل سے ہماری دلچسپی روزافزوں رہی، لیکن خود اپنا خیال بہت کم آیا، مجھکو ان
مسائل کی اہمیت سے انکار نہیں جنھوں نے ہماری توجہ کو ایک مدت تک اپنی طرف منعطف رک
لیکن ضرورت ہے، کہ ہم ادھر بھی اپنی پوری توجہ صرف کریں، غیر ملکی وفود میں بار بار شرکت
باعث ہمارا یہ عقیدۂ راسخ ہے کہ ہم اس وقت تک باہر بھی ہیچ ہیں، جب تک ہم خود اپنے گ
میں ہیچ ہیں، ہم اس وقت تک دوسروں کو غلامی سے نہیں بچا سکتے، جب تک ہم خود ہر طر

Marfat.com

سلام ہیں، اس لئے ہمکو دوسرے قیدیوں کی امداد کی سرگرمی میں یہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ہمارے
ہاتھ پاؤں خود بندھے ہوئے ہیں، اور ہم جنبش نہیں کر سکتے، ۱۵ برسوں سے جن مصیبتوں پر ہم سرگرم نالہ
ہیں، ان کا سامان خود ہمارے ہی گھر میں ہے، جب تک انگلستان اور ہندوستان کے درمیان موجودہ
طرز کا تعلق قائم ہے، انگلستان سے لیکر ہندوستان تک ایک اسلامی ملک بھی خطرہ سے آزاد
نہیں رہ سکتا،

وطنیت | حضرات! اس موقع پر ایک اور مسئلہ کا صاف کر دینا بھی ضروری ہے، یہ کوئی چھپا ہوا
راز نہیں ہے کہ عام معنوں میں وطنیت کوئی اسلامی جذبہ نہیں ہے، اور نہ مسلمانوں میں یہ مصنوعی
جذبہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے، آج یورپ کے ارباب فکر صدیوں کے بعد اس نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ
انسانیت کو قومیت و وطنیت کی قیدوں سے آزاد ہونا چاہئے، اور اسی سے دنیا کی مصیبتیں
کم ہو سکتی ہیں، اسلام نے اس جذبہ کی تحقیر کی ہے، اسی سے بعض ہموطنوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے، کہ
مسلمانوں کو ہندوستان کے ساتھ محبت نہیں، لیکن صاحبو! یہ خیال تمامتر مغالطہ پر مبنی ہے،
اسلام میں وطنیت پرستی اور وطن کو دیبی اور دیوتا بنانے کا عقیدہ یقیناً نہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں
کہ جس سرزمین میں وہ رہتے ہیں، وہ اس کے خیر و فلاح اور ترقی و آزادی سے کوئی تعلق نہ ہو،
ہر مسلمان کا فرض ہے، کہ وہ دیار اسلام کو دشمنوں سے آزاد کرائے، اور اس راہ میں اپنی جان
تک کی قربانی کی گوارا کرے، وہ جس ملک میں بھی ہو اس ملک کے حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے
صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے حبش جاتے ہیں، وہاں ایک دشمن لشکر ملک پر حملہ آور ہوتا ہے، صحابہ
حبش کے بادشاہ نجاشی کے سامنے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، اور ملک کی حفاظت میں حبشیوں کے
ساتھ شرکت کرتے ہیں،

اکثر تعلیمیافتہ ہندوؤں بلکہ بعض تعلیمافتہ مسلمانوں کو بھی یہ شبہہ ہے، کہ نیشنلزم اور پین اسلامزم

Marfat.com

دونوں کو یکجا کیونکر کیا جاسکتا ہے، لیکن میرے نزدیک کوئی محال تخیل نہیں ہے، ہم دنیائے اسلا
کے ساتھ اپنی محبت دینی کے ثبوت کے بعد بھی اپنے ملک کے ساتھ بھی اپنی وفاداری کا ثبوت د
سکتے ہیں، بلکہ دے رہے ہیں، کیا اہلِ یورپ آج اپنی اپنی وطنیت اور قومیت کے شدید جذبات کے
ساتھ ساتھ ایشیا کے مقابلہ میں پورے یورپ کو اپنی دلی عقیدت کا مرکز نہیں قرار دے رہے ہیں
پھر جس طرح انگلینڈ کی محبت کے ساتھ یورپ کی محبت ایک دل میں گھر کر سکتی ہے، اسی طرح کل دنیا
اسلام کے ساتھ محبت کے باوجود ہم ہندوستان کے ساتھ پوری وفاداری کر سکتے ہیں، ہم تمام اسلامی م
کے بجائے خود خیر خواہی کے ساتھ اپنے اس ملک کی خیر خواہی کے بھی مدعی ہیں، فرض کر لیجئے کہ جاپان اگر
ہندو یا آریا سماجی ہو جائے تو کیا ہمارے ہندو دوستوں کے دلوں میں ہندوستان کے ساتھ وفادار
کے باوجود جاپان کے ساتھ ہمدردی نہیں رہ سکتی؟ اگر ہمارے ہندو بھائی ہندوستان کے ساتھ
مشرقی اقوام کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھائیں، اور ان کے حلقۂ محبت و نظام میں داخل ہو جائیں
یہ معما فوراً حل ہو جائے، تاہم اس امر کو بھی چھپانا نہ چاہئے، کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ ضرور ایسا ہے
ہندوستان سے گھبراتا ہے، اور یہاں کے حالات سے اطمینان نہیں پاتا،

حجاز و حرمین کو تو جانے دیجئے کہ وہ ان کا مذہبی مرکز ہے، مگر انگورہ و قاہرہ تو ان کے مذہبی
نہیں، اور ادھر ہندوستان میں انکی ملکیتیں ہیں، انکی جائدادیں ان کے اسلاف کی یادگاریں ہیں ا
بہت سی عزیز چیزیں ہیں، تاہم عام طور سے یہ چیزیں ان کو اپنی طرف زیادہ مائل نہیں کرتیں، سبب
بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں اپنے کو اپنے ہموطنوں سے محفوظ نہیں سمجھتے، ہندو
میں آئندہ کوئی طرزِ حکومت بھی ہو جب تک وہ ان کے حقوق کی ذمہ داری نہ لے، وہ مسلمانوں م
مقبول نہیں ہو سکتی،

مسلمانوں کا ہندوؤں پر صرف ایک ہی ظلم گنا جا سکتا ہے، کہ وہ گائے کی قربانی کرتے ہ

برخلاف اس کے مسلمان، اپنی عبادتوں کے روکے جانے، مسجدوں کے گرائے جانے، اذانوں کے روکنے، حقوق کے نہ ملنے، کچہریوں، اور دفتروں میں جگہ نہ پانے، اپنی زبان کے مٹائے جانے، شدھی کے نئے حملے سے اپنے کو بے پناہ سمجھنے، مسلمانوں کو ہندو قومیت کے قبول کرنے پر زبردستی کرنے، اور اس ملک سے انکے مٹا دیئے جانے کے ارادے برابر سنتے آتے ہیں، اور یہ باتیں ان کو ہندوستان سے لگاؤ نہیں پیدا کرنے دیتیں، اور وہ باہر کو جھانکتے ہیں، اس لئے سمجھ دار برادرانِ وطن کا فرض ہے، کہ وہ اس قسم کی وحشت انگیز باتوں سے پرہیز کریں، اور جہاں تک ممکن ہو موانست اور ایک دوسرے پر اعتماد اور خیر خواہی کے جذبات کو ترقی دیں،

ایسے ہی مسلمانوں سے یہ عرض کرنا ہے کہ ڈر اور خوف کو اپنے دلوں سے نکال ڈالو، اور اپنے بہادر اسلاف کی طرح جہاں قدم جما چکے جمے رہو، "ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست" اس ملک میں ہم کو دوسروں کے سہارے نہیں بلکہ صرف خدا کے سہارے اور اسکے دئے ہوئے دست و بازو کے سہارے رہنا ہے، اور اپنے حقوق ملکی و دینی کی حفاظت خود اپنی کوششوں سے کرنا ہے، اور اس کیلئے سب سے پہلی چیز یہ ہے، کہ ہماری ایمانی قوت میں ترقی ہو اور اتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ہمارے پیش نظر ہو، تعداد اور مردم شماری کے جھگڑے میں نہ پڑو، بلکہ اپنی اندرونی قوت، معنوی طاقت، ذہنی فوقیت، دماغی ترقی اور روحانی صلاحیت پیدا کرنیکی کوشش کرو، تعداد مردم شماری کے مسئلہ کا تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں، کہ وہ تو تمھارا مذہبی فریضہ ہے، جس کو تمھیں اس ملک میں بغیر اس خیال کے ادا کرنا ہے، کہ تم اس ملک میں کم ہو یا زیادہ، کیا مسلمان اگر اس ملک میں تعداد میں زیادہ ہوتے تو یہ فرض ان سے ساقط ہو جاتا،

ہندو مسلم اتحاد خود غرض لوگوں نے تعداد کی کمی بیشی کو اپنے شکار کی ٹٹی بنا لیا ہے، مسلمانوں کو ڈرایا جا رہا ہے، کہ ہندوؤں کی عظیم الشان تعداد تم کو کھا جائیگی، اور یہی وہ آواز ہے، جو شدھ سے آج تک برابر مسلمانوں کو سنائی جا رہی ہے، اور ان کو یقین دلایا جا رہا ہے، کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد ہندوستان

Marfat.com

میں اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ کسی غیر کا سہارا نہ لیں، دو فریق بالمقابل ہیں انگریز اور ہندو، مسلمان غدر کے بعد سے لیکر ہنگامۂ طرابلس تک اس اصول پر کاربند رہے، کہ انگریزوں سے اتحاد کر کے حکومت کے ظلِ عاطفت میں وہ ہندوؤں سے برسر جنگ ہوں، سنہ ۱۹۱۰ء سے جو انقلاب ہندوستان کی اسلامی سیاست میں ہوا اس نے مسلمانوں کو انگریزوں سے نکال کر ہندوؤں سے متحد ہو کر ہندوستان کی آزادی کے خیال کی طرف مائل کیا، سنہ ۱۹۲۳ء سے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں نے مسلمانوں کو پھر متزلزل کر دیا اور اب انکی کوئی متفقہ پالیسی باقی نہیں رہی کچھ احرار ہیں جو اپنے اس اعتقاد سیاسی پر قائم ہیں، کہ ہندوؤں ہی سے اتحاد ہندوستان میں مسلمانوں کی بھلائی کے لئے ضروری ہے، قدامت پرست پہلے ہی سے اس اصول پر قائم ہیں اور اب تجربہ کی بنا پر اور زیادہ مستحکم ہو گئے ہیں کہ انگریزوں سے ہی اتحاد مسلمانوں کے لئے مفید ہے، اور اکثر مسلمان ان دونوں پالیسیوں کے ترک و اختیار میں متذبذب ہیں،

ہندو بھائی خواہ مجھے طرفدار ہی کہیں، لیکن میں اپنے تجربوں اور مشاہدوں اور دلائل کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح ہندوؤں کی یہ شکایت ایک حد تک صحیح ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہندوستان سے محبت کم رکھتے ہیں اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ ہندو بھائیوں میں بھی ایک فرقہ ہے، جو مسلمانوں کو اپنے ملک کے قومی افراد اور ہندوستانی جزو عنصر ماننے کو تیار نہیں ہے، وہ ہندوستانی اور ہندو کے معنی ایک سمجھنا چاہتے ہیں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی تاریخ اسکی گواہ ہے کہ مسلمان ایسی قوم ہیں، جو ہمیشہ سے غیر قوموں سے تعلقات، معاہدے اور وابستگی، میل جول رکھتے رہے ہیں، لیکن ہندو اپنی پوری تاریخ میں، اپنی قدامت پسندی، غیروں سے الگ تھلگ، دوسری قوموں سے بے تعلق اور متنفر رہتے آئے ہیں، اس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان ہر حصۂ زمین میں ہمسایوں اور دوسری قوموں سے مل جل جاتے ہیں، لیکن ہندوؤں کی عام آبادی اس

علحدگی جھوٹ، اور اجتماعی پرہیز پر قائم ہے، تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عام مسلمان، ہندؤں سے جس قدر جلد اتحاد کے لئے تیار ہوسکتے ہیں، نہ ہندو ہوسکتے ہیں، ہمارا یقین ہے کہ اگر آج ہندوستان میں ہندؤں اور مسلمانوں کی تعداد اُلٹی ہوتی یعنی جو ہندؤں کی تعداد ہے وہ مسلمانوں کی ہوتی اور جو مسلمانوں کی ہے وہ ہندؤں کی ہوتی، تو مسلمان ہرگز بنیوں کی طرح فیصدی کے فلسفہ پر اس درجہ مصر نہوتے اور تنگ نظری سے وہ پورے ملک کی آزادی کے مقابلہ میں چند نوکریوں اور چند نمایندگیوں کی کثرت وقلت کی پرواہ نہ کرتے، جیسا انکا یہ اصول ہم کو مصر وشام وتونس کے کثیر التعداد مسلمانوں کے اس برتاؤ میں نظر آرہا ہے جو وہ اپنے عیسائی ویہودی ہموطنوں کے ساتھ برت رہے ہیں،

ہندو ہموطنوں کو یہ یقین کرنا چاہئے، کہ مسلمان اس وقت تک اتحاد پر قائم ومضبوط نہیں رہ سکتے جب تک ان کو یقین نہ ہو کہ انکی اسلامی قومیت، اور ان کا مذہب اور ان کے حقوق ہندؤں کے ہاتھوں سے محفوظ ہیں، اور رہیں گے، بلکہ وہ خود انکی حفاظت کریں گے، ہندو اکابر کا اس واہمہ سے خوف کھانا کہ مسلمان اپنے سرحد پار یا غیر ملکی مسلمانوں کو اس ملک میں دعوت دیں گے، بالکل بے جا ہے، ۳۲ کروڑ انسانوں کا ڈیڑھ کروڑ افغانوں سے خوف، تعداد اور مردم شماری کے فلسفہ کے خلاف ہے، ہمارے اہل وطن یقین کریں کہ ہندوستان کے مسلمان کبھی ایسی نامردی نہیں کریں گے، بلکہ وہ اپنی حفاظت خود کریں گے اور اپنی حفاظت کیلئے دوسروں کا سہارا تلاش کرنے پر مجبور نہ ہوں گے، اس لئے ہندو بھائیوں سے یہ توقع ہے، کہ اگر وہ حقیقت میں ملک کی آزادی کے خواہاں ہیں تو خود ان کو اس بڑے کام کے لئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں زیادہ تنگ نظری سے کام نہ لینا چاہئے، بلکہ انکو خود مسلمانوں کے ساتھ اس قدر رواداری اور بے تعصبی برتنی چاہئے، کہ مسلمان ان سے مانوس ہوں، اور ان کے وعدوں پر اعتبار کریں، اور انکی دوستی کی پائداری پر اعتماد کرسکیں،

Marfat.com

ورنہ ایسا نہ کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ان کو ڈھکیل کر خود اپنے دشمنوں کے کیمپ میں ان کو بھرتی کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ صورتِ حال ملک کے لئے فائدہ مند ہوگی؟

یہ ملک ہندوؤں اور مسلمانوں کا وطن ہے، انگریزوں نے اس کو اپنا وطن نہیں بنایا ہے، دنیا میں کوئی غیر سلطنت کسی غیر ملک میں ہمیشہ قائم نہیں رہی ہے، انگریزوں کے لئے فطرت کا قاعدہ، اور تاریخ کا نتیجہ بدل نہیں جائیگا، اسی کے ساتھ نہ تو ہندو مسلمانوں کو اس ملک سے نکال سکتے ہیں، اور نہ مسلمان ہندوؤں کو فنا کر سکتے ہیں، اس بنا پر ان دونوں ہمسایہ قوموں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ آپس میں اتحاد کو قائم رکھکر اس ملک کی فلاح و بہبود کی کوشش کریں، اور اپنی آزادی کے متخیلہ کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے دوش بدوش سرگرمِ عمل ہوں،

اتحاد بین الفرق حضرات! ہندو مسلم کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کی مضبوطی کا راز خود ان کے درمیان باہم اتفاق و اتحاد اور رواداری ہے، تمام وہ لوگ جو قائلینِ توحید و رسالت ہیں، مشترک امور مفاد کی غرض سے، ملت کے باہم مشترکہ مسائل میں اپنی وحدتِ ارادہ اور وحدتِ عمل کا ثبوت دیں، اور مختلف فیہ مسائل میں اظہارِ اختلاف کے لئے مناسب لب و لہجہ اور طریقۂ ادا سے کام لیں، مسلمان جس ملک میں بھی تباہ ہوئے وہ حدیث مشہور کے مطابق دشمنوں کے حملوں سے نہیں، بلکہ آپس کے اختلاف سے اس کی مثالیں تاریخ کے صفحوں میں بے شمار ہیں، عرب کا عجم سے اخراج، بغداد کی تباہی، اندلس کی، مراکش و شمالی افریقہ کی تباہی، اور خود ہندوستان میں انکا زوال اسی ایک سبب کا نتیجہ ہے، اس لئے اگر ہمکو اس ملک میں پوری طرح مضبوط اور محفوظ رہنا ہے، تو مشترکہ مفاد کی حفاظت کے لئے متحدہ محاذ قائم کرنا ضروری ہے، تاکہ ہم پر گذشتہ تفصیلات کے مطابق ایک جماعت اور ایک ملت کا اطلاق ہو سکے،

امارت شرعیہ یا نظم ملت حضرات! دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ ہم اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر جمع

Marfat.com

ہمارے خیالات و اعمال میں جو ایک طوائف الملوکی پیدا ہے، وہ دور ہو، حالت یہ ہے کہ ہمکو مذہبی تعلیمی، سیاسی، اقتصادی، اصلاحی، تبلیغی ہر قسم کی ضرورتیں ہیں، اور ان ضرورتوں کے لئے ہم نے الگ الگ انجمنیں قائم کر لی ہیں جنمیں روزانہ تصادم رہتا ہے، اور ہر ایک کمی سرمایہ سے نالاں ہے، اور ہر ایک اپنی مرکزیت کے لئے کوشاں ہے، ہم کو معلوم ہے کہ اونچے طبقہ کے لوگ اور اعلیٰ تعلیمیافتہ اصحاب کی جماعت اس پسردی کے ننگ کو گوارا نہ کریگی، لیکن بہرحال ملت کی کثیر تعداد جو عام طبقوں پر مشتمل ہے، ضرور اسمیں شرکت پر آمادہ ہو گی، ہم کو ضرورت ہے کہ ہم پھر اپنی ملت و قومیت اور تنظیم کی بنیاد اپنی سیزدہ صدسالہ بنیاد پر قائم کریں اور اصلی جماعت اسلامیہ بنیں، تاکہ ہم دشمنون کے مقابلہ مین قوت کا ثبوت دیسکین،

ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کو یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے، کہ آیندہ ہندوستان کی جو شکل وصورت بھی ہو، بہرحال یہاں کی حکومت اسلامی نہ ہو گی، بہتر سے بہتر جو صورت خیال میں آسکتی ہے وہ ایک متحدہ جمہوریت کی ہے، اس لئے ہر حال میں مسلمانوں کے لئے ضرور ہو گا کہ اپنے قومی و مذہبی ضروریات کے اپنے آپ کفیل ہوں، اور یہی ضرورت بعینہ اس وقت بھی ہے مسلمانوں کی اسلامی و مذہبی تعلیم اون کے مدرسے، انکی مسجدیں، انکے اوقاف، انکے نکاح و طلاق، وراثت وغیرہ قوانین و مسائل خاص محکموں کے محتاج ہیں، اور آیندہ بھی رہیں گے، اس وقت ہم جس بے نظامی اور بے ترتیبی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ حد درجہ قابل افسوس ہے، نظر اٹھائیے، ہم سے کہیں کم تعداد میں مسلمان، فلپائن، اسٹریا، ہنگری، بلگیریا، زیکوسلیویا، اور یونان میں ہیں، تاہم ان کے تمام قومی و مذہبی صیغے مفتی اعظم کے ماتحت منتظم اور باقاعدہ ہیں، ابھی اسی دسمبر کے اخیر ہفتہ میں ریوٹر نے ہمکو مطلع کیا ہے، کہ پولینڈ کے تمام مسلمانوں نے جمع ہوکر ۵۲ ارکان کی ایک مجلس ترتیب دی ہے اور اسمیں چند کارکن منتخب ہوئے ہیں، اور ایک صدر کا انتخاب کیا ہے، تاکہ وہ اس وحدت تنظیمی کے سایہ میں اپنی اسلامی زندگی کو قائم رکھ سکیں، مگر افسوس ہے کہ اس سات کروڑ انسانوں کی آبادی پر کہ وہ اب تک وحدت مرکزی کے اصول کے سمجھنے سے قاصر ہے،

Marfat.com

ہندوستان میں، اب، اور اب سے زیادہ آیندہ مسلمانوں کو اپنی بقا کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک امارت شرعی کے ماتحت اپنے کو منتظم کریں تعلیمیافتہ اصحاب کو شبہہ ہے کہ علماء اس پردہ میں اپنی کھوئی ہوئی وجاہت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں، اس لئے یہ صاف کردینا چاہیئے، کہ اگر ٹرکی میں مصطفے کمال، مصر میں سلطان فواد، عرب میں ابن سعود، ریف میں محمدؐ بن عبد الکریم ریاست اسلامی کا دعوی کرسکتے ہیں اور ہمارگ اسکو قبول کرنے کو تیار ہین، تو کوئی وجہ نہین کہ ہم ہندوستان مین ایک غیر مسلح اہل اور صاحب لیاقت قائد کے ہاتھ پر بیعت نہ کرسکین، اس کے لیے باقاعدہ بوریانشین عالم ہونے کی ضرورت نہین، صرف اسکے دل کو اسلام سے آشنا ہونے کی حاجت ہے، اسکے لیے اپنے مذہب اور مذہبی احکام سے ایک حد تک واقف ہونے کی ضرورت ہے، اس قائد کے ماتحت ایک منتخب مجلس شوریٰ ہو، اسکے ماتحت تعلیم و تبلیغ، تالیف و اشاعت، سیاست، اصلاحات، غیر ملکی تعلقات، مالیات کے مختلف شعبے ہون، ہر ایک شعبہ کا ایک ایک علیحدہ مدیر و ناظم ہو، تمامی محاصل و زکوٰۃ ایک جگہ جمع ہوکر ضروریات پر تقسیم ہون، اور اسی اصول پر صوبون کی امارتین ہون، اور ان کے ماتحت اضلاع کی وعلی ہذا القیاس، اسی کے ماتحت نکاح، و طلاق و وراثت وغیرہ کے محکمے ہون، دارالافتا ہون، جہان سے جدید ضروریات کے متعلق فتوے صادر ہون، اور سارے ملک مین اس مسئلہ مین جو بے ترتیبی ہے وہ دور ہو،

چند سال پہلے جب اس کے لئے موسم مناسب تھا محض؛ اسلیے بعض اکابر نے اس سے پہلوتہی کی کہ تمام مسلمان اس پر متفق نہین ہوسکتے، اسلئے جب تک اتفاق عام نہ ہوجائے، اسکو قائم نہ کیا جائے میری رائے مین حد درجہ غلطی ہے، یہ ناممکن ہے کہ کسی طاقت کے بغیر تمام مسلمان از خود ایک مرکز پر متفق ہوجائین، اسلیے اس خیال خام سے ہٹکر، ہم کو صرف یہ کرنا چاہیئے کہ صوبون مین اسکے متعلق کوششین کرین، جن صوبون مین مسلمان بالکل صفر ہین، جیسے مدراس، ممالک متوسطہ وغیرہ، وہان اسکی سب سے پہلے ضرورت ہے، اور جس قدر مسلمان بھی اس مسئلہ پر متفق ہوسکین اور اس تحریک پر آمادہ ہوسکین

ان کو ساتھ لیکر آگے بڑھنا چاہیئے، آیندہ اس سلسلہ کی خود وسعت ہوتی رہے گی، تا آنکہ کسی وقت تمام مسلمان اس حلقہ مین آجائین، اسلام کے عقیدہ مین نظم وجماعت کے بغیر ہم صحیح اسلامی زندگی پر یقیناً قائم نہین ہین، کہ نصب الامامۃ واجبٌ!

جو لوگ اس حقیقت کی تسلیم سے اختلاف کرتے ہین، کیا وہ امامت کے اصولی مسئلہ پر اعتقاد نہین رکھتے، کیا ان کے نزدیک مسلمانون کی اتنی بڑی آبادی مین کسی امامت کی ضرورت نہین، یہ کہنا کہ امامت کیلئے نفوذ واقتدار ضروری چیز ہے، صحیح ہے، لیکن یہ کامل امامت کی شرط ہے، مسئلہ کی صورت تو یہ ہے کہ اگر مسلمان کسی امر واجب کے ادا کرنے کی کما حقہ اور اس کو پورے شرائط کیساتھ ادا کرنے پر قادر نہین ہے، تو آیا وہ واجب اس سے ساقط ہوجائے گا، یا حسب استطاعت جہان تک اسکی وسعت وقدرت مین ہو اسکو ادا کرنا ضرور ہے، نماز کے لیے قیام وقعود اور قرآن پڑھنا تو ضروری ہے، لیکن اگر کوئی بیمار یا اپاہج یا گونگا اس پر قدرت نہ رکھے تو اس سے نماز ساقط ہوجائے گی، یا نماز واجب رہے گی، اور اوسکو ادا کرنا اسکی طاقت اور وسعت کے مطابق فرض ہوگا، لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا،

حضرات! سوال یہ ہے کہ آیا ہر ناحیۂ بعیدہ کی امت پر اپنے اپنے ناحیہ مین نصبِ امامت واجب ہے، یا نہین؛ اگر ہے تو اس بنا پر کہ اس کے نفوذ واقتدار وغیرہ کے شروط پورے نہین ہوسکتے وہ واجب اس سے ساقط ہوجائیگا، یا جس طرح جس حد تک، اور جس صورت تک ممکن ہوگا، اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا، مسلمانو نکی تاریخ مین کیا ایسے واقعات نہین کہ انہون نے اپنی محکومی اور عدم استطاعت کی حالت مین بھی ایک نوع کی تنظیمی مرکزیت قائم رکھی، چھٹی صدی مین جب کافر تاتاریون نے ایران وخراسان وترکستان وعراق پر قبضہ کرلیا تو کیا علمائے وقت نے اسکے لیے مسلمان والی کے مطالبہ کا مسئلہ پیش نہین کیا، جو آج ہماری کتب فتاوی کا ایک باب ہے، اس وقت بھی جب مسلمانون کا اوج اقبال نہا، تجارتی ضرورتون سے انکو دوسری غیر اسلامی سلطنتون مین آمد ورفت اور سکونت اختیار کرنی پڑتی تھی، لیکن انکی اسلامی تنظیمی وحدت کا سررشتہ یہان بھی ان کے ہاتھ

سے نہین چھوٹتا تھا، تیسری صدی ہجری مین مسلمان تاجرون کی نوآبادی چین کے شہر خانقو مین تھی، مگر وہ کس طرح رہتے تھے، اور ان کے احکام و معاملات کیونکر فیصل پاتے تھے، سلیمان تاجر اپنے تیسری صدی ہجری کے سفرنامہ مین لکھتا ہے،

ان بخانفو وھو مجمع التجار رجلا مسلما یولیہ صاحب الصین الحکم بین المسلمین الذین یقصدون الی تلک الناحیۃ یتوخی ملک الصین ذلک واذا کان فی العید صلی بالمسلمین وخطب ودعا للسلطان المسلمین وان التجار العراقیین لا ینکرون من ولایتہ شیئا فی احکامہ وعملہ بالحق وبما فی کتاب اللہ عز وجل واحکام الاسلام

(ص ۱۴ مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء)

شہر خانقو (چین) مین جو (مسلمان) تاجرون کا مرکز ہے ایک مسلمان ہے جسکو شاہ چین ان مسلمانون کے درمیان فصل احکام کے لیے مقرر کرتا ہے جو اس ملک مین جاتے ہین، شاہ چین اوسکو چاہتا ہے، اور عید جب آتی ہے تو وہ مسلمانون کی نماز کی امامت کرتا ہے، اور خطبہ پڑھتا ہے، اور بادشاہ اسلام کیلئے دعا کرتا ہے، اور عراقی تاجر اسکی ولایت کے احکام اور حق کے ساتھ اور کتاب الہی اور احکام اسلامیہ کے ساتھ اسکے جاری کردہ حکمون سے سرتابی نہین کرتے،

عراقیون کی فارسی زبان مین اس مسلمان والی، یا قاضی کا نام ہنرمند تھا، جو عام استعمال مین ہُنَرمَن بولا جاتا تھا، خود ہندوستان کے مختلف ساحلی شہرون مین جہان جہان مسلمان آبادیان تھین یہ ہنرمند غیر اسلامی سلطنتون مین اسلامی تنظیم و قضا کے ذمہ نظر آتے ہین،

چوتھی صدی ہجری کے جہازراں بزرگ بن شہریار اپنے سفرنامہ عجائب الہند مین صیمور (مدرہ کے قریب) مین عباس بن ماہان سیرافی ہنرمند کا تذکرہ کرتا ہے،

انہ کان بصیمور رجل من اھل سیراف یقال لہ العباس بن ماھان وکان ھنرمن المسلمین بصیمور وذو وجہ البلد والمفتوی الیہ من المسلمین (صفحہ ۱۲۲ ایڈیشن)

صیمور مین سیراف کا ایک شخص تھا جس کو عباس بن کہتے تھے اور جو وہان مسلمانون کا ہنرمند تھا اور شہر وجاہت اور وہان کے پناہ گزین مسلمانون کا مرکز تھا

وہاں کا راجہ مسلمانوں کے متعلق اسی کے فتوی پر فیصلہ کرتا تھا، اسی مقام مین سنہ ۳۰۴ھ میں مشہور سیاح مسعودی پہونچتا ہے، وہ کہتا ہے:-

علی الھنرمنۃ یومئذ ابو سعید معروف بن زکریا، والھنرمنۃ یراد بہ رئیس المسلمین وذلک ان الملک یملک علی المسلمین رجلا من رؤسائھم تکون احکامھم مصروفۃ الیہ

(روج الذہب جلد دوم)

ہنرمندی کے منصب پر ان دنوں ابو سعید معروف بن زکریا تھا اور ہنرمند سے مراد رئیس المسلمین ہے، اور اسکی صورت یہ ہے کہ راجہ مسلمانوں پر ان کے رئیسوں میں سے ایک کو افسر بنا دیتا ہے مسلمانوں کے تمام مقدمات و احکام اسی کی طرف رجوع ہوتے

حضرات! یہ تو گذشتہ عہد کا بیان تھا، آج بھی مسیحی طاقتوں کے ماتحت جہاں مسلمان آباد ہیں، کسی نہ کسی حیثیت سے اس قسم کی تنظیم جاری ہے، ابھی نو پید املاک پولینڈ کے مسلمانوں کی مجلس کا ذکر کر چکا ہوں، بولشویک روس میں بھی مسلمان قازان کی مجلس دینیہ اسلامیہ کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں، خود ہندوستان میں سلاطین کے عہد میں صدر جہاں کے نام سے اس قسم کا عہدہ قائم تھا جس کے ماتحت تمام قضاۃ و محتسب وائمہ ہوتے تھے، تاتاری کافروں کے استیلاء کے زمانہ میں اس عہد کے علماء نے اسی بناء پر "مسلمان والی" کے پہلو پر زور دیا، ممکن ہے کہ بعض اصحاب گذشتہ مثالوں کو سامنے رکھکر یہ کہیں کہ اس کے لئے حکومت مستولیہ کی حمایت و منظوری ضروری ہے تاکہ یہ منصب صاحب نفوذ و اقتدار ہو سکے اگر اس قسم کے معترضین کی اصلی غرض یہی ہے تو ان کو اصل مسئلہ کے انکار کے بجائے صاف صاف اپنی اس نیت کا اظہار کر دینا چاہئے، ہمارے نزدیک تو مقصود مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا ہے، اور وہ ان کے گلے میں ایک اور طوق کے اضافہ سے ممکن نہیں، اس مسئلہ کے شرعی پہلو پر امارت شرعیہ بہار نے اسقدر مواد فراہم کر دیا ہے، کہ شک کی مزید گنجایش نہیں،

حضرات! اس قسم کے نظم ملت سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کی وحدت ملی نمایاں ہو، ان کے تمام مذہبی و ملی کام منتظم ہوں، انکی ضرورتیں پوری ہوں، ان کے مصارف و مداخل ملی میں ایک تنظیم پیدا

Marfat.com

ہو، اور اصلی جماعتی روح انمین نمایاں ہو، دار الافتاء، دار القضاء اور بیت المال کا قیام ہو، ان کے غریبوں اور محتاجوں کی باقاعدہ امداد ہو، اونکی معاشری خرابیوں کی اصلاح ہو، تبلیغ واشاعت کا سلسلہ قائم ہو، اُن کے مکاتب ومدارس مالی نزع سے نجات پائیں،

اس منظم ملت کے نہونے کی وجہ سے، مسلمانون کے تمام اعلیٰ وادنی طبقے نکاح وطلاق وراثت کی سخت معاشری مشکلات مین ہین آجکل آپ مین سے جن اصحاب کے پاس ملک کے اطراف سے فتوے آتے ہونگے وہ گواہی دینگے کہ اعلیٰ طبقہ کی عورتیں خلع کے رواج پذیر نہونے کے باعث کس قدر مصیبت مین ہوتی ہین، ظالم شوہرون سے نجات پانے کیلئے انتہا یہ ہے کہ اعلیٰ خاندان کی عورتیں شومی قسمت سے تبدیل مذہب تک کی جرأت کر لیتی ہیں، نیچے طبقہ کی مسلمان عورتونمیں فوری ومدعی طلاق کی صورتیں مفقود الخبری عدم ادائے نفقہ اور فسخ نکاح کی متعدد صورتیں پیش آتی ہیں جنکے علاج سے ہم اس نظم وامارت کے بغیر قطعاً مجبور ہیں، کیا امت محمدیہ کی یہ حالت علمائے کرام اور مسلمانوں کی توجہ کے لائق نہیں، اوقاف کی بے ترتیبی مساجد کی کس مپرسی، اماموں کی جہالت، اصلاح کی محتاج نہیں،

مسلمانوں میں شادی بیاہ کے مراسم مشرکانہ افعال اور اور سوء اعتقاد کی ظاہر مثالیں ہم کو ادائے فرض کی دعوت نہیں دیتیں، مسلمانوں کی اقتصادی بربادی سب سے زیادہ توجہ کے لائق ہے، جسکا بڑا سبب علاوہ دیگر خلاف شرع اعمال کے یہ مراسم بھی ہیں، ہمارے صوبہ بہار میں آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ۴/۵ زمینداری مسلمانوں کے ہاتھ مین تھی اور آج انھیں فضول خرچیوں کی بدولت ۴/۵ اردو سرون کے ہاتھ میں ہیں، دو آنے ان کے ہاتھ میں ہیں، اسی لئے ضرورت ہے کہ جدید اقتصادی ومالی مشکلات پر شرعی حیثیت سے علما غور کریں، اور جدید اقتصادی ومالی صورتوں میں جس صورت کا جو حل اور جواب ہو، اسکی اشاعت کی جائے، سب سے زیادہ پرشور مسئلہ آجکل ہندوستان میں اخذ ربا کا ہے، نیز سرکاری بنکوں، ڈاکخانوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں سے اخذ منافع کا ہے، نقدین کا کاروبار مسلمان نہیں کرتے کیا اسکی طرف توجہ کی ضرورت نہیں، تجارتوں کی طرف مسلمان ملتفت نہیں، اسراف انکا خاص امتیاز

Marfat.com

ہے، یہ تمام باتیں علماء کے طے کرنے اور جمعیۃ العلماء کے حل کرنے کی ہیں، اور نظم ملت کے فرائض میں ہیں،
مسلمان قوموں کے لئے یہ امر کس درجہ باعث شرم ہے کہ انکی برادری میں بعض ایسی قومیں اور ایسے
خاندان بھی ہیں جو وراثت کی نص صریح سے روگرداں ہوکر رواج کو اپنا قانون بنائیں، اور علانیہ
ایک عدالت میں مسلمان اپنی قومیت بتاکر پھر یہ کہیں کہ قرآن پاک ہمارا قانون نہیں، بلکہ خاندانی
رواج ہمارا قانون ہے، پنجاب اور بمبئی کی بعض مسلمان قوموں میں ہندو قانون کی پیروی کس درجہ افسوسناک
ہے، لڑکیوں کو ان کے حق وراثت سے محروم رکھنا جاہلیت کا وہ طریق ہے، جس کے مٹانے کے لئے
سرکار عالم محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ہوئی، بمبئی کے کچھ میمنے ہیں اور بعض دوسری قومیں افسوس ہے
کہ اس جاہلیت کی رسم پر اب تک عمل درآمد ہے، اور سب سے زیادہ یہ سنکر مجھکو افسوس ہوا ہے کہ پونہ کے
بعض بنے ہوئے مولویوں نے ایسے ظالموں کی حمایت میں کچھ مسئلے گھڑے ہیں، انا للہ،

حضرات! ہندوستانی مسلمانوں کو دشمنوں کے معنوی حملوں سے بچانے کے لئے سوائے اس کے
اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ ناقص مسلمانوں کو کامل مسلمان بنایا جائے، شدھی کے روکنے کے لئے یہی تدبیر ہے
کہ دیہاتوں، دور و دراز علاقوں اور خاص نومسلم رقبوں میں بکثرت مذہبی مکاتب جاری کئے جائیں، غور
فرمائیے کہ ایک مسلمان کو نامسلمان بنانا یہی ہے کہ اس کو عملی اسلام سے آگاہ نہ کیا جائے، اگر مسلمانوں کا
کوئی رقبہ مذہبی تعلیم سے سراسر ناآشنا ہے، تو وہ بظاہر جو کچھ ہو عملاً وہ گویا مسلمان نہیں، اور انمیں اور
اس کے ہمسایہ ہندوؤں میں چنداں فرق نہ ہوگا، اس لئے کیا تعلیمی، کیا اصلاحی اور کیا تبلیغی ہر حیثیت سے دیہاتوں
میں مسلمانوں کو مذہبی جہالت سے نکالنا سب سے بڑا فرض ہے،

ایہا السادہ! اسی سلسلہ میں جمعہ کے خطبوں کی اصلاح بھی اشد ضروری ہے، اہل حدیث اصحاب
اور بہت سے علماء نے تو اردو زبان میں خطبہ دینے کے جواز کو تسلیم کر لیا ہے، تاہم اب بھی بہت سے علما کو صرف
اردو زبان میں خطبہ دینے میں تامل ہے، اگر اتنا بھی تسلیم کر لیا جائے کہ عربی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی دینا

Marfat.com

جائز ہے، تو بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے، کسی اختلافی مسئلہ کو چھیڑنے کا جرم عائد نہ کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے، کہ غیر مجوزین کے پاس سوائے عمل سلف کے غیر عربی زبان میں خطبہ کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں، عمل سلف کے استدلال کے متعلق عرض ہے کہ طریق سلف کے مطابق خطبہ میں حسب ذیل خصوصیتیں ہوتی تھیں، وہ عربی زبان میں ہوتا تھا، وہ زبانی پڑھا جاتا تھا، کسی کتاب میں دیکھکر نہیں پڑھا جاتا تھا، اسکی صورت تلاوت اور قرأت کی نہ تھی بلکہ مختصر زبانی تقریر کی ہوتی تھی، اس میں آیات و احادیث کے التزام کے ساتھ مسائل حاضرہ و متجددہ پر مسلمانوں کو فہمائش ہوتی تھی، ایک ہی خطبہ کسی کا لکھا یا رٹا ہوا صدیوں تک نہیں پڑھا گیا، وہ سلاطین کی زمانہ کی مدح و ستایش سے پاک ہوتا تھا، اس میں تغنی نہیں ہوتی تھی، وہ مقفی و مسجع بے معنی عبارت نہیں ہوتی تھی، مگر ان تمام خصوصیات کو تو بلا نکیر ترک کر دینا، اور صرف عربی کی خصوصیت پر زور دینا قرین صواب نہیں، اگر عربی کی قید نہ رہے تو حصول فوائد کے علاوہ محض ایک "بدعت" کو قبول کر کے متعدد بدعات سے ہم محفوظ ہو جائیں گے جمعیۃ العلماء کی تجویز میں یہ چیز بھی آنی چاہئے کہ وہ سال بسال اماموں کی ہدایت کے لئے مختلف خطبے جو ضروری و پیش آمدہ ضروریات پر محتوی ہوں شائع کرتی رہے، اسی طرح قرآن مجید جو تمام دنیا کے لئے آیا ضرورت ہے کہ اس کے ترجمے تمام دنیا کی زبانوں میں ہوں تاکہ قرآن بلسان قومہ ہو کر رب کی ہدایت کو ہر جگہ عام کر دے، خدا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور ان کے خاندان پر رحمت بھیجے جنھوں نے فارسی و اردو ترجمہ کر کے اس مسئلہ کو علماء خلف کے اختلاف آرا سے بچا لیا، مصر و ٹرکی میں ابتک قرآن پاک کے جواز ترجمہ اور عدم جواز میں معرکۃ الآرا بحثیں پیش ہیں، لیکن اے صاحبو! اسی کے ساتھ اس فتنہ کو بھی روکنا چاہئے جو آجکل ہندوستان میں عام ہو رہا ہے، کہ ہر اہل و نااہل تجارتی اغراض سے ایک نئے ترجمہ کی بدعت میں گرفتار ہے، ان ترجموں میں باہم اس درجہ اختلاف ہے، کہ خدانخواستہ اگر اصل بحکم وانا لہ لحافظون، محفوظ نہ ہو تو تحریف کے علمی گناہ سے مفر نہیں، یہاں تک کہ بعض جاہل و طامع تاجروں نے قرآن پاک کے منظوم ترجمہ کی بھی

Marfat.com

برأت کی، مگر افسوس ہے کہ ہم اپنی شرعی امارت ونظم ملت نہ ہونے سے اس کا کوئی علاج نہین کرسکتے،

اس کے ساتھ قرآن پاک کی طبع واشاعت کی احتیاط کا بھی سوال ہے، ہمارے نزدیک تو قرآن پاک کو غیر اسلامی مطابع مین چھپنے کے قانونی مسئلہ پر زور دینا چاہیئے، اسی کے ساتھ مطابع اور اسلامی مطابع تک کی جسمین سب سے آگے لاہور کے مطابع ہین. قرآن پاک کے اعراب والفاظ وغیرہ کی تصحیح مین بے پروائی سخت افسوسناک ہے، ہمنے چند قرآنونکو ایک ساتھ ملاکر دیکھا تو ہر صفحہ مین غلطیان نظر آئین، پیشاور کے ایک بزرگ نے اس قسم کی غلطیون کی مثالین چھاپکر شائع کی ہین، اور افسوس ہے کہ صاحب مطبع ہونے کی بنا پر اس گنہ مین ہم بھی کسیقدر شریک ہین، مصر وٹرکی مین قرآن پاک کی تصحیح مین سرکاری طور سے اس قسم کی تصحیح اور صحیح قرآن چھاپنے کی کوشش کیجاتی ہے، ابھی حال مین اس ٹرکی نے جسکو شاید بہت سے لوگ بیدین ٹرکی کہنے کو تیار ہوجائینگے اس نے خاص اپنی نگرانی مین قرآن پاک کی اشاعت کی،

حضرات! جب یہ سطرین زیر تحریر تھین، مصر سے ایک نئی تالیف نقض کتاب الاسلام واصول الحکم محمد خضر حسین سابق مدرس جامع زیتونہ وقاضی محکمہ شرعیہ تونس کی موصول ہوئی جسمین مصنف قاضی عبدالرزاق مصری کی کتاب الاسلام واصول الحکم جسکے فتنہ کا ذکر پہلے آچکا ہے، نہایت شافی وکافی جواب دیا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام اور سیاست کبھی مذہبًا الگ نہین ہوسکتے، اور اسلامی قوانین کی بنیاد شریعت پر رکھی جاسکتی ہے نہ کہ رومن لا اور قوانین یورپ پر، جزاہ اللہ خیر الجزاء ضرورت ہے کہ ہماری جمعیۃ العلماء بھی اس بارہ مین مصر وتونس کے علمائے حق کی تائید اور مخالفین سے اپنی برأت ظاہر کرے،

آخر مین ایک چیز کی طرف مجھکو اور مسلمانون کو متوجہ کرنا ہے، اور وہ دارالاسلام ہے مدت سے یعنی سنہ ۱۹۰۸ء سے جب مین ندوۃ العلماء کے صیغۂ اشاعت اسلام کا نائب ناظم تھا، یہ خواہش میرے دل میں ہے کہ نومسلمون کے قیام وتعلیم وتربیت کے لیے کوئی خاص جگہ بنائی جائے، جسکا نام دارالاسلام ہو، جسطرح یتیم خانے آپنے قائم کیے ہین، نومسلم خانے بھی آپ قائم کیجئے، عہد حکومت مغلیہ مین داروغۂ جدید الاسلام کے نام سے ایک عہدہ

Marfat.com

تھا تو مسلمون کی غور وپرداخت وغیرہ اوسکا فرض تھا، اوسکو بہت سی سرکاری اعانتین ملتی تھین، اجکل جو لوگ اسلام قبول کرتے ہین، انکی بہت بری حالت ہوتی ہے، اسلام کے بعد سب سے پہلی تعلیم جو اونکو دی جاتی ہے وہ گداگری کی ہے، کیا یہ اسلام کے شایان شان ہے! زکوٰۃ کے مصارف مین اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگون کا ایک حصہ رکھا ہے، اور اس مد سے باقاعدہ اسکے لیے مصارف ادا ہو سکتے ہین، پھر بتدریج یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے مختلف خاموش اطراف مین اس قسم کے متعدد دارالاسلام قائم ہون، جہان ایک سے دوسری جگہ نو مسلم حسب حال منتقل ہو سکین، اور وہان وہ کچھ اسلامی تعلیم اور کوئی حرفت سیکھین، یا مسلمان زمیندار انکو کاشتکاری کے کامون مین لگائین، غور کیجئے کہ اس وقت چھوٹی چھوٹی صنعت وحرفت کے تمام کام دیسی عیسائیون کے ہاتھون مین ہین، علاقہ ترہت کے راج مین جسقدر دیسی عیسائی ہین وہ بڑھئی اور لوہار کے کام سے بخوبی اپنی پرورش کر رہے ہین، پونہ، لاہور، لکھنؤ وغیرہ بڑے شہرون مین جلدسازی، چھپائی، اور اسٹیشنری کے متفرق کام اونکو سکھائے جاتے ہین، کیا آپ ایسا نہین کر سکتے،

حضرات! ابھی تو کہنے کی بہت باتین ہین، خوشنما تجویزون کا ایک انبار لگایا جا سکتا ہے، لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ ہم کو کہنے کی جسقدر قوت ہے افسوس اوس قدر کرنے کی نہین تو وعید لم تقولون ما لا تفعلون سے ڈر معلوم ہوتا ہے!

فلو انّ قومی انطقتنی رماحهم

اگر میری قوم کے نیزے مجھے نطق بخشتے تو میں بولتا

نطقت ولکن الرماح اجرت

لیکن افسوس کہ انھون نے میری زبان بند کردی ہے

ونسأل اللہ التوفیق لما یجب ویرضی، والعاقبۃ للمتقین

Marfat.com